"Om" Lahore
Mukti Ank.

March, April.
1941.

भारत-माता

THE GITA PRESS, GORAKHPUR.

اوم

"بھارت ماتا"

سیس جھکا کر بھارت ماتا تجھکو ہے پرنام

شیتل نرمل تیری ندیاں ——— سبز ترے گلزار
خوشبودار ہوائیں تیری ——— ہر سو موج بہار
تیری میٹھی چاندنی راتیں کیسی ہیں پرشان
تو میری سوتنتر ماتا اور مہا بلوان
کتنی سُندر باتیں تیری ——— کتنے میٹھے بول
تو ہے سُکھ کی ساگر ماتا ——— شبد ترے انمول
پھولے پھلے ہیں کیا کیا بوٹے سیب انار اور آم
سیس جھکا کر بھارت ماتا تجھ کو ہے پرنام

کون تجھے نربل کہے ماتا ——— کون کہے کمزور
تیس کروڑ آوازیں تیری ——— جس دم ڈالیں شور
تیرے ہاتھوں میں جب چمکیں شستر ساٹھ کروڑ
دشمن سارے ڈر کے مارے بھاگیں رن کو چھوڑ

ودیا تو، دھرم بھی تو ہے ——— اور تو ہی ہے گیان
تن بھی تو ہے من بھی تو ہے ——— تو ہے سب کی جان
جگ میں تیرا سب سے اونچا سب سے سُندر نام
سیس جھکا کر بھارت ماتا تجھ کو ہے پرنام

(اخگر فیروزپوری)

(۱) زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا

(۲) بھکتوں۔ یوگیوں۔ گیانیوں اور دُوسرے مہاپُرشوں کے اُبھار نیوالی زندگیوں کے مُوثر حالات پیش کرنا

(۳) عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعہ تعصب اور تنگدلی کو دُور کرنا

(۴) ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہائیت گہرے رُوحانی تجربات کو پیش کرنا

(۵) تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری، قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا

قواعد و ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کے ہفتہ اوّل میں شائع ہوتا ہے

(۲) اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے۔ تو وُہ دس تاریخ تک چٹھی لکھ کر پرچہ طلب کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد چار آنے کے ٹکٹ آنے پر ملیگا

(۳) اہلِ قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وُہ اس کے ادبی و رُوحانی معیار پر پُورے اتریں۔ ڈاکخرچ بھیجنے پر ہی ناپسند مضامین واپس کئے جا سکتے ہیں

(۴) خط و کتابت میں خریداری چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔ جو کہ چِٹ کے اُوپر درج ہوتا ہے

(۵) منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پُورا پتہ خوشخط حرُوف میں منی آرڈر کوپن پر بھی لکھنا چاہیئے۔ تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے

(۶) رسالہ ھذا کا سالانہ چندہ مبلغ تین رُوپے چار آنے -/۴/۳ ہے۔ وی پی خرچ بذمہ خریدار ہوتا ہے۔ نیز خرچ رجسٹری سالانہ مبلغ موازی ۰/۴/- ہے۔ جو کہ سالانہ چندہ بھیجتے وقت ساتھ ہی بھیجنا چاہیئے

(۷) جواب طلب اُمور کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

فہرست مضامین

معاونِ خصوصی
پنڈت نرمل چند رجی
ریٹائرڈ پروفیسر

بابت ماہ مارچ واپریل ۱۹۴۱ء

سالانہ چندہ ۳/۸/۰ معہ رجسٹری خرچ ۴؍

ممالک غیر سے چار روپے بارہ آنے ۴/۱۲/۰

قیمت فی پرچہ ۲/۰/۰

لالہ گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر اور پبلشر نے امرت الیکٹرک پریس ... لاہور ... لوہاری منڈی لاہور سے شائع کیا

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

سنسار میں کون ایسا بشر ہے۔ جو کہ مکتی (آزادی) کا متلاشی نہ ہو۔ دراصل آزادی ہی زندگی ہے۔ آزادی کی ہوا میں زندگی کا پھول کھلتا ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا جاندار آزادی چاہتا ہے۔ پرندے رات کی تاریکی اور گھونسلوں کی تنگی سے آزاد ہوتے ہی چہچہانے لگتے ہیں۔ بچے سکول کے تنگ کمروں سے چھٹی پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے۔ قیدی جیلخانہ سے باہر نکل کر آنند اور خوشی مناتے ہیں۔ آزادی میں رکاوٹ کا ہونا ہی دکھ ہے۔ آج کل مت متانتر اسی لئے بڑھ رہے ہیں کہ یہ تمام مکتی کا دعوے کرتے ہیں۔ چونکہ آزادی کے بغیر زندگی موت ہے۔ اور آزادی میں ہی سچا سکھ پنہاں ہے۔ اس لئے مختلف مذاہب نے اس کی پراپتی کے لئے مختلف سادھن اور مختلف خیال ظاہر کئے ہیں۔ گو ان تمام کے عقیدے مختلف ہیں لیکن مقصود سب کا ایک ہی ہے۔ بیان مختلف ہیں۔ لیکن منزلِ مقصود ایک ہی ہے۔ مذہب یا پنتھ دراصل وہ راستہ ہے۔ جو کہ ہمیں دکھوں سے نجات دلائے اور کسی ایسے سکھ کی پراپتی کرائے۔ جس کا کبھی ناش نہ ہو۔ چونکہ دنیا کے تمام پدارتھ ناشوان ہیں۔ اس لئے ان میں سکھ نہیں ہو سکتا۔ صرف ایک برہم (آتما) ہی ایسی اکھنڈ چیتن شکتی ہے۔ جو کہ ست چت آنند۔ اور سدا ایک رس رہنے والی ہے۔ کے سروپ کو جاننا اور اس میں قائم ہونا ہی سچی راحت کو پراپت کرنا ہے۔ لیکن ایسے بلند روحانی معراج پر پہنچنا آسان نہیں۔ اس کے لئے خاص سادھنوں اور گیان کی ضرورت ہے۔ یہ سادھن بہت گمبھیر ہیں۔ اور یہ گیان بہت اونچا اور نایاب ہے۔ لیکن ان کا عطر کشید کر کے "اوم" کے "مکتی انک" کا دامن سیراب کیا گیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے طالبانِ نجات کے دل و دماغ معطر اور طبیعت کھل اٹھے گی۔

شریمان پنڈت جگن ناتھ جی شرما۔ جنہوں نے رسالہ اوم کا بھگتی انک تیار کرنے میں بھی ہمارا ہاتھ بٹایا تھا۔ اب بھی اپنا قیمتی وقت صرف کر کے اس انک کے مضامین کی ترتیب و تدوین کا کام سرانجام دیا ہے۔ نیز کئی مضامین بھی خود قلمبند کر کے "مکتی انک" کو نہایت دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہم ان کا ہاردک دھنباد کرتے ہیں۔

شریمان مہر دار ہری سنگھ جی لائل پور ست سنگ کے رکن ہیں۔ اور شریمان ۱۰۸ شری سوامی شورام سرسوتی (بنگالی مہاتما) کے شِشیہ ہیں۔ آپ نے تقریباً تمام ویدانت شاستروں کا ادھین کیا ہے۔ آپ نے "کیولیہ اُپنشد" کا عام فہم اور دلچسپ ترجمہ پیش کر کے مکتی انک کے فلسفہ کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ہم آپ کا دھنباد کرتے ہیں۔

شریمان پنڈت نرمل چندر جی ریٹائرڈ پروفیسر جو کہ رسالہ ہذا کے معاونِ خصوصی ہیں۔ اور ویدانت سدھانت کی اردو زبان میں توضیح کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ آپ کا مکتی درشن یعنی فلسفہ نجات کے عنوان سے طویل مضمون

شریکِ اشاعت ہے۔ جس نے "مکتی انک" کی شان کو دوبالا کیا ہے۔

ہز ہولی نس شری سوامی شوانند جی مہر سوتی رکمی کیش نواسی (سابق سول سرجن مدراس) کا نہایت بصیرت افروز مضمون مکتی کا تیر بہدف نسخہ "فلسفۂ گیتا"۔ یقیناً اہلِ مذاق کی مسرت کا باعث ثابت ہوگا۔ ہم سوامی جی کی اس عنایت کا صدق دلی سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مہاتما بھاگ مل جی سینی عرصہ سے رسالہ ہذا کی قلمی معاونت فرما رہے ہیں۔ آپ نے "مکتی کے سادھن" کے زیرِ عنوان نہایت شاندار مضمون قلمبند کر کے "مکتی انک" کا دامن سیراب کیا ہے۔ اسی طرح شری سنت نراین سنگھ جی مہاراج جو کہ ایک تیاگی مہاتما ہوتے ہوئے رسالہ "اوم" کے ساتھ خاص اُنس رکھتے ہیں۔ جی نے اپنے روحانی تجربات کو "بزبانِ رہسیہ" کے زیرِ عنوان ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح شریان پنڈت رام لال جی تارا بی۔ اے ایل۔ ایل بی، مالک رام جی ایم۔ اے مہاتما دولت رام جی جموں۔ شریمان حکیم رمیل داس جی مضطر۔ لالہ دولت رام جی پوری بی۔ اے۔ بی ٹی۔ پنڈت امر ناتھ جی شرف۔ پروفیسر ہیرا لال جی چوپڑہ۔ لالہ بالکرشن جی تیرہ۔ شری موہن مورتی جی۔ جناب سیف صاحب موانوی۔ غرضیکہ تمام ایسے مہاپرشوں کا جنہوں نے قلمی معاونت فرمائی ہے۔ ہم اُن کا دھنباد کرتے ہیں۔

شریان پنڈت دھرم چند جی بھارگو بی۔ اے مینجنگ پروپرائٹر دی امرت الیکٹرک پریس ریلوے روڈ لاہور نے "انک" ہذا کی چھپائی میں خاص توجہ دے کر اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ہم ان کا بھی شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لالہ ابناشی رام جی ترہن ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر جو کہ رسالہ "اوم" کا کام راولپنڈی میں آنریری کر رہے ہیں۔ نے رسالہ ہذا کی اشاعت کو بڑھانے میں کافی سرگرمی سے کام لیا ہے۔ ہم اُن کی اس نشکام سیوا کے لئے خاص طور پر ممنون ہیں۔

لالہ شانتی سروپ جی سیال مینیجر رسالہ ہذا اور اُن کے ماتحت کام کرنے والا دیگر سٹاف بابو سومناتھ بابو رام گوپال وغیرہ کو خراجِ تحسین بھی حاصل کرنے کا حق ہے۔ جنہوں نے "مکتی انک" کے سلسلے میں دفتر کے تمام کاموں کو نہایت تندہی اور خندہ پیشانی سے سرانجام دیا۔ ورنہ اس محدود سٹاف سے اتنا زیادہ کام ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

ترلوک سنگھ بعملہ ہیڈ کاتب اور ہربنس لال ساہنی خوشنویساں نے بھی رسالہ ہذا کی کتابت میں بڑی شردھا اور محنت سے کام کیا ہے۔ شریان ساہو رگھوناتھ داس جی رئیس اعظم جو کہ ہمیشہ ہی ہماری مالی امداد کرتے رہتے ہیں نے امسال بھی مبلغ ۲۵/- روپے بطور امداد ارسال فرما کر اپنی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے۔ ایسے ہی چند اور دانی اصحاب نے اپنی گرہ سے چندہ ادا کر کے کئی مستحق لوگوں کے نام پرچہ جاری کرایا ہے۔ ہم اُن کا دھنباد کرتے ہیں۔

"مکتی انک" میں گنجائش نہ ہونے کے سبب یا مضمون دیر سے پہنچنے کی وجہ سے کئی اہلِ قلم حضرات کے شاندار مضامین شائع نہیں ہو سکے۔ جو کہ آئندہ اشاعت میں شائع کئے جاویں گے۔ آشا ہے۔ کہ ایسے مہانو بھاو ہماری اس مجبوری پر ہمیں کشما کریں گے۔

ہماری اپیل کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جن جن اصحاب نے ہمیں اس موقعہ پر دو دو خریداران کا چندہ بھیج کر ہماری مالی مشکلات کو رفع کیا ہے۔ اور جن خریداران نے اپنی معیاد سے پہلے ہی ہمیں چندہ ارسال کر دیا ہے۔ ہم ان اصحاب کا خاص طور پر دھنباد کرتے ہیں۔ ایسے پریمی سجنوں کے اتساہ سے ہی دُنیا میں دھارمک سنستھائیں قائم ہیں۔ جن پریمیوں نے ہماری دو دو خریدار بنانے کی اپیل پر ابھی تک دھیان نہیں دیا۔ اُن سے ہم دوبارہ درخواست کریں گے۔ کہ اگر وہ رسالہ ہذا کے اغراض و مقاصد سے اتفاق رکھتے ہیں تو اُن کا فرض ہے۔ کہ رسالہ "اوم" کی اشاعت کو بڑھانے میں توجہ دیں۔ اس وقت جبکہ ملک کی فضا فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصبات

سے مکدر ہو رہی ہے ۔ اور عوام محسوسات اور وشئے وکاروں کی رو میں بڑی تیزی سے بہے جا کر نت نئی پیچیدگیوں اور تفکرات کا شکار ہو رہے ہیں ۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے ۔ کہ اُن کے سامنے انسانیت کا روحانی آدرش پیش کیا جاوے ۔ اور خودشناشی اور خداشناسی کی تعلیم دے کر انہیں اپنے آپ میں جگایا جاوے ۔ یہ تمام کام "اوم" کے ذریعہ پورا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے ۔ لیکن درست معنوں میں اس کام میں اُسی حالت میں سپھلتا ہو سکتی ہے ۔ جبکہ اس کا حلقہ اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو ۔

یورپ کے جنگ کی وجہ سے کاغذ کا نرخ گراں ہونے نیز دیگر تمام اخراجات بڑھ جانے کے کارن ہم رسالہ ہذا میں تجارتی اشتہار شایع کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں ۔ ان سے ہماری غرض دھن اکٹھا کرنا ہرگز نہیں ۔ بلکہ صرف یہ خواہش ہے ۔ کہ یہ دھارمک پرچہ قائم رہے ۔ چونکہ اس کی مالی پوزیشن ابھی تک تسلی بخش نہیں ہو سکی ۔ اور اس کے پاس کوئی ریزرو فنڈ وغیرہ نہیں ۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے ۔ کہ اس کے اخراجات آسانی سے پورے ہوتے جاویں ۔ اُمید ہے ۔ کہ ہمارے ناظرین اس ہماری مجبوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کشما کریں گے ۔

آخر ہم اس پری پورن پرماتما کا ہزار ہزار شکر مناتے ہیں جن کی اپار کرپا سے ہم یہ "مکتی انک" ناظرین کے پیش کر سکے ہیں ۔ ہمارا یہ ادھیاتمک اُپہار جیسے بھی ہے ایشور ہی کا پرساد ہے ۔ آشا ہے ۔ یہ دھارمک لگن کے سجن پُرشوں کے لئے اُپیوگی ثابت ہو سکیگا ۔ جسے ہم اپنی محنتوں کے سپھل ہونے پر تعبیر کر سکتے ہیں ۔

اوم شانتی ، شانتی ، شانتی

سب کا آتما :۔ گورکھ ناتھ نندہ

رسالہ "اوم" لاہور کا

مکتی انک

حصہ اول

فلسفہ

اوم کی مہما

از شیریں بیان دیوان پنڈت ایس جی قمرؔ مصنف "دورِ قمر" ہرے کرشن گنگا وغیرہ

بہارِ باغِ کثرت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں
ضیائے نورِ وحدت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

خزانے دین و دنیا کے اسی آواز پر قرباں
کلیدِ بابِ رحمت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

ہے جلوہ حسنِ قدرت جلوہ گر ان تین حرفوں میں
عیاں رازِ حقیقت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

کشش تسخیر جذبِ دل ثمر ہیں نخلِ الفت کے
چمن زارِ محبت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

صدائے اوم کہہ کر جاں تنِ بیمار سے نکلے
قمرؔ کے دل کی حسرت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

اوم

خاص مکتی انک کیلئے

بندے ماترم

از شری جگن ناتھ صاحب شرما پربھاکر ایڈیٹر برہم سندیش لاہور

آزادی کا سُندر گیت

جننی جنم بھومی کی بندنا کا رہسیہ

اے آزادی کے دلدادہ ! اے مکتی چاہنے والے ! اے نجاتِ ابدی کے بیقرار تمنائی ! اے جیون کے منتہائے مقصد کیولیہ پد کی خاطر سنسار کے عیش و آرام پر لات مار کر جنگلوں اور پہاڑوں کی سنسان گپھاؤں میں اکھنڈ تپسیا کرنے والے سادھک ! پہلے ماں ——— ماتری بھومی کے بندھن تو توڑ ڈال ، پہلے مادرِ وطن کی زنجیرِ غلامی کو تو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے ۔ پھر اپنی رُوحانی رستگاری و نجاتِ ابدی کی بھی فکر کر لینا !! اپنی کیولیہ مکتی کا نعرہ پھر بلند کرنا ، پہلے ماں کی بندنا ——— جننی جنم بھومی کی آزادی کا سُندر گیت تو گالے ۔ اس لئے کہ تیری مکتی کا رفیع الشان مندر ماں کی آزادی کی گہری اور مضبوط بنیادوں ہی پر تعمیر ہوگا ! ماں ——— جس کی پوتر مٹی سے تیرا جسم وجود میں آیا ۔ جس کے اناج ، پانی اور ہوا سے ترا من بنا ، جس کی گود میں تو تازیست بچوں کی طرح کئی کھیل کھیلا کرتا ہے ۔ جس کی کھلی فضاؤں میں زندگی کے سانس لیتا ہے ۔ جس کے پہلو میں بیٹھکر تجھے اپنی مکتی کے سو سادھن کرنے ہیں ، اگر وہی ماں آزاد نہیں تو تجھے نجات کیسے حاصل ہوسکتی ہے ؟ اور پھر ایک تیرے ہی مکت ہو جانے سے کیا حاصل ، جب ماں کے دوسرے کروڑہا پیارے بچے غلامی کے نرک کنڈ میں تڑپ تڑپ کر کیڑے مکوڑوں کی مانند پامال ہوئے مر مر جاتے ہیں ۔ !

جس مادرِ وطن کی فضائیں کروڑوں دین دکھیوں کی زار نالی ، بھوک کی بھیانک آگ کے پرچنڈ شعلوں میں بیشمار تلملاتی ہوئی حسین و جمیل بیش قیمت زندگیوں کی فلک شگاف چیخ و پکار اور محکومی و افلاس کے آہنی شکنجہ میں جوانی بھری انسانی ہڈیوں کے کڑ کڑا

اوم کی مہما

از شیریں بیان دیوان پنڈت ایس جی قمرؔ مصنف: دورِ قمر، ہرے کرشن گنگا وغیرہ

بہارِ باغِ کثرت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں
ضیائے نورِ وحدت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

خزانے دین و دنیا کے اسی آواز پر قرباں
کلیدِ بابِ رحمت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

ہے جلوہ حسنِ قدرت جلوہ گران تین حرفوں میں
عیاں رازِ حقیقت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

کشش تسخیر جذبِ دل ثمر ہیں نخلِ اُلفت کے
چمن زارِ محبت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

صدائے اوم کہہ کر جاں تنِ بیمار سے نکلے
قمرؔ کے دل کی حسرت ہے جسے سب اوم کہتے ہیں

ॐ

خاص مکتی انک کیلئے

بندے ماترم

از شری جگن ناتھ صاحب شرما پربھاکر ایڈیٹر برہم سندیش لاہور

آزادی کا سُندر گیت

(جننی جنم بھومی کی بندنا کا رہسیہ)

اے جیون کے منتہائے مقصد کیولیہ پد کی اے آزادی کے دلدادہ! اے مکتی چاہنے والے! اے نجاتِ ابدی کے بیقرار تمنائی! اے جنگلوں اور پہاڑوں کی سنسان گپھاؤں میں اکھنڈ تپسیا کرنے والے سادھک! پہلے ماں خاطر سنسار کے عیش و آرام پر لات مار کر ماتری بھومی کے بندھن تو توڑ ڈال، پہلے مادرِ وطن کی زنجیرِ غلامی کو تو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے۔ پھر اپنی رُوحانی رستگاری و نجاتِ ابدی کی بھی فکر کر لینا!! اپنی کیولیہ مکتی کا نعرہ پھر بلند کرنا، پہلے ماں کی بندنا ——— جننی جنم بھومی کی آزادی کا سُندر گیت تو گا لے۔ اس لئے کہ تیری مکتی کا رفیع الشان مندر ماں کی آزادی کی گہری اور مضبوط بنیادوں ہی پر تعمیر ہوگا! ماں ——— جس کی پوتر مٹی سے تیرا جسم وجود میں آیا۔ جس کے اناج، پانی اور ہوا سے ترا من بنا، جس کی گود میں تو تازیست بچوں کی طرح کھیل کھیلا کرتا ہے جس کی کھلی فضاؤں میں زندگی کے سانس لیتا ہے۔ جس کے پہلو میں بیٹھکر تجھے اپنی مکتی کے سوسادھن کرنے ہیں، اگر وہی ماں آزاد نہیں تو تجھے نجات کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟ اور پھر ایک تیرے ہی مکت ہو جانے سے کیا حاصل، جب ماں کے دوسرے کروڑہا پیارے بچے غلامی کے نرک کنڈ میں تڑپ تڑپ کر کیڑے مکوڑوں کی مانند پامال ہوئے مر مر جاتے ہیں۔!

جس مادرِ وطن کی فضائیں کروڑوں دین دکھیوں کی زار نالی، بھوک کی بھیانک آگ کے پرچنڈ شعلوں میں بیشمار تلملاتی ہوئی حسین و جمیل بیش قیمت زندگیوں کی فلک شگاف چیخ و پکار اور محکومی و افلاس کے آہنی شکنجہ میں جوانی بھری انسانی ہڈیوں کے کڑ کڑا

کر ٹوٹنے کی جگر خراش صداؤں سے گونج رہی ہوں، کان پھٹے جاتے ہوں۔ اس کے آغوش میں بیٹھکر کبھی آتم مکتی کے لئے دھیان دھارنا، سادھی وغیرہ انشٹھان ہو سکتے ہیں؟ محکومی کی شدت نے جس ماتری بھومی کے ماحول کو اپنی دہرم مریادا، تہذیب و تمدن کا وقار بھی برقرار رکھنے کے یکسر نااہل بنا رکھا ہو۔ اس کے اندر مکت وچار دھارا کا پوتر پرواہ کیسے جاری ہو سکتا ہے؟ اس کے سینے میں آزاد ولولوں کا شعلہ کیونکر بھڑک سکتا ہے؟ اس کے ہاں عقل پا بہ زنجیر، دماغ مرغ قفس کی مانند اسیر، تخیلات کی بلند پروازی معدومی کی سزاوار۔ فکر رسا تعزیر کے قابل، بدھی پر تالے، دل کو تڑپنے کی ممانعت۔ ان حالات میں کسی دماغ میں مکتی کا بلند ترین خیال، کسی ذہن یا عقل میں روحانی نجات کی رفیع المقصد تدبیر کسی دل میں رستگاری کی بے پناہ تڑپ، اور کسی سینے میں کیولیہ پد پراپتی کا آزاد ولولہ پیدا ہو سکتا ہے؟ ——— ہرگز ——— ہرگز نہیں۔

اس لئے اے مکتی کے سادھک! ماں کو مکت کرائے بغیر محض اپنے ہی لئے کیولیہ پد حاصل کرنے کی خاطر جنگلوں اور گپھاؤں میں جا رہنا، سنیاس لے لینا، ویراگی بن جانا، دھونی سائے رکھنا، یوگ سدھی میں زمین آسمان کے قلابے ملا ڈالنا، سادھی میں دن رات غرق رہنا اور جانے کیا کیا پاپڑ بیلنا محض ڈھونگ اور اپنے آپ کو دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ آؤ! پہلے ماں کے بندھن توڑ ڈالیں۔ اس کی آتما پرسن ہوگی۔ تو ہمارا ہردیہ بھی بلیوں اچھل پڑے گا۔ اس کے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا آشیرباد ہی ہماری آتما کے کلیان، ہماری باطنی مسرتوں اور حقیقی راحتوں کا باعث ہوگا۔ ہمارے بشمار ذہنی و جسمانی دکھوں، کوتاہیوں اور پابندیوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ ہمارے دل و دماغ، من اور بدھی کو سوتنترتا اور فراغت نصیب ہوگی۔ اور ہمارے سامنے زندگی کے اُچیہ آدرش "کیولیہ مکتی" کی جانب لے جانے والا صاف ستھرا راستہ کھل جائے گا! لہذا آؤ، ماتری بھومی کی سچی بھکتی، پوتر پریم میں ڈوبے ہوئے دل، درد بھرے جذبہ، نہ مٹنے والی تڑپ، ایک بے نام کسک، خاموش پکار اور محبت کے آنسوؤں کے بیش قیمت موتیوں سے پوجا کا تھال سجا کر پیاری ماں کے قدموں کی پوجا کریں۔ اور گائیں اس کی استتی کا پریم بھرا گیت!

بندے ماترم

(۱) "سجلانگ سپھلانگ مل یج شیتلانگ، شسیہ شیاملانگ ماترم
شُبھر جیوتسنا پلکت یامینگ، پھل کسمت درم دل شوبھینگ
سُہاسینگ سمدھر بھاشینگ سکھ دانگ وردانگ ماترم"
بندے ...

(۲) "تِرنش کوٹی کنٹھ کل کل ننادکرالے دوترنش کوٹی بھجیئر دھرت کھر کروالے
کے بولے ماں تمی ابلے
بہو بل دھارینگ، نمامی تارینگ، رپدل وارینگ ماترم"
بندے .....

(۳) تمی ودیا، تمی دہرم، تمی ہردی، تمی مرم، تونگ ہی پراناشریرے
باہوتے تمی ماں! شکتی، ہردیہ تمی ماں! بھکتی
تومار ہی پرتما گڑھی مندرے مندرے ماترم
بندے ....

(۴) تونگ ہی درگا دشس پرہرن دھارنی، کملا کمل دل وہارنی
وانی ودیا داینی، نمامی توانگ
نمامی کملانگ املانگ اتلانگ سجلانگ سپھلانگ ماترم بندے .....

(۵) شیاملانگ سرلانگ سسمتانگ بھوشتانگ، دھرنینگ بھرنینگ ماترم۔ بندے ماترم

वन्दे मातरम्

सुजलां सुफलां मलयजशीतलां शस्यश्यामलां मातरम्।

शुभ्रज्योत्स्नापुलकितयामिनीं फुल्लकुसुमितद्रुमदलशोभिनीम्।

सुहासिनीं सुमधुरभाषिणीं सुखदां वरदां मातरम् ॥ बन्दे० ॥ (१)

त्रिंशकोटिकण्ठकलकलनिनादकराले, द्विर्त्रिंशकोटिभुजैर्धृतखरकरवाले,

के वले मा! तुमि अबले?

बहुबलधारणीं नमामि तारिणीं रिपुदलवारिणीं मातरम् ॥ वन्दे० ॥ (२)

तुमि विद्या, तुमि धर्म, तुमि हृदि, तुमि मर्म, त्वं हि प्राणः शरीरे।

बाहुते तुमि मा! शक्ति, हृदये तुमि मा! भक्ति।

तोमारई प्रतिमा गड़ि मन्दिरे-मन्दिरे—मातरम् ॥ वन्दे० ॥ (३)

त्वं हि दुर्गा दशप्रहरणधारिणी, कमला कमलदलविहारिणी,

वाणी विद्यादायिनी, नमामि त्वाम्।

नमामि कमलां अमलां अतुलां सुजलां सुफलां मातरम् ॥ वन्दे० ॥ (४)

श्यामलां सरलां सुस्मितां भूषितां

धरणीं भरणीं मातरम् ॥ बन्दे० ॥ (५)

वन्दे मातरम् ॥

یہ سندر گیت بنگال کے مشہور دیش بھگت، ادیب لاثانی اہلِ قلم اور شاعر بنکم چیٹرجی کی فکر رسا کا نہایت دلنشین، رنگین اور لطیف شاہکار ہے۔ آپ نے جنم بھومی کو "ماں" کہہ کر بندنا کی ہے۔ پرتھوی یا جنم بھومی کا بصورت ماں کے تصور نیا نہیں۔ بلکہ بھارت ورش کی پراچین شاعرانہ نازک خیالی کی اچھوتی تخلیق کی یادگار ہے۔ اتھروید پرتھوی سوکت میں بھی بسیط طور پر ماتری رو پا بھومی کا دلکش تخیل پیش کیا گیا ہے۔ مزید برآں ذیل میں سنسکرت واکیہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے۔

"जननी जन्मभूमिश्च स्वर्गादपि गरीयसी"

"The mother and the mother Country are (to a man) greater than heaven itself."

"ماں اور مادرِ وطن سورگ سے بھی زیادہ قابلِ تعظیم ہیں" ——— اس جملہ سے مادرِ وطن کو جنم دینے والی ماں کے برابر ہی درجہ دیا گیا ہے۔ جنم بھومی اور ماتری بھومی ہم معنی الفاظ ہیں۔ دھرتی ماتا 'मातर्वसुन्धरे' وغیرہ واکیہ سے پرتھوی کو ماتری روپ سے تصور کیا گیا ہے۔ تاہم دھرتی ماتا کے وشال روپ کی پوجا اور بندنا بپیش نظر ماتری بھومی کے روپ میں کرنا بھی بلند اور نازک تخیل و شوکت معانی کا انعام ہے۔ بنکم چیٹرجی کے مادرِ وطن کو ماں کی حیثیت میں بندنا کرنے کا انداز واقعی اچھوتا اور نہایت دلآویز معلوم دیتا ہے۔ لیکن درحقیقت اس نے بھارت ورش کے اُس قدیم شاستریہ راشٹریہ دھارمک اور روحانی جذبہ کو بیدار کیا جا نا مقصود ہے۔ جس کا اظہار قدیم بزرگ اپنے جیون کی دن چریا (ہدایت الیوم) میں سب سے پہلے اُٹھتے الصبح بستر سے نیچے قدم رکھنے سے پیشتر کیا کرتے تھے۔ وہ جذبہ اور اس کا پراچین اظہار کس قدر روح افزا، زندگی بخش اور مسرت انگیز ہونے کے علاوہ بلند معانی اور روحانیت آمیز ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے منتر سے کیجئے۔ جس کا ہر روز دمِ سحر ورد کئے بغیر آریہ مہرشی اور پراچین دھرم شاستر بستر سے قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے۔ سہ

"समुद्र वसने देवी पर्वतस्तन मण्डले ।
विष्णुपत्नि नमस्तुभ्यं पादस्पर्शं क्षमस्व मे ॥"

"سمندر کا لباس زیبِ تن کئے۔ ستھنوں کی صورت میں (سینے پر) پربت لئے ہوئے اے دیوی (ماتری بھومی) وشنو پتنی تجھے نمسکار ہو۔ تجھ پر قدم رکھتا ہوں۔ مجھے کشما کرنا۔"

آہ! کتنا بلند اور بلیغ المعانی تخیل ہے یہ! ایک بحرِ معانی کوزہ میں بند کر کے رکھدیا گیا ہے۔ ماتری بھومی ——— بھارت ماں کی کیسی حسین تصویر پیش کی گئی ہے۔ یہ ماں ننگی اگھاڑی نہیں ہے۔ کنگال نہیں، نا ہی محروم ہے حجاب و عفت کے قیمتی زیور سے بلکہ بے کنار سمندر بمنزلہ اس کے لباس کے ہے جسے یہ زیبِ تن کئے شان و عظمت، رفعت و عفت کی مجسم دیوی معلوم دیتی ہے۔ اس تمثیل سے واضح کیا گیا ہے۔ کہ یہ بھارت ورش صرف خشکی کی حدود ہی میں محدود نہیں بلکہ اس کی وسعت ملحقہ بے کنار سمندر کو بھی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ پھر سمندر کو اس دیوی کا لباس کہہ کر ایک غیر معمولی اہمیت دے ڈالی ہے۔ اور بھر دیا ہے اس میں ایک گوڑھ رہسیہ بھی اس دیوی کا سمندر روپی لباس اس کا پردہ ننگ و ناموس ہے۔ اس کی عظمت کو برقرار رکھنے اور محافظت کا بار اس کے سپوتوں کے زورِ بازو، جوشِ حمیت اور تدبر پر ہے۔ کسی بھی بیرونی طاقت کو اس ننگ و ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونے دینی چاہیئے۔ یہ بھارت ماں کے سپوتوں کی قدیم روایت ہے۔ ایک دن دُشٹ دُریودھن نے دروپدی ماتری شکتی کو سر دربار ننگا کرنے کی حماقت کی تھی۔ بد تہذیب دُشاسن نے اس کی

ساڑھی ـــــــ پردۂ ناموس پر ہاتھ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی۔ لیکن دُنیا جانتی ہے۔ کہ اس مذموم فعل کا نتیجہ مہابھارت کی خوفناک جنگ میں رُونما ہُوا۔ ماتری شکتی کے اسی اپمان کے ازالہ کی خاطر ہی ارجن کو گانڈیو اُٹھانے کے فرائض سے شناسا کرتے ہُوئے بھگوان نے گیتا کا امر اُپدیش دیا تھا۔ ماتری شکتی کی اسی بے حُرمتی کے انتقام کی پیاس بجھانے کی خاطر میدان جنگ میں بھیم نے دُشاسن کا گرم گرم لہو پیا اور دریودھن کی آہنی ران اپنے مہیب گُرز سے توڑی تھی آج ہم ماتری شکتی کے پردۂ ناموس کی رکشا کا رہسیہ بھول گئے ہیں۔ تبھی غلام ہیں ہین ، دین ، اور ملین ہیں۔ آج اس دیوی کے سمندر رُوپی پردۂ ناموس پر اغیار ہاتھ ڈالیں۔ تو اُس کے سپُوتوں کا خون جوش تک نہیں مارتا، اور نا ہی تڑپ جاتی ہے رگ حمیّت بھی آج اس سمندر کے پانیوں کو جانے کن کن اغیار طاقتوں کے جہاز گھنگالا کرتے ہیں۔ لیکن اس کے محافظ خاموش، بے حس و حرکت مٹی کی مُورت بنے تماشا دیکھتے ہیں۔ کاٹو تو گویا لہو نہیں بدن میں۔ اُف! یہ مُردہ پن!!

جس طرح ماں اپنے بچوں کو اپنی چھاتی سے دُودھ پلا کر بڑا کرتی ہے۔ پالن پوشن کرتی ہے۔ اُس طرح یہ دیوی ـــــــ بھارت ماں ہمالیہ سے فلک بوس پہاڑوں کو بمنزلہ استھن رکھتی ہے۔ ان پہاڑوں سے گنگا، جمنا، سرسوتی، برہم پتر وغیرہ بے شمار پوتر ندی نالے نکلتے ہیں۔ اور سرزمین ہند کے چپہ چپہ کو سیراب کرتے ہیں۔ جس سے پھل پھول اناج وغیرہ خورد و نوش کا بے بہا سامان پیدا ہوتا ہے۔ انہیں پہاڑوں کی بدولت بارش ہوتی ہے۔ انہیں پہاڑوں کے اندر سونے چاندی لال و گُہر کی کانیں ہیں۔ انہیں پہاڑوں کی گپھاؤں میں پراچین ہندو فلسفی بیٹھ کر فلسفے کے گہرے نکات معلوم کرتے تھے۔ اور اب بھی ان میں متبرک ہستیاں رہتی ہیں۔ گویا بھارت ماں نے اپنے ان پربت رُوپی ستھنوں سے اپنے سپُوتوں کی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے کیا کیا لازوال چشمے نہیں بہا رکھے ہیں۔ پھر یہ ماں سہاگن ہے ـــــــ سدا سہاگن۔ اس کے پتی کو زوال نہیں اور وہ ہیں بھگوان وشنو۔ اسی لئے اسے شلوک زیر تشریح میں وشنو پتنی کہا گیا ہے۔ وشنو۔ پرم پتا پرماتما کی اس شکتی کے مظہر ہیں جو کائینات کے ذرہ ذرہ میں سما کر اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور سب کے رازق ہیں۔ یہی شکتی کسی ملک یا راشٹر کے باشندگان کے مجموعی اتحاد، محبت اور رواداری کے اندر مخفی ہے۔ یہی درحقیقت راشٹر شکتی ہے۔ اس لئے ایسی دیوی ـــــــ ماتری بھومی جو اس اپنے پتی رُوپی راشٹر کی تمام قوتوں سے بہرہ ور ہے۔ نمسکار کرنا سب کو لازم آتا ہے۔ اسی لئے ہندو شاستروں نے صبح سویرے بستر سے اُٹھ کر پہلے اس کے متذکرہ بالا احسانات کی شکر گذاری کے طور پر اسے نمسکار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اور بستر سے اُتر کر اس پر قدم رکھنے سے پہلے اس سے معذرت کرنا لازمی قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ "اے دیوی! اے وشنو پتنی! تو ہمیں پالتی پوستی ہے۔ سب ضروریات زندگی بہم پہنچاتی ہے۔ اس لئے بمنزلہ ماں کے ہے۔ تجھے نمسکار کرتے ہیں۔ اور پھر تجھی پر ہم اپنے قدم رکھتے ہیں۔ قدم کیا تیری وشال چھاتی پر اپنے گھوڑے۔ بیل۔ موٹر۔ ریل اور جہاز نے کیا کیا دوڑاتے ہیں۔ ہل چلاتے ہیں، لاکھوں من اینٹ گارے سے محل کھڑے کرتے ہیں۔ ہماری اس گستاخی کو کشما کر ماں!" کتنا اونچا آدرش ہندو شاستر پیش کرتے ہیں!

پیارے پریمیوں نے پراچین ہندو شاستروں کی زبان سے ماں کی بندنا کا آنند لے لیا۔ اور دلنشیں کر لیا اُن کا امر سندیش بھی اب ذرا شری بنکم چیٹرجی کے امر گیت "بندے ماترم" کے امرت رس کا بھی لطف اُٹھالیں۔

بندے ماترم

سُجلانگ سپھلانگ مل یج شیتلانگ شسیہ شیا ملانگ ماترم

شُبھر جیوتسنا پُلکت یامِننگ،
پُھل کسُمت دُرم دَل شوبھِننگ
سُہاسِننگ سُمدُھر بھاشِننگ سُکھ دانگ وَردانگ ماترم"

بندے ماترم

"ماں! تجھے نمسکار کرتا ہُوں - اچھے صحت بخش پانی اور عُمدہ لذیذ پھلوں والی، چندن کی مانند شیتل، ٹھنڈی ہوا سے بیقرار دِلوں کو تسکین و راحت ——— آنند اور شانتی دینے والی، کم کم سیاہی و سُرخی مائل سبز گوں فصلوں والی ماں!! تیری راتیں فرحت بخش شفاف چاندنی سے سرشارِ مسرت ——— نکھری نکھری اور کھلی کھلی سی ہیں! تُو نظر نواز رنگا رنگ شگفتہ پھولوں، پیارے پیارے پھلوں، ہری ہری کونپلوں اور لتاؤں (بیلوں) سے لدے ہُوئے ——— قطار اندر قطار درختوں کی دلکشیوں سے سجی ہوئی ہے ——— آرائشِ جمال کئے ہُوئے ہے. اے جاں نواز ہنسی اور شیریں گفتار ——— میٹھی بانی والی، سُکھ دینے والی، وَر دینے والی ——— راحت و نعمت بخشنے والی ماں! تجھے نمسکار کرتا ہُوں" (لم)

تشریح - اولاً ہی ماتری بھومی کو اچھے صحت بخش پانی اور عُمدہ قوت افزا پھلوں سے مالا مال بیان کئے جانے سے اِس اَمر کا کنا یہ ملتا ہے. کہ ———

راشٹر کا سب سے پہلا فرض یہ ہے. کہ راشٹر واسی یعنی باشندگانِ وطن ——— رعایا کے تمام لوگوں کے لئے کافی مقدار میں صاف صحت بخش پانی اور عُمدہ و قوت افزا سامانِ خورد و نوش کا انتظام کرے. جس طرح ٹھنڈی ہوا گرمی اور تکان سے گھبرائے دِلوں کو پھر سے تازہ دم و بشاشت کی تازہ رُوح سے سرشار کر دیتی ہے. اِسی طرح راشٹر نیتی ——— ملک کا نظم و نسق یا آئین و ضبط ——— امن و آشتی کی فضا پیدا کرے. کہ جس میں ہر کوئی جو بھی آئے راحت اور تسکین کے لُطف اُٹھائے راشٹر شکتی ایسا اہتمام کرے کہ ملک میں با فراط فصلیں پیدا ہُوں. اور اُنہیں فصلوں کی فراوانی ہی کو وطن کی قُدرتی خوبصورتی سمجھا جائے نیز اس خوبصورتی کو برقرار رکھا جائے. یہ نہیں. کہ فصل کے کھیت اُجاڑ دیئے جائیں اُنکی جگہ محض تفریح طبع اور طرب و نشاط کے باغ بنا کر مصنوعی آرائش حُسن کی جائے. جس طرح انگلینڈ اور آئرلینڈ میں کئی مقامات پر بڑے بڑے متمول لوگوں نے من کی موج کے لئے کھیتوں کو تفریح گاہوں و عشرت کدوں میں تبدیل کر ڈالا ہے. ماتری بھومی کی شفاف چاندنی سے منور و کھلی کھلی راتوں سے اشارہ ہے. کہ راشٹر کے معاملات میں سیاسی خود آگاہی Political Self-consciousness. چاندنی کی سیمین کرنوں کی مانند تمام باشندگانِ وطن کے باطن میں پوشیدہ حسد و کینہ ——— بغض و عناد، خونخواری کے اندھکار کو مٹا کر محبت و آشتی کے نورانی جذبات سے وطن کو ہشاش بشاش رکھے. جس طرح شگفتہ پھولوں اور پھلوں سے لدے درخت تھکے ماندہ مسافروں کو اپنے نکہت آگیں سایہ سے مسرور کر دیتے ہیں. اور پھلوں کی بھینٹ سے بھوک پیاس مٹا دیتے ہیں اسی طرح راشٹر شکتی بھی دُکھی. بے نوا، اور غریب لوگوں کی پشت و پناہ بنے اور اپنے آسرے میں ایسا لُطف و مٹھاس رکھے. جس سے پناہ گزین لوگوں کے دل میں اپنی بے کسی، کم مائیگی اور غربت کا احساس تک بھی نہ ہو. ہنسی کا دھرم ——— تبسم کا تقاضہ ہے کہ دل کی گہرائیوں میں کار فرما سرور یا آنند کو ظاہر کر ڈالے. اگر وہ سرور، وہ آنند، بے میل اور آلائش سے پاک ہے. تو تبھی ہنسی میں قدرتی خوبصورتی و کشش جلوہ نما ہوگی. لہٰذا راشٹر میں سرور و آنند کا جو اہتمام کیا جائے. وہ جہاں وطن واسیوں کیلئے مسرت افزا ہو. وہاں تمام آلائشوں سے بھی پاک ہو "سُمدھر بھاشِننگ"

سے مطلب ہے۔ کہ راشٹریہ بھاشا یعنی قومی زبان کی ترقی کی جانب بھی راشٹر کی نگاہ غائر رہے۔ یہ زبان ایسی میٹھی، شستہ اور سلیس ہو۔ کہ اس سے عوام الناس کو قدرتی رغبت ہو۔ مزید براں بمنزلہ ماں کے راشٹر شکتی سب کو سکھ، کلیان اور نعم بہم پہنچائے لیکن یہی نہیں۔ کہ محض نام نہاد سکھ ہی مہیا کرے۔ بلکہ راشٹر کے آئین، نظم و نسق میں پریے (प्रेय یعنی مقصود و تمنا) اور شریے (श्रेय یعنی کلیان، رُوحانی بہتری و نیکی) باہم شیر و شکر ہو کر موجود ہوں۔

(۲) ترِنشں کوٹی کنٹھ کل کل نِناد کرالے دوترِنشں کوٹی بھجیر دھرت کھر کروالے

کے ودے ماں تمی اَبلے

بہوبل دھارِ نینگ، نمامی تارِ نینگ، رِپُدل وارِ نینگ ماترم

بندے

ماں! تیری تسکین آور گود میں تیس (۳۰) کروڑ کنٹھوں کا کل کل نِناد و کرال ہوتا ہے ——— خوفناک غلغلہ بلند ہوتا ہے۔ اور ساٹھ کروڑ بھجائیں چمچماتی تیز دم تلواریں لے اُٹھتی ہیں۔ (پھر) کون کہتا ہے ماں! تُو ابلا ہے ——— کمزور ہے؟ ایکھ بہت بل دھارن کرنے والی ——— بے اندازہ قوت سے بہرہ مند ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں۔ ایکھ تارنے والی ——— دُکھوں اور مصیبتوں کے بحرِ بیکراں سے پار کرنے والی، دُشمنوں کی ہستی کو مٹا ڈالنے والی ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں!! (2)

تشریح:۔ نمبر ۱ بند میں متذکرہ سامان آرام و راحت اور خوش نظمی و اہتمام اسودگی کے ساتھ راشٹر شکتی رُوپی ماں کو اپنی حفاظت کی خاطر خارجہ قوت کی بھی اشد ضرورت رہتی ہے چنانچہ بند زیرِ تشریح میں اسی امر واقعی پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو ماں صرف عمدہ اناج و سامان خورد و نوش مہیا کر کے سنتان کی بھوک ہٹاتی ہے۔ شیریں گفتگو سے دل کو راحت دیتی اور مصائب میں اپنے آسرے و سیوا سے تکلیفات دُور کر ڈالتی ہے۔ نیز پاکیزہ و بے لوث مسرتوں کا اہتمام کر کے خالص سکھ، حقیقی آنند اور منگل سے سرشار رکھتی ہے۔ لیکن بیرُونی دُشمنوں کے ہلاکت آفریں حملہ سے بچا نہیں سکتی۔ تو اس بل ہین، کمزور اور بے بس ماں پر سنتان کیسے بھروسہ رکھ سکتی ہے! اس لئے راشٹر شکتی میں زورِ بازو کا ہونا بھی نہایت لازمی ہے۔ چنانچہ راشٹر کی اسی قوتِ خارجہ کی نوعیت پر اس بند میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ قوت کیا ہے؟ ——— راشٹر واسیوں ماں کے تیس (۳۰) کروڑ سپوتوں کے آتم وشواس کی برقی شکتی سے بھرپور جے دھونی ——— خود اعتمادی کی انتہائی قوت سے معمور فتح کے نعروں کا اتحاد آفریں غلغلہ! راشٹر کے اندرونی اتحاد، یکجہتی اور آتم شکتی میں وشواس ہی کے ہونے سے فتح کا متحدہ نعرہ بلند ہونا ممکن ہے۔ اور ایسا متحدہ نعرہ ہی دُشمن کا کلیجہ دہلا دیتا ہے ——— باشندگان وطن کی باہمی یکجہتی، محبت اور اتحاد کی سپرٹ ہی بیرونی دُشمنوں پر خوف طاری کرنے کے لئے کافی ہے۔ وطن کے تمام باشندگان کو شستر دھارن کا حق ہوگا۔ فنونِ جنگ کسی خاص جماعت ہی کی میراث نہ ہوں گے۔ اور راشٹر کو اپنی حفاظت کے لئے کسی بیرونی طاقت کا دست نگر نہ ہونا پڑے گا۔ وہ اپنی حفاظت خود آپ کر سکے گا۔ نیز جو راشٹر شکتی اندرونی اتحاد و قوتِ حرب و ضرب سے آسودہ ہے۔ اُسے کون کمزور کہہ سکتا ہے؟ اس کی رعایا کی پُرامن زندگی پر کسی بیرونی طاقت کو دست درازی کرنے کی جُرأت کیونکر ہو سکتی ہے؟ راشٹر اپنے لوگوں کی مجموعی طاقت سے طاقتور ہوتا ہوا کمزور کو ظالم اور جابر کی دست برد سے بچالے گا۔ دوسرے کی سلطنت پر جارحانہ فوج کشی کر کے تصرف حاصل کرنا یا لوٹ پاٹ کا بازار گرم کرنا راشٹر شکتی کا دھرم نہیں۔ شکتی یا طاقت کے فروغ و کمال حاصل کرنے کے لئے یہ شجاعت دکھانے و معرکہ آرا ہونے کی حد بندی بھی (زیرِ بحث بند میں) کر دی گئی ہے۔ "تارِ نینگ" شبد سے مطلب اُدھار کرنے والی ———

مصائب و دشمنوں سے محفوظ رکھنے والی ، اور " ڈیپل وارننگ " کے معنی دشمن کے حملہ کو بے اثر اور مایوس لوٹا دینے سے ہیں،
ایسی مادرِ وطن یا راشٹر شکتی ہی کو نمسکار کیا گیا ہے (ستیہ اور اہنسا کے برسرِ اقتدار یا برتشوٹ ہونے پر دیش کے لوگوں کو کسی طرح کی
خارجہ قوت کے فروغ کی ضرورت نہ ہوگی ـــــ موجودہ زمانہ کے اس بلند آدرش کی جانب بھی نظر رکھنا ہی ہوگا۔ لیکن جب تک چوری
ڈاکہ، قتل و غارت اور ملک گیری کی ہولناک ہوس سے ایک قوم کو دوسری قوم سے بچائے رکھنے کا کوئی طریقہ ایجاد نہیں ہوتا
ـــــ تب تک سامان حرب و ضرب اور فوجی حفاظت کی ضرورت رہے گی ہی)۔

(۳) تمی ودیا، تمی دھرم، تمی ہردی، تمی مرم، توئنگ ہی پرانا شریرے
باہونے تمی ماں اشکتی ، ہردیہ تمی ماں ابھکتی
تو ماری پرتما گڑی مندرے مندرے ۔ ماترم ۔ بندے......

ماں! تو ہی ودیا ــــ علم ہے ۔ تو ہی دہرم ہے۔ تو ہی ہردیہ ــــ دل ہے ۔ تو ہی مرم ــــ باطن، دل کی گہرائی اور
راز ہے ۔ تو ہی شریر میں پران ہے ــــ جسم کے ذرہ ذرہ میں نفسِ زندگی کی صورت معمور ہے ۔ ماں! بازوؤں میں تو ہی شکتی یعنی
قوت ہے ۔ ماں! ہردیہ میں تو ہی بھکتی ہے ــــ سینے میں تو ہی جذبہ عقیدت ہے۔ مندر مندر میں تیری ہی مورتی ستھاپت
ہے۔ ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں (3)

تشریح:۔ سامان خورد و نوش کی فراہمی کے متعلق آزاد پاکیزہ اہتمام، راشٹریہ ادھیکار یعنی قومی حقوق کی شناسائی و قدر،
بے لوث مسرت اور آنند کی فضا و اتحاد کی سپرٹ پیدا کرنے، اسلحہ کی طاقت سے اپنی حفاظت کا بندوبست وغیرہ کر ڈالنے ہی
پر راشٹر اپنے فرائض سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ وطن کے لوگ اگر لاعلمی کے اندھیرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ اگر ان کو اپنے عقیدہ
کے مطابق دھارمک مراعات و سہولتیں میسر نہیں۔ اگر ان کے دل تنگ و ننگ محبت ہیں۔ اگر وہ صنعت و حرفت، علم و
سائنس کے فقدان سے غیر ممالک کے دست نگر ہیں۔ اور ہستی برتر و بالا کے لئے شردھا بھکتی سے محض کورے ہیں ــــ تو
راشٹر تمام پہلوؤں سے عروج کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا بند زیر بحث (نمبر ۳) میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ راشٹر کے لئے وطن کے
باشندگان کو علم و سائنس سے آراستہ کرنا ہوگا۔ راشٹر شکتی کی امداد یا براہِ راست اہتمام کے بغیر عوام کو تعلیم کرنا، ناخواندگی کو بھگانا
اور علم و سائنس کو فروغ دینا ممکن نہیں ہو سکتا۔ رعایا کے تعلیمیافتہ اور اچھی طرح خواندہ ہوئے بغیر راشٹر شاسن، ملک کا نظم و نسق،
راشٹر پر چلانا (سلطنت کا چلانا) اور باحسن آسودگی پانا غیر ممکن ہے۔ تعلیم کے فقدان سے آزادی کا لطف اٹھانے کے بھی انداز
نہیں آ سکتے ہیں۔ نا ہی دہوکا بازی۔ عیاری سے آتم رکشا کرنے کی پرکاری آسکتی ہے۔ اس لئے رعایا کی تعلیم کا راشٹر کو خصوصیت
سے انتظام کرنا چاہیے۔ اور علاوہ ازیں سب کو اپنے اپنے مذہب و عقیدہ کے مطابق سہولتیں بہم پہنچانا بھی راشٹر کا ناقابلِ
فراموش فرض ہے۔ تاکہ ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی کے ناخوشگوار زلزلے اتحادِ قومی کے عظیم الشان قصر کو مسمار نہ کر ڈالیں۔ ودیا
(علم) اور دہرم انوشیلن (اپنے اپنے عقیدہ و مذہب پر چلنے) کے انتظام کے ساتھ ساتھ باشندگانِ وطن کے لئے ایسی بھی
ویوستھا ہونی چاہیے جس سے ان کو باطنی پاکیزگی اور بلندی نصیب ہو۔ باطن پاکیزہ ہونے سے انسان کے اندر علمی قابلیت کا
گھمنڈ اور دہرم کا بے جا غرور پیدا نہیں ہو سکیگا۔ باطن بلند مقصد اور دل فراغ ہونے سے فرقہ وارانہ تعصب و تنگ خیالی بھی
نزدیک نہیں پھٹک سکیں گے: راشٹر کے کاروبار اور طور و طریق میں ہمدردی ــــ سہانبھوتی کا عنصر بھی لازمی طور پر
ہونا چاہیے۔ "مرم" (راز یا دل کی گہرائی) شبد کے ذریعہ اسی امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انصاف و عدالت کی دنیا میں

جذبہ ہمدردی کو بالائے طاق رکھ دینے سے اکثر اوقات قوانین و آئین میں بیرحمی اور غیر ضروری اندھا تشدد رونما ہو جاتا ہے۔ انگریزی شاعر شیکسپیئر نے اپنے ڈرامہ مرچنٹ آف وینس ("Merchant of venice.") میں ہمدردی سے کورے انصاف کی جو تصویر پیش کی ہے۔ اس سے مذکورہ بالا امر واقعی کا ثبوت ملتا ہے۔ عدالت کا سائیلک کے آدھ سیر مانس کا دعوے قبول کرنے میں اسی بیرحمی کی نمایاں جھلک دکھائی گئی ہے۔

انسان کے جسم میں پران (نفس زندگی) ہی کرم شکتی ——— قوتِ عمل کا منبع ہیں۔ بے جان جسم میں کام کرنے کی طاقت کہاں؟ اس لیئے راشٹر ہی کو رعایا کی قوتِ عمل کا آسرا اور پشت و پناہ ہونا چاہیئے۔ راشٹر ہی باشندگانِ وطن کی کرم شکتی یا قوتِ عمل کو فروغ دے سکتا ہے۔ راشٹر ہی سے اُتساہ اور جوش حاصل کر کے لوگوں کے ذہن میں نئے نئے خیال، جدت طرازی کی طاقت اور نئی نئی چیزوں ایجادوں کے تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا راشٹر شکتی کو عوام میں جیون شکتی اور قوتِ عمل کی صورت میں معمور رہنا ہوگا۔ راشٹر شکتی روپا ماں ہی صنعت و حرفت، زراعت وغیرہ کاموں میں اُتساہ و جوش دلا کر لوگوں کی قوتِ عمل کو باثمر و مفید مطلب بنا سکتی ہے۔ اور یہ اُس کا فرضِ اولین ہونا چاہیئے۔ نیک اعمال، ایشور بھکتی اور شردھا کے جذبہ کے بغیر بھی سماج میں امن و آشتی اور صحیح ترقی کے آثار نہیں پیدا ہو سکتے اور نا ہی غریب کسان مزدوروں سے محبت و ہمدردی کا اقدام ہو سکتا ہے۔ راشٹر کو رعایا کے دلوں میں یہ نیک جذبہ بھرنے کی سعی بھی کرنی از بس ضروری ہے۔

مندر میں بھگت لوگ بھگوان کی پوجا کرتے ہیں۔ مندر کی مورتی بھگوان ہی کی [illegible] ہے۔ راشٹر اگر ستیہ یعنی سچائی پر قایم ہے۔ اور مذکورہ بالا فرائض کو باحسن انجام دے رہا ہے۔ تو وہی ایشور کی ساکشات مورتی روپ سے گرہن کیا جا سکتا ہے۔ تب ایشور بھکتی راشٹر میں ارپن ہوگی۔ اور راشٹر بھکتی ایشور کے ارپن ہوگی۔ اس اعتبار سے راشٹر شکتی کو ایشور کی مورتی [illegible] لینے میں کوئی عیب نہیں۔

(۴) "توں ہی درگا دش پرہرن دھارنی، کملا کمل دل وہارنی

وانی ودیا دائینی، نمامی توانگ

نمامی کملانگ املانگ اتلانگ سُجلانگ سُپھلانگ ماترم۔ بندے"

"ماں! توہی درگا ہے۔ دس بجھاؤں والی دس ہتھیاروں سے مسلح ——— ناش (فنا) اور نرمان (تخلیق) کرنے والی، توہی کملا ——— لکشمی (مال و ثروت کی دیوی) ہے۔ کمل دلوں ——— گلزاروں میں گلگشت (وہار) کرنے والی۔ اے بانی اور ودیا دینے والی ——— قوتِ گویائی اور نورِ علم عطا کرنے والی ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں۔ نمسکار کرتا ہوں تجھے اے کملا! (مال و ثروت کی دیوی)! املا (پوترتا و پاکیزگی کی دیوی)! اتلا (ہستی لا مثال)! سُجلانگ سُپھلانگ (صاف ستھرے اچھے پانی اور عمدہ لذیذ پھلوں والی) ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں۔

تشریح:- پچھلے بند میں راشٹر شکتی کو ایشوری شکتی کے ظہور کی صورت میں بیان کرتے ہوئے اس بند میں اُسے ایشور انبھوتی روپ درگا، لکشمی، سرسوتی دیویوں سے تمثیل دی گئی ہے۔ درگا کل اندرونی اور خارجہ یعنی ظاہری و باطنی شکتیوں (قوا) کی ادھشٹھاتری (مہتمم بالشان) دیوی ہے۔ یعنی کل شکتیوں کی مجسمہ تصویر ہے۔ اس میں اُسر اور سنگھر کا تصادم بھی ہے۔ اور ساتھ ہی گیان، ایشوریہ (مال و ثروت)، طاقت اور کامیابی کی صورت میں سرسوتی، لکشمی، کارتک، گنیش بھی شامل ہیں ——— یہ ہے درگا کی جامع تصویر۔ پشوبل یعنی جسمانی طاقت بمنزلہ

بھیانک سنگھ (خونخوار شیر ببر) کے ہے۔ جس پر درگا (راشٹر) سوار ہو کر یعنی جسے زیر تحت رکھ کر اسر روپ ادہرم شکتی (ظلم و جبر نا انصافی) کو نیست و نابود کرتی ہے۔ اسی واقعہ کو درگا کے اسر سنگھار یدھ کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ راشٹر میں کسی طرف سے بھی پاپ داخل نہ ہونے پائے اسی غرض سے درگا (راشٹر شکتی) کے دس ہاتھوں میں دس نوعیت کے حربے ہیں۔ اندرونی سماج میں کسی قسم کی بدنظمی و انتشار واقع نہ ہو سکے۔ اس مطلب کے لئے گیا پک (علم یا گیان دینے والے)، رکشک (محافظ)، سیوک (نوکر یا خدمتگذار اور پوشک (پرورش کرنے والے) ان چاروں طبقوں کے نمائندگان کیصورت میں سرسوتی، کارتک، گنیش اور لکشمی اس کی جلو میں ہیں۔ اور باہم بھائی بہن کا تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ایک طبقہ دوسرے کو امداد ہی بہم پہنچائے گا۔ اور رکھے گا منظم بھی۔ ان بھائیوں اور بہنوں میں پریم، ضبط اور تنظیم کا ان کی فطرت کا ایک جزو بن جانا ضروری امر ہے۔ اس سے راشٹر شکتی راشٹر کو بیرونی حملوں سے محفوظ رکھنے کا معقول بندوبست رکھے گی۔ راشٹر کے مہیب جسم میں کسی قسم کا پاپ داخل نہ ہونے دے گی۔ اپنے پشو بل (جنگجویانہ جسمانی قوت) کو ضبط و تنظیم کے اندر رکھے گی۔ نیز اس کے استعمال سے آسترک بھاو یعنی شیطنت وغیرہ کو کچل ڈالے گی اور سماج کی مختلف جماعتوں میں یکجہتی و اتحاد قائم رکھے گی ــــــ اسی راشٹر شکتی کو درگا کی صورت میں نمسکار کرنا لازم آتا ہے۔ درگا کے اندر ہی لکشمی اور سرسوتی پوشیدہ ہیں تاہم مال و ثروت اور علم و سائنس کو کمال ارتقا پر لے جانے کے مقصد کی جانب راشٹر کو خاص دھیان دینا درکار ہے۔ اس لئے راشٹر شکتی کو کملا (لکشمی) اور سرسوتی (بانی) روپ سے الگ بندنا کی گئی ہے۔ کملا یا لکشمی سے مطلب راشٹر کی وہ قوت ہے جس سے نیکیوں سے پُر جاہ و جلال حسن جمال اور مال و ثروت کے حسین منظر فروغ نصیب ہوں۔ وہ جاہ و جلال و مال و ثروت جس کے ذریعہ جگت کے پالک و خالق و رازق مطلق بھگوان وشنو کی بھکتی، پریم اور عشق میسر آئے۔ فراوانیٔ مال و ثروت و فروغ حسن و جمال سے راشٹر میں عیش و عشرت کو ترقی مل سکتی ہے۔ اس لئے راشٹر کو دیوی کے روپ میں نمسکار کر کے حقیقی علم یا پرکرت گیان کو بھی فروغ دینا ساتھ ساتھ درکار ہے۔ تاکہ حقیقی علم کی روشنی میں راشٹر کے مال و ثروت اور حسن و جمال کو عیش و عشرت کا ذریعہ نہ بنا کر بھگوان کے پریم و بھکتی میں صرف کیا جائے۔

راشٹر کو کملا (لکشمی یا مال و ثروت) کے روپ میں نمسکار کر کے شاعر کے دل میں کچھ شک سا گذرا ہوگا۔ کہ ایشوریہ شکتی یعنی مالی طاقت کو فروغ دینے کا مقصد تو دنیا بھر کے تمام ہی راشٹروں کا ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے وہ دوسروں کے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑ ڈالنے کے درپئے ہیں۔ اس طرح کے مال و ثروت کا خون آشام حریص راشٹر تو آدرش راشٹر نہیں ہو سکتا۔ لہذا کوی نے اپنے آدرش راشٹر کو اس سے بلند و بالا اور اس بھیانک حرص سے پاک ظاہر کرنے کے لئے اُسے املا (بے لوث) اور اتلا (لاثانی) ہونے کی خصوصیت سے متصف کیا ہے۔ آدرش راشٹر کا مال و ثروت نردوش اپاؤں ــــ عیوب و آلائش سے پاک طریقوں اور ذریعوں سے فراہم ہوگا۔ اس سے رعایا کا خون نچوڑ کر بے جا ٹیکسوں کے ذریعے راشٹر کا خزانہ بھرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ بلکہ یہاں راشٹر کا حقیقی خزانہ مال و ثروت راشٹر کے اندر سامان خورد و نوش کا فراوانی کے ساتھ میسر آنا ہی واضح کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کا ایک بھی باشندہ خالی پیٹ اور ننگے بدن نہ رہے۔

مندرجہ ذیل آخری بند میں راشٹر جننی یا مادر وطن کو نمسکار کرتے ہوئے کئی تعریفی کلمات استعمال کئے گئے ہیں جن میں پھر اختصار سے آدرش راشٹر کی تصویر کھینچی گئی ہے۔

شیاملاں سرلاں سُسمتاں بھوشتاں

دھرنینگ بھرنینگ ماترم۔ بندے ماترم

اے تمام احسن و کمال کی ملکہ! اے پاک باطن و سادہ مزاج! اے جاں نواز! اے زر و جواہر سے آراستہ و پیراستہ! اے دھارن کرنے والی ——— زندگی بخش! پالن پوشن ——— پرورش کرنے والی ماں! تجھے نمسکار کرتا ہوں۔

تشریح:۔ شیاملا، شبد کے ذریعے قدرتی و حقیقی خوبصورتی یا احسن گل کا مفہوم پیش کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے مصنوعی حسن کو فروغ دینا راشٹر کا آدرش نہیں، بلکہ پھل پھول، لتا بیل سے لدے ہوئے درختوں کی فراوانی، پکی پکی سیاہی مائل سبز فصلوں کے لہلہاتے کھیتوں کی بہتات ہی راشٹر کا قدرتی حسن ہے۔ اسے ہی فروغ دینا راشٹر کا بہترین شغل و فرض ہے۔ 'مرلا' شبد کے ذریعے آدرش راشٹر کو متھیا چار یعنی جھوٹ و کذب اور بطالت کے عیوب سے پاک قرار دیا ہے۔ راشٹر یا سلطنت کے چلانے کے لئے رعایا اور غیر ممالک یا دوسری سلطنتوں کے ساتھ کسی قسم کے چھل و فریب (Duplicity or Deplomacy.) کا سلوک روا رکھنے کی ضرورت نہیں۔ "سسمتانگ" اس کلمہ کے ذریعہ بے لوث و بے عیب اُتسو آنند کا ذکر کیا گیا ہے۔ عوام کے اندر نہایت شدید سیاسی سنجیدگی (Puritanism.) قائم کرنے کی سعی میں فریب اور کپٹ کے آجانے کے امکان رہتے ہیں۔ اس لئے بے لوث و بے عیب اُتسو آنند ——— خوشی و تفریح کے میلوں کا اہتمام کر کے رعایا کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہیئے۔ 'بھوشت' شبد کے ذریعے راشٹر کو نوع بہ نوع زیورات سے راستہ پیراستہ رکھنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ زیورات ہیں راشٹر میں صنعت و حرفت، تجارت، علم و ادب وغیرہ فنوں کو فروغ دینا جس سے ملک صحیح و قدرتی خوبصورتی و آراستگی حاصل کر سکتا ہے۔ "دھرنی و بھرنی" کے جملوں سے واضح کیا گیا ہے کہ راشٹر جننی صرف راشٹر واسیوں کے لئے کھانے پینے پہننے وغیرہ کا سامان مہیا نہیں کرے گی۔ بلکہ زمین کے دوسرے ممالک کی حفاظت و پرورش کا بار اُٹھائے گی۔ راشٹر کو آتم پرتشٹھا یعنی اپنی ذات کو کامل طور پر ترقی یافتہ و مسرور کر لینے کے بعد آسے وان کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اس لئے اوپر کے تمام بندوں میں آتم پرتشٹھا کے آدرش کو قائم کر کے سب سے آخر دھرنی کو بھرن کرے یعنی پرتھوی یا دوسرے زمین کے دامان بھی نعم سے بھر دینے کی بات کہہ ڈالی ہے۔ یہ راشٹر جننی، یہ بھارت ماں روئے زمین کا پوشن اور دھارن کرتی ہے۔ میں ایسی اُدار بھارت ماں آدرش راشٹر شکتی کو اپنی کمال عقیدت، محبت اور بھگتی سے نمسکار کرتا ہوں۔ اسی آدرش راشٹر شکتی کی پرتشٹھا کے لئے ہی آج مہاتما گاندھی سنیاس لئے ہوئے ہیں۔ اسی آدرش راشٹر کے لئے آزادی ——— مکتی کی جد و جہد ہو رہی ہے۔ آج کون ہے۔ جو ایسی آدرش راشٹر شکتی کے نرمان کی سوتنترتا، آزادی اور مکتی نہیں چاہتا؟ ———

بنکم چیٹرجی نے ... ماترم میں آدرش راشٹر کی یہ اچھوتی تصویر پیش کر کے مشرقی نظریہ کی صحیح ترجمانی کی ہے۔ مشہور مغربی راشٹر متووت و منزلی نے راشٹر کا جو تصویر پیش کیا ہے۔ اس میں انہوں نے راشٹر کو جغرافیائی حدود کے اندر حکمرانی وغیرہ صفات سے متصف مرد کی صورت دی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ راشٹر کی بنیادی حکمت عملی ہی طاقت کا استعمال ہے۔ طاقت کا استعمال کئے بغیر راشٹر کا کام نہیں چل سکتا۔ اس لئے راشٹر کو مضبوط، توانا و قوی ہیکل مرد ہی سے تشبیہہ دینا قرین دلیل ہے۔ لیکن بنکم بابو نے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا۔ آپ نے راشٹر میں محبت کو فضیلت دی ہے۔ اور ماں سے تشبیہہ دیتے ہوئے اس میں دیوتا پن کی روح پھونک کر محبت کے ساتھ قوت۔ پریم کے ساتھ شکتی کو شیر و شکر کی طرح رہنے کی سعی کی ہے۔

مادرِ وطن

ویدکی زبان سے

(اتھروید۔ پرتھوی سُوکت کے منظوم ترجمہ سے اقتباس)

اے مادرِ وطن یہ پہاڑوں کی چوٹیاں
شرما رہا ہے جن کی بلندی سے آسماں

جھیلوں کا وُہ عمق کہ گُہر کا قیام ہے
میداں کی وُسعتوں کا تخیُّل غلام ہے

ہیں کس قدر حسین یہ منظر، عجب سماں
جیسے کہ نغمہ ریز ہو خُود مالکِ جہاں

یہ جھومنا درختوں کا سو مستیاں لئے
جیسے بھگت ہوں جھُومتے یادِ خدا کئے

یہ بادلوں کا سایہ، یہ برسات کی فضا
پُر کیف سبز سبز سے کھیتوں کی یہ ادا

اے ماں! ہمارے واسطے راحت فزا ہوں یہ
بارش ہو شانتی کی مُسرّت فزا ہوں یہ

یُوں ندیاں رواں ہوئیں جیسے کہ سحرِ حُسن
یہ ساحلوں کی گود میں تاثیرِ سحرِ حُسن

یہ جُوئبار اور یہ نکھری ہوئی فضا
یہ خنکیٔ لطیف، یہ گاتی ہوئی فضا

یہ پھُول اور پھل، یہ ہوا اور یہ بہار
چشموں کے میٹھے گیت، یہ سبزہ یہ مرغزار

سُکھ اور شانتی کے سہارے رلئے رہیں
ہم اِن کے واسطے، یہ ہمارے رلئے رہیں

ہر پر ترے یہ برق گھٹاؤں کی یہ پھبن
آغوش میں ہیں تری جولائیں موجزن
دُنیا ترے جمال سے بھی بہرہ مند ہے
مُٹھی میں ہیں تیری دولتِ قارُون بند ہے
سینے سے تیرے سونے کے چشمے نکل پڑے
آغوش کیلئے تری دیوتا مچل پڑے
اے مادرِ وطن مرے افلاس دُور ہوں
شفقت کی وُہ نظر کہ فضائیں بھی نور ہوں

اُس جا بھی کتنی ہوتی ہیں غلّوں کی بخشش
کرتی ہیں تر جہاں پہ کسانوں کو بارشیں
گاگا کے ہل چلاتے ہیں اس طرح یہ کسان
گیتوں سے ڈال دیتے ہیں نشوونما میں جاں
بادل کا وُہ سماں کہ شجر جھُوم جاتے ہیں
بجلی کی تابشوں سے کلس جگمگاتے ہیں
یہ کالے کالے ابر، اگر پیار کرتے ہیں
اَے ماں! ادب سے ہم بھی نمسکار کرتے ہیں

میدان میں، پہاڑ پہ، شہر و میں، دشت میں
اے ماں! جہاں کہیں بھی چلے جائیں گشت میں
اپنے لبوں پہ گیت ترے گونجتے رہیں
دُشمن سے تیرے صلح نہ منظُور ہو ہمیں

یہ رنگ مختلف سے تری سرزمین کے
بھُوری، کہیں تو جیسے کہ تپتے ہوئے توے
پیلی کہیں، سیاہ کہیں ہے کہیں سپید
ہر حال میں ہمارے رلئے مرکزِ اُمید
تیری زمیں کہ جس پہ ہیں یہ کوہ سر بلند
جنکی بلندیوں سے ہیں دَرِ آسماں کے بند
جس پہ کہ ندیاں ہیں بصد ناز موجزن
جن ندّیوں پہ حُسن کا ہے مرکز و وطن
یہ پاک سرزمین ہمارے رلئے رہے
غیر اپنا اقتدار کنارے رلئے رہے

رنگ ایک، نسل ایک ہو یا ہو جدا جدا
مذہب بھی مختلف ہوں کہ ہو سب کا ایک سا
ہاں! ہم کو ایک رکھ نہ جدا ہوں ہمارے دل
ہم مل کے ایک ساتھ عدو کو کریں خجل

وہ حسن جس کے سایہ میں چلتا ہے نوجوان
ہیں جس کے ساتھ دہر کے ارماں کشاں کشاں
وہ حسن جو ہے مرکز ارمان و آرزو
جس کی دلوں کو رہتی ہے ہر لحظہ جستجو
وہ حسن جس کے جذب سے ناگاہ مرد و زن
بے اختیار مل کے بھلاتے ہیں کل محن
وہ حسن جو کہ دیدۂ آہو میں پے بہ پے
چھلکا رہا ہے آج بھی رعنائیوں کی مے
دوشیزہ کی نگاہ حیا میں جو بار بار
دکھلا رہا ہے رقص کے منظر بصد بہار
جس کی شفق میں ہوتی ہیں وہ خوش آرائیاں
جیسے کہ شیر خوار سے بچوں سے ہوں عیاں
پہلی کرن کے ساتھ جو آئے فراز کوہ
بن جائے نغمہ ریز کہ جیسے ہو ساز کوہ
اس حسن سے ہمیشہ رہے یہ وطن حسیں
ہاں! اس ضیا سے گرم ہیں ہمارے دل و جبیں

یہ سرزمیں حسیں رہے دلستاں رہے
ننھا سا جو پرند بھی ہو نغمہ خواں رہے
دست صبا گلوں کو دیے جائے تھپکیاں
گاتے ہوئے ہمیشہ یہ چشمے رہیں رواں
بارش کی ہو کمی، نہ تو حد سے سوا رہے
سونے سے کھیت کھیت کا دامن بھرا رہے
یہ ملک اس قدر ہو تیرے لیے حسیں
شرمائے اس کو دیکھ کے دنیا کی ہر زمیں

(م۔ ح)

ॐ कैवल्याख्योपनिषदं कैवल्यार्थप्रबोधिनी ।
व्याख्यास्ये केवलस्तेन कैवल्यात्मा प्रसीदतु ॥

ارتھ :- کیولیہ نام والی اُپنشد کیولیہ ارتھ یعنی مکتی پد کی بودھک ہے۔ اس کی ویاکھیا سے محض کیولیہ آتما بھگوان پرسن ہوں

ॐ नमः ॥ अथाश्वलायनो भगवन्तं परमेष्ठिनं
परिसमेत्योवाच ॥ १ ॥

ارتھ :- رگ وید کا آچاریہ اشولاین رشی بعد پورا کرنے وِدیا اور تپ کے پرمیشٹھی یعنی برہما جی کے پاس جا کر بولا۔ ویاکھیا۔ ہمارے ہندو شاستر ہیں اور خاص کر ویدانت سدھانت کے اندر یہ نیم ہے کہ ادھیاتم وِدّیا کا اُپدیش محض اُسے دیا جاتا ہے جس نے اپنے قلب کو نِشکام کرم اور نِشکام اُپاسنا سے پہلے شُدھ اور صاف کیا ہو۔ بالفرض اس اصُول کو نظر انداز کر کے اُپدیش دینے والا لائق اور دانا ادھیکاری کا وچار نہیں کرتا تو یقیناً" اس کا اُپدیش نہ صرف رائیگاں اور نشپھل ہی چلا جاتا ہے۔ بلکہ اُس سے کافی نقُصان کے بھی ممکنات ہو سکتے ہیں۔ شاستروں کے اندر پرکرن ملتے ہیں جن کے اندر اِس بات کا خاص طور پر خیال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایسا ایک اتہاس بھی آیا ہے۔ کہ

विद्या हवै ब्राह्मणमाजगाम गोपाय मा शेवधिष्टेऽहमस्मि
असूयकायानृजवेऽयताय नमा ब्रूया अवीर्यवती तथा स्याम् ॥

ارتھ :- برہم وِدّیا گیان وان مہاتماؤں کی سبھا میں گئی اور بولی اے برہمنوں! تُم مجھے گُپت رکھو میں تمہیں بھوگ اور موکھش[1] دونوں دُوں گی۔ لیکن اگر تُم ایسا نہ کر سکو اور تمہیں دُنیا کی بہتری کا خاص خیال ہو اور مجھے دیئے بنا نہ رہ سکو تو تُم اتنا ضرور کرو۔ کہ مجھے اُن کے پاس مت دو جو شردھا سے شونیہ ہوُں اور جن کی گورُو اور ایشور میں بھگتی نہیں ہے۔ نیز جن کا چلن درُست نہیں اور جن کا دوہار بھی شُدھ اور کپٹ سے خالی نہیں اس بات کو شویتا شوتر اُپنشد کے اندر یوُں بیان کیا گیا ہے کہ

यस्य देवे परा भक्तिर्यथादेवे तथा गुरौ । तस्यैते कथिता ह्यर्थाः प्रकाशन्ते महात्मनः ॥

[1] کیولیہ کے معنی "موکھش" یعنی مکتی کے ہیں۔

یعنی جس کی پرماتما میں پرم بھگتی ہے۔ اور جیسے پرماتما میں ہے ویسے ہی جس کی گورو میں بھی ہے۔ اُس مہاتما پُرش کی ہی بدھی میں تمام وید ویدانت کا ارتھ خود بخود پرگٹ ہو جاتا ہے۔
چنانچہ اس بات کو ہی کیولیہ اپنشد کا یہ پہلا منتر "अथ" پد سے بیان کرتا ہے۔ جس کے معنی "بعد" کے ہیں۔ یعنی بعد پورا کرنے تپ اور ودیا کے اشولائین رشی پرجاپتی کے پاس برہم ودیا کی جگیاسا کے لئے گیا۔
بھومکا۔ اشولائین رشی نے برہماجی کے پاس جا کر کیا کہا۔ اس کے جواب میں اس اپنشد کا دوسرا منتر کہا جاتا ہے

अधीहि भगवो ब्रह्मविद्यां वरिष्ठां सदा सद्भिः सेव्यमानां निगूढ़ां ।
यथाऽचिरात् सर्वपापं व्यपोह्य परात्परं पुरुषं याति विद्वान् ॥ २ ॥

ارتھ:۔ اشولائین رشی بولا۔ اے دھرم گیان ویراگ ایشوریہ اور لکشمی کے پتی! میرے لئے برہم ودیا کو کہو جو سب ودیاؤں سے سریشٹھ اور اُتم مانی گئی ہے۔ اور جسے دیہہ آتم بدھی سے رہت مہاتما پُرشوں نے جانا ہے۔ نیز جو پرانی ماتر کے ہردے میں چھپی ہوئی ہے۔ اور جس کے آچرن سے سب پاپوں سے چھٹکارا پا کر جیو پرے سے پرے تمام جگت کے کارن سروپ پرماتم پد کو پا لیتا ہے۔
ویاکھیا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ برہم سمبندھی ودیا تمام پرانیوں کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ جیسا کہ بھگوتی شرتی بیان کرتی ہے۔ تاہم بوجہ جہل اُس کا اظہار نہیں ہوتا۔ اور یہ جہل بھی ایک ایسا امر ہے۔ کہ آدمی اس کے باعث پاس پڑی ہوئی شے کو بھی نہیں جان سکتا۔ اسی لئے اسے اندھیرے کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ دیکھئے اندھیرے میں دوست دوست کے پاس سے گذر جاتا ہے۔ اور پہچان نہیں سکتا۔ اندھیری رات میں کئی بار باپ نے بیٹے کو چور سمجھ کر ہلاک کر دیا۔ اور اس قسم کی وارداتیں ہمیشہ ہی سننے میں آتی رہی ہیں۔ بس یہی حال اس جہل کے ساتھ ہے جس کے سبب پرماتما کے دیکھنے والی آدمی کی آنکھ بند ہے۔ اور یہی آنکھ برہم ودیا ہے۔ جس کے کھولنے کے لئے اشولائین رشی بھی لکڑیوں کا بھار سر پر اُٹھائے ہوئے پتامہ شری برہماجی کے پاس گیا۔ اور اُن سے اس علم کی معرفت کے لئے درخواست کی۔
بھومکا۔ اب اس سوال کے جواب میں سرو گیہ جگت گورو برہماجی بولے۔

तस्मै स होवाच पितामहश्च श्रद्धाभक्ति ध्यानयोगादवैहि ॥ ३ ॥

ارتھ:۔ اے رشی! شردھا بھگتی دھیان اور یوگ کے دوارا اُسے (برہم ودیا کو) جانو (بس اتنا ہی کہا اور چپ ہو گئے۔)
ویاکھیا۔ برہماجی کا مطلب اس طرح کہنے کا محض یہی تھا۔ کہ شردھا بھگتی دھیان اور یوگ آدی کے انوشٹھان سے جب تمہارا قلب پاک اور صاف ہو جائے گا۔ تو تمہارے پاس برہم ودیا خود بخود حاضر ہو جائے گی۔ اور یہ امر فی الواقع درست ہے۔ کہ کوئی پیر پختہ بھی ہاتھ میں ہاتھ دے کر یعنی جھٹ پٹ کسی کو جلوہ حق نہیں دکھا سکتا۔ اگر

درحقیقت ایسا نہ ہوتا۔ تو کیوں اس کی پراپتی کے رلئے ہمارے شاستروں کے اندر سادھنوں کا اس قدر نروپن ہوتا۔ درست اور تھوڑے الفاظ میں اتنا کہنا ہی جائز ہے۔ کہ آتما کی ودیا انتہہ کرن یعنی قلب کی ایک شدھ اور ساتوکی برتی ہی کا نام ہے جس قدر قلب سادھنوں کے انوشٹھان سے مصفا اور پاک ہوتا چلا جائے گا۔ یعنی اس کے اندر تموگن اور رجوگن کم ہوتے چلے جائیں گے۔ یقیناً پرماتما کے دیدار کی منظہر وہ شدھ اور ساتوکی برتی جسے "پرما" کے نام سے ویدانت کے اندر یاد کیا گیا ہے خود بخود ظاہر ہوگی۔ جس طرح کسی چیز پر بے شمار پردے پڑے ہوں۔ تو جوں جوں وہ اترتے چلے جاتے ہیں چھپی ہوئی چیز پیش نظر ہوتی چلی آتی ہے۔ اسی طرح دیدار حق بھی عین صفائی قلب پر مبنی اور موقوف ہے۔

یہاں "شردھا" سے مراد آستک بدھی سے ہے۔ بھگتی سے مطلب محض اس خالص پریم سے ہے۔ جو تمام دنیاوی خواہشات سے مبرا ہو کر پربھو کے چرنوں میں لگا ہو۔ اس طرح دھیان چت کی ایکاگرتا کو کہتے ہیں۔ اور یوگ سے مطلب اس نرودھ برتی سے ہے۔ جسے یوگ شاستر والے دھیان ہی کا پھل سوروپ کہتے ہیں۔ ہم یہاں نارد بھگتی سوتر اور پاتنجل یوگ سوتر کے مطابق ذیل میں شردھا بھگتی دھیان اور یوگ کے سنکھشپت لکھشن بھی کہہ دیتے ہیں۔

गुरुशास्त्रेषु या आस्तिक्य बुद्धिः सा श्रद्धा ।

ارتھات :۔ گورو اور شاستر وچنوں میں جو آستک بدھی ہے۔ وہی شردھا ہے۔

ईश्वरे पराऽनुरक्तिः भक्तिः ।

" ایشور میں پرم پریم کا نام بھگتی ہے۔

तत्र प्रत्ययैकतानता ध्यानं ।

" چت کی ساتوک برتیوں کا سجاتی پرواہ دھیان ہے۔

योगश्चित्त वृत्ति निरोधः ।

" چت کی سرب برتیوں کا نرودھ یوگ ہے۔

بھومکا۔ اب جس طرح شردھا بھگتی دھیان اور یوگ آدی سادھن برہم ودیا کی اتپتی میں کارن ہیں۔ اسی طرح سرب کرم سنیاس بھی ان انترنگ سادھنوں کے اندر مکھیہ اور پردھان ہیتو مانا گیا ہے۔ چنانچہ اگلی شرتی سرب کرم سنیاس کو کتھن کرتی ہے

न कर्मणा न प्रजया धनेन त्यागेनैके अमृतत्वमानशुः ॥ ४ ॥

ارتھ :۔ نہ کرم سے نہ پرجا یعنی ونش کی بڑھی سے اور نہ ہی دولت کے اکٹھا کرنے سے موکھش کی پراپتی ہوتی ہے۔ بلکہ ان تمام کے تیاگ سے ہی امرت تتو ملتا ہے۔

ویاکھیا۔ سنیاس کے معنی تیاگ کے ہیں۔ مگر وہ سنیاس دو پرکار کا کہا گیا ہے۔ پہلا ودوشا سنیاس ہے۔ اور دوسرا ودت سنیاس ہے۔ ودوشا سنیاس وہ سنیاس ہے۔ جو چتشٹے سادھن سمپن ادھیکاری ہو کر آتم تتو ساکھیات کار کے رلئے زن اور فرزند نیز گھر کا تیاگ کیا جاتا ہے۔ اور ودت سنیاس اسے کہتے ہیں۔ جسے تتو ساکھیات کار وان گیانوان پرش جیون مکتی کی ولکشن شانتی اور آنند کے رلئے گھر بار چھوڑ کر لیتے ہیں۔ اگرچہ "سنیاس" کے معنی کرم پھل تیاگ پوربک کرم انوشٹھان کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ شریمد بھگوت گیتا کے اندر دکھایا گیا ہے۔ مگر وہ سنیاس یہاں درکار نہیں۔ وہ گون ہے۔ مگر یہ پردھان اور مکھیہ ہے۔ اور اس قسم کے سنیاس کا یہ پرکرن بھی نہیں۔ یہاں اپنشد ودیا کا ادھیکاری خوب اونچے درجے کا ہے۔ جس نے بہت پہلے سے تمام کرموں کے پھلوں کی ترشنا کا تیاگ کیا ہے۔ اور ازاں بعد اپاسنا اور

تپ آدمی سے اپنے قلب کو مُصفّا اُور پاک کیا ہے۔ کرم پھل تیاگ پُوربک کرم مارَ انوشٹھان کا وِدھان تو وہاں ہوتا ہے جہاں ادھیکاری گرہست آشرمی ہو جس سے اپنے ورن اُور آشرم کے دہرم اُور کرم ایشور ارپن بُدھی سے کروائے جاتے ہیں۔ اُور اس قسم کا اُپدیش دے کر بھی جسے پھر گھر میں ہی رکھنا منظور ہوتا ہے۔ مگر یہاں کیولیہ اپنشد کا ادھیکاری نہایت اعلےٰ اممکھشو ہے جسے محض مُکتی ابھلکھشت ہے۔ اُور دہرم ارتھ کام سے مطلب نہیں جو سنساری نہیں۔ اُور جسے دہرم کے انوشٹھان سے اس لوک یا پرلوک سمبندھی وشے سکھوں کے ساتھ کچھ تعلّق نہیں۔

اس موقع پر یہ اعتراض نہ کرنا چاہیئے۔ کہ کیوں گھر میں بیٹھے بٹھائے ہی مُکتی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُور سنیاس لینے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم من مانی بات کچھ نہیں کہتے بلکہ وید کی شرتیاں اِس اَمر کی تصدیق کر رہی ہیں۔ مگر پہلو بہ پہلو یہ بھی ایک سچائی ہے۔ کہ مکمّل ادھیکار کے بغیر سنیاس بھی نہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ اور سادھنوں سے رہت پُرش محض سنیاسی ہو کر بھی کسی سدھی کو نہیں پاتا۔ جیساکہ بھگوت گیتا کے اندر دکھلایا گیا ہے۔

न कर्मणामनारम्भान्नैष्कर्म्यं पुरुषोऽश्नुते ।
न च संन्यसनादेव सिद्धिं समधिगच्छति ॥

ارتھ۔ کوئی پُرش بھی کرموں کو چھوڑ کر موکھش کو نہیں پاتا۔ اُور نہ ہی محض سنیاس سے کسی کو پھل سدھی ہُوئی ہے اس لئے جس آدمی نے کرم اُور اُپاسنا کا دُنیاوی خواہشات کے تیاگ پُوربک انوشٹھان نہیں کیا اُسے سنیاس میں بالکل ادھیکار نہیں۔ مگر جو شخص صاف قلب رکھتا ہے۔ اُور جس نے اپنے انتہ کرن سے تمام لوک اُور پرلوک کی خواہشات کو دھو دیا ہے۔ وُہ ہی ٹھیک معنوں میں سنیاس کا ادھیکاری ہو سکتا ہے۔

ہم ذیل میں برہدارنیک اُپنشد کی شرتی پیش کرتے ہیں۔ جو اس امر کی پختہ دلیل ہو سکتی ہے۔ ناظرین اُس پر بخُوبی غور کر سکتے ہیں۔

एतद्ध स्मवैतत्पूर्वे विद्वांसः प्रजां न कामयन्ते किं प्रजया करिष्यामो येषां नोऽयमात्माऽयं लोक इति । ते ह स्म पुत्रैषणायाश्च वित्तैषणायाश्च लोकैषणायाश्च व्युत्थायाथभिक्षाचर्यं चरन्ति ॥

ارتھ۔ یہ پرسدھ ہے۔ کہ پُورب کال کے وِدوان سنتان کی کامنا نہ کرتے بھئے۔ (اُنھوں نے کہا) ہم پرجا یعنی سنتان کو کیا کریں گے کیونکہ یہ ہمارا آتما ہی ہمارا لوک ہے یعنی تمام پھلوں کے دینے والا ہے۔ اِس لئے وہ لوگ پُتر ایشنا یعنی پُتر کامنا کو وِت ایشنا یعنی دھن کی کامنا کو اُور لوک ایشنا یعنی لوک پرلوک کے سکھوں کی خواہش کو تیاگ کر کے بھکشا مانگتے بھئے یعنی بھکشو ارتھات سنیاسی ہو گئے۔

بھومکا۔ اس پرکار جس ادھیکاری نے شرودھا بھکتی۔ دھیان یوگ اور سنیاس آدی ان تمام سادھنوں کو کمایا ہو اُسے جو پھل ہوتا ہے۔ اُس کے لئے اگلا پانچواں منتر شرُوع ہوتا ہے۔

परेण नाकं निहितं गुहायां विभ्राजते यद्यतयो विशन्ति ॥ ५ ॥

ارتھ :- تب بُدھی رُوپ گپھا میں استھت پرم آنند رُوپ آتما خُود بخود پرگٹ ہوتا ہے۔ جس میں یتی لوگ یعنی سنیاسی پرویش کرتے ہیں۔

دیاکھیا۔ بُدھی رُوپ گپھا میں پرم آنند رُوپ آتما کی استھتی کہنے سے شُرتی کا یہ مطلب نہیں کہ وُہ آتم دیو پرچھن یعنی محدود ہے۔ یا محض بُدھی میں ہی اُس کا نواس ہے۔ اور کسی جگہ نہیں۔ بلکہ شُرتی بھگوتی کا اشارہ صرف اتنا ہی ہے۔ کہ وُہ لا محدود پُورن اور دیاپک ہوتا ہُوا بھی محض بُدھی میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ تو گویا بُدھی اُس کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے۔ اور اِسے یُوں سمجھو۔ کہ جس طرح تمام دُنیا کو اپنی روشنی سے مُنوّر کرتا ہُوا آفتاب - آسمان میں ایک جگہ چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ تو ظاہر ہے۔ کہ اتنے سے وُہ محدُود نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں اُس کی روشنی پڑتی ہے۔ وہاں وہاں ہی وُہ اپنے وجود سے موجُود ہے۔ کیونکہ محض روشنی کے سوائے اُس کا کوئی اپنا جُدا گانہ وجُود نہیں۔ ٹھیک اسی طرح آتما بھگوان بھی تمام جگت میں بھرپُور ہوتا ہُوا محض بُدھی میں ظاہر ہونے کے سبب بُدھی رُوپ گپھا میں استھت ہے۔ اور ایسا محض کہا جاتا ہے۔

یہ ہم شروع میں بیان کر آئے ہیں۔ کہ بوجہ جہل آتما کا انکشاف یعنی ساکھیات کار آدمی کو نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب اس جہل کے پردے کو اُوپر کہے ہُوئے سادھنوں سے یہ سادھک دُور کرتا ہے۔ تو اسے صاف دیدارِ حق ہوتا ہے۔ اور شُرتی بھگوتی بھی اسی بات کو کہتی ہے۔ کہ تب پرمانند آتما خُود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں یتی لوگ یعنی سنیاسی پرویش کرتے ہیں۔

یتی کے معنے سنیاسی کے ہیں۔ مگر یہاں بھی کئی لوگ جنہیں سنیاس میں زیادہ آدر نہیں شاید اس کے معنی "یتن کرنے والے" یعنی پُرشارتھی آدمی کے کریں۔ لیکن اُن کا ایسا کہنا درُست نہیں۔ اور اس کی تصدیق میں ہم اُوپر وید پرمان حاضر کر چکے ہیں۔ اس لئے جس طرح پرماتم بھاؤ کی پراپتی میں اور اور سادھن گرنتھوں میں نروپن ہُوئے ہیں۔ اُسی طرح سنیاس بھی لازمی طور پر ایک درُست اور صحیح سادھن مانا گیا ہے۔

"پرویش" کے معنی بھی یُوں نہیں جس طرح آدمی باہر سے آ کر کمرے میں داخل ہو جاتا ہے یا جیسے سانپ بل میں گھس جاتا ہے۔ بلکہ یہاں "پرویش" پد سے اتنا ہی مُراد ہے۔ کہ کافی دیر تک اس قسم کا ابھیاس کرتے کرتے پرماتما کی خاص مہربانی ہونے پر جب اس کے جہل کا پردہ ٹوٹتا ہے۔ تو اسے بذریعہ برہما کار برتی برہم کا آتم رُوپ سے ساکھیات ہو جاتا ہے جس کے ساتھ ساتھ تمام دُوری اور علیٰحدگی کے وہم اُڑ جاتے ہیں۔ اور یہ بے خُودی کی حالت میں ذاتِ احد سے یگانہ ہُوا گُم ہو جاتا ہے۔ اور یہ ہی تھا مطلوب۔ بس اتنی بات کو ہی یہ کیوَلیہ اُپنشد کی شُرتی "پرویش" پد سے کہتی ہے۔ اَدھک نہیں۔

بھُومکا۔ مگر جن اُپاسکوں کو کسی پرتی بندھ یعنی روکاوٹ کی وجہ سے "اہنگ برہم" یعنی مہاواکیہ کا ارتھ باوجُود اُن کے مسلسل ابھیاس سے حاضر نہیں ہوتا۔ اُن کے لئے شاستروں میں کرم مکتی کا وِدھان ہُوا ہے۔ جسے اب شُرتی بھگوتی بیان کرتی ہے۔

वेदान्तविज्ञान सुनिश्चितार्थाः संन्यास योगाद्यतयः शुद्धसत्त्वाः ।
ते ब्रह्मलोकेषु परांत काले परामृतात्परिमुच्यन्ति सर्वे ॥ ६ ॥

ارتھ۔ ویدانت کے وگیان سے ہی جنہوں نے موکھش رُوپ پریوجن کو اچھی طرح نشچے کیا ہے۔ اور سنیاس یوگ سے جن کا قلب صاف ہُوا ہے۔ ایسے جو سنیاسی ہیں۔ وُہ برہم لوک میں ہی بوقت مہا پرے برہما جی کے گیان امرت اُپدیش سے مُکت ہو جاتے ہیں۔

ویاکھیا۔ مُکتی ۲ دو پرکار کی شاستروں کے اندر مانی گئی ہے۔ ایک کیوُلیہ مُکتی ہے۔ اور دُوسری کرم مُکتی۔ کیوُلیہ مُکتی کا پرکار تو پچھلے منتر میں بیان ہُوا ہے۔ یا جس کی آگے چل کر بھی مفصّل تشریح ہوگی۔ مگر اس چھٹے منتر کے دوارا خاص کر کرم مُکتی کا ذکر ہوتا ہے۔ مطلب شُرتی کا یہ ہے۔ کہ جن اُپاسکوں کو کسی نہ کسی پرتی بندھ کے سبب آتم ساکھیات کار نہیں ہوتا۔ وُہ مر کر سیدھے برہم لوک میں جاتے ہیں۔ جہاں برہما جی کے اُپدیش سے ہی اُنہیں دیدارِ حق ہوتا ہے۔ اور بروقت مہا پرے وُہ بھی مُکت ہو جاتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ وُہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اگرچہ مُرشدِ کامل سے اسمِ اعظم یعنی مہاواکیہ کو تو سُنا تھا اور پُورے یقین اور اعتقاد سے اُس کے مُطابق اہنگرہے دھیان بھی مُسلسل کیا تھا۔ مگر کسی پرتی بندھ کے سبب اُنہیں تتو کا ساکھیات کار نہ ہو سکا۔ چنانچہ برہم لوک میں برہما جی کے اُپدیش سے اُس پرتی بندھ کی نورتی ہوتے ہی اُنہیں بھی انکشافِ حق ہوتا ہے جس سے وُہ بھی مُکت ہو جاتے ہیں۔

اب ہم ذیل میں اُن پرتی بندھوں کو دکھلاتے ہیں جو مانعِ دیدارِ حق ہیں۔

یہ پرتی بندھ تین قسم کے ہیں۔ (۱) بھُوت (۲) ورتمان اور (۳) بھاوی۔

(۱) بھُوت کے معنی گذرے ہُوئے کے ہیں۔ یعنی بھُوت پرتی بندھ وُہ رُکاوٹیں ہیں۔ جو قلب کے اندر نیک اور بدفعلوں کے سابقہ اور پُرانے سنسکار ہیں۔ انہیں واسنا بھی کہتے ہیں۔ انتہ کرن میں ان کے موجُود ہوتے ہُوئے طالبِ حق کو دیدارِ حق نہیں ہوتا۔

(۲) دُوسرا پرتی بندھ ورتمان ہے۔ مگر وُہ پھر چار قسم کا ہے۔

(الف) وِشے آسکتی یعنی سنسار کے پدارتھوں میں لگاؤ۔

(ب) مند بُدھیا یعنی کمزور عقل

(ج) کُترک یعنی نُقطہ چینی اور

(د) دُر آگرہے یعنی وہم اُلٹا پن۔ یا خودی

یہ چاروں موکھش مارگ میں سدِ راہ ہیں۔ چنانچہ ان کی نورتی کے اُپائے بھی چار ہی شاستر کاروں نے بتلائے ہیں اور وُہ یہ ہیں۔

(الف) دوش درشن یعنی ویراگ۔

(ب) شاستر سوادھیائے اور ابھیاس

(ج) گورو شاستر میں اٹوٹ شردھا اور کامل وشواش

(د) هنگرے دھیان یعنی نرگن برہم اپاسنا۔

دنیاوی چیزوں میں انت اور دکھ درشن سے وشیوں میں آسکتی دور ہوتی ہے۔ شاستر سوادھیائے اور ابھیاس سے کم زور عقل بڑھتی ہے۔ گورو اور شاستر پر اٹوٹ شردھا اور کامل اعتقاد سے کھوٹے ترک رفع ہوتے ہیں۔ اور اہنگرے دھیان یعنی نرگن برہم کی اپاسنا سے وہم الٹاپن یعنی خودی دور ہوتی ہے۔ تاوقتیکہ سالک ان سے مکمل رہائی نہ پائے۔ آتم درشن محال ہے۔

(۳) تیسرا پرتی بندھ "بھاوی" ہے۔ جسے "پراربدھ شیش" کے نام سے بھی گرنتھ کار پکارتے ہیں۔ مگر یہ اس قدر سخت اور مضبوط ہے۔ کہ بغیر بھوگے اس سے خلاصی پانا محال ہے۔ اور یہ ایشوری سرشٹی میں ایک اٹل نیم ہے۔

ایسا ہی قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ مندرجہ بالا پرتی بندھ میں سے کسی ایک کے بھی موجود ہوتے ہوئے آتم ساکھیات کار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اپاسک کی کیولیہ مکتی نہیں ہوتی اور اسے بعد مرنے برہم لوک میں جانا ہوتا ہے۔ جہاں سے پھر وہ مکت ہو جاتا ہے اور پھر نہیں لوٹتا یہ ہی کرم مکتی کا مارگ ہے جسے شرتی بھگوتی نے اس منتر سے دکھلایا ہے۔

بھومکا۔ اس کے بعد برہم ودیا کی پراپتی میں نیز اوپر کہے ہوئے دھیان یوگ کے سہایک سروپ اور دیگر جو آوانتر اور دور ورتی انوکول دیش کال آدی کے نیم ہیں انہیں اگلے تین منتروں سے کہا جاتا ہے۔

विविक्तदेशे च सुखासनस्थः शुचिः समग्रीवशिरः शरीरः ।
अत्याश्रमस्थः सकलेन्द्रियाणि निरुध्य भक्तया स्वगुरुं प्रणम्य ॥ ७ ॥
हृत्पुण्डरीकं विरजं विशुद्धं विचिन्त्यमध्ये विशदं विशोकं ।
अचिन्त्यमव्यक्तमनन्त रूपं शिवं प्रशान्तममृतं ब्रह्मयोनिम् ॥८॥
तमादिमध्यान्तविहीनमेकं विभुं चिदानन्दमरूपमद्भुतं ।
उमासहायं परमेश्वरं प्रभुं त्रिलोचनं नीलकण्ठं प्रशान्तं ।
ध्यात्वा मुनिर्गच्छति भूतयोनिं समस्त साक्षिणं तमसः परस्तात् ॥९॥

ارتھ۔ پرم ہنس یوگی ایکانت دیش میں صاف اور پوتر ہو کر آسن کو جمائے اور اپنے شریر اور اندریوں پر قابو پائے۔ سب سے پہلے پرم بھگتی کے دوارا اپنے گورو کو پرنام کرے۔ اور ازاں بعد ہردے دیش میں استھت نرمل شدھ اچنت اویکت اننت شوشانت امرت برہم آدمدھ اور انت سے رہت ایک وبھو سچدانند اماپتی تری لوچن نیل کنٹھ بھگوان مہادیو کا دھیان کرے۔ تو اس قسم کے دھیان سے وہ جگت کے کارن سروپ اور سکل چراچر کے ساکھشی نیز اگیان اندھکار سے پرے پرماتم تتو کو پراپت کر لیتا ہے۔

دیا کھیا - اُوپر کے اِن منتروں میں شُرتی بھگوتی نِرگُن اور سگُن برہم کو ایک کہکر دھیان کی وِدھی بتلا رہی ہے۔ ناظرین اس میں ذرا سا بھی تعجب نہ کریں۔ کیونکہ وید کے سِدھانت کے مطابق نِرگُن اور سگُن ایک ہی پرماتما کے دو سُروپ ہیں۔ نِرگُن برہم سگُن ہے۔ اور سگُن برہم نِرگُن ہے۔ جو پرماتما مایا شکتی کے سمبندھ سے سگُن کہلاتا ہے۔ وُہی اس شکتی کے بغیر نِرگُن ہوتا ہے۔ اس میں کُچھ فرق نہیں جنھوں نے نِرگُن اور سگُن میں بھید سمجھا ہے۔ اُنہیں فی الواقع حقیقت کی پہچان نہیں۔ اس لئے جو نِرگُن اور سگُن کی ایکتا دیکھتا ہے۔ وُہ ہی درُست دیکھتا ہے۔ اور وہی دانا ہے۔ شُرتی بھگوتی اگر نِرگُن اور سگُن میں کُچھ بھی بھید سمجھتی تو ہرگز ہرگز ایک ہی پرماتم تتو کے بیان میں پہلے اُسے اوئیکت اچِنت اور اننت کہکر پھر "اُما سہائیم" "ترلوچنم" "اور نیل کنٹھم" نہ بتلاتی۔ اس لئے اِس میں ذرا بھی شک نہ کرنا چاہیئے۔ جس طرح سُورج کی روشنی سُورج سے جُدا نہیں یا آگ کے چنگارے آگ سے الگ نہیں۔ اُسی طرح نِرگُن سے سگُن کا کوئی بھید نہیں بلکہ اُسی کے حُسن کا کمال ہے۔ نِرگُن اگر جمال ہے۔ تو سگُن جلال۔ نِرگُن اگر حقیقت ہے تو سگُن حالت۔ نِرگُن اگر سُروپ ہے تو سگُن اُس کی شان ہے۔ پانی کے حُباب جیسے پانی سے، طلا کے زیور جیسے طلا سے، یا سُوت کے کپڑے جیسے سُوت سے کوئی جداگانہ وجُود نہیں رکھتے اِسی طرح نِرگُن کے چمتکار تمام سگُن ہیں۔ ہم یہاں اس کی تصدیق کے لئے چند اُپنشدوں کی شُرتیاں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اس بات کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ ہو جائے گا۔ اور نِرگُن اور سگُن کے ایک ہونے میں شک نہ رہے گا۔

पूर्णमदः पूर्णमिदं ।	ارتھات :- وُہ (نِرگُن) پُورن ہے اور یہ (سگُن) پُورن ہے۔
एकं रूपं बहुधा यः करोति ॥	" جو ایک (نِرگُن) ہوکر بہُت رُوپی (سگُن) ہوتا ہے۔
एकं सत् विप्राः बहुधा वदन्ति ।	" ایک (نِرگُن) ہی ست کو براہمن بہُت ہُوا (سگُن) جانتے ہیں
रूपं रूपं प्रति प्रति रूपो बभूव ॥	" ایک (نِرگُن) ہی ست سُروپ آتما پرتی انتہہ کرن میں جیو رُوپ (سگُن) ہُوا استھت ہے۔
अणोरणीयान्महतो महीयान् ।	" وُہ (نِرگُن) سوکھشم سے سوکھشم ہے۔ اور وُہی (سگُن) استھول سے استھول ہے۔

لیکن اگر کیولیہ اُپنشد کے اِن تینوں منتروں کا بھاؤ شُدھ نِرگُن برہم میں ہی لیا جائے تو بھی ہو سکتا ہے۔ مگر تب "اُما سہائیم" "ترلوچنم" "نیل کنٹھم" ان پدوں کے معنی یہ ہوں گے۔

"اُما سہائینگ" - اُما کے معنی برہم وِدیا کے ہیں۔ اُس کا سہائیک یعنی آشرے استھان ارتھات اِدھشٹان شُدھ برہم ہوگا۔ "ترلوچنم" وِشو تیجس اور پراگیہ یا وِراٹ ہِرنیہ گربھ اور اویاکرت اِن کا پرکاشک سوئم پرکاش دیو چید آتما ہی سمجھا جائیگا۔ اور "نیل کنٹھم" - نیل کے معنی تم یعنی اگیان کے ہیں۔ وُہ اگیان جس کے کنٹھ یعنی ایک دیش میں ہے - ایسا سرب دیاپک پرماتما جاننا ہوگا۔

بھُومکا۔ شُرتی بھگوتی نے پچھلے منتر میں دھیان یوگ کے اُوپر خاص طور پر زور دیا ہے۔ سبب اُس کا یہ ہے۔ کہ دماغ میں آئی ہُوئی بات بغیر دھیان کے دِل تک نہیں اترتی۔ اور جب تک دل میں اُس کا اثر پیدا نہ ہو۔ اُس کی نسبت یہ نہیں

کہا جا سکتا کہ اُسے ہم نے ٹھیک ٹھیک جان لیا ہے۔ اسی لئے بھگوت گیتا کے اندر گیان سے بھی دھیان وشیش کہا ہے۔ یتھا "ज्ञानाद्ध्यानं विशिष्यते" یعنی گیان سے دھیان شریشٹ ہے۔ اس لئے اب آگے بھی اُسی دھیان کے اُپدیش سے سرب آتما بھاؤ کو شرُتی کہتی ہے۔

स ब्रह्मा स शिवः सेन्द्रः सोऽक्षरः परमः स्वराट्

स एव विष्णुः स प्राणः स कालोऽग्नि स चन्द्रमाः ।

स एव सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यं सनातनं ।

ज्ञात्वा तं मृत्युमत्येति नान्यः पन्था विमुक्तये ॥१०॥

ارتھ - وُہ برہما ہے۔ وُہ شِو ہے۔ وُہ اِندر ہے۔ وُہ اکھشر ہے۔ وہ پرم ہے۔ وُہ سوراٹ ہے۔ وُہ وشنو ہے۔ وُہ پران ہے۔ وُہ کال ہے۔ وُہ اگنی ہے۔ وُہ چندرما ہے۔ وُہی یہ سب کچھ ہے۔ اور جو بھُوت (ماضی) بھوشت (مستقبل) اور ورتمان (حال) میں ہے۔ وُہی کُل ہے اور وُہ سناتن ہے۔ اُس کو جان کر مرتیو کو تیر جاتا ہے۔ اُس کا گیان ہوئے بنا مکتی کے لئے اُپائے نہیں۔

ویاکھیا۔ یہ سرب آتم بھاونا کا آکار ہے۔ اگرچہ ایک ایک وستو کے آولمبن سے اِسے پرتیک اُپاسنا بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر سمشٹی درشٹی سے یہ ہی وِراٹ اُپاسنا یا اُدویت درشن ہے۔ یہ قلب کی صفائی کے لئے اور دیگر سادھنوں پر سبقت لے گیا ہے۔ اور گیان کا نہایت انترنگ سادھن ہے۔ اِسے اِدنگرہے دھیان بھی کہتے ہیں۔ دھیان دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک "اِدنگرہے" اور دُوسرا "اہنگرہے"۔ اِدنگرہے دھیان میں سرب پرماتم بُدھی کرنی ہوتی ہے۔ مگر اہنگرہے دھیان میں "یہ سب کچھ مَیں ہی ہُوں" ایسی بار بار بھاونا کیجاتی ہے۔ لیکن پھر اُس کے اندر بھی ادھیکاری کا وچار کیا جاتا ہے۔ اہنگرہے دھیان کا ادھیکاری نہایت اُونچا ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے اِدنگرہے دھیان نہ کر کے شروع میں ہی اہنگرہے دھیان کرنے لگ جائے تو اُسے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ اس لئے واجب ہے۔ کہ پہلے سرب ایشور بھاؤنا سے جگت بُدھی کو کمزور کرے۔ اور ازاں بعد جیو بھاؤ کی نِورتی کے لئے دیہاوا کیہ کا وچار گورُو دوارہ کرے۔ کہ مَیں ہی شُدھ چِد آتما آنند سرُوپ ہُوں۔ ادھیاس یعنی وہم دو پرکار کا ہونے کے سبب اُپاسنا بھی دو ہی قسم کی کہی گئی ہے۔

پہلا ادھیاس جگت میں ست بُدھی ہے جو اِدنگرہے دھیان سے یعنی سرب آتم بھاونا سے دُور ہوتا ہے۔ اور دُوسرا ادھیاس دیہہ میں آتم بُدھی ہے۔ جسے اہنگرہے دھیان سے ناش کیا جاتا ہے۔ اس طرح جب دونو پرکار کی اُپاسناؤں سے جگت بھاؤ اور جیو بھاؤ نِورت ہو جاتے ہیں۔ تب خود بخود بغیر کسی رُکاوٹ کے اِسے آتم بھگوان کا ساکھیات کار ہوتا ہے۔ اور یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ

"सकलं इदं अहं च ब्रह्मैव"

یعنی یہ سب کچھ اور مَیں بھی برہم رُوپ ہی ہیں۔ تب یہ مرتیو کو تیر جاتا ہے۔ جیسا کہ شرُتی فرمائش کرتی ہے۔ کہ اُس کے گیان کے بنا مکتی کے لئے اور اُپائے نہیں۔

یہاں بھی اس بات پر غور کرنی لازم ہے۔ کہ بغیر صحیح گیان کے مکتی ناممکن ہے۔ وجہ اُس کی یہ ہے۔ کہ بندھن محض اپنے

جہل کے سبب سے ہے۔ اس لئے جب تک جہالت دُور نہ ہو موکھش کہاں ہے۔ جنہوں نے موکھش کو کرم یا اُپاسنا سے ہوتا مانا ہے۔ انہوں نے غلط سمجھا ہے۔ اگر موکھش کسی دیش یا خاص مقام کا نام ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ کرم یا اُپاسنا سے اُس کی سِدھی ہوتی۔ مگر کرم ماتر کا پھل تو محض چار پرکار سے ہی مانا گیا ہے۔ یا وُہ آپیہ ہے۔ یعنی پراپت ہونے یوگیہ۔ یا اُتپادیہ یعنی اُتپن ہونے والا۔ یا وکاریہ یعنی جو تبدیلی سے واقع ہو۔ اور یا سنسکاریہ یعنی کسی سنسکار سے ہونے والا۔ آتما چونکہ سب کا اپنا آپ ہے۔ اس لئے وُہ آپیہ نہیں۔ اجنما ہے۔ اس لئے اُتپادیہ بھی نہیں۔ اپرنامی ہے اس لئے وکاریہ نہیں۔ اور سبھاؤ سے شُدھ اور نرمل ہے۔ اس لئے وُہ سنسکاریہ بھی نہیں۔ آتما اور موکھش چونکہ دو چیزوں کے نام نہیں۔ اس لئے آتم رُوپ موکھش کرم سے کب سِدھ ہو سکتا ہے۔ اور ادھر ہم صاف دیکھتے ہیں۔ کہ کرموں کے پھیر میں آیا ہُوا جیو کوئی مقام اور جونیوں کو دیکھتا ہے۔ اگر مکتی بھی کسی خاص پُن کرم کا پھل مانی جاتی تب ایسا ماننا جائز تھا۔ مگر یہ وید کا سِدھانت ہے۔ کہ موکھش محض گیان سے ہی ہوتی ہے۔ ہم نیچے چند وید کی شرتیاں بطور ثبوت پیش کرتے ہیں تاکہ اس امر کی بھی پُوری پُوری تصدیق ہو جائے۔

ज्ञानादेवतु कैवल्यम् । — ارتھات۔ کیولیہ (مکتی) محض گیان سے ہی ہے۔

ज्ञात्वा देवं मुच्यते सर्व पाशैः ॥ — " دیو (پرماتما) کو جان کر ہی سرب پھانسیوں سے مکت ہوتا ہے۔

तमेव विदित्वाति मृत्यु मेति नान्यः
पन्था विद्यतेऽयनाय । — " اُس پرماتما کو جان کر ہی بندھن سے چھوٹتا ہے۔ موکھش کے لئے اور مارگ نہیں ہے۔

मत्वा धीरो हर्षशोकौ जहाति ॥ — " دیو (پرماتما) کو (آتم رُوپ سے) انوبھو کر کے ہی ہرکھ اور شوک کو تیاگتا ہے۔

तरति शोकमात्म वित् ॥ — " آتم وِت (گیانوان) شوک کو ترجاتا ہے۔

यदा चर्मवदाकाशं वेष्टयिष्यन्ति मानवाः ।
तदा देवमविज्ञाय दुःखस्यान्तो भविष्यति ॥ — " جس سمے یہ پُرش آکاش کو چٹائی کی مانند لپیٹ لیگا اس وقت ہی پرماتما کو نہ جان کر دُکھوں کو ناش کریگا۔

اور یہ بھی ایک صحیح امر ہے۔ کہ کرم ماتر کا پھل انت ہے۔ اگر موکھش بھی کرم کا پھل مانا جائے گا۔ تو وُہ لوک دیش کی طرح وِناشی اور انت ہوگا۔ اور ایسا ماننا جائز نہیں۔ کیونکہ وید بتلاتا ہے۔ کہ گیان وان پھر نہیں لوٹتا

न तस्य प्राणा उत्क्रामन्ति ॥ یعنی اُس کے پران پرلوک میں آنگمن نہیں کرتے۔ جنہوں نے مکتی کے بعد بھی اس سنسار میں لوٹنا مانا ہے اُن کی مکتی برائے نام ہے۔ اور اُن کے ہاں موکھش سورگ لوک۔ یا برہم لوک سے زائد نہیں۔ جہاں ویدانت شاستر کے اندر سرب دُکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی موکھش کا سروپ بتلایا ہے۔ وہاں کب موکھش کی ایسی تعریف کسی لوک یا دیش وشیش میں گھٹ سکتی ہے۔ اس لئے ماننا ہوگا۔ کہ محض کرم مکتی میں کارن نہیں۔

اُپاسنا بھی کرم کی طرح ایک من کا ہی دیاپار ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ اُپاسنا وہاں ہُوا کرتی ہے۔ جہاں اُپاسک اور اُپاسیہ کا بھید ہو۔ بھید کے درمیان میں آئے بغیر اُپاسنا ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جہاں اَدویت ویدانت میں بھید

کی گندھ تک نہیں۔ اور بھید محض خیالی اور موہوم ہے۔ وہاں اُپاسک اور اُپاسیہ بھاو کب سچا سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر اُپاسنا جہل کی ضد ہوتی تب اُس سے جہل کی نورتی بھی ممکن ہو سکتی تھی۔ لیکن اُپاسنا اُلٹے جہل کے ہی باعث ہے۔ یعنی اُس کا کاریہ ہے۔ اور جو جس کا کاریہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے کارن سے کبھی اور نہیں ہوتا۔ اس لئے جہل کی ضد محض علم (ودیا) ہے۔ اور اسی سے اُس کا اتینت ابھاو ممکن ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

جنہوں نے کرم اور گیان کے سمچے سے موکھش مانا ہے۔ اُنہوں نے بھی خطا کی ہے۔ کیونکہ کرم اور گیان کا سمچے کبھی نہیں ہو سکتا۔ سمچے کے معنی ایک ہی وقت دونوں کے انوشٹھان کے ہیں۔ اور ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کرم ہمیشہ کرتاپنے کے ابھیمان کو لیکر ہوا کرتا ہے۔ اور گیان میں معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ ہاں اگر آچاریوں نے کرم کو بھی مکتی میں گیان کی طرح سادھن مانا ہے۔ تو وہ "کرم سمچے" ہے۔ مگر "سم سمچے" نہیں۔ کرم سمچے سے مُراد یہ ہوتی ہے۔ کہ یکے بعد دیگرے کرم اُپاسنا اور گیان کا انوشٹھان ہو سکتا ہے۔ مگر ایک ہی وقت اکٹھا انوشٹھان نہیں۔ اس لئے یہی سدھانت ثابت اور درست معلوم ہوتا ہے۔ کہ طالب حق پہلے اپنے قلب کو کرم اور اُپاسنا سے صاف کرے۔ اور اس طرح گیان کے لئے اپنا ادھیکار بنائے۔ تب اُسے پیچھے محض گیان سے موکھش حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہ ہی اس کیوُلیہ شرتی کا مطلب ہے۔ جو اپنے بیان میں فرماتی ہے۔ کہ گیان کے بغیر مکتی میں اور سادھن نہیں۔

بھومکا۔ اسی شاستروکت سدھانت کو شرتی بھگوتی اگلے منتر میں اور بھی دَرِڑھ کرتی ہے۔

सर्वभूतस्थमात्मानं सर्वभूतानि चात्मनि ।
संपश्यन्ब्रह्म परमं याति नान्येन हेतुना ॥११॥

ارتھ:۔ سرب بھوتوں میں استھت آتما کو اور آتما میں سرب بھوتوں کو دیکھتا ہوا پرم برہم کو پراپت کرتا ہے۔ موکھش کے لئے اور راہ نہیں۔

ویاکھیا۔ سرب بھوتوں میں آتما کے یا آتما میں سرب بھوتوں کے درشن سے شرتی کا مطلب ادویت درشن ہی سے ہے۔ نہ کہ بھید سے۔ جیسے کوئی کہے کہ مکان میں آدمی ہے۔ اور آدمی میں مکان ہے۔ تو یہ مہمل اور بے معنی الفاظ ہیں اس طرح شرتی کے پد مہمل یا بے مطلب نہیں بلکہ بامعنی اور پُر مطلب ہیں۔ جس طرح طلا میں زیور یا زیور میں طلا کے الفاظ ایک ہی طلا کے وجود کو ثابت کرتے ہیں۔ اُسی طرح سرب بھوتوں میں آتما یعنی خود کو اور خود میں سرب بھوتوں کو دیاپک بتانے والے شرتی کے یہ الفاظ بھی ایک ادویت آتما کے سروپ بودھک ہیں۔ اور واحد پرماتما کی ذات کو ہی سدھ کرتے ہیں۔ اور ایسا ادویت درشی مہاتما پر برہم کو پالیتا ہے۔ یہ درست ہے۔ شرتی بھگوتی منتر کے آخری حصے میں کہتی ہے۔ کہ اس برہم ودیا کے سوائے کرم یا اُپاسنا مکتی کے واسطے ساکھیات سادھن نہیں۔ اور یہ تفصیل کے ساتھ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

بھومکا۔ اس قسم کی ادویت نشٹھا میں ابھیاس کے لئے اور دوسرے کئی سادھنوں اور ان کی نشٹھا کے پھل کو بھی اب شرتی بھگوتی بیان کرتی ہے۔

आत्मानमरणिं कृत्वा प्रणवं चोत्तरारणिं ।
ज्ञाननिर्मथनाभ्यासात्पापं दहति पंडितः ॥१२॥

ارتھ:- پنڈت یعنی گیانی انتہ کرن کو نیچے کی ارنی (لکڑی) بنائے۔ پرنو یعنی اونکار کو بمنزلہ اُوپر کی ارنی یعنی لکڑی استعمال کرے۔ اس طرح اُن دونوں کی باہمی رگڑ سے گیان رُوپ اگنی پَیدا کر کے عارف تمام پاپوں کو جلا دیتا ہے۔

ویاکھیا۔ پرانے زمانے میں یگیہ کی آگ کو ارنیوں کے رگڑنے سے پَیدا کیا جاتا تھا۔ "ارنی" کے معنی لکڑی کے ٹکڑے کے ہیں۔ یعنی جس طرح ایک لکڑی کے ٹکڑے پر دُوسرا ٹکڑا رکھ کر رگڑنے سے آگ پَیدا ہو جاتی ہے۔ اُسی طرح سادھک مُمکشو بھی اپنے انتہ کرن کو نیچے کی لکڑی فرض کرے۔ اور اونکار کے جاپ اور اُس کے ارتھ کے دھیان کو اُوپر کی لکڑی تصوّر کرے۔ اس سے شرتی کا بھاؤ یہ ہے۔ کہ ایکاگر چت سے اونکار کا جاپ کرے۔ اور اُس کے ارتھ کو دھیان میں جمائے۔ تو جس طرح دو ارنیوں کی رگڑ سے اگنی پَیدا ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ اونکار کے زبان سے بار بار رٹنے اور اُس کے مطلب کو من کے اندر چنتن کرنے سے گیان کی پرچنڈ اگنی پَیدا ہو جاتی ہے۔ جو دیدارِ حق کی منزل میں سدِ راہ بنے ہُوئے پاپوں کو راکھ کر دیتی ہے۔ اور قلب پاکیزہ کو نورِ حق سے جگمگا ڈالتی ہے۔

یہاں بھی شُرتی بھگوتی کرم سمجے کا وِدھان کرتی ہُوئی پہلو بہ پہلو "سم سمجے" کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ کیونکہ پہلے اونکار کے جاپ اور اُس کے دھیان کو کہتی ہے۔ اور زاں بعد اُس ابھیاس کی اعلےٰ اوستھا میں گیان کی اُتپتی کو دکھلاتی ہے۔ جس سے تمام پاپ لکڑی کی مانند جل جاتے ہیں۔ اور آدمی مُکتی کو پراپت کرتا ہے۔ اِس لئے مکتی میں ساکھیات سادھن محض گیان ہے۔ اگرچہ اس کے حصول کے لئے بھی جاپ اور دھیان آدی انیک سادھن لازم آتے ہیں۔ اِس سلسلے میں ہم جلتے چراغ کی مثال دیتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ اندھیرا بغیر روشنی کے کسی اور طریقے سے دُور نہیں ہوتا۔ گو کہ اندھیرے کے دُور کرنے میں چراغ کی روشنی ہی درکار ہے۔ مگر عین چراغ کے اندر بھی روشنی کے پَیدا کرنے کے لئے چراغ۔ تیل۔ بتی اور دیا سلائی کی بھی تو ضرورت ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی عدم موجودگی میں روشنی کا پَیدا ہونا ناممکن ہے۔ بس اسی طرح اگرچہ مُکتی میں سیدھا سدھ محض گیان ہی ہے۔ تاہم اُس گیان کی پَیدائش میں کرم۔ اُپاسنا۔ دھیان جپ وغیرہ تمام سادھن ہو سکتے ہیں۔ اور اس کو اُن کی زبان میں "کرم سمجے" کہتے ہیں۔ جس کے ساتھ سدھانت کا کوئی وِرودھ نہیں۔

یہاں اِس قدر ظاہر کرنا نہایت ضروری اور موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم اچھی طرح اور صاف صاف اُس گیان رُوپ اگنی کے سروپ کو بھی واضح کر دیں جس کے سبب تمام کرم لکڑی کی مثل جل جاتے ہیں۔ اور جیو موکھش کو پا لیتا ہے۔ ناظرین! گیان محض مہاواکیہ کا ہی بچار ہے۔ اور اُس کا سروپ اُپنشد کاروں نے "اہنگ برہم اسمی" "یا تتوم سی" رکھا ہے۔ ریاضت اور تپ یعنی منن اور ندھیاسن کے بعد جس سے "پرماترتی" پَیدا ہوتی ہے۔ تو اُس کے سبب اُلٹے پن کے گل فہم فی الفور رفع ہو جاتے ہیں۔ تمام شک و شُبہے یکدم اُڑ جاتے ہیں۔ کرموں کی کشتی ڈُوب جاتی ہے۔ تب

سادھک پرماتما کی ذات میں ایکتا پراپت کرتا ہے۔ یہ ہی جیتے جی مکتی ہے۔ جیسے ویدانت کے اندر جیون مکتی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اگرچہ پراربدھ کرم ایسے جیون مکت پرش کے بھی شریر کے بقایا سکھ دکھ بھوگ کے لئے مان لئے گئے ہیں۔ جو اس کے جسم کے کھڑا رکھنے میں بھی موجب ہیں۔ مگر اسے ان سے کچھ واسطہ یا تعلق نہیں رہتا۔ کیونکہ اس نے اپنی ذات احد کو عین اسنگ اور شاہد حقیقی پہچانا ہے چنانچہ تا زندگی وہ عارف اس جسم کے اندر ہی رہتا ہے۔ تو بھی اس کے سکھ سے سکھی یا دکھ سے دکھی نہیں ہوتا۔ بلکہ جس طرح کوئی موٹر یا گاڑی کے ذریعے سیر کرتا ہے۔ ویسے ہی وہ بھی اس جسم کی ریل میں بیٹھا سیر کرتا ہے۔ اور بعد اختتام پراربدھ بھوگ نروان کیولیہ کو پراپت ہوتا ہے۔ جسے ودیہہ مکتی بھی کہتے ہیں۔ اور یہ ہی تھا مطلوب۔

ہم اس برہم ودیا کی مہما میں چند بھگوت گیتا کے شلوک پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کے دل پر اس کی بڑائی اور بزرگی بخوبی روشن ہو جائے۔

श्रेयान्द्रव्यमाद्यज्ञाज्ज्ञानयज्ञः परंतप ।
सर्वं कर्माखिलं पार्थ ज्ञाने परिसमाप्यते ॥

ارتھ۔ اے ارجن! اور یگیوں سے گیان یگیہ شریشٹ ہے۔ تمام کرم پھل کے سہت گیان میں ختم ہو جاتے ہیں

यज्ज्ञात्वा न पुनर्मोहमेवं यास्यसि पाण्डव ।
येन भूतान्यशेषेण द्रक्ष्यस्यात्मन्यथो मयि ॥

ارتھ۔ اے پانڈو۔ جسے جان کر پھر تمہیں ایسا موہ نہ ہوگا۔ اور جس کے دوارہ تم سمپورن بھوتوں کو اپنے آتما میں یا مجھ شری کرشن میں دیکھو گے۔

अपि चेदसि पापेभ्यः सर्वेभ्यः पापकृत्तम ।
सर्वं ज्ञानप्लवेनैव वृजिनं संतरिष्यसि ॥

ارتھ۔ اے ارجن! سرب پاپیوں سے بھی تم اگر مہان پاپی ہو تو بھی اس گیان روپی نوکا سے سب کو تیر جاؤ گے

यथैधांसि समिद्धोऽग्निर्भस्मसात्कुरुतेऽर्जुन ।
ज्ञानाग्निः सर्वकर्माणि भस्मसात्कुरुते तथा ॥

ارتھ۔ جس طرح پرچنڈ آگ لکڑیوں کے انبار کو راکھ کر دیتی ہے۔ گیان اگنی بھی ویسے ہی سرب کرموں کو بھسم کر دیتی ہے۔

न हि ज्ञानेन सदृशं पवित्रमिह विद्यते ।
तत्स्वयं योगसंसिद्धः कालेनात्मनि विंदति ॥

اَرتھ۔ اے ارجن گیان کے سمان اِس لوک میں کچُھ پوِتر نہیں۔ مگر اُسے تم کرم یوگ کے انوشٹھان سے سمے پاکر خُود بخُود اپنے اَنتہ کرن میں جانوگے۔

بھُومکا۔ اب یہ سوال پَیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر سچ مُچ اِس جیو کو اپنے ہی سُروپ کے اگیان سے بندھ اَور گیان سے موکھش ہے۔ تو پھر اِس اپنی پرکرتی یعنی سُبھاوَ سے اسنگ اُداسین اَور اَدوَیت آتما کے اگیان ادھین ہونے میں سبب کیا ہے۔ وُہ کیونکر اپنی ذات سے شُدھ اَور مُکت سُبھاوَ ہوتا ہُوا بھی اگیان کو گرہن کر لیتا ہے۔ اَور اِس سنسار میں ناحق دُکھی سُکھی ہوتا ہے؟ اِس سوال کے حل کرنے کے لئے اگلے تین منتر کہے گئے ہیں۔

स एव मायापरिमोहितात्मा शरीरमास्थाय करोति सर्वं ।
स्त्रियान्नपानादिविचित्रभोगैः स एव जाग्रत्परितृप्तिमेति ॥१३॥
स्वप्ने स जीवः सुख दुःख भोक्ता स्वमायया कल्पितविश्वलोके ।
सुषुप्ति काले सकले विलीने तमोऽभिभूतः सुखरूपमेति ॥१४॥
पुनश्च जन्मान्तरकर्मयोगात्स एव जीवः स्वपिति प्रबुद्धिः ।
पुरत्रये क्रीडति यश्च जीवस्ततस्तु जातं सकलं विचित्रं ॥१५॥

ارتھ۔ اگیان سے بھُولا ہُوا آتما بیداری کے وقت اِس جسم کو ہی اپنا آپ مان کر تمام کام کاج کرتا ہے۔ اَور جاگرت اَوستھا کے استھول کھان پان وِشے بھوگوں کو بھوگتا ہُوا اپنی ترپتی مانتا ہے۔
وہی پھر بوقت خواب اپنے خیالات سے پَیدا کئے ہُوئے منوکلپت سوکھشم بھوگوں کو بھوگتا ہُوا سُکھی دُکھی ہوتا ہے۔ اَور ازاں بعد سکھُپتی یعنی گہری نیند کی حالت میں اپنا تمام کارخانہ بند کر کے استھول اَور سوکھشم سے سے مطلق بے خبر ہوا آرام سے سوتا ہے۔
مگر ایسے آرام میں پڑا ہُوا بھی پھر اپنے پہلے کئے ہُوئے کرموں کے انوسار اِس سکھُپتی کی حالت سے جاگتا ہے۔ اِس طرح اِن جاگرت آدی تین اوستھاؤں میں جو جیو وِہار کرتا ہے۔ اُسی سے یہ تمام وِچتر سنسار کی رچنا ہوئی ہے۔

ویاکھیا۔ "اسنگ اُداسین اَور اَدوَیت آتما کے اگیان ہونے میں کیا سبب ہے۔ اَور کیونکر اَور کس طرح وُہ اگیان کو اپنے میں مان لیتا ہے" اِس قسم کے سوال شُدھ آتما کی ذات کے ساتھ کچُھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔ کیونکہ سوال اور جواب دونو دوَیت رُوپ سنسار کے اندر ہی ہو سکتے ہیں۔ اَدوَیت آتما میں اِس قسم کے سوال و جواب کی گنجائش نہیں۔

نیز شُدھ آتما کی ذات کے متعلق ایسے سوال بھی تب پیدا ہو سکتے ہیں اگر اگیان یعنی جہل کی آتما سے کوئی جُداگانہ ہستی ہو جب سوائے پرماتما کی ذات کے کوئی چیز اپنا وجود ہی نہیں رکھتی ۔ تو پھر آتما کے ساتھ کیونکر جہل کا تعلق پیدا ہونا سمجھا جا سکتا ہے ۔ یہ سچ ہے ۔ کہ وید کی شرُتی एकमेवाद्वितीयं ॥ یعنی ایک ہی اُدتی پرماتما ہے ۔ پرماتما کی وحدانیت کو پکار رہی ہے ۔ تو اس سے بھی ثابت ہے ۔ کہ جہل خود بخود کوئی امر وجودی نہیں ہو سکتا جس طرح سُورج کی روشنی سُورج سے ۔ آگ کی گرمی آگ سے ۔ یا جس طرح پانی کی لہریں پانی سے اور مٹی کے برتن مٹی سے جُدا نہیں اُسی طرح پرماتما سے جہل بھی الگ نہیں ۔ سبب اُس کا یہ ہے ۔ کہ جہل یا اگیان مایا کی ہی ایک خاصیت ادنےٰ ہے ۔ جسے ویدانت کے اندر شکتی بولتے ہیں ۔ اور وُہ حقیقتاً اپنے شاکت یعنی آشرے پرماتما سے جُدا نہیں ۔ جس طرح آدمی کی طاقت آدمی سے الگ نہیں ہو سکتی ۔ اِسی طرح پرماتما کی شکتی مایا یا اگیان پرماتما سے الگ نہیں یہ ہی ماننا ہوگا ۔ مگر کیا تماشے کی بات ہے کہ آدمی کی شکتی آدمی سے اگرچہ الگ نہیں تو بھی اُس کی کمی بیشی ہم آدمی میں ہی پاتے ہیں ۔ حالانکہ آدمی میں آدمیت جُوں کی تُوں پہلے کی طرح ہی قایم اور موجود رہتی ہے ۔ لیکن جب ہم اُسے کافی مضبوط اور طاقت ور دیکھتے ہیں ۔ تو کہتے ہیں ۔ کہ اِس کی شکتی بڑھ گئی ہے ۔ اور جب اُسے کمزور یا دُبلا پاتے ہیں ۔ تو کہتے ہیں ۔ کہ اس کی طاقت اب زائل ہو گئی ہے ۔ اس اعتبار سے یوں بھی کہنا ہوگا ۔ کہ آدمی سے آدمی کی شکتی جُدا ہے ۔ مگر اُوپر ہم ثابت کر آئے ہیں ۔ کہ آدمی سے باہر اُس کا جُداگانہ وجود کہیں نہیں ۔ اس لئے وُہ جُدا بھی نہیں ۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ آخر اُس کی کیا تعریف ہے ؟ اِس کے جواب میں شاستر کاروں کی رائے کے مُطابق ہم بیان کرتے ہیں ۔ برہم وِدیا کے آچاریہ اس کی تعریف یا لکھشن میں لکھتے ہیں کہ یہ ترگناتمک ،" "بھاو روپ" اور "اگھٹ گھٹن" ہے ۔ پہلا لفظ "ترگناتمک" ہے ۔ اور اِس کے معنی یہ ہیں ۔ کہ تین گُن ہیں اپنا آپ جس کا (جس کے تین گُن اپنے ذاتی ہیں) یعنی وُہ عین حقیقت تین گُن ہے ۔ اور وُہ تین گُن یہ ہیں ۔ ستوگُن ۔ رجوگُن اور تموگُن ۔ دُوسرا لفظ تعریف میں "بھاو رُوپ" ہے ۔ بھاو رُوپ کے معنی یہ ہیں ۔ کہ وُہ امر ثبوتی ہے ۔ وجُودی نہیں جسے سنسکرت زبان میں سَت اَست سے وِلکھشن کہا ہے ۔ یعنی اگیان یا مایا وُہ ہے ۔ جو امر وجُود اور عدم سے غیر ہے تیسرا لفظ تعریف میں "اگھٹ گھٹن" ہے ۔ اور معنی اُس کے یہ ہیں ۔ کہ جو شئے محال کو بھی بنا دیوے ۔ بس درحقیقت وُہ خارج از عقل کہی جا سکتی ہے ۔ انسانی عقل اس بات کا اندازہ ہی نہیں کر سکتی کہ کیوں اور کس طرح مایا شکتی آتما کے اندر رنگا رنگ کا سنسار دکھلاتی ہے ۔ تو بھی آتما اُس سے غیر مُوثر رہتا ہے ۔ یہ عجب مایا ہے ۔ کہ جس چیتن کے سہارے رہتی ہے ۔ اُس کی اصلیت کو چھُپا دیتی ہے ۔ بلکہ یہ کہنا یا ماننا درُست نہیں ۔ کہ مایا اُسے چھُپاتی ہے کیونکہ حقیقت تو یہ ہے ۔ کہ آتما خود اپنی مرضی سے چھُپتا اور ظاہر ہوتا ہے ۔ یہ تمام اُس کا اپنا ہی کھیل ہے ۔ یا اسے جادُو سمجھو جسے سوائے اُس کے دُوسرا نہیں سمجھ سکتا ۔ اس لئے اُس کی ذات پر "کیوں" "کیسے" یا "کس طرح" کے سوال حاوی ہی نہیں ہو سکتے ۔ عقل کُل بھی جس کے سمجھنے میں طفلِ ناداں ہے ۔ بھلا انسانی درجہ میں محدود عقل کہاں اس بات کا تصفیہ کر سکتی ہے ۔ کہ کیونکر آتما بھگوان سب کے پہلو بہ پہلو ہُوا پھر اسنگ اُداسین اور شُدھ رہتا ہے ۔ یہ ایک ایشوری بھید ہے اُسے کون سمجھ سکتا ہے ؟ خود وید بھگوان اور اُپنشدوں کی شرُتیاں بھی جب "نیتی نیتی" کہکر رہ جاتی ہیں ۔ تو پھر اس کی ماہیت کو کون جان سکتا ہے ۔ کہ یہ کیسے اور کیونکر عمل میں آیا ؟

اب ہم ذیل میں اِن تینوں منتروں کا بھاؤ ارتھ مختصر طور پر کہتے ہیں۔
اِن تینوں منتروں کے دوارا شرُتی بھگوتی نے وقت بیداری خواب اور گہری نیند کی حالت میں اس آتما کی سیر بیان کی ہے۔ اگرچہ جاگرت اوستھا میں یہ آتم بھگوان ستھول وشیوں کو بھوگتا ہُوا اپنی ترپتی مانتا ہے۔ اور سوپن کی حالت میں جاگرت کے سنسکاروں کے سبب منومئی اور سوکھشم بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ لیکن اس کے بعد سُکھپتی میں ان تمام ستھول اور سوکھشم وشیوں کو چھوڑ کر محض جہل سے گھرا ہُوا اپنے آپ میں ہی لُطف پاتا ہے۔ تاہم شرُتی کا مطلب یہاں صرف اتنا ہی ہے۔ کہ وُہ اِن تمام حالتوں سے گذرتا ہُوا بھی کسی حالت کی کسی بھی شئے سے متاثر یا متعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اسنگ اور نرلیپ ہی رہتا ہے۔ دیکھئے جب جاگرت سے سوپن میں جاتا ہے۔ تو جاگرت کے وشیوں کی پرواہ تک نہیں کرتا۔ مثلاً اُس دولت کو جسے اس نے نہایت محنت سے کمایا تھا۔ یا اُس اولاد کو جسے اِس نے مشکل سے پایا تھا۔ یکدم چھوڑ کر نیند میں محو ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اگر کوئی اُس کی نیند میں خلل ڈالے تو ناراض ہوتا ہے۔ اِسی طرح حالتِ خواب میں بھی وُہ گہری نیند کی طرف چلا جاتا ہے۔ خواب کے اندر کئی قسم کی خوبصورت اور نئی نئی دُنیا کو گھڑتا ہے۔ مگر اُس کی بھی اِسے پرواہ تک نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ فی الفور گہری نیند میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس گہری نیند کی حالت میں بھی سویا ہُوا اگرچہ پُورے آرام میں ہوتا ہے۔ اور اسے چھوڑنے کی بالکل خواہش نہیں رکھتا مگر پھر بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ آخر اُسے بھی ٹھکرا کر حالتِ بیداری یا خواب میں واپس آتا ہے۔ گویا اُسے نہ جاگرت کے ستھول وشیوں کی۔ نہ سوپن کے سوکھشم بھوگوں کی اور نہ ہی سُکھپتی کے آنند کی پرواہ ہے۔ بلکہ وُہ اپنے سچدانند سے ترپت اور مگن ہُوا اِن پُریوں میں سیر کرتا ہے۔ مگر کسی بھی وستو سے متعلق نہیں ہوتا۔ حقیقتاً اِن تینوں اوستھاؤں کے اندر جیو رُوپ ہو کر جو گھومتا ہے۔ وُہ خود پرماتما ہے۔ اس لئے اس تیسرے منتر کا آخری حصّہ کہتا ہے۔ کہ اِسی کے سبب یہ تمام وچتر پھیلاؤ ہے کیونکہ یہ ہی خود پرماتما کی ذات ہے۔
بھومکا۔ پچھلے منتر کے آخر میں شرُتی بھگوتی نے جیو آتما اور پرماتما کی وحدانیت کو مدِ نظر رکھتے ہُوئے جیو سے ہی تمام سنسار کے وستار کا اِشارہ دیا۔ اب اُسے تفصیل کے ساتھ کہتے ہیں۔

अपारमानन्दमखण्डबोधं यस्मिँल्लयं याति पुरत्रयं च ।
एतस्माज्जायते प्राणोमनः सर्वेन्द्रियाणि च ।
खं वायुर्ज्योतिरापश्चपृथ्वी विश्वस्य धारिणी ॥१६॥

ارتھ:۔ اپار آنند اور اکھنڈ بودھ سروپ جس میں تینوں پُریاں لین ہو جاتی ہیں۔ اُس سے پران من سرب اندریوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ نیز آکاش ہوا۔ آگ۔ پانی اور تمام سنسار کو اپنے اُوپر دھارن کرنے والی یہ پرتھوی سب اُسی سے پیدا ہُوتے ہیں۔
ویاکھیا۔ جیو اور برہم کی ایکتا کو ہی یہ منتر کہتا ہے۔ جس طرح "برہم ست چت اور آنند" ہے ایسی تعریف پرماتما کے حق میں ویدنے کی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اُنہیں الفاظ کو دُوسرے شبدوں میں کہا گیا ہے۔ ست کے مقابلے

ہیں یہاں "اپار" پد ہے۔ چت کے مقابلے میں "بودھ" ہے۔ اور "यो वै भूमा तत्सुखम्" یعنی جو بھوما ہے وہی سُکھ سروپ ہے۔ اِس شُرتی کے مطابق آنند کے مقابلے میں "اکھنڈ" پد ہے۔ جس کے معنی انت کے ہیں۔ اس طرح ان تین پدوں سے یہاں "برہم تتو" کا ہی نروپن ہوتا ہے۔ اس کے بعد "جس میں تینوں پُریاں لین ہو جاتی ہیں" ان تمام پدوں سے "جیو تتو" کا ورنن ہُوا ہے۔ کیونکہ ہم اچھی طرح پچھلے منتر کی ٹیکا میں کہہ آئے ہیں۔ کہ جاگرت سوپن اور سکھوپتی یہ تینوں حالتیں یکے بعد دیگرے اس جیو کے اندر گُم ہو جاتی ہیں۔ اور از سرِ نو یہ پھر پھر اُن کو اپنے سے ظاہر کرتا ہے۔ جب بیداری سے خواب میں جاتا ہے۔ تو بیداری کی حالت اس میں گُم ہو جاتی ہے۔ اور خواب کی دُنیا اُس میں نئی آ لگتی ہے۔ پھر جب گہری نیند کی حالت میں محو ہوتا ہے۔ تو خواب کا تمام کارخانہ اس میں لین ہو جاتا ہے۔ تب محض جہل سے ہی لت پت اور گھرا ہوتا ہے مگر پھر اسے بھی جب اپنے میں گُم کرتا ہے۔ تو حالتِ بیداری کے ساتھ پہلے کی طرح متعلق ہو جاتا ہے۔ اس طریقے پر شُرتی بھگوتی پرماتما اور جیو کو بالکل واحد ہی بیان کرتی ہے۔ اور فی الواقع یہ امر درست ہے۔ کہ خود پرماتما ہی جب ان حالتوں سے متصف ہوتا ہے۔ تو جیو نام پاتا ہے۔ مگر اس کے ایسے فعل سے اُس کے ذاتی سروپ کے اندر کوئی نئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی اس طرح سے کوئی نیا امر ایجاد ہوتا ہے۔ جس سے یہ سمجھا جائے کہ جیو پرماتما سے جُدا امر ثبوتی ہے۔ نیز جب پرماتما ہی کا جیو رُوپ سے پرویش اُپنشدوں میں بیان ہُوا ہو۔ تب تو اُن کی ایکتا میں شک ہی نہیں ہو سکتا۔ ہم یہاں — چھاندوگیہ اور تیتریہ اُپنشدوں کے حوالے دیتے ہیں۔ تاکہ اُن کی وحدانیت کے دعوے کو تقویت ملے۔

अनेन जीवेनात्मनानुप्रविश्य नामरूपे व्याकरवाणीति

ارتھات۔ اِس جیو آتما کے رُوپ سے پرویش کر کے پرماتما نے نام اور رُوپ کو پرگٹ کیا۔

तत्सृष्ट्वा तदेवानुप्राविशत् ॥

" پرماتما سرشٹی کو پیدا کر کے اُس میں جیو رُوپ سے پرویش کر گیا۔

اِس طرح شُرتی بھگوتی اِن ہر دو کی وحدت کو کہہ کر اب اُس سے سنسار کی اُتپتی کو کہتی ہے۔ اُس پرماتما رُوپ جیو سے پران۔ من اور اندریوں کی اُتپتی ہوئی۔ شُرتی کی اس سے مُراد سُوکھشم سرشٹی سے ہے۔ جس کے ساتھ تعلق پانے سے پرماتما خود سمشٹی جگت کے اندر ہرنیہ گربھ اور ویشٹی سنگھات میں تیجس رُوپ ہوتا ہے۔ اور جس طرح ویشٹی دُنیا میں پانچ پران۔ پانچ گیان اندریاں۔ پانچ کرم اندریاں اور من اور بُدھی مل کر ہمارا سُوکھشم یعنی لِنگ جسم تیار ہوتا ہے۔ اُسی طرح سمشٹی جگت کے اندر پران سے مطلب شُرتی کا مکمل کریا شکتی سے ہے۔ اور من اور اندریوں سے مطلب سمپورن گیان شکتی سے ہے۔ اور جہاں کریا شکتی اور گیان شکتی موجود ہوں۔ وہاں لازمی طور پر اچھا شکتی کو ماننا ہوگا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گیاتا جو جو کرم کرتا ہے۔ خواہش یعنی اچھا پُوربک کرتا ہے۔ بغیر مرضی کے کسی سے کوئی کام سرزد نہیں ہوتا۔ اِس لئے گیان شکتی اور کریا شکتی کے ساتھ اچھا شکتی کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس شُرتی نے گیان اچھا اور کریا شکتی کی پیدائش سے تمام سُوکھشم سرشٹی کی اُتپتی کہی ہے۔ اب اُس پرماتما رُوپ جیو سے ستھول سرشٹی دکھلاتے ہیں جس کے ساتھ متعلق ہُوا پرماتما پہلے کی طرح سمشٹی جگت کے اندر خود ہی وراٹ رُوپ اور ویشٹی سنگھات میں وشو رُوپ ہوتا ہے۔

اُس پرماتما رُوپ جیو سے پھر آکاش ہوا آگ۔ پانی اور زمین وجود میں آئے۔ ازاں بعد اُن کے باہمی ارتباط و اختلاط

سے برہمانڈ پیدا ہُوا جس کے اندر چودہ بھون دویپ کھنڈ لوک پرلوک سُورگ نرک وغیرہ کا سلسلہ شروع ہُوا اور یہ تمام کائنات پرماتما رُوپ جیو کا ہی وستار یعنی پھیلاؤ ہوا۔

بھومکا۔ اگرچہ ان پچھلے چند منتروں سے جیو برہم کی ایکتا اُن کی تشریح کر نیسے صاف صاف ظاہر ہی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اُوپر دکھلایا ہے۔ تاہم شرتی بھگوتی خود اپنے لفظوں میں بھی اب مہاواکیہ کا ارتھ اس اگلے منتر میں کہتی ہے۔

यत्परं ब्रह्म सर्वात्मा विश्वस्यायतनं महत् ।
सूक्ष्मात्सूक्ष्मतरं नित्यं तत्त्वमेव त्वमेव तत् ॥१७॥

ارتھ:۔ جو سُوکھشم سے بھی سُوکھشم پرم برہم سرب کا آتما اس بڑے وشال جگت کا نت آدھار ہے۔ "وہ تُو ہے" اور "تُو وُہی ہے"!

ویاکھیا۔ یہاں بھگوتی شرتی جیو کو عین پرماتما کہہ کر پکارتی ہے۔ کہ "تُو وُہی ہے"۔ اور ویدانت کا یہ فلسفہ ایک اعلےٰ سدھانت ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی درُست امر ہے۔ کہ عام لوگوں کی ویدانت تک رسائی و دلچسپی نہیں۔ وُہ کہتے ہیں کہ "اہنگ برہم اسمی" یعنی "مَیں برہم ہُوں" یہ دعوئے خدائی ہے۔ تکبر میں داخل ہے۔ اس لئے کُفر ہے۔ اور ایسا کہنا بھاری گُناہ ہے۔ مگر ناظرین ان لوگوں کی یہ سراسر بھُول اور غلطی ہے۔ جو ایسا کہتے اور جانتے ہیں۔ اگر سچ مچ یہ کُفر کا ہی کلمہ ہوتا تو کیوں شُرتی بھگوتی خود اُس کا اُچارن کرتی اور اس کے جاپ کی فہمائش کرتی، چنانچہ ہم ویدوں کے اندر بے شمار ایسے منتر پاتے ہیں جن سے خاص طور پر انہیں خیالات کی تعلیم دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں جو اعلےٰ ثمرہ یعنی پھل نعرہ برہم اسمی کے بلند کرنے والے عارف کو ملتا ہے، شُرتی بھگوتی فرماتی ہے، اس کا بھی تذکرہ ویدوں کے اندر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ مگر اس سے مُکتی رُوپ پھل پراپت ہونے کی شہادت ہم ان میں پاتے ہیں۔ اس لئے ایسا کہنا بالکل بیجا اور غلطی ہے۔ کہ "مَیں برہم ہوں" کُفر و نخوت میں داخل ہے۔

یہ بھی جان لو کہ یہاں جیو کی ایکتا برہم کے ساتھ دکھلائی جا رہی ہے۔ ایشور کے ساتھ نہیں جن لوگوں کی طرف سے اس قسم کے سوال پیدا ہوتے ہیں۔ وُہ خود شُبہ میں ہیں۔ اور اُن کو برہم اور ایشور کی ذات سے واقفیت حاصل نہیں۔ یہ درُست ہے۔ کہ جیو کبھی ایشور نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ بھی عین سچائی ہے۔ کہ جیو عین برہم سروپ ہے بُلبُلے کی ایکتا کبھی بھی سمندر کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ تاہم اگر یہ کہا جائے۔ کہ بُلبلا عین پانی ہے تو یہ صحیح ہے۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ کسی قسم کے شک میں الجھا جائے۔ برہم اور ایشور کا بھید اچھّی طرح جان لینا ضروری ہے۔ حق تو یہ ہے۔ کہ عرفان کا واقف یعنی "اہم برہم" کی رمز کو جاننے والا اعلےٰ درجے کا ایشور بھگت بھی ہو سکتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ خدائی دعوے ہے۔ وُہ یہ نہیں جانتے۔ کہ وُہ باطن میں کس قدر عاجز اور بے خود ہو چکا ہوتا ہے۔ بھلا جس نے اپنی خُودی کو جڑھ سے اکھیڑ دیا ہو وُہ ایسا نہ سمجھے یا کہے تو اور کیا کرے۔ وُہ باطن میں جیسا سمجھتا ہے۔ ویسے ہی اُسے زبان پر لاتا ہے۔ یہ گناہ نہیں کیونکہ وُہ ایسا کہنے یا ماننے سے دُنیا کے ساتھ دغا یا دھوکا نہیں کرتا۔ بلکہ عین حقیقت کو بیان میں لاتا ہے۔ اور جو وُہ حقیقتاً ہے۔ کہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ عرفان کے جاننے والا خود خدا ہے۔ اس لئے اُس کی ثنا میں وید بھی کہتے ہیں۔

यो ब्रह्मवेद् ब्रह्मैव भवति ॥

یعنی جو برہم کو جانتا ہے۔ وُہ برہم ہی ہے۔ اور یہ جائز ہے گُناہ نہیں۔ دہرم ہے ادہرم نہیں۔ عوام نے خُود کی پہچان نہیں کی۔ لیکن وُہ خُود سے واقف ہے۔ اور خُود سے واقف ہونا پاپ نہیں بلکہ پُن ہے اور تمام پُن محض اسی لئے کئے جاتے ہیں۔ کہ آدمی خُود شناس ہو۔ اس لئے آؤ اور اس وید کے انمول سدھانت پر ایمان لاؤ۔ یہ تمہیں تمہاری اصلیت سے آگاہ کرتا ہے۔ تم بھُول میں ہو اور بوجہ جہل خُود کو انسان یا آدمی جانتے ہو مگر یہ سدھانت تمہیں برہم کہکر دھوکے سے بچاتا ہے۔ چنانچہ خبردار اور ہوشیار ہو جاؤ۔ تم میں نہ انسانیت ہے۔ اور نہ آدمیت بلکہ تم میں رُوحانیت ہے۔ اور تم عین حق ہو۔

بھُومکا۔ اب آگے ۱۸ منتر سے ۲۴ تک جن مہاتما پُرشوں کو دیدارِ حق ہُوا ہے۔ اور مہاواکیہ کا ایکتا رُوپ ارتھ ساکھیات ہُوا ہے۔ اُن کے انوبھو کو بھی شرتی بھگوتی کہتی ہے۔ یا یُوں سمجھو۔ کہ جو برہم وِدیا سمبندھی پرشن اس اُپنشد کے عین شروع میں اشولائین رشی نے بھگوان برہماجی سے پرتی کیا تھا۔ اور جس کا پرتکھش اور ساکھیات سادھان نہ کر کے بدھاتا نے محض اُس کی پراپتی کے کچھ سادھن ہی شردھا۔ بھگتی دھیان اور یوگ آدی کہے تھے۔ اب اُسی برہم وِدیا کا پرگٹ سرُوپ بیان کرنے کے لئے شرتی بھگوتی اگلے منتروں کو کہتی ہے۔ اس طرح آگے کے اِن سات منتروں کی بھُومکا دونوں پرکار بن سکتی ہے۔ نیز یہ تمام منتر برہم وِدیا کے پھل جیون مُکتی اور بعد میں ہونے والی کیولیہ مُکتی یعنی نِروان بد کو بھی کہیں گے۔ اس طرح سرب دُکھوں کی نورتی اور پرمانند بھاؤ کی پراپتی جو ویدانت شاستر کے اندر موکھش کا سرُوپ ورنن ہُوا ہے۔ یہ پریوجن بھی ان ہی منتروں سے سِدھ ہوگا۔

اب ہم ذیل میں بالترتیب اُن منتروں کو درج کرتے ہیں۔

जाग्रत्स्वप्नसुषुप्त्यादि प्रपंचं यत्प्रकाशते ।
तद्ब्रह्माहमिति ज्ञात्वा सर्वबन्धैः प्रमुच्यते ॥१८॥

ارتھ۔ جاگرت سوپن اور سکھپتی آدی پرپنچ جس سے پرکاشت ہوتا ہے۔ "وُہ برہم مَیں ہُوں"۔ جو اس پرکار جانتا ہے وُہ تمام بندھنوں سے مُکت ہو جاتا ہے۔

त्रिषु धामसु यद्भोग्यं भोक्ता भोगश्च यद्भवेत् ।
तेभ्यो विलक्षणः साक्षी चिन्मात्रोहं सदाशिवः ॥१९॥

ارتھ۔ جاگرت سوپن اور سکھپتی کی اوستھاؤں میں جو بھوگتا بھوگ اور بھوگیہ ہیں۔ اُن سے وِلکھش "ساکھشی چن ماتر سدا شِو مَیں ہُوں"۔

मय्येव सकलं जातं मयि सर्वं प्रतिष्ठितं ।
मयि सर्वं लयं याति तद्ब्रह्माद्वयमस्म्यहं ॥२०॥

ارتھ۔ مجھ سے ہی سمپورن جگت پیدا ہوتا ہے۔ مجھ میں ہی ٹھہرتا ہے۔ اور میرے میں ہی لین ہو جاتا ہے۔" وہ اودویت برہم میں ہی ہوں۔"

अणोरणीयानहमेव तद्वन्महानहं विश्वमिदं विचित्रं ।
पुरातनोऽहं पुरुषोऽहमीशो हिरण्मयोऽहं शिवरूपमस्मि ॥२१॥

ارتھ۔"میں سُوکھشم سے سُوکھشم ہوں"۔ اسی طرح "استھول سے استھول ہوں"۔ بلکہ تمام وچتر سنسار بھی میں ہوں۔ "میں سناتن ہوں" "میں پورن ہوں"۔ "میں ایشور ہوں"۔ "میں تیجومے ہوں" اور "میں شِو رُوپ ہوں"۔

अपाणि पादोऽहमचिंत्यशक्तिः पश्याम्य चक्षुः सशृणोम्यकर्णः ।
अहं विजानामि विविक्तरूपो न चास्ति वेत्ता मम चित्सदाहं ॥२२॥

ارتھ۔ میرے ہاتھ پاؤں نہیں۔ مگر اچنت شکتی ہوں۔ میری آنکھیں نہیں مگر میں دیکھتا ہوں۔ میرے کان نہیں مگر سُنتا ہوں۔ میں سُوکھشم رُوپ ہو کر تمام کو جانتا ہوں۔ مگر مجھے جاننے والا نہیں۔ اور میں سدا گیان سروپ ہوں"۔

वेदैरनेकैरहमेव वेद्यो वेदांतकृद्वेदविदेव चाहं ।
न पुण्य पाप मम नास्ति नाशो न जन्मदेहेंद्रिय बुद्धिरस्ति ॥२३॥

ارتھ۔ انیک ویدوں کی تعلیم کے دوارا میں ہی جاننے یوگیہ ہوں۔ میں ہی ویدانت سمپردائے کا کرتا ہوں اور میں ہی خود وید کا جاننے والا ہوں۔ نہ میرے پُن ہیں۔ نہ پاپ۔ نہ میرا ناش ہے نہ جنم" اور نہ ہی میرا جسم اندریاں اور بدھی ہیں۔

न भूमिरापो मम वह्निरस्ति नचानिलोमेऽस्ति न चांबरं च ।
एवं विदित्वा परमात्मरूपं गुहाशयं निष्कलमद्वितीयं ।
समस्तसाक्षिं सदसद्विहीनं प्रयाति शुद्धं परमात्मरूपं ॥२४॥

ارتھ۔ نہ میں زمین ہوں۔ نہ پانی ہوں نہ ہوا ہوں۔ اور نہ ہی آکاش ہوں۔ اس پرکار بدھی رُوپ گپھا میں استھت کلا رہت اودویت سرب جگت کے ساکھشی ست است سے رہت شدھ پرماتما کے سروپ کو آتم رُوپ سے جان کر عارف یعنی برہم گیانی موکھش پد کو پراپت کر لیتا ہے۔

دیاکھیا۔ مندرجہ بالا تمام منتروں کے اندر مہاواکیہ کا ہی وچار کیا گیا ہے۔ اور یہ ویدانت کا پورا سدھانت ہے۔ کہ مہاواکیہ کے وچار کے بنا کسی کو کبھی بھی آتم ساکھشات کار نہیں ہوتا۔ اگرچہ اور تمام سادھن بھی آتم گیان کے لئے ہی سمجھے گئے ہیں۔

مگر آخیر میں صاف اور سیدھا راستہ ان مہاواکیوں کا ہی وچار ہے ۔مہاواکیہ کے اندر بھی واکیہ کے گیان سے پہلے پدوں کا گیان لازمی طور پر ہونا چاہیئے ۔جب تک پدوں کا گیان نہ ہو واکیہ کا گیان ہو ہی نہیں سکتا ۔اور یہ نیم محض مہاواکیوں کے اندر ہی نہیں بلکہ تمام لوکک واکیوں کے اندر بھی مُساوی ہے ۔ایک واکیہ کے اندر کئی پد ہوتے ہیں جن سے وُہ واکیہ بنتا ہے ۔اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی پدوں کے ارتھ نہ جانتا ہو تو سارے واکیہ کا ارتھ کب جان سکیگا ۔ ویدوں اور اُپنشدوں کے اندر اگرچہ جیو اور برہم کی ایکتا کے کہنے والے بے شمار واکیہ ہیں جنہیں بھی مہاواکیہ کے نام سے پکارا جا سکتا ہے ۔تاہم چار ویدوں میں چار ہی مہاواکیہ پرسدھ ہیں ۔اور وُہ یہ ہیں ۔

۱ ۔ رگ وید کے اندر ایتریہ اُپنشد میں ॥ प्रज्ञानं ब्रह्म یہ مہاواکیہ ہے ۔
۲ ۔ یجر وید کے اندر برہدارنیک اُپنشد میں ॥ अहमब्रह्मास्मि یہ مہاواکیہ ہے ۔
۳ ۔ سام وید کے اندر چھاندوگیہ اُپنشد میں ॥ तत्वमसि یہ مہاواکیہ ہے ۔اور
۴ ۔ اتھرون وید کے اندر مانڈوکیہ اُپنشد میں अयमात्माब्रह्म یہ مہاواکیہ ہے ۔

مگر ہم ان میں سے صرف ایک तत्वमसि (تتو مسی) مہاواکیہ (جو ان چاروں کے اندر بھی پردھان ہے) کا ہی وچار کر کے جیو برہم کی ایکتا کو دکھلائیں گے ۔

اس مہاواکیہ کے اندر تین پد ہیں ۔ پہلا پد ॥ तत् ہے ۔ دوسرا ॥ त्वम् ہے ۔اور تیسرا असि ہے ॥ तत् کے معنی "وُہ" کے ہیں ۔ त्वम् سے مطلب "تو" کا ہے ۔ اور असि ایکتا کے کہنے والا ہے ۔اس طرح سارے مہاواکیہ کا ارتھ "وُہ تو ہے" ۔ یہ سمجھا جائے گا ۔ مگر جب تک اُوپر کہے ہُوئے نیم کے مطابق پدوں کا گیان نہ ہو اس تتو مسی مہاواکیہ کا ارتھ بھی صاف نہ ہو سکیگا ۔اس لئے واکیہ ارتھ کے کہنے سے پہلے ہم اس کے پدوں کا ارتھ کرتے ہیں ۔

"تت" کے معنی ایشور چیتن کے ہیں ۔"تونگ" سے مطلب جیو چیتن کا ہے ۔"اسی" سے مُراد اُن دونوں کی ایکتا میں ہے ۔اس طرح سارے مہاواکیہ کا ارتھ "وُہ ایشور تو جیو ہے" یہ ہی نکلتا ہے ۔مگر خُوب غور کرنے سے معلُوم ہوگا کہ یہ ارتھ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ ایشور سروگیہ اور جیو الپگیہ ہے ۔ ایشور سرب شکتی مان ہے ۔اور جیو الپ شکتی والا ہے ۔ ایشور ویاپک اور پُورن ہے ۔ مگر جیو پرچھن اور محدُود ہے ایشور ساری سرشٹی کا نیامک ہے ۔اور تمام پرانیوں کو اُن کے کرموں کے مطابق پھل دینے والا ہے ۔مگر جیو ایک تنکے کو بھی پیدا نہیں کر سکتا ۔ اور بالکل عاجز دین دُکھی اور سُکھ دُکھ کا بھوگتا ہے ۔تو کیونکر اس مہاواکیہ کا ارتھ یُوں کہا جا سکتا ہے "کہ ایشور جیو ہے" ۔ ایشور کبھی جیو یا جیو کبھی ایشور نہیں ہو سکتا ۔اور جنہوں نے مہاواکیوں کے اندر ان دو کی ایکتا سمجھی ہے ۔اُنہوں نے ویدانت کے گوڑھ مطلب کو نہیں پایا ۔ اس لئے غور اور خوض کر کے سوچنا چاہیئے ۔جس سے شرتی بھگوتی کا مطلب بھی حل ہو اور وُہ مہمل اور بے معنی بھی نہ سمجھی جائے ۔ اس لئے ہمارے آچاریوں نے اس کے اندر خُوب گہرے وچار کیے ہیں ۔ اور دھیان اور مُراقبہ کے بعد اس نتیجے پر پہونچے ہیں ۔کہ اگرچہ جیو کی ایکتا ایشور کے ساتھ قطعی ناممکن ہے ۔ تاہم جیو برہم سرُوپ ہی ہے ۔ گو وُہ اوِدیہ جہل خُود کو اور کا اور سمجھ رہا ہے ۔ مگر جب اُس کا پردہ جہل چاک ہوتا ہے ۔ تو وُہ خُود کو عین برہم روپ ہی جان لیتا ہے ۔ اسی لئے مہاواکیہ کے ارتھ ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے ہمارے آچاریوں نے "تت" اور "تونگ" کے

(۲) (۲) دو دو ارتھ کیے ہیں۔ پہلا واچیہ ارتھ ہے۔ اور دوسرا لکھش ارتھ ہے۔ "تت پد" کا واچیہ ارتھ ایشور چیتن ہے۔ مگر لکھش ارتھ برہم چیتن۔ اسی طرح "توم پد" کا واچیہ ارتھ جیو چیتن ہے۔ اور لکھش ارتھ ساکھشی چیتن۔ یوں واچیوں کی یعنی ایشور اور جیو کی ایکتا نہ کر کے اُنہوں نے برہم اور ساکھشی کی ایکتا کی ہے۔ اور اس طرح ہر دو کو ایک کہا ہے۔ اور یہ امر فی الواقع درست ہے۔ ایشور چیتن سے اُن کا مطلب مایا اُپادھی والے چیتن سے ہے۔ مگر برہم سے اُن کی مُراد اُس چیتن سے ہے جس کے ساتھ مایا کا کوئی تعلق نہیں۔ یعنی جو بالکل اسنگ اور اُداسین ہے۔ اسی طرح جیو چیتن سے بھی اُن کا مطلب اودیا اُپادھی والے چیتن سے ہے۔ مگر ساکھشی چیتن سے اُن کی مُراد اُس چیتن سے ہے جس کے ساتھ اودیا کا کوئی سمبندھ نہیں اور جو محض درشٹا اور شاہد ہے۔

ناظرین! اس میں کچھ بھی تعجب نہ مانیں کہ ایک چیتن کے چار چیتن کس طرح ہو سکتے ہیں۔ تو اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ چیتن ہمیشہ سے ایک ہے۔ اور ایک ہی رہے گا۔ تاہم اُس چیتن کے سہارے رہنے والی بھگوت شکتی اُس ایک اُدتی اور اواچیہ چیتن میں بھی انیک پرکار دکھلاتی ہے۔ اور ایسا اُسے جائز ہے۔ کیونکہ وُہ اگھٹ گھٹن ہے۔ جیسے کہ وید کی شرتی ہے۔

इन्द्रो मायाभिः पुरुरूप इयते ॥

یعنی پرماتما اپنی مایا کے ذریعے کئی رُوپوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس طریقے سے ایشور چیتن اور جیو چیتن کے اندر مایا اور اودیا جو بھید ہیں۔ اُنہیں تیاگ کر برہم چیتن اور ساکھشی چیتن کی ایکتا ہوتی ہے۔ اور ٹھیک ایسی ایکتا میں ہی مہاواکیوں کا مطلب ہے۔ اسطرح شرتی بھی درست ثابت ہوتی ہے۔ اور انوبھو کے ساتھ بھی کوئی ورودھ نہیں پایا جاتا۔ یوں برہم گیانی عارف پرماتما کے ساتھ اپنی وحدانیت کو جان لیتا ہے۔

مگر اتنا گیان محض مہاواکیہ کا شرون ہی کہلاتا ہے۔ اس کے بعد منن اور ندھیاسن کرنے ابھی باقی ہوتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ کافی سمے تک اُن کا انوشٹھان نہ ہو درڑھ آتم ساکھیات کا رپیدا نہیں ہوتا۔ اور جب تک وُہ پختہ اور مضبُوط نہ ہو۔ کیوُلیہ موکھش کے لئے بھی کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اُس کا سبب یہ ہے۔ کہ اگر کسی کو آچاریہ کی مہربانی سے مہاواکیہ کے شرون پُوربک آتم ساکھیات کار بلا کسی شک وشبہ کے ہو بھی جائے۔ اور واقعی دانا ادھیکاری کو ایسا ہوتا ہے۔ تو بھی بوجہ وہم اُلٹا پن یعنی "خُودی" جسے ویدانت پرکریا کے اندر ادھیاس یا وپریت گیان اور وپریہ بولتے ہیں۔ ایسا ساکھیات کار درڑھ نہیں مانا جاتا۔ اور نہ ہی اُس سے وکھشیپ کی نورتی یا مکمل شانتی ملتی ہے۔ مگر جب اُس کے لئے بھی مسلسل ابھیاس کیا جاتا ہے۔ اور اِس کے سبب ادھیاس یعنی وہم اُلٹا پن کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو وُہ اِس برہم گیانی عارف کے برہم آنند کا مظہر اور جیون مُکتی کی خاص شانتی کا مُوجب ہوتا ہے۔ اگرچہ عارف کے بھی تا موت اِس وہم یا اُلٹا پن کی قطعی نورتی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بوجہ پراربدھ کرم اُس کا وِوہار بھی زندگی تک چلتا ہے۔ تو بھی ایسے گیانی مہاتما کے لئے وُہ سکھ دُکھ کا سبب نہیں ہوتا۔ بلکہ جب تک وُہ اِس بھوتک جسم کو اُٹھائے پھرتا ہے۔ بھوگ اور موکھش دونوں کو بھوگتا ہُوا نقد نجات پاتا ہے۔ اور جسم کے چھُوٹ جانے سے کیوُلیہ مُکتی کو پراپت کرتا ہے۔

بھُومکا۔ برہم وِدیا کا پھل کے سہت نروپن ہو چکا۔ مگر جس مُمکھشو کو اس پرکار کا آتم گیان باوجُود اِس کے شرون کئے

ہُوئے بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اُس کے لئے شرُتی بھگوتی مہربانی فرماکر آخر میں "شت رُودری" کے جاپ کو بھی اِس برہم ودّیا کی پراپتی کا سادھن بیان کرتی ہے۔ کیونکہ ہزارہاں کی مانند اُسے اِس دُکھی اور تپتے ہُوئے جیو سے محبّت ہے۔ اور وہ چاہتی ہے۔ کہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اِس جیو کا اِس سنسار سے سُدھا ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ اگلے منتر میں "شت رُودری" کے جاپ کرنے والے کو جو پھل ہوتا ہے۔ اُسے وہ کہتی ہے۔

यः शतरुद्रियमधीते सोऽग्निपूतो भवति वायुपूतो भवति सुरापानात्पूतो भवति ब्रह्म-हत्यायः पूतो भवति सुवर्णस्तेयात्पूतो भवति कृत्याकृत्यात्पूतो भवति । तस्मादविमुक्त-माश्रितो भवत्यत्याश्रमी सर्वदा सकृद्वा जपेत् । अनेनेज्ञानमाप्नोति संसारार्णवविनाशनं तस्मादेवं विदित्वैनं कैवल्यं फलमश्नुते कैवल्यंफलमश्नुते इति ॥२५॥

॥ इति श्री कैवल्योपनिषद् समाप्ता ॥

ارتھ۔ جو مُمکھشو "شت رُودری" اِس نام والے وید منتروں کا پاٹھ یا جاپ کرتے ہیں۔ وہ آگ اور ہوا کی مانند پوتر کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ مدرا کے پینے سے۔ برہم ہتیا کے کرنے سے۔ سورن کی چوری سے جو جو پاپ ہوتے ہیں۔ اُن تمام سے بَرِی الذِّمہ ہوئے کیئے اور نہ کیئے۔ پاپ اور پُن سے بھی تعلق نہیں رکھتے اِس لئے مُمکھشو ہمیشہ اِس پُن پاٹھ کا انوشٹھان کرے۔ یقیناً اِس جاپ سے قلب کی شُدھی ہونے کے بعد اُوپر کہی ہُوئی برہم ودّیا دوارا اِس سنسار ساگر کو تیرتا ہُوا آخر کیوَلیہ پد کو پراپت کرلیتا ہے۔ دوبارہ کتھن اُپنشد کی سماپتی کے لئے ہے۔

دیاکھیا۔ اِس آخری منتر میں شرُتی بھگوتی نے "بھگوت نام" کی مہما کو کہا ہے۔ مطلب اُس کا یہ ہے۔ کہ جو شخص اُوپر کہی ہُوئی برہم ودیا کو بوجہ پاپوں کی زیادتی کے سُن کر بھی جان نہیں سکتا۔ اُسے اپنے قلب کی صفائی کے لئے اس شت رُودری کا باقاعدہ پاٹھ کرنا چاہیئے۔ یہ پاٹھ انتر آتما سے ہو۔ اِس سے سمے پاکر اُس کا انتہ کرن شُدھ ہوگا۔ اور وہ اس برہم ودیا کا ادھیکاری ہوکر شروان منن اور ندھیاسن سے آتما کا ساکھیات کار کرتا ہُوا کیوَلیہ مُکتی کو پراپت ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ قلب کی شُدھی کے لئے جن جن وید منتروں یا ستوتروں کے پاٹھ کا خُود وید حُکم دیتا ہے۔ اُن کے انوشٹھان سے ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ بھگوت نام کی یہ مہماں ہے۔ کہ اُس سے پاپ مثل لکڑی راکھ ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔ اور پھر "شت رُودری" میں خاص کر اِشٹ دیوتا بھگوان مہادیو کی اُستتی کی گئی ہے۔ جن کا نام شاستروں کے اندر "آشوتوش" ہے۔ اور جو اپنے بھگت پر جلدی ہی پرسنّ ہو جاتے ہیں

کیوں اِس کے جاپ اُور الوشٹھان سے انتہکرن پوتر نہ ہو گا ۔ ہوگا اُور اوشیہ ہوگا ۔ اُور اُن کے ہی پرساد سے یہ دھیکاری اُوپر کہی ہُوئی برہم وِدّیا کو جان کر کرتیہ کرتیہ ہُوا کیوَلیہ مکتی کو پراپت کریگا ⁘

(اوم شم)

رُباعیاتِ رواں

از قلم چودھری جگت موہن صاحب ایم ۔ اے رواں (مرحوم)

ضبطِ نفس

جب نفس پہ فتحیاب ہو جاتا ہے
انسان رفعت مآب ہو جاتا ہے
ہے سوزشِ عشق کی یہ ادنےٰ تاثیر
صد داغِ دل آفتاب ہو جاتا ہے

فیضِ عشق

جب عشق سے فیضیاب ہو جاتا ہے
دل خوگرِ پیچ و تاب ہو جاتا ہے
اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے بشر
ایسا کچھ انقلاب ہو جاتا ہے

"مکت آتما کا نعرہ"

جتنا بے ہوش تر ہوں دانا تر ہُوں
جتنا مشہور تر ہوں رُسوا تر ہوں
کیا مجھ کو مٹائے گا مٹانے والے
مَیں ہستی و نیستی سے بالا تر ہُوں

"Om" Lahore
Mukti Ank.

March, April.
1941.

योगीश्वर श्रीशिव

THE GITA PRESS, GORAKHPUR.

(۱)

"مکتی کیا ہے؟"

مُکتی کے معنی چھوٹنے کے ہیں۔ اور چھوٹنے یا چھٹکارا پانے کا میلان ہر جاندار میں موجود ہے۔ سب جاندار دُکھ سے بچنا اور سُکھ پانا چاہتے ہیں۔ اس لئے مکتی کی تلاش کُل زندگی کی اپنی اندرونی صفت ہے۔ کوئی بیرونی فرض یا خیالی ایجاد نہیں ہے۔ اس عالمگیر میلان کے بغیر زندگی کہیں وجود نہیں رکھتی۔ جہاں یہ میلان موجود نہیں۔ وہاں یا تو زندگی کا ظہور ہی نہیں ہوا۔ یا زندگی ختم ہو چکی ہے۔ اور اگرچہ ناگوار شئے یا حالت سے رہائی پانے اور خوشگوار شئے یا حالت کو حاصل کرنے کی خواہش زندگی کی صفت عامہ ہے۔ مگر یہ قدرتی میلان انسانی زندگی میں اپنے کئی رُوپ بدلتا ہوا نظر آتا ہے۔ انسان کے سوا دوسرے جانداروں میں یہ قابلیت موجود ہی نہیں۔ کہ وہ واقعی دکھ کو بھی شدید ترین سکھ میں بدل سکیں۔ اور واقعی سُکھ کو بھی نہایت سخت عذاب محسوس کرنے لگیں۔ ان کے لئے تو واقعی دُکھ دُکھ ہے۔ اور واقعی سُکھ سُکھ ہے۔ مگر انسان کے اندر یہ عجیب و غریب طاقت موجود ہے۔ کہ وہ واقعی دُکھ اور سُکھ کو پیچ در پیچ بدل کر انہیں طوالت دے سکتا ہے۔ وہ نہایت شدید دُکھ۔ عذاب۔ قید۔ بلکہ موت کو دلی خوشی سے اپنے لئے چُن کر ان میں بے انداز خوشی اور سرور محسوس کر سکتا ہے۔ اور خاص خاص حالات میں اسے سُکھ۔ آزادی اور زندگی ناقابل برداشت معلوم ہوا کرتے ہیں۔

باقی تمام جانداروں اور انسان میں اس عظیم فرق کا راز یہ ہے۔ کہ جہاں باقی سارے جاندار صرف احساس (Sensation) کے لیول پر جیتے ہیں۔ انسان تفکر اور معنی کے طبقے پر جینے کے قابل ہے۔ خیال اور معنی کے لیول پر تمام احساسات کی قیمت بدل جاتی ہے۔ اس بلندی پر اکثر اوقات جو ناقابل برداشت دُکھ تھا۔ وہی نہایت مسرت بخش ہو جاتا ہے۔ انتہائی افلاس بھی شہنشاہی محسوس ہوتی ہے۔ زہر آب حیات کی صُورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور قید آزادی کا۔ ذلت عزت کا اور تواضع بلندی کا بے بہا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

انسانیت کی زندگی احساسات کو معنی دینے میں ہے۔ تجربہ تو سب جاندار حاصل کرتے ہیں۔ مگر

اِنسان اِس تجربے کو سمجھ کر اِسے معنی دے سکتا ہے اَور معنی دینے پر وہی تجربہ ایک نئی صُورت اَور معنی اختیار کر لیتا ہے۔ ایک نقشے یا کتاب کو حیوان یا بچّہ بھی دیکھ سکتا ہے۔ مگر اس کے معنی سمجھنا صرف ترقی یافتہ اِنسان کا حِصّہ ہے۔

تجربہ کو معنی دینے یا اس میں معنی دیکھنے کے باعث انسان کو جو شئے حِسّی طبقے پر بالکل ناگوار محسوس ہو رہی تھی۔ وہی معنوی لیول پر نہایت خوشگوار معلُوم ہونے لگتی ہے۔ وُہ دُکھ۔ قید اَور مَوت کو خوش گوار جان کر اپنے لئے چُنتا ہے۔ اَور ان حالتوں میں واقعی۔ پائیدار اَور گہری لذّت محسُوس کرتا ہے۔ اَور بارہا سُکھ۔ آزادی اَور زندگی کو عین دُکھ۔ قید اَور بدتر از موت سمجھتا ہُوا اِن سے نفُور ہوتا ہے۔

مگر باوجُود اِس عظیم فرق کے مُکتی کا میلان تمام زِندگی میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً جب تک اِنسان حیوانی لیول سے اُوپر نہیں اُٹھتا۔ وُہ حِسّی دُکھ سے نجات اَور حِسّی سُکھ کو پانا چاہتا ہے۔ اَور جب وُہ معنوی بلندی کو حاصل کرتا ہے۔ تب وُہ جس بات میں دُکھ سمجھتا ہے۔ اگرچہ وُہ حِسّی طبقے پر شدید سُکھ محسُوس ہو رہی ہو۔ اس سے چھوٹنا چاہتا ہے۔ اَور جس بات میں سُکھ سمجھ لیا ہے باوجُود اِس کے ناگوار ہونے کے اسے اپنے لئے منتخب کرتا ہُوا اس میں ایک پائیدار لذّت دیکھتا ہے۔ بہر حال وُہ جس بات کو معنوی طبقے پر ناگوار جانتا ہے۔ اس سے رہائی کا طالب ہوتا ہے۔ اَور اُسی لیول پر جو شئے اِسے خُوشگوار معلُوم ہوتی ہے اسے پانا یا برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

ہر حالت میں ناگوار شئے یا حالت دُکھ معلُوم ہوتی ہے۔ اَور گوارا شئے سُکھ۔ پرتی کُولتا میں دُکھ ہے۔ اَور انُوکُولتا میں سُکھ۔ مگر جہاں حِسّی طبقے پر درد اَور دُکھ ایک ہی شئے ہے۔ معنوی طبقے پر ضرُوری نہیں۔ کہ درد ضرُور ہی دُکھ دینے والا ہو جب کسی ہستی یا مقصد کے لئے دِل میں سچّی محبّت یا لگن ہوتی ہے۔ تب اس کے لئے درد ہی ناقابل بیان لذّت دیتا ہُوا سچی خوشی کا پیمانہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ دل میں محبّت یا لگن کی موجُودگی دُکھ کی ناگواری اَور پرتی کُولتا کو دُور کر دیتی ہے۔

اگر انسانی زِندگی میں ایسا نہ ہو سکتا۔ تو مہاپُرشوں کے جیون میں درد اَور سُرور اکٹھے نہ پائے جا سکتے۔ درد کے بغیر مہانتا کا حصُول ممکن ہی نہیں۔ درد ہی سوئی ہُوئی طاقتوں کو خواہ وُہ جسمانی ہوں یا ذہنی۔ جگانے والا ہے۔ اَور چونکہ کسی مہاپُرش کی زِندگی صرف احساسات سے اُوپر معنی کے لیول پر ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے دُکھ بھی سچّی خوشی کے حصُول کے ذرائع بن جاتے ہیں۔ ایک طرف تو بدن کھولتے ہُوئے پانی میں اُبالا جا رہا ہے۔ دوسری طرف چہرے سے بشاشت برس رہی ہے۔ ایک طرف جسم ٹکڑے ٹکڑے کیا جا رہا ہے۔ اَور دُوسری طرف وُہی منصُور اناالحق کے نعروں سے غیر محدُود خوشی کا اعلان کرتا ہے!

اسی لئے مہاپُرش درد اَور مصائب سے بھاگتے نہیں۔ کیونکہ وُہ احساسات سے اُوپر اُٹھ کر معنی کے لیول پر جیتے بلکہ وُہ اعلےٰ مقاصد کے لئے دُکھوں اَور مصیبتوں میں سچّی اَور غیر جسمانی خوشی حاصل کرتے ہیں۔ ہر ایک قسم کی مہانتا درد کی راہ سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

اگرچہ مکتی (دُکھ سے چھُوٹنے) کی خواہش کُل زندگی کی صِفت ہے۔ مگر انسان کی معنوی زندگی میں مکتی کے معنی صرف واقعی دُکھ سے ہی نہیں۔ بلکہ ممکن دُکھ سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہے۔ دُوسرے جاندار صرف واقعی دُکھ سے چھُوٹ کر

تسلّی پاتے ہیں۔ مگر انسان تو صرف واقعی دُنیا میں ہی نہیں جیتا بلکہ ایک ممکن دُنیا کو دیکھتا ہے۔ اور اس لئے وُہ مکتی کا آنند حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اسے واقعی دُکھ کے ساتھ ممکن دُکھ سے بھی چھٹکارا نہ ملے۔

اسی لئے مکتی کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ کہ دُکھ سے اس طرح چھوٹ جانا کہ پھر دُکھ کا امکان ہی نہ رہنے سے ہی دُکھ سے انتہائی نجات "आत्यान्तिक दुख निवृत्ति" کہا گیا ہے مکت پُرش کو درد ہو سکتا ہے۔ مگر دُکھ نہیں۔ کیونکہ وُہ احساسات سے اوُپر معنی کے لیول پر جیتا ہُوا درد اور مصیبت کو حقیقی خوشی کے انمول وسیلوں میں بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ مکت پُرش اس رُوحانی کیمیا گری میں ماہر ہوتا ہے۔

(۲)
مکتی اور انسانیت

انسان کے سوا باقی تمام جانداروں میں مکتی کا میلان تو پایا جاتا ہے۔ مگر مکتی کا خیال Vision. غیر موجود ہے۔ صرف انسان کے دل و دماغ میں ہی "مکتی" کا سوال اُٹھتا ہے۔ کیونکہ وُہ ایک حد تک خود آگاہ Self—Conscious. ہے اور واقعی کے علاوہ ممکن کا علم بھی رکھتا ہے۔ وُہ صرف واقعی دُکھ ہی نہیں بلکہ ممکن دُکھ کو بھی ہمیشہ کے لئے مٹانا چاہتا ہے۔ جب تک انسانی خصوصیات کو اچھی طرح سے نہ جانا جائے۔ مکتی کے اصلی معنی سمجھ میں ہی نہیں آ سکتے۔ بعض نے تو یہی سمجھ رکھا ہے۔ کہ مکتی سے مراد صرف دُکھ سے ہی چھوٹ جانا نہیں بلکہ ہر ایک قسم کے درد سے بھی رہائی پانا ہے دُوسرے لفظوں میں وُہ صرف حسّی لیول پر دُکھ سے چھٹکارا چاہتے ہیں اور درد اور دُکھ میں تمیز کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے اور نہیں جانتے۔ کہ حسّی طبقے پر شدید ترین درد بھی معنوی لیول پر شدید ترین لذّت دے سکتا ہے۔

اس لئے مکتی کے اصلی مفہوم کو ٹھیک طور پر جاننے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم انسانیت کا بالکل صاف تصوّر رکھتے ہوں کہا گیا ہے۔ کہ گیان کے بنا مکتی نہیں۔ جب تک ہم اپنے آپ کو تحت الانسان Sub human. زندگی سے پورے طور پر تمیز نہ کریں۔ ہم مکتی کے حقیقی راز سے بے خبر رہتے ہیں۔

نباتات و حیوانات جیتے تو ہیں۔ مگر اپنے جینے کا علم نہیں رکھتے۔ ان کا جینا اندھے میلان یا احساس سے کبھی اُوپر نہیں اُٹھتا۔ ان کے اندر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ زندگی کے معنی و مقصد کیا ہیں۔ ان کا جینا صرف جسم۔ خوراک انہضام پناہ گاہ اجرائے نسل سے تعلّق رکھتا ہے۔ وُہ مکان و زمان سے اُوپر اُٹھنا جانتے ہی نہیں۔ اور جو لوگ صرف انسانی صُورت رکھتے ہُوئے ابھی حیوانی لیول پر جیتے ہیں۔ وُہ ہمیشہ جسم۔ خوراک۔ پوشش۔ خود حفاظتی اور قیام نسل کے خیال میں رہتے ہیں۔

مگر اپنی انسانیت میں جاگا ہُوا انسان اپنے اندر یہ خصوصیات رکھتا ہے۔

(۱) خود آگاہی۔ وُہ صرف جیتا ہی نہیں۔ بلکہ اپنے جینے کا دُوسری چیزوں کی مانند مطالعہ کرتا ہُوا اپنے نقائص اور ممکنات کو جان سکتا ہے۔ اور وُہ صرف جانتا ہی نہیں۔ بلکہ اپنے جاننے کو بھی جانتا ہے۔ اور اپنے علم کی کمی بیشی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ خود آگاہی سے انسانیت شروع ہوتی ہے۔ اور اس کے پُورا ہونے میں ہی کمال انسانیت ہے

(ب) وہ خود بخود اپنے آپ کو نشو و نما دینے کے قابل ہے۔ نباتات و حیوانات بھی پیدا ہوتے اور بڑھتے ہیں۔ مگر اس پیدا ہونے اور بڑھنے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کے خلاف انسان اپنی نشو و نما اور قسمت کو اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے۔ اپنی ترقی کی رفتار کو سست یا تیز کر سکتا ہے اپنے وجود کو نئی صورت دینے کے قابل ہے۔

(ج) اس نے آدرش (معراج) کا درشن (vision) پایا ہے۔ اسے ایک ایسی دنیا نظر آتی ہے جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی۔ ہاتھوں سے چھوئی نہیں جاتی۔ اور نہ وہ کوئی وزن رکھتی ہے۔ مگر اس پر بھی اسے وہ آدرش جگت واقعی طور پر نظر آنے والی دنیا سے بدرجہا زیادہ حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ واقعی کی بجائے ممکن کے لئے جی سکتا ہے اور اس کی خاطر تمام دیکھی۔ سنی۔ چکھی۔ سونگھی اور چھوئی ہوئی چیزوں کو بمعہ اپنے جسم کے قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

(د) وہ اپنے اندر اخلاقی حس (ضمیر۔ کانشنس) رکھتا ہے۔ اور اپنے دل میں "چاہیئے" کی زبردست تاکید محسوس کرتا ہے حیوانات صرف کرتے ہیں۔ اور بس۔ مگر انسان کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی محسوس کرتا ہے۔ کہ اسے کرنا واجب یا ناواجب ہے۔ اس کے اندر یہ زبردست تاکید پائی جاتی ہے۔ کہ وہی کچھ کرے۔ جو کہ واجب ہے۔ اور اگرچہ واجب اور ناواجب کے معیارات دنیا میں کئی طرح کے ہیں۔ اور سدا بدلا کرتے ہیں۔ مگر یہ اخلاقی حس اسے سدا تاکید کیا کرتی ہے جس وقت جو کچھ بھی اسے واجب معلوم ہوتا ہے۔ وہی کرے۔ اس کے خلاف کرنے پر وہ اپنے اندر بے چینی۔ درد۔ پھٹکار اور پچھتاوا محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ اپنی اس اندرونی آواز کی طرف سے بہرہ تو ہو سکتا ہے۔ مگر اس سے بھاگ نہیں سکتا۔ وہ اپنے کاموں کی اخلاقی قیمت دیکھنے کے لئے مجبور سا ہے۔

(ر) خود ایثاری کی قابلیت صرف انسان میں پائی جاتی ہے۔ اور جاندار قربان کئے جاتے ہیں۔ مگر انسان ایک غیر مرئی اور اعلےٰ مقصد کی خاطر خود بخود اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی موت کو اپنے سامنے صاف طور پر دیکھتا ہوا کسی اندھے میلان کے بس میں نہیں بلکہ اپنی دلی رضامندی کے ساتھ اس سے ہم آغوش ہو سکتا ہے۔ یہ باخبر اور ارادی خود ایثاری اس امر کا اشارہ دیتی ہے۔ کہ انسان نے دھندلے یا صاف طور پر اپنی بقائے ذات کی جھلک ضرور پائی ہے۔

(س) نہ صرف وہ ایک آدرش جگت دیکھتا ہے بلکہ اپنے لئے خاص خاص آدرش چن کر انہیں اپنی زندگی میں لانا چاہتا ہے۔ اس کا اپنا اختیار ہے۔ کہ وہ سچائی۔ نیکی۔ خوبصورتی میں سے کسی ایک کو اپنا نشانۂ زندگی بنائے۔

(ص) وہ اختلاف میں وحدت اور تبدیلی میں یکسانیت دیکھنے کی نظر رکھتا ہے۔ صرف انسان ہی جان سکتا ہے۔ کہ دنیا میں ہر دم بدلتے ہوئے واقعات کی تہ میں سدا وہی کے وہی قوانین کام کر رہے ہیں۔ اور مختلف چیزوں اور حادثوں کے اندر دراصل ایک ہی مادہ اور طاقت موجود ہے۔ زمین پر زندگی کے عجائب گھر کی سیر کرتا ہوا وہ جانتا ہے۔ کہ درحقیقت تمام زندہ وجودوں کے اندر زندگی ایک ہی ہے۔ اسی نظر میں انسان کی طاقت اور آزادی کا راز مضمر ہے۔

(ع) وہ اپنے اندر غیر محدود۔ ابدی۔ کامل اور جمیل کی حس رکھتا ہے۔ اسی لئے وہ دنیا میں محدودیت۔ بے ثباتی۔ خرابیاں اور بدصورتی دیکھ کر کئی دفعہ اس قدر بیزار ہو جاتا ہے۔ کہ اپنے جینے کو ہی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس واقعی طور پر محدود۔ بے ثبات۔ ناقص اور بدصورت دنیا کے مقابلے میں ایک غیر محدود۔ غیر فانی۔ کامل اور پرحسن دنیا کے تصورات باندھتا ہے۔

اور کئی بار تو وہ اسی دنیا کو ہی غیر محدود ـ پُرثبات بے نقص اور خوبصورت بنانے کے رلئے کوشاں ہوتا ہے ۔
ان انسانی خصوصیات کو ٹھیک طور پر جان لینے سے ہی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے ۔ کہ مکتی صرف حسی لیول پر صرف ایک اندھا میلان ہے ۔ کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ بخلاف اس کے انسانی لیول پر مکتی کے سوا جینا ہی بے معنی معلوم ہوتا ہے ۔
اہل ہند بجا طور پر زمانہ قدیم سے مکتی کو ہی تمام علوم کا آخری مقصد بتلاتے چلے آتے ہیں ۔ موکش اچھا انسانی زندگی کی شرط ہے ۔ جس طرح بھوک پیاس کے بغیر جسمانی زندگی نہیں اسی طرح موکش اچھا کے سوا انسانی زندگی اپنا وجود نہیں رکھتی

(۳)
یہ طلب کس کو ہے ؟

موکھش اچھا (خواہش نجات) کم و بیش ہر بشر میں موجود ہے ۔ مگر سوال یہ ہے ۔ کہ یہ طلب نجات کسے ہے ؟ انسان تو ایک نہایت مرکب اور پیچیدہ وجود ہے ۔ کیونکہ اس کے اندر کل کائنات کی واقعی اور ممکن کثرت اور پیچیدگی پائی جاتی ہے ۔ انسان جزو عالم نہیں ۔ بلکہ خود ایک عالم ہے ۔ ظاہری نظر میں تو دنیا عالم اکبر ہے ۔ اور انسان عالم اصغر ۔ مگر باطنی نظر سے انسان اس قدر چھوٹا ہو کر بھی تمام کائنات سے بڑا ہے ۔ اور اس کی بڑائی مقدار میں نہیں بلکہ صفت میں ہے ۔
انسانی جسم اور اس کے اعضا اپنی ہی خبر نہیں رکھتے ۔ وہ مکتی کو کیا جانیں گے ؟ ہاں ان کے اندر دیگر جانداروں کی مانند دُکھ سے چھوٹنے کا اندھا میلان موجود ہے ۔ حواس خارجی (باہیہ اندریہ) بھی اپنے آپ سے آگاہ نہیں ہیں ۔ انہیں تو صرف محسوسات کا احساس ہوتا ہے ۔ حواس باطنی (انتہ کرن) بھی خود آگاہی نہیں رکھتے ۔ ہاں ان کی راہ سے علم کا حصول اور اعمال کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ ان کا رُخ حواس کی مانند باہر کی طرف ہی ہے ۔
آتما کے رلئے موکش اچھا بے معنی ہے ۔ کیونکہ وہ تو سدا ہی مکت ہے ۔ شدھ ہے ۔ بدھ ہے ۔ اس میں قید ۔ ناپاکیزگی اور جہالت کو دخل ہی کیا ۔ آتما نہ جنمتا ہے ۔ نہ مرتا ہے ۔ نہ بندھتا ہے ۔ نہ باندھتا ہے ۔ وہ اپنے سوبھاو سے کبھی نہیں گرتا ۔ (अच्युत) اور اس رلئے کبھی بندھن میں نہیں آیا ۔ موکھش کا سوال اس کے رلئے اُٹھ سکتا ہے ۔ جو بندھن میں ہو کر اس بندھن کو محسوس کرتا ہو ۔
تب بندھ اور موکش کا سوال کس کے رلئے ہے ؟ کون بندھ میں دُکھ محسوس کرتا ہوا اس سے چھوٹنے کے رلئے بیقرار ہوتا ہے ؟ کون اگیان میں ہے ۔ اور گیان حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہے ؟ کون اپورن ہے ۔ اور پورن ہونا چاہتا ہے ؟
بندھ اور موکش نہ صرف پرکرتی میں دیکھے جاتے ہیں ۔ اور نہ صرف پُرش میں ۔ پرکرتی بے خبر (جڑ) ہے ۔ اور آتما سدا گیان سروپ ہے ۔ دھوپ چھاؤں نہ تو زمین سے اوپر آکاش میں ہوتے ہیں ۔ اور نہ ہی زمین کے اندر ۔ ہاں صرف اس سطح پر جہاں زمین اور آسمان ایک دوسرے کو چھوتے ہیں ۔
اسی طرح بندھ اور موکش کا سوال بھی وہیں پیدا ہوتا ہے ۔ جہاں پُرش اور پرکرتی کا مقام وصل (ملن ستھان) ہے ۔ اور اسی وصل گاہ کا نام جیو ہے ۔

زمین کی مانند جیو کی ہستی بھی دو قطب رکھتی ہے۔ ایک قطب آتما ہے۔ اور دُوسرا پرکرتی۔ یا یہ ایک وائرہ ہے۔ جس کا مرکز پُرش (آتما) ہے۔ اور پرکرتی محیط۔ جیو میں چیتنیہ اور جڑتا۔ گیان اور اگیان۔ سکون اور حرکت۔ وحدت اور کثرت۔ غیر محدُودیت اور محدُودیت۔ اندر باہر۔ مَیں اور تو۔ درشٹا اور درشیہ کا میل ہوتا ہے۔

جیو کیا ہے؟ اندرونی پہلو پر آتما کا اور بیرونی پہلو پر پرکرتی کا ایک نہائیت ہی عجیب اور پُر معنی ظہور ہے۔ بیج سے شاخوں۔ پتوں۔ پھولوں اور پھلوں کی نمُوداری کوئی وہم یا دھوکہ نہیں ہے۔ اس طرح جیو کی ہستی بھی محض وہم و گمان نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک پُراسرار حقیقت ہے جس کی راہ سے ایک طرف آتما کا اور دُوسری طرف پرکرتی کا برترین ظہُور ہوتا ہے۔ پھول نہ کھلیں۔ تو بیج کی پوشیدہ خوشی یا مُسکراہٹ کے معنی ہی کیا؟ پھل نہ لگیں تو بیج کے بنج دھن کی سپھلتا کہاں؟ اسی طرح جیو بھی آتما کا ایک پُرحیرت اور پُر معنی ظہور ہے۔ اور یہ ظہور آتما کے سوبھاو کا ایک نہائیت شاندار چمتکار ہے۔

جیو کے ظہوری مرکز کے اندر سدا ایک طرف تو پرکرتی کے تین گنوں کا کھیل ہو رہا ہے۔ اور دُوسری طرف آتم پرکاش۔ جیو کی ہستی اور علم اور خوشی اعلان کرتے ہیں۔ کہ پُرش اور پرکرتی آپس میں رشتہ رکھتے ہیں۔ ایک دُوسرے کی سپھلتا کے لئے ضرُوری ہیں۔ ایک دُوسرے سے تمیز تو کئے جا سکتے ہیں۔ مگر جُدا ہو نہیں سکتے۔ ایک دُوسرے کے بغیر اپنے معنی ہی کھو بیٹھتا ہے۔ درشیہ کا وجود نہ ہو۔ تو درشٹا کے معنی کیا؟ اسی طرح اگر درشٹا نہ ہو۔ تو درشیہ کی ہستی کا ثبُوت ہی کیا ہو گا؟ اگر دُنیا میں رنگ رُوپ ہی نہ ہو تو آنکھیں کس کام کی؟ اگر کوئی آواز ہی ہستی نہ رکھے۔ تو کانوں کے کیا معنی؟ اسی طرح آنکھوں اور کانوں کے بغیر رنگ رُوپ اور آواز کی موجُودگی کا ہی کیا ثبوت؟

جیو میں پُرش اور پرکرتی باہم بغل گیر ہو رہے ہیں۔ ایک طرف سکونِ مطلق ہے۔ دُوسری طرف حرکتِ جاوید۔ ایک طرف وحدت کاملہ ہے۔ دُوسری طرف بے انداز اختلاف۔ ایک طرف یکساں حالی ہے۔ اور دُوسری طرف لگاتار تبدیلی۔ ایک طرف مصوّر ہے۔ اور دُوسری طرف اس کے رُوبرو اس کا اپنا سٹوڈیو۔ ایک پہلو پر گویا ہے۔ اور دُوسرے پہلو پر اس کا اپنا ہی راگ۔ ایک جانب کبھی دکھائی نہ دینے والی نظر ہے۔ اور دوسری طرف اس کے اپنے ہی سندر مکھڑے کی جھلک۔ پرش اور پرکرتی دونوں ہی ست ہیں۔ اور ایک پرم ستیہ کے دو رُوپ ہیں۔ اور جیو اسی آخری راز کی چابی ہے۔

اگر جیو کی ہستی ایک بے معنی دھوکہ ہے۔ تو پھر پُرش اور پرکرتی دھوکے کے بھی دھوکے ہیں۔ کیونکہ جیو ہی تو ان دونو کی ہستی کا شاہد (گواہ) ہے۔ اور گواہ ہمیشہ اپنی گواہی کی نسبت زیادہ قابلِ اعتبار ہستی رکھتا ہے۔ جو لوگ جیو کو ایک بے معنی کہہ کر اڑانا چاہتے ہیں وُہ جانتے نہیں کہ ان کا بیان خود ہی اپنی تردید کرتا ہے۔ آخری حقیقت کسی ایک پہلو پر نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ان دونو پہلوؤں کے درمیان ہے۔ جیو کے معنی سمجھنے کے لئے ہی تو پُرش اور پرکرتی کا فلسفہ درکار تھا۔ اور اگر ہمارا فلسفہ خود جیو کو ہی ایک بے معنی وہم قرار دے۔ تو وُہ زندگی پر روشنی ڈالنے کی بجائے خودکُشی کی تعلیم دینے والا ہے۔

جیو کا ابتدائی ظہُور تموگن (جہالت۔ بے خبری) سے ہوتا ہے۔ بچہ رحمِ مادر میں اور کچھ عرصہ تک اس کے بعد اسی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد رجوگن نمودار ہوتا ہے۔ رجوگن باندھنے اور دُکھ دینے کا اثر رکھتا ہے۔ یہی دُکھ ستوگن کے ظہُور کا موجب ہوتا

ہے۔ اَور جیو قید جہالت و محدودیت سے چھوٹنے کے لئے بیقرار ہوتا ہے۔ اَور اپنے سُکھ دُکھ کا مبدء اپنے آپ سے باہر ڈھونڈھنے کی بجائے اپنے اندر ڈھونڈتا ہُوا اپنے سوُروپ میں جاگ اُٹھتا ہے۔ اسی کا نام موکش ہے۔

پرکرِتی موکش کو جانتی ہی نہیں۔ پرش (آتما) نِتیہ مکت ہے۔ بندھ اَور موکش جیو کے لئے ہیں۔ جیو ہی اپنی خواہشات سے بندھتا اور دُکھی ہوتا ہے۔ اَور پھر جیو ہی موکش اِچھا سے بیاکل ہو کر اپنے آتم سرُوپ کی طرف جاگ کر مکتی کا آنند لیتا ہے۔ بندھن کا دُکھ اس آنند کو اس قدر چمکاتا ہے۔ کہ وُہ آنند میں اُچھلنے۔ گانے اَور ناچنے لگتا ہے۔ اَور اسی حالت میں آتما کے گیت اَور شانت رس کا مکمّل ترین ظہُور ہوتا ہے۔

(۴)
بندھ اَور موکش

ہم پہلے بتلا چکے ہیں۔ کہ جیو کے ایک پہلوُ پر شانت۔ نرودکار سویمُ جیوتی۔ سرب پرکاشک۔ آتم دیو موجُود ہیں۔ اَور دُوسرے پہلوُ پر تین گنوں کا کھیل ہو رہا ہے۔ یہ تینوں گُن تم۔ رج۔ ستو ہمیشہ ملے جلے پائے جاتے ہیں۔ اگر کسی پُرش کو تامسک کہا جاتا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے۔ کہ ان میں تموگُن (جہالت۔ سُستی۔ غفلت) کا غلبہ ہے۔ اسی طرح راجسک یا ساتوک پرش کے متعلق سمجھ لینا چاہیئے۔

انسانی زِندگی میں پہلے **تموگُن** غالب ہوتا ہے۔ قیام زندگی اَور نشوو نما کے لئے چند خواہشات ہوتی ہیں۔ اَور کسی قدر ہوش۔ ابتدا میں تو انسانی بچےّ کے اندر بھی باقی حیوانات کی مانند صرف آگاہی تو ہوتی ہے۔ مگر خُود اگاہی کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ شروع شروع میں بچہ **مَیں** اور **توُ** کی تمیز نہیں رکھتا۔ اپنے آپ کو اپنے ماحول سے جُدا نہیں جانتا اَور **مَیں** اَور **توُ** کا تفرقہ نہ ہونے کے باعث وُہ ایک سورگیہ آنند ظاہر کرتا ہے۔ اس کے دِل میں نہ غرور ہوتا ہے اَور نہ لالچ۔ ہاں صحیح اَور بڑھنے والے جسم کی قُدرتی بھوک پیاس موجود ہوتی ہے۔ بچہّ ڈرتا ہے۔ مگر وُہ بھی حیوانات کی مانند خاص حالات میں عارضی طور پر۔ عادتاً یا عام طور پر وُہ بے خوف رہتا ہے۔ اس کے من میں کوئی چنتا نہیں ہوتی۔ دُشمنی۔ بغض۔ انتقام گیری اَور ہوس کو جانتا ہی نہیں۔ بچپن کی یہ معصُوم حالت اگرچہ خوشی کا نمُونہ ہوتی ہے۔ مگر اس پر بھی یہ حالتِ بے خبری کی ہے۔ جہالت۔ بے بسی۔ محتاجی۔ دوسروں پر انحصار اس کی قدُرتی خوشی میں مُخل ہوتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد اِنسانی زندگی میں **رجوگُن** غالب ہوتا ہے۔ قدُرتی خواہشات غیر قدُرتی شکل اَور وسعت اختیار کر لیتی ہیں۔ وُہ چیزوں پر قبضہ اَور دُوسروں پر غلبہ چاہتا ہے۔ اَوروں کو بڑھتے دیکھ کر حسد سے جلتا ہے۔ زندگی کی جدوجہد لگاتار مقابلے اَور تناد کی صُورت اختیار کرتی ہے۔ اَور عقلی طاقتیں اس مقابلے کی خدمت میں استعمال کیجاتی ہیں **مَیں** اَور **توُ** کا تفرقہ پیدا ہو کر اکھنڈتا کو کھنڈِت کر دیتا ہے۔ غرُور۔ لالچ۔ خوف اَور تشویش دل و دماغ پر قابوُ پا لیتے ہیں۔ اسے ساری نیچر مُردہ معلوُم ہوتی ہے۔ اَور خواہ وُہ نیچر اَور تاریخ کا مُطالعہ کتنا ہی کرے۔ اس کے علم میں جہالت اَور دہوکے کا عنصر غالب رہتا ہے۔ کیونکہ وُہ اپنے ماحول کو نہیں جانتا۔ وُہ چیزوں۔ واقعات اَور حالات کو تو جانتا ہے۔ مگر یہ نہیں جانتا۔ کہ اس کے چاروں طرف درحقیقت ہے کیا۔ وُہ اپنے آپ کو سب سے الگ تھلگ وجود سمجھتا ہے۔ اَور اپنی چھوٹائی اَور کمزوری دیکھ کر اسے قبضے اَور حکومت کے ذریعے دُور کرنا

چاہتا ہے۔ یہ حالت دُکھ بھری ہوتی ہے
آج نسلِ انسانی بھی اجتماعی طور پر اسی مرحلہ سے گذر رہی ہے۔ دُنیا میں جدھر دیکھو۔ باہمی مقابلہ۔ نفرت۔ دُشمنی اور جنگ نظر آتے ہیں۔ تمام قومیں بیرونی قبضے اور دُوسروں پر حکومت کے درپے ہیں۔ اور علمی ایجادات کو اپنی خدمت میں لے کر درندوں کی مانند ایک دُوسری کو تباہ اور ختم کرنے میں مصرُوف ہیں۔ علم ہے۔ تدبیر ہے۔ طاقت ہے۔ غیر معمولی ایجادات ہیں۔ مگر غلبہ ہے رجوگن کا۔ اسی لئے ساری دُنیا دُکھ سے کراہ رہی ہے۔ دلوں پر خوف چھا رہا ہے۔ اور بے چینی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ رجوگن کا کڑوا تجربہ خواہ مخواہ وچارشکتی کو جگاتا ہے۔ اور دُنیا کی موجودہ بدامنی اور دُکھ بھی اجتماعی طور پر نسلِ انسان کو جگائے بغیر نہیں رہیں گے۔ دُوسرے لفظوں میں رجوگن کے غلبے کے بعد ستوگن کا غلبہ ہونے لگتا ہے۔ اِنسان اپنی زندگی کے معنی سوچا کرتا ہے۔ اپنے آپ کو جاننا چاہتا ہے۔ اور جاگتی ہُوئی وچارشکتی اِسے بتلانے اور دکھلانے لگتی ہے۔ کہ اس کی ہستی دُوسروں سے جُدا گانہ وجُود نہیں رکھتی۔ سارا جگت ہی اس کا بڑا اپنا آپ ہے۔ وُہ جگت کا ایک انگ ہے۔ اور جگت اس کا وراٹ شریر ہے۔ اس لئے اس کی بہتری دُوسروں سے جُدا یا اُن کے مقابلے میں نہیں ہے۔ **کل کی بھلائی میں ہر ایک کی بھلائی اور ہر ایک کی بھلائی میں کل کی بھلائی موجود ہے**۔ جُداگانہ بہتری اور نجات محض وہم ہے۔
ستوگن کے غلبہ پر زندگی میں نمرتا۔ پریم۔ شانتی۔ سہانوبھوتی۔ پوترتا۔ گیان۔ وغیرہ دَیوی گُن نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اور مَیں اور تُو کا تفرقہ اُٹھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اخلاق اور مذہب اسی تفرقے کو بتدریج گھٹانے کے لئے ہیں۔ جُوں جُوں ستوگن کا غلبہ بڑھتا ہے۔ وحدتِ کُل کی حس بیدار ہونے لگتی ہے۔ اور زندگی مقابلے سے ہٹ کر محبت اور ایثار کی طرف بڑھنا شروع کرتی ہے۔ موکش اچھا باقی تمام خواہشات پر غالب آکر آخرکار ان کے لئے وجُود میں جگہ ہی نہیں چھوڑتی۔ رجوگن میں دوسروں سے لینے کی خواہش غالب تھی۔ اب اس کے خلاف دُوسروں کو دینے کی محبت ظہور دکھانے لگتی ہے۔ تموگن بے خبری اور بے تعلقی کی زندگی ہے۔ رجوگن باندھتا اور دُکھ دیتا ہے۔ ستوگن موکش کی طرف لے جاتا ہے۔ اور خودی اور خودغرضی کو مٹانے کا اثر رکھتا ہے۔
تموگن کے زیرِ اثر جیو بے خبری کی زندگی بسر کرتا تھا۔ نہ تو جگت کی سُدھ تھی۔ اور نہ اپنے آپ کی۔ مگر رجوگن سے اس کا پرکرتی کی طرف دَوڑنا اور جگنا شروع کیا گیا۔ مگر اپنے آپ کی بے خبری بنی رہی۔ اب ستوگن پرکرتی اور پُرش دونو کی طرف جگاتا ہے۔ ان کے متعلق یتھارتھ گیان دیتا ہے۔ دکھلاتا ہے کہ جگت۔ جیو۔ برہم (آتما) کا پرسپر سمبندھ کیا ہے۔ اور اس لئے صحیح زندگی کی روشنی دیتا ہے۔
اور جب وشُدھ ستوگن کے پربھاو سے جیو ٹھیک طور پر خُود دیکھ لیتا ہے۔ کہ نہ کوئی اس کا غیر ہے۔ اور نہ وُہ کسی کا غیر ہے۔ اندر آپ ہے۔ باہر آپ ہے۔ آتما برہم) اپنا آپ ہے۔ جگت اپنی دیہہ ہے۔ سب پدارتھ اور جیو اپنے انگ ہیں۔ ہر شے کا ہر شئے کے ساتھ رشتہ اور وصل موجود ہے۔ ہر ایک کا اصلی اپنا آپ سب کا اپنا آپ ہے۔ اور سب کا اپنا آپ ہر ایک کا اپنا آپ ہے۔ باہر اختلاف نظر آتا ہے۔ اندرونی طور پر سب ایک ہیں۔ باہر غیریت معلوم ہوتی ہے۔ اندرونی طور پر سب کے ساتھ رشتہ عینیت ہے۔ تب دِل غیر محدود محبت سے بھر جاتا ہے۔ اور سب کام عین نیکی ہو جاتے ہیں۔ اس کی نظر میں پراپکار کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے غیر اور پردے کا کوئی نشان دکھلائی نہیں دیتا۔ اہنکار۔ لوبھ۔ موہ۔ بھَے۔ شوک آدی سب کلیش

مٹ جاتے ہیں۔ یہی موکش ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جیو ہُوا ہی کیوں؟ یہ ایسا ہی سوال ہے۔ کہ بیج کیوں پتے۔ پھُول اور پھَل کی محدود صُورت میں آگیا۔ بیج زندہ ہے۔ اس لئے درخت کے رُوپ میں چھُپ کر بالآخر پکے پھَل کے اندر نمودار ہوتا ہے۔ آتما برہم، سمست جیون کا بھنڈار ہونے سے جیو کی صُورت میں اپنا ظہور دکھلائے بغیر رہ نہیں سکتا۔ یہ سوبھاوکی بات ہے۔ جیو اس لئے ہُوا کہ آتما ہے۔ طاقت کام کئے بغیر۔ روشنی چمکے بغیر اور زندگی ظاہر ہُوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آتما صرف ہے نہیں بلکہ لاانتہا طاقت۔ روشنی۔ زندگی۔ خوبصورتی محبّت کا ابدی چشمہ ہے۔ اگر بیج کا اگنا قدرتی بات ہے۔ اور اپنی دلیل آپ ہے۔ تو آتما (برہم) سے جیو اور جگت کی نموداری اپنا جواز آپ ہی ہے۔ کسی اور دلیل کی محتاج نہیں۔

(۶) آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

(۵)
"مکتی ۔ کس ۔ سے؟"

مکتی تو کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہے۔ کہ جیو کس سے چھٹکارہ چاہتا ہے اس بارہ میں دُنیا کے اندر دو بڑے نقاطِ نگاہ پائے جاتے ہیں۔ جو مکتی کی نوعیّت کا فیصلہ کرتے ہیں۔

ایک نقطۂ نگاہ تو "دُنیا اور زندگی سے انکار" کا ہے۔ جیو جگت کے سمبندھ میں اپنے آپ کو ناقابلِ برداشت طور پر دکھی جان کر اس یقین کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کہ دُنیا عارضی ہے۔ اس کی تمام لذّات زہر آلودہ ہیں۔ تمام سکھ اپنے پیچھے لازمی طور پر دکھ لاتے ہیں۔ اور چونکہ دُنیا کے ساتھ حواس اور ذہن کے تعلق کا نام ہی تو زندگی ہے۔ اس لئے دُکھ سے چھُوٹنے کے لئے دُنیا میں دلچسپی سے بچکر رہنا چاہیئے۔ ضروریات پُوری کرنے کے لئے مجبوراً تعلق رکھو۔ مگر دل سے بیزار رہو۔ اور دُنیا کے ساتھ تعلق (زندگی) کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔ اور اگر ختم نہیں کر سکتے۔ تو موت کے انتظار میں رہا کرو۔

اس نقطۂ نگاہ کا انسان زندگی کے کوئی معنی نہیں دیکھتا۔ اور دُنیا سے اپنا دل اُکھاڑنے کے لئے اس کے تاریک پہلو پر نظر رکھتا ہے۔ یا اسے بالکل ہی جھٹلانے کی کوشش کرتا ہے۔ دُنیا کو خواب کی مانند ایک وہمانہ نمود سمجھا جاتا ہے۔ ایسا شخص خلوت اور بے تعلقی کو وسائل نجات تصوّر کرتا ہے۔

اسی خیال کے لوگ اگر فلسفیانہ طور پر دُنیا کو اڑا نہ سکیں۔ تو اس سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور چونکہ دُنیا میں ہوتے ہوئے دُنیا سے بھاگنا امرِ محال ہے۔ وہ اس غرض کے لئے نشیلی ادویات استعمال کرتے ہیں۔ بھنگ۔ چرس۔ افیون "دُنیا کو بھلانے" میں ممد ہوتے ہیں۔ یا گانے بجانے اور ناچ کود سے ایک اندرُونی نشہ پیدا کرکے دُنیا کو کچھ وقت کے لئے بھلایا جاتا ہے۔ اور دُنیا میں ایسی تدابیر (ابھیاسوں) کی کمی نہیں ہے۔ کہ جن کے ذریعے انسان عارضی طور پر دُنیا سے بالکل بے خبر ہو جائے۔

اس نظریئے کے لوگ عام طور پر تین باتوں سے نفور رہتے ہیں۔

اوّل۔ وُہ گھر باری زندگی نہیں چاہتے۔ اور شادی کرانے اور اولاد پیدا کرنے میں رُوحانی گراوٹ خیال کرتے ہیں۔ اور ذمہ داری کا بوجھ اُٹھانے سے گھبراتے ہیں۔ اور نہیں جانتے۔ کہ جسم و ذہن اُن کی شخصی ملکیت نہیں ہیں۔ بلکہ نسلی یا قومی ملکیت ہیں۔ اور اس لئے ان کی سہولت نسلی یا قومی مقاصد کی خدمت میں استعمال کئے جانے میں ہے۔

دوم ۔ وُہ کوئی کام اختیار کرنا پسند نہیں کرتے اور اپنے کھانے پہننے اور رہنے کا بوجھ اوروں پر ڈالتے ہیں ۔ اور کئی اُلٹے سیدھے طریقوں سے عوام کی نظروں میں اپنی اہمیت قایم کرنا چاہتے ہیں ۔

سوم ۔ وُہ دوستی (سکھیہ بھاد) کو ایک نیوی شے جان کر نظرِ حقارت سے دیکھتے ہوئے عزلت اختیار کرتے ہیں ۔ ایسا ہونا قدرتی بات ہے ۔ کیونکہ جب کہ دُنیا اور زندگی ایک بُرائی معلوم ہو رہے ہوں ۔ گھر بار ۔ کام کاج اور میل جول لازمی طور پر بُرے نظر آئیں گے ۔

دُنیا میں اس نقطہ نگاہ کی عالمگیر نشوونما کا سبب یہ ہے ۔ کہ ابھی تک انسان نے صحیح طور پر جینا سیکھا ہی نہیں ۔ اسے زندگی دُکھ اور مصیبت کا گھر نظر آتی ہے ۔ اور جب تک انسانی زندگی خود غرضی اور باہمی مقابلے پر مبنی ہے ۔ تب تک دُکھ ہی دُکھ پیدا کرے گی ۔ عام طور پر ہمیں مجبوراً کوئی نہ کوئی کام کرنا پڑتا ہے ۔ ہمارے کام ہماری اندرونی زندگی کے گیت نہیں ہوتے ۔ اور ہمارے باہمی تعلقات خوف اور بدظنی پیدا کرنے والے ہیں ۔ تمام افراد ایک دُوسرے سے خطرہ میں ہیں ۔ ہم اپنے طرزِ زندگی سے ایک دُوسرے کو بے خوف کرنے کی بجائے خوف زدہ کرتے ہیں ۔ اور دوسروں کو مہذبانہ یا وحشیانہ طریق پر ڈراتے صرف اس لئے ہیں کہ خود ڈرتے ہیں ۔ سچ سچ نربھے پُرش کسی کو بھے نہیں دیتا ۔

اس کے عین خلاف دُوسرا نقطہ نگاہ یہ ہے ۔ کہ زندگی پُرمعنی اور جینے کے لائق ہے ۔ اور دُنیا اگر خود ایک حقیقت نہیں ۔ تو ایک برترین حقیقت کا نہایت قابل قدر ظہور ہے ۔ اگر حقیقت سچ ہے ۔ تو دُنیا اُس کے مخفی اسرار کو ظاہر کرنے والا سدابہار درخت ہے اگر حقیقت روشنی ہے ۔ تو دُنیا اُس کے خوبصورت رنگوں کا ابدی کھیل ہے ۔ اگر حقیقت آرٹسٹ ہے ۔ تو یہ دُنیا بے انداز مکان و زمان کو خوشی سے بھرنے والا گیت یا نقش ہے ۔ اگر حقیقت حکمتِ مطلقہ ہے ۔ تو یہ دُنیا اس کی نہایت پُرمعنی شاہکار یا تصنیف ہے ۔

اس لئے دُنیا اور زندگی سے بے زار ہونے کی بجائے اس میں گہری دلچسپی کی ضرورت ہے ۔ تعلقات قطع کرنے کی بجائے انہیں بڑھانے میں رُوحانی بہتری ہے ۔ کام چھوڑنے اور ذمہ داری سے بھاگنے میں نہیں بلکہ زندگی کے بوجھ کو خوشی خوشی اُٹھانے سے آتم بل بڑھتا ہے ۔ زندگی کسی تدبیر یا کئی تدابیر سے سُکھانے کے لائق نہیں ۔ بلکہ ہمہ پہلو شگفتگی میں اس کی سپھلتا ہے ۔ جلدی سے جلدی مرنے کا خواہش مند ہونے کی بجائے سو سال جینے کی اچھا کرو ۔ دُنیا کی طرف سے آنکھیں بند کرنے اور خیال کو سمیٹنے کی بجائے اپنی آنکھیں اور دل کھول کھول کر اس میں تُو ہی تُو سے نئی اور مختلف آتم وبھوتیوں کے درشن کیا کرو ۔ ہمارے حواس دھوکہ پیدا کرنے اور دکھلانے کے پھندے نہیں ہیں ۔ بلکہ ساکشات برہم درشن کے جھروکے ہیں ۔ ہمارا ذہن غفلت اور گمراہی کا آلہ نہیں بلکہ ظہورِ حقیقت کے معانی سمجھنے کا نہایت ہی قیمتی ذریعہ ہے ۔ زندگی کی بیخ کنی کی بجائے اسے کمال کی طرف لیجانا واجب ہے ۔

صرف جہالت میں دُکھ اور کلیش ہے ۔ اگیان میں امرت بھی وِش ہو جاتا ہے ۔ اور واقعی سورگ بھی نرک کا رُوپ دھارن کر لیتا ہے ۔ اس کے خلاف گیان سے وِش امرت میں اور نرک سورگ میں بدل جاتا ہے ۔ اگیان میں ہمارا جینا شور پیدا کر کے خود ہمیں اور دُوسروں کو تنگ کرتا ہے ۔ اور پھر ہم خاموشی میں اپنی سنجات مان لیتے ہیں ۔ لیکن گیان میں صرف شانتی نہیں بلکہ زندہ خوشی ہے ۔ خود ہمارا جینا ہی گیت بن جاتا ہے ۔ ہم سدا خوش رہتے ہوئے دُوسروں کو خوشی دیتے ہیں ۔ خود نربھے ہو کر دُوسروں کو بھی ڈر سے سنجات دیا کرتے ہیں ۔

لہ ۔ ایشا واسیہ اپنشد ۔

پہلے منفی نقطہ نگاہ کے لوگ دُنیا اور زندگی سے نجات چاہتے ہیں۔ ڈوبنے کے خوف سے وُہ سمندر کی لہروں سے دُور بھاگتے ہیں۔ ان کی نظروں میں تمام تعلقات زنجیریں ہیں۔ تمام کام دھندے ہیں۔ تمام سوالاتِ زندگی قضیئے ہیں۔ اس لئے وُہ اپنی زندگی کی جڑ خیال اور خواہش (سنکلپ اور واسنا) میں دیکھکر کسی نہ کسی تدبیر سے خیال اور خواہش کو ہی نابود کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

مگر دُوسرے مثبت نقطہ نگاہ کے لوگ خُود دُنیا اور زندگی کو نجات دینے کے لئے جیتے ہیں۔ وُہ شخصی نجات کے دلدادہ نہیں ہوا کرتے۔ وُہ زندگی کو ختم کرنے کی تمنا رکھنے کی بجائے اُسے اور جہالت۔ خوف۔ نفرت۔ دُشمنی۔ محدُودیت۔ کمزوری۔ سکڑاؤ کی حدُود سے آزاد کر کے کمال پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ وُہ نہ تو دُنیا کو ترک کرتے ہیں۔ اور نہ اس کے پیچھے کُتوں کی مانند دوڑا کرتے ہیں۔ بلکہ اسے اعلےٰ مقاصدِ زندگی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ وُہ دنیا دار تو ہوتے ہیں۔ مگر دُنیا پرست کبھی نہیں۔ وُہ تعلقات اور کاموں میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ساتھ ہی زندگی کے سوالاتِ حاضرہ کے حل میں بہت دلچسپی رکھتے ہیں۔ وُہ جنم مرن سے چھٹکارا ڈھونڈنے کی بجائے مہاتما بُدھ کی مانند دُوسروں کی بھلائی کے لئے بار بار جنم لینا چاہتے ہیں۔ جیل ڈراؤنی شئے ہے۔ تو صرف قیدیوں کے لئے۔ آزاد ڈاکٹر کو اس میں آنے جانے سے کیا گریز ہو سکتا ہے؟

ہمیں مُکتی (نجات) درکار ہے۔ دُنیا اور زندگی سے نہیں۔ تعلقات اور کاموں سے نہیں خود اپنے وجود اور اس کے اعمال سے نہیں بلکہ خُودی۔ خُود غرضی۔ دوئی۔ علیحدگی۔ جہالت۔ کمزوری۔ خوف۔ غم اور تشویش سے۔ عقلمند بیمار خُودکشی کرنے کی بجائے صرف بیماری سے چھٹکارا چاہتا ہے۔ بیمار اور کمزور جسم ایک واقعی دوزخ ہے۔ اور صحیح اور توانا جسم سچ مچ ایک بہشت ہے۔ سچی نجات (مکتی) زندگی کی صحت ہے۔ اس کا خاتمہ نہیں۔

صدیوں سے منفی نقطہ نگاہ کے عام پھیلاؤ اور غلبہ نے ہندوستان کو بے انداز نقصان پہنچایا ہے۔ اب سنبھلنے اور مثبت نقطہ نگاہ پھیلانے کی اشد ضرورت ہے۔

(۶)
زندگی کے مختلف نظریے

اپنے اپنے زاویہ نگاہ اور عقیدے کے مُطابق لوگ زندگی کے متعلق کئی طرح کے نظریے رکھتے ہیں۔ زندگی میں سب سے بڑھ کر فیصلہ کُن شئے زندگی کے متعلق ہمارا نظریہ ہے۔ اگر نظریہ غلط ہے۔ تو جینا نِشپھل اور بے معنی ہوگا۔ اور اگر دُرست ہے۔ تو زندگی ایک بے بہا تحفہ محسوس ہوگی۔ اپنے آپ کو اور دوسروں کو خوشی دینے والی ہوگی۔ ہم خُود کھلیں گے۔ اور دُوسروں کو کھلائیں گے۔ خود ہنستے ہوئے اوروں کو ہنسایا کریں گے۔ اور ہمارا جینا نہ صرف بامعنی ہوگا۔ بلکہ اپنے پائدار اثرات کے سبب سے ابدیت کی جھلک دکھلائے گا۔

منفی نقطہ نگاہ کے لوگ تو قدرتی طور پر دُنیا اور زندگی سے فرار کا نظریہ رکھتے ہیں۔ وُہ سوسائٹی اور آبادی سے جہاں تک ممکن ہو۔ دُور رہنا چاہتے ہیں۔ اور مختلف تدبیروں سے جن کا ذکر اُوپر کر آئے ہیں۔ دُنیا اور زندگی کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لئے بھلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ نشہ [illegible] ناچنے گانے سانس اور خیال کو روک رکھنے پر لوگ یا اُوپر کے

لوگوں کے خیالات میں مگن رہنے کے اصلی معنی موجودہ دُنیا اور زندگی سے فرار کے ہی ہیں۔ ان لوگوں میں یہ ہمت ہی نہیں ہوتی۔ کہ دُنیا کے رُوبرو کھڑے ہُوں۔ حالات کا سامنا کریں۔ زندگی کا بوجھ اُٹھائیں۔ ذمہ داری کو اپنے سر پر اور اپنی قسمت کو اپنے ہاتھ میں لیں۔

بد قسمتی سے ہندوستان میں عام طور پر اس نظریۂ فرار کو ہی رُوحانیت کی ایک یقینی علامت سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ بھگوت گیتا میں زندگی سے فرار کے خلاف بڑے زور اور وضاحت کے ساتھ تلقین کی گئی ہے۔

جو لوگ دُنیا اور زندگی سے بھاگنے کا خیال نہیں رکھتے۔ ان میں مندرجہ ذیل نظریے دیکھنے میں آتے ہیں۔

(ا) **اطاعت**۔ اکثر لوگ یہ دیکھکر کہ دُنیا میں ایک ایسی عظیم طاقت حکمران ہے۔ جس کے رُوبرو ہم بے بس کھلونوں کی مانند ہیں۔ حالات کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اور انہیں بدلنے کا خیال اور ہمت نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں کبھی یہ اُمید ہی نہیں پیدا ہوتی۔ کہ وُہ اپنی تدبیر اور کوشش سے موجودہ دُنیا کو بہتر اور خوش تر بنا سکیں گے۔ وُہ اپنی کمزوری اور بے بسی بلکہ بے اختیاری کے اقرار کو ایک رُوحانی صفت خیال کرتے ہیں۔

اب اگرچہ یہ اطاعت پسند جماعت دُنیا پر حکمران طاقت کے سامنے اپنی بیچارگی کو محسوس کرتی ہے۔ مگر اس میں بھلائی اور محبت کے نشانات نہیں دیکھتی۔ تب اُن کی اطاعت صبر کی صُورت اختیار کرتی ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے۔ کہ صبر کے ذریعے ہم اس طاقت کے ساتھ موافقت پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اگرچہ صبر بڑا تلخ ہوتا ہے۔ لیکن انجام کار میٹھا پھل لاتا ہے۔

لیکن جو لوگ اس عظیم اور سب پر حکمران طاقت میں حکمت کی لَو پاتے ہیں۔ ان کا نظریۂ "توکل" کی صُورت قبول کرتا ہے وُہ اپنے آپ کو اس طاقت کے سپُرد کر کے یقین رکھتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ خالی از حکمت نہیں ہے۔ انجام کار بہتری ہی ہوگی۔

بعض اس حکمران طاقت میں حکمت کے علاوہ مادرانہ۔ پدرانہ یا دوستانہ محبت بھی دیکھتے ہیں۔ اور اس لئے وُہ صرف صابر اور متوکل ہی نہیں۔ بلکہ شاکر اور راضی برضا رہتے ہیں۔ اور حالات خواہ کتنے ہی مخالف ہوں۔ وُہ سرجیکل اپریشن کی مانند ان میں اپنی سراسر بھلائی دیکھا کرتے ہیں۔ اور شکر اور رضا کو بندگی کی رُوح سمجھتے ہیں

بہر حال یہ اطاعت پسند جماعت زندگی کو سہنا اپنا فرض جانتی ہے۔ ان کی نظروں میں غریبی اور بیماری۔ غلامی اور رُسوائی سب کچھ خدا سے ہے۔ فصل اچھی طرح پھلے یا برباد ہو جائے۔ آبادی مُلک بڑھے یا گھٹے۔ عمریں طویل ہوں یا کم ہو جائیں۔ اولاد تھوڑی ہو یا زیادہ۔ یہ لوگ ان تمام حالتوں میں صابر یا شاکر یا راضی رہا کرتے ہیں۔ وُہ صرف اطاعت کیلئے ہی جیا کرتے ہیں۔ ذمہ دارانہ اور فہیمانہ تخلیق کے لئے نہیں۔

(ب) **بغاوت**۔ باغیانہ فطرت کے لوگ جب حالات کو اپنا مخالف پاتے ہیں۔ تو اطاعت اختیار کرنے کی بجائے صدائے احتجاج بلند کرنے لگتے ہیں۔ اگر خدا ان ناگوار حالات کیلئے ذمہ دار ہے۔ تو اس کے خلاف بھی اعلان بغاوت کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور اگر انہیں حکومتِ وقت ذمہ دار نظر آتی ہے۔ تو اس کے خلاف آواز اُٹھانے اور حالات کو ہُوبہُو ظاہر کرنے سے نہیں جھجکتے۔ یہ لوگ خالی خوش فہمی اور خوش خیالی میں کوئی مردانہ وار تسلی نہیں دیکھتے۔

صاف طور پر یہ گروہ طاقت وروں سے تعلق رکھتا ہے۔ ضعیفوں اور کم ہمتوں سے نہیں۔ اہل مذہب یا اہل حکومت ان کی آواز کو دبانا اور ان کے قلم کو روکنا چاہتے ہیں۔ مگر ان کی زبان کٹ تو سکتی ہے۔ مگر بند نہیں کیجا سکتی سر قلم ہو سکتا ہے۔ مگر قلم رُکنے کا

یہ منچلے لوگ یقینی طور پر لوگوں میں کچھ جنبش اَور بیداری پَیدا کرتے ہیں۔ تصویر کا دبا یا چھُپا ہُوا پہلو دکھلاتے ہیں۔ اَور واقعات اَور حالات کو پیش کر کے تعلیمی خدمت بھی کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کی خالی نکتہ چینی اُسوقت تک عملی نتائج پیدا نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اس نکتہ چینی کے ساتھ ساتھ کوئی تعمیری پروگرام نہ ہو۔

بہر کیف یہ نقطہ نگاہ کچھ زندگی ظاہر کرتا ہے۔ اطاعت کا زاویہ نگاہ تو بچگانہ اَور غیر ذمّہ دارانہ ہے۔ مگر یہ دُوسرا نظریہ شیر کی صفت ظاہر کرتا ہے۔ 'نٹشے' نے نظریہ اطاعت کے لوگوں کو لدّو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

(ج) **قبولیّت**۔ اطاعت کا نظریّہ اس دُنیا کے آگے جھک کر صرف اس کا روشن پہلو دیکھنے کی طرف مائل ہوتا ہے اس کے خلاف باغیانہ نقطہ نگاہ حالات حاضرہ کے مقابلے میں سرکش ہو کر صرف تاریک پہلو پر نظر جمائے رکھتا ہے۔ ایک زندگی کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اَور دُوسرا اس کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلا بھاؤ تامسک ہے۔ اَور دُوسرا راجسک پہلے میں سکون غالب ہوتا ہے۔ اور دُوسرے میں حرکت۔

مگر زندگی کا ساتوک نظریہ یہ ہے۔ کہ دُنیا میں بھلائی بھی ہے۔ اَور بُرائی بھی۔ اچھی اور بُری دونوں قسم کی طاقتیں موجود ہیں۔ ہمارا کام نہ تو ان کے آگے جھک رہنا ہے۔ اَور نہ ان کے خلاف برسرِ پیکار ہونا۔ بلکہ ہمیں چیزوں اَور حالات کو ہُو بہو دیکھنا چاہیئے۔ صرف خوش بینی۔ یا صرف بدبینی نظر کی صفائی ظاہر نہیں کرتی۔ بے تعصب نظر حالات کو جیوں کا تیوں دیکھتی ہے۔ اشیا اَور واقعات کے قوانین معلُوم کرتی ہے۔ اَور واقعی چیزوں اَور حالات کو ایک بہتر اَور خوش تر دُنیا بنانے کے لئے بطور خام مسالا کے استعمال کرتی ہے۔ نہ تو دُنیا کو بالکل بے نقص جانتی ہے۔ اور نہ بالکل ہی ناقص۔ بلکہ دُنیا جیسی بھی درحقیقت ہے۔ اسے سمجھ کر علم۔ تخیّل اَور عملی کوشش کے ذریعے اسے کمال کی طرف لے جاتی ہے۔

یہ نظریّہ اسی واقعی دُنیا کو ممکن سورگ کے رُوپ میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ یہ نہ تو کھاد کے درمیان پڑا سوتا ہے۔ اَور نہ اس کی بدبُو سے بھاگتا ہے۔ بلکہ اُسے کھیتوں اَور باغوں کے لئے کام میں لاتا ہے۔ زہروں کو بھی زندگی کی خدمت میں لگانے کے قابل ہوتا ہے۔ یہ زاویہ نگاہ علمی ہے۔ مردانہ ہے۔ مثبت ہے۔ اَور زندگی سے لبریز۔ عالی ہمت اَور پُر اُمید۔ طاقت ور ہے اَور حکیمانہ ؛ بھگوڑوں یا لڑاکوں کا نہیں۔ یہ قبول کرتا ہے حالات حاضرہ کو۔ مگر آئیڈیل جان کر نہیں۔ بلکہ بطور خام مسالا کے۔ زندگی سے مکتی نہیں بلکہ زندگی کی مکتی کے لئے نظریہ قبولیت کی نشوونما درکار ہے۔ یہ نقطہ نگاہ دُنیا کو قبول کر کے اس کا غلام نہیں ہوتا۔ اَور نہ اس سے ڈرتا ہے۔ بلکہ یہ اس واقعی دُنیا اَور اس کی چیزوں کو ایک ممکن دُنیا کی تعمیر کے لئے خام مسالہ کے طور پر استعمال کیا کرتا ہے۔

اطاعت کے نظریہ سے جو مکتی ہاتھ لگتی ہے۔ وہ دراصل پناہ گزینی ہے۔ آزادی نہیں۔ اَور بغاوت، کا نظریہ جو مکتی دیتا ہے۔ اس میں شانتی کی بُو تک نہیں ملتی۔ مگر زندگی کی قبولیت کا زاویہ نگاہ جو مکتی دیتا ہے۔ وہ تو ایک رُوحانی پیدائش ہے۔ یعنی محدُود کے اندر غیر محدُود۔ جزو کے اندر کل۔ مخلُوق کے اندر خالق۔ عارضی کے اندر ابدی۔ انسان کے اندر خدا اَور ظہور کے اندر حقیقت کا پُر سرور کشف ہے۔

(۷)

مکتی کے متعلق ایک عام غلط تصوّر

اکثر لوگ آزادی کے یہ معنی خیال کرتے ہیں۔ جو کچھ جی میں آئے۔ اور جس طرح چاہیں۔ کر سکیں اور کئے جائیں۔ ہماری خواہشات اور افعال پر کوئی بھی شرط یا قید نہ ہو۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے کوئی بھی بھلا یا بُرا پھل نہ لا سکیں۔ اور ہم کسی کے رُو برو جواب دِہ نہ ہوں۔ ملکی یا قدرتی قوانین ہم پر عائد ہونے کی قدرت نہ رکھیں۔ اور ہماری زندگی ولاس ماتر اور مَن کی موج ہو

آزادی کے متعلق اسی تصور کے لوگ اپنی تسلی کے لئے یہ یقین پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ تمام قوانین ہی خواہ وہ ملکی یا قدرتی ہوں فرضی ہیں اور اس لئے ان کی پابندی لازمی نہیں ہے۔ اور بعض گیان مارگی تو یہ نشچے رکھتے ہیں۔ کہ آتما نتیہ مکت ہے۔ تین گنوں سے پرے ہے۔ اور پرکرتی کے نیموں سے اُوپر۔ اس لئے آتم گیان پراپت ہونے پر انسان تمام قوانین اور قیود سے آزاد ہو کر جس طرح چاہتا ہے۔ کرتا اور جیتا ہے۔ یہ اپنا قانون آپ ہے۔ اس کے لئے سوسائٹی یا نیچر میں کوئی قانون نہیں ہے۔

مُکتی کے متعلق اس قسم کے تصورات نہ صرف غلط ہیں۔ بلکہ نہایت مضر نتائج پیدا کرنے والے ہیں۔ مُکتی گیان کے بنا نہیں ہو سکتی۔ اور گیان (۲) دو طرح کا ہے۔

(ا) **آتم گیان**۔ اپنی ذات کی پہچان۔ اپنے آپ کو اپنے جسم اور ذہن کا مالک اور ان سے الگ جاننا۔ سب کے اندر ایک آتم دیو کا درشن۔ اور اسلئے سب کے ساتھ اپنے آپ کی مانند پیار اور برتاؤ اپنے آپ پر پُورا بھروسہ اور اعتماد کہ میرے لئے کوئی بھی معقول بات ناممکن نہیں ہے۔ میرے اندر تمام واقعی اور ممکن سوالات زندگی کے حل کی روشنی اور طاقت موجود ہے۔ میں جگت کے آشرے نہیں۔ بلکہ جگت میرے آشرے ہے۔ سرب سُکھ کا بھنڈار میری ہستی میں موجود ہے۔ آنند باہر سے اندر کو نہیں آتا۔ بلکہ اندر سے باہر کو جاتا ہے۔ بیرونی چیزیں اندرونی سُرور کو صرف منعکس کرتی ہیں۔ اس آنند کے پرکاش کے وسائل ہیں اسی طرح زندگی کا چشمہ اندر ہے۔ باہر سے تو وہ صرف اپنی عمارت کا مسالا جذب کرتی ہے۔ آتما ست چت آنند سوُروپ ہے اس کے لئے دیش کال نہیں۔ بلکہ سرب دیش اور کال آتما سے ہیں۔ اور آتما کے رُو برُو ہی نمودار ہو رہے ہیں۔ آتما کے لئے تبدیلی نہیں۔ فنا نہیں۔ جرا مرن نہیں۔ بندھن اور قید نہیں۔ کیونکہ اس کا غیر موجود ہی نہیں۔ سب اسی سے ہے۔ وہ ست ہے۔ سب سے پرے ہے۔ اور سب اسی کا ہے۔

(ب) **وشو گیان** (وگیان) آتما صرف ہے نہیں۔ جیتا اور چمکتا ہے۔ صرف ایک ماتر نہیں بلکہ انیک بھی ہے۔ صرف گُپت ہی نہیں بلکہ وشو رُوپ میں وُہی پرکٹ ہو رہا ہے۔ صرف اندر ہی نہیں۔ بلکہ باہر بھی اسی کا جلوہ ہے۔ اب دیکھنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے۔ کہ آتما جہاں اپنے سوُروپ میں (بذات خود) سب نیموں کا چشمہ اور ان سے سدا اُوپر براجمان ہے۔ وہاں جگت رُوپ میں اس کا پرکاش ہر جزو کل میں اپنا اٹل نیم رکھتا ہے۔ اور وہ نیم کسی ایک شخصی ذہن یا کئی ذہنوں کی اختراع نہیں ہے۔ ہم ان نیموں کو اپنے ذہن کی راہ سے پیدا نہیں کرتے بلکہ دریافت کرتے ہیں۔ ان نیموں کے پالن میں ہماری زندگی ہے۔ ترقی اور بہتری ہے۔ صحت۔ خوبصورتی اور خوشی ہے۔ اور ان سے عملاً انکار کرتے میں موت ہے۔ تباہی اور بربادی ہے۔ بیماری۔ بدصورتی اور دُکھ ہے۔ کوئی بشر بھی ان قوانین کو نہ تو ایجاد کر سکتا ہے۔ اور نہ توڑ سکتا ہے۔ ہاں اس کا اختیار ہے۔ کہ ان کی اطاعت سے بہبودی حاصل کرے۔ یا ان کی خلاف ورزی سے خودکشی کا مرتکب ہو۔ یہ اٹل قوانین ہی ہمارے بھلے بُرے کرموں کا پھل لایا کرتے ہیں۔ کرم کرنے میں ہمارا اختیار ہے۔ مگر ان کا پھل بھوگنے میں ہرگز ہرگز نہیں۔

جگت کو اپنا خواب و خیال کہہ کر [illegible] اگیانی بھی [illegible] خوراک۔ اور ادویات

کے اثرات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ عملاً اسے جگت ست ہی ماننا پڑتا ہے۔ اور اگر ستیہ کی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ تینوں زمانوں میں برقرار رہتا ہے۔ اور کبھی بدلتا یا مٹتا نہیں۔ تو یہ تعریف قوانین قدرت پر پورے طور پر صادق آتی ہے۔ اور اس لئے اگرچہ جگت چیزوں اور واقعات کے اعتبار سے بے ثبات (است) نظر آتا ہو۔ مگر ان چیزوں اور واقعات پر حکومت کرنیوالے قوانین تو ست (ترکالا بادھ) ہی ہیں۔ جگت میں اٹل نیموں کا راجیہ دیکھنے والا کبھی جگت کو است نہیں کہہ سکیگا۔

اپنے سوروپ میں آتما تو نیتہ مکت ہے ہی۔ مگر ہم زندگی میں مکتی کا آنند پانا چاہیں۔ تو اس کے لئے ایک ہی سیدھا اور یقینی راستہ ہے۔ اور وہ ہے قوانین ہستی کی وفادارانہ اطاعت۔ قانون کی پابندی ہمیں طاقت۔ حکومت۔ صحت۔ خوبصورتی۔ خوشی اور خوشحالی دیتی ہے۔ اور قانون کی جہالت یا اس کی خلاف ورزی ہمیں لازمی طور پر تباہ کرتی ہے۔ اس لئے زندگی کی مکتی قانون کے علم اور اس کی پوری اطاعت میں ہے۔ اس سے جہالت اور سرکشی میں کبھی نہیں۔

قانون کی پابندی ہمیں ساری پرکرتی کا پربھو۔ ایشور بناتی ہے۔ ہم سمندر پر تیرتے ہیں۔ بیس ہزار فیٹ کی بلندی پر ہوا میں اڑتے ہیں۔ ایک کھن میں دور کے دیشوں کو دیکھتے اور سنتے ہیں عناصر کو اپنی خدمت میں استعمال کرتے ہیں۔ اور قدرت کی بے انداز طاقتوں کو اپنانے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور اس لئے قانون کی پابندی ہمیں واقعی طور پر غریبی۔ کمزوری۔ بیماری۔ خوف سے آزاد کرتی ہے۔

قوانین قدرت سے بے خبر یا ان سے سرکش رہ کر ہم مکتی کا فلسفہ تو گھڑ سکتے ہیں۔ یا کسی تدبیر سے جگت کو بھلانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ مگر زندگی میں واقعی طور پر ہر قسم کے کلیشوں سے مکت ہونا محال ہے۔

کیا کوئی راگی راگ کے قوانین کی خلاف ورزی سے راگ کا آنند ظاہر کر سکتا ہے؟ کیا کوئی سائینسدان قوانین قدرت سے انکار کر کے کوئی طاقتور مشین ایجاد کر سکے گا؟ اور کیا کوئی شخص صحت کے قوانین کو نظر انداز کرتا ہوا بیماری سے بچا رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

ساز کی ڈھیلی تاروں سے کبھی آنند بھرا راگ نہیں نکلتا۔ اس کے لئے تاروں کا کسا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح قانون کو توڑ کر ہم نشہ اور مستی تو حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر حقیقی آزادی اور باصحت خوشی سے دور رہتے ہیں۔ مکتی نیم کے گیان اور اس کی پابندی میں ہے۔ اور اس معنی میں یہ کہنا درست ہے۔ کہ مکتی گیان کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نہ صرف آتم گیان بلکہ اس کے ساتھ وشو گیان (وگیان) کا ہونا بھی ضروری ہے۔

پرمارتھ میں تو آتما سدا ہی مکت ہے۔ خواہ کوئی شخص اس بات کو جانے یا نہ جانے۔ مکتی درکار ہے۔ تو جیو کے لئے ہے۔ اور وہ بھی بیوہار میں۔ پرمارتھ میں نہیں۔ عملی زندگی میں۔ تین گنوں سے پرے نہیں۔ اگر بیوہار میں تین گنوں کے اندر مکتی کا آنند نہ ملے۔ تو سمجھ لو۔ کہ خالی آتم گیان صرف دل کی تسلی کا سامان ہے۔ زندگی کی واقعی مشکلات کا حل نہیں۔ بیوہار میں نیم کی پابندی سے مکتی کا انوبھو ہی یتھارتھ آتم گیان اور آتم لابھ ہے۔ کیونکہ جگت آتما کا ہی چمتکار ہے۔ اور پرکرتی کے سب نیم اصل میں آتما کے ہی نیم ہیں۔ پرکرتی میں آتم راجیہ ستھاپن کرنا ہی سچی مکتی ہے۔ قانون کی مطابقت میں آزادی کا سرور پانا ہی نردوند اوستھا ہے۔ اور تین گنوں کا نیم پورک کھیل کھیلتے ہوئے بھی ان میں نہ بندھنا ترگناتیت پد ہے۔

(۸)

بندھن اور دکھ۔ کہاں اور کیوں؟

بندھن اور دُکھ۔ مکتی اور آنند کا سوال صرف انسان کے لئے ہے۔ نباتات حیوانات بے خبری میں جیتے ہیں۔ خود آگاہی Self—awareness. سے محروم ہیں۔ اور جب وہ اپنے آپ کو جانتے ہی نہیں۔ تو ان کے لئے بندھن اور موکش کا سوال ہی کیا؟ ایک پاگل یا بے ہوش یا نشہ میں چور یا سویا ہوا انسان جیل میں رہتا ہوا بھی قید محسوس نہیں کرتا اور اور اسی لئے آزادی کی خواہش نہیں رکھتا۔ اگر انسان سے نچلی زندگی میں بھی مکتی کا میلان دیکھا جاتا ہے۔ تو وہ بے خبری میں ہے۔ قدرتی حالت میں اور عام طور پر حیوانات کبھی کبھار ہی بندھن کا دُکھ محسوس کیا کرتے ہیں۔

مگر انسان خود آگاہ ہونے کے سبب ہر دم اپنی قید اور آزادی کو محسوس کرتا ہے۔ اور قید سے چھوٹنے کے لئے بے قرار ہوتا ہے۔ اس لئے اگرچہ بندھن اور مکتی ایک حد تک تحت الانسان زندگی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مگر ان کے متعلق سوال صرف انسانی زندگی میں اُٹھتا ہے۔ اور وہ بھی جسم میں نہیں بلکہ انسانی ذہن کے باخبر حصے میں۔

انسان کی یہ اندرونی روشنی (خود آگاہی) ہی اس کے لئے بلا بن رہی ہے۔ اور اس روشنی کے ذریعے ہی قید سے چھوٹ کر جو لُطف آزادی انسان حاصل کر سکتا ہے۔ وہ کسی دوسرے جاندار کو نصیب ہونا ممکن نہیں۔

اب ہم اس بات پر غور کریں گے۔ کہ انسانی وجود کے باخبر حصہ (ذہن) میں بندھن کا احساس کیوں پیدا ہو گیا۔ اگر آتما (برہم) جو کل موجودات کا چشمہ۔ سہارا اور روشنی ہے۔ صرف شانت ہوتا اور شکتی مان نہ ہوتا۔ تب جیو اور جگت دونو نہ ہوتے اور بندھ موکش کے سوالات ہی نہ اُٹھتے۔ جگت کی پیدائش خواب کی مانند ہمارے اپنے ذہن سے نہیں ہوتی۔ کیونکہ ذہن کی موجودگی کے لئے دماغ چاہیئے۔ اور دماغ خود اس جگت کا جُزو ہے۔ جیو اور جگت۔ درشٹا اور درشیہ چیتن اور جڑ کی پیدائش آتما سے ہے۔ اور یہ پیدائش بلا تجویز و ایجاد کے آتما کے سوبھاو سے ہے۔

آتما جگت کے رُوپ میں اپنا ظہور دکھلاتا ہے۔ اور سب جیووں کے اندر دیکھنے والا بھی آپ ہے۔ آپ ہی عکسی چہرہ ہے۔ اور آپ ہی اس عکس کو دیکھنے والی نظر۔ ادھر بھی آپ ہے۔ اور اُدھر بھی آپ۔ جس طرح بیج سے بتدریج تنا۔ شاخیں پتے۔ پھول اور پھل نمودار ہو کر پھر بیج تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ ایک اپنے ہی انیک رُوپوں میں چھپ کر پھر وہی ایک ہو جاتا ہے۔ اور درحقیقت سدا ایک ہی رہتا ہے۔ انیکتا ظہور سے تعلق رکھتی ہے۔ اندرونی حقیقت سے نہیں۔

اسی طرح آتما جگت اور جیو کے رُوپ میں اپنا پرکاش کرتا ہے۔ یہ پرکاش سو بھاوک اور اٹل ہے۔ جیو کے اندر اس پرکاش کی رُکاوٹ کا نام ہی بندھن ہے۔ اور جیو کسی بھی روکاوٹ یا قید پر اس لئے بندھن محسوس کرتا ہے۔ کہ وہ درحقیقت آتما ہے۔ غیر محدود ہے۔ اور مطلق ہے۔ اور وہ اپنے ایک طرف باندھنے والی پرکرتی اور دوسری طرف نتیہ مکت آتما کو دیکھتا ہے۔ آتما کے پرکاش میں رُکاوٹ کا نام بندھن ہے۔ اور اس روکاوٹ کے دُور ہو جانے کا نام موکش۔

پس بندھن کیوں محسوس ہوتا ہے؟ اس لئے کہ جیو اور جگت آتما کا سوبھاوک پرکاش ہیں۔ یہ چمتکار رُک نہیں سکتا۔ نیز جیو اپنے معنوں میں اپنی صورت سے بے اندازہ بڑا ہے۔ اس کی معنوی عظمت ہی اس کی محدود صورت کو قید کا رُوپ دیا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ جب تک جیو کو آتم گیان اور دشو گیان نہ ہو۔ وہ احساس غیریت رکھتا ہے۔ اور یہ احساس غیریت ہی جیو کے اندر مَیں اور تُو کا تفرقہ پیدا کرتا ہے۔

جیو کے مرکز پر آتما کے ظہور میں روکاوٹ کا پیدا ہونا بندھن ہے۔ اور جس طرح یہ ظہور قدرتی اور پُر معنی ہے۔ اسی طرح روکاوٹ یا رُکاوٹوں کا پیدا ہونا بھی غیر قدرتی اور خالی از معنی نہیں ہے۔ یہ رُوکاوٹ ہی تو پندار خودی پیدا کرتی ہے۔ جب تک نا تنگی کسی چیز ... ہونے کو محسوس نہیں کر سکتا۔ انفرادی مرکز کی پیدائش روکاوٹ کے ذریعے

ہوتی ہے۔ اور اگر ہم اس رکاوٹ پر ٹھہر نہ جائیں۔ بلکہ آتم وشواس رکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ تب یہی شعلہ خودی اپنی محدودیت کھو کر نورِ کل ہو جاتا ہے۔ رکاوٹ کا پیدا ہونا غیر قدرتی نہیں۔ غیر قدرتی بات یہ ہے کہ وہیں ٹھہر کر دکھ سہا کریں اور اس دکھ کو ہی سنئے بل۔ گیان اور آنند میں بدلنے کی ہمت کھو بیٹھیں۔

انسان کے سوا دوسرے جاندار بھی اودیا میں جیتے ہیں۔ مگر اپنی اودیا کی خبر نہیں رکھتے۔ انسان اپنی اودیا کی خبر رکھتا ہے۔ اس کی اودیا میں ہی ودیا کے بیج پوشیدہ ہیں۔ اس کی اپورنتا بھی اپنے اندر پورنتا کا راز رکھتی ہے۔ ورنہ اسے اپنی پورنتا کا خیال نہ آتا۔ اسی طرح اس کی بدی میں نیکی اور اس کی چھوٹائی میں بڑائی نہاں ہے۔ رکاوٹ۔ جہالت۔ بدی پر ٹھہر جانا آتم گھات ہے۔ اپنے آتما سے انکار ہے۔

بندھن کا ہونا کوئی اتفاقیہ بھول یا غیر قدرتی بات نہیں ہے۔ تم اور رج سے نکل کر ستو میں سے گذرتے ہوئے لوٹ کر اپنے آپ میں جا گئے۔ بسنے اور جینے کے لئے دکھ کی آگ میں سے گذرنا ضروری ہے۔ لیکن اپنی حالت پر صابر اور شاکر ہو کر دکھ میں راضی ہو رہنا خلافِ قانونِ ارتقا ہے۔ دکھ آتا ہی اس لئے ہے۔ کہ ہم منظور کرنے کی بجائے اسے سمجھیں اور اسے مٹا کر اس سے آگے گذر جائیں۔ جیتنا ہوا دکھ ہمارا بل اور آنند بڑھاتا ہے۔ دکھ میں پڑے رہ کر اس کے سبب کو نہ سمجھنا اور اس کے لئے ایشور اچھا یا اپنے پچھلے نامعلوم کرموں کو ذمہ دار قرار دے کر سنتشٹ ہو رہنا تامسک اوستھا ہے۔ زندگی میں درد اور مصیبت کا ظہور زندگی کو آگے لے جانے کے لئے ہے۔ صرف سہنا تموگن ہے۔ صرف کرنا رجوگن ہے اور سمجھ کر کچھ کرنا ساتوک بھاو ہے۔

بندھن۔ دکھ اور مصیبت کے ظہور کے لئے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان کی نموداری خود زندگی کے ارتقائی منصوبے اور نقشے کے اندر پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر ہم بندھن اور دکھ کو اپنی قسمت جان کر ان پر ٹھہر جائیں۔ اس کے سبب کو حال میں تلاش نہ کریں۔ اور دل میں ان سے آخرکار چھوٹنے کی اُمید کھو بیٹھیں۔ یا اپنی غلط کاریوں سے انہیں بڑھاتے جائیں تو ان سب باتوں کے لئے ہم خود ذمہ دار ہیں۔

کیا جب بندھن اور دکھ آتے ہیں۔ تو اپنی زبانِ حال سے موکش اور آنند کے لئے نہیں تڑپا کرتے۔ نظرِ معنوی صاف طور پر بندھن اور دکھ میں موکش اور آنند کا راز دیکھا کرتی ہے۔

دوسرا سوال کہ بندھن ہے کہاں۔ یہ جواب رکھتا ہے۔ کہ بندھن نہ تو جگت میں ہے اور نہ آتما میں۔ نہ تو جیو کے تن میں ہے۔ اور نہ پران میں۔ بندھن اور دکھ صرف جیو کے من میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور وگیان مے کوش میں اُٹھتے ہی اُڑنے لگتے ہیں۔ ان کے اڑنے پر جیو آنند مے کوش میں اُٹھ جاتا ہے۔ وہ صرف گیان اور وگیان ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ پریم اور آنند کی لگاتار اشاعت کا مرکز بن جاتا ہے۔ اور یہی جیون مکتی ہے۔

(۹)
پنچ کلیش

مکتی کے معنی جسمانی درد یا بیرونی آفات و مصائب سے چھٹکارا نہیں۔ یہ چیزیں تو زندگی میں موجود ہیں۔ اور رہیں گی ہمیں مکت ہونا تو صرف ان دکھوں اور کلیشوں سے ہے جو ہمارے من میں پیدا ہو کر زندگی کی عالمگیر خوبصورتی کو چھپا لیتے ہیں

یوگ شاستر میں جو مکتی شاستر ہے انہیں پانچ کلیشوں کا ورنن ہے۔ ان کلیشوں کو "مہرورمتی" میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"پہلا کلیش۔ اودیا (بے خبری و جہالت) ہے۔ اودیا کے معنی قطعی بے خبری یا جہالت کے نہیں بلکہ ایسے علم کے ہیں۔ جو جہالت کے ساتھ ملا جلا ہو۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ انسان نہ تو قطعاً بے خبر اور جاہل ہے۔ اور نہ ہی پورے طور پر باخبر اور عالم ہے۔ اسی لئے انسان کو صبح کاذب (پوپھٹی) سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر رات اور دن مادہ اور سپرٹ۔ محدود اور غیر محدود۔ فانی اور باقی کا میل ہو رہا ہے۔ تحت الانسان زندگی رات میں جیتی ہے۔ اور فوق الانسان زندگی دن ہیں۔ مگر انسان نہ تو پوری طرح سویا ہوا ہے اور نہ پورے طور پر بیدار۔ یہ نہ تو خالص حیوان ہے۔ اور نہ ہی خالص فرشتہ۔"

"نری بے خبری میں اپنے ہونیکی ہی سدھ نہیں ہوتی اور پوری باخبری میں جدائی کا دھوکہ ٹھہر نہیں سکتا۔ انسان محض بے خبری سے نکلتا ہوا کامل باخبری کی طرف جا رہا ہے۔ اور اس کی اس درمیانی اور گذر جانے والی حالت کو ہی اودیا کہتے ہیں۔ یہ اودیا انسان کی تمام مصیبتوں کی جڑ ہے۔ اگرچہ اودیا سے پیدا ہونے والے دکھ ہی انسان کی کامل بیداری اور باخبری کا باعث ہوں گے۔

دوسرا کلیش۔ اسمتا (خودی۔ اہنکار) ہے۔ اودیا میں انسان اپنے ہونے کو تو جانتا ہے۔ مگر پوری طرح نہیں جانتا۔ اپنے ارد گرد کی دنیا سے آگاہی رکھتا ہے۔ مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے اندر خودی کا دھوکہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک خاص جسم و ذہن جان کر کل زندگی اور ہستی سے جدا خیال کرتا ہے۔ مگر یہ احساس جدائی سراسر وہم ہے۔ کیونکہ یہ امر متحقق ہے۔ کہ موجودات میں کوئی شئے بھی کسی شئے سے حقیقتاً جدا نہیں ہے دنیا میں دراصل ایک ہی مادہ۔ ایک ہی طاقت۔ ایک ہی زندگی۔ ایک ہی قانون اور ایک ہی حقیقت موجود ہے ظاہری جدائی ایک دھوکہ ہے۔ جو جہالت سے پیدا ہوئی ہے۔

یہاں پر اس بات کا سمجھ لینا موزوں ہوگا۔ کہ خودی کا دھوکہ بھی کوئی اتفاقیہ ظہور نہیں ہے۔ بلکہ یہ زندگی کی سکیم میں ضروری جگہ رکھتا ہے۔ زندگی اپنے مقاصد کے لئے اندھیرے۔ بدی۔ دھوکے اور دکھ کو بھی استعمال کیا کرتی ہے۔"

"عالمگیر زندگی ہی خودی کے دھوکے کی راہ سے ایک ایسا ظہوری مرکز تیار کرتی ہے۔ جو انسان سے نچلی زندگی میں نہیں ملتا۔ اس مرکز کی راہ سے ہی زندگی اپنی حقیقت، روشنی، خوبصورتی۔ پاکیزگی اور محبت کو ظہور میں لاتی ہے۔

خودی بھی زندگی کے عمل پیدائش کا ایک ضروری مگر گذر جانے والا جزو ہے۔ اور خودی سے پیدا ہونے والے دکھوں کو درد پیدائش سے تشبیہ دیجا سکتی ہے۔ پیدائش شروع ہونے سے پہلے اور اس کی تکمیل پر دکھ نہیں ہوتا۔ اپنا کام کر کے خودی رفع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خودی کی زندگی بھی ایک اعلےٰ زندگی میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ اور یہ خودی کے درد ہی ہیں۔ جو ہمیں اس راستے میں بیدار اور رواں رکھتے ہیں۔ اگر یہ درد نہ ہوتے۔ تو ہم بھی حیوانات کی مانند ایک ہی حالت میں سوئے رہ جاتے۔ اور زندگی کی اعلےٰ ترین خوشبوؤں میں کبھی حصہ دار نہ ہو سکتے۔

"انسان سے نیچے کی بے خبر زندگی اپنا کمال رکھتی ہے۔ اور معمولی انسان سے اوپر بے خودی کی روحانی زندگی باخبری کا کمال ہے صرف درمیانی مرحلہ میں عدم کمال اور نقائص کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ باجے کی تاروں کو اپنی سُریں بدلتے وقت بے سُری میں سے گذرنا ہی پڑتا ہے۔

لے۔ اوم آفس۔ لاہور سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

اس لئے خودی جو اپنی واقعی حالت میں نرا درد اور دکھ ہے۔ اپنے پوشیدہ امکانات میں اعلےٰ ترین خوشیوں کی طرف ایک ضروری راہ ہے۔ خودی کا ظہور ہمارے گناہوں کی سزا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے درختِ زندگی کا وہ کچا اور کسیلا پھل ہے جو اپنی پختگی پر پہنچکر دنیا کو اپنی بے نظیر مٹھاس اور خوبصورتی سے ایک خاص خوشی دینے والا ہوگا۔ یہ طالبِ موسیقی کا وہ ابتدائی الاپ ہے۔ جو مزید نشو و نما پا کر نہایت رسیلے اور دل کش راگ میں بدل جائے گا۔ یہ تو ننھے بچے کی وہ لڑکھڑاتی چال ہے۔ جو ایک روز زمین پر شاہانہ چال چلتی ہوئی سرورِ زندگی سے رقص کرے گی۔ یہ وہ لمپ ہے۔ جو جلتے وقت دھواں دیتا ہے۔ مگر پوری طرح جلنے پر انسان کو نور و حسن بخشتا ہے۔ یہ وہ تازہ آبِ باراں ہے جو زمین پر برس کر مٹی کے ساتھ ملنے سے گدلا ہو رہا ہے۔ مگر کچھ دیر کے بعد نکھر جائے گا۔

حقیقت کی پوچھو۔ تو انسانی وجود میں خودی (باخبر میں) کا ظہور خود خدا کی ہی آمد آمد ہے۔ خودی کی تحقیر خدا کی تحقیر ہے اور خودی کو مارنا اس ذاتِ پاک کی ہتک ہے۔ جس کا یہ زمینی عکس ہے۔ ہاں قیدِ خودی سے آزاد ہونا ضروری ہے۔

"تیسرے اور چوتھے کلیش۔ راگ (پسندیدگی و الفت) اور دویش (ناپسندیدگی اور نفرت) ہیں۔ جو خودی کی محدودیت سے لازمی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ جو چیزیں دردِ خودی کو گھٹاتی یا اُسے آسائش دیتی ہیں۔ ہم انہیں پسند کیا کرتے ہیں۔ اور جن چیزوں کی چھوت خودی کے پھوڑے کو دکھاتی ہے۔ ہم انہیں ناپسند کرتے ہوئے بری خیال کرتے ہیں۔ بھلائی اور برائی کا تضاد خودی کے لئے ہے۔ خودی سے اوپر نیکی مطلق موجود ہے۔ اور بدی معدوم۔ راگ اور دویش ہمارے دل میں کبھی خوشی۔ کبھی غم۔ کبھی موافقت اور کبھی رگڑ۔ کبھی یگانگت اور کبھی بیگانگی۔ کبھی عینیت اور کبھی غیریت۔ کبھی امید اور کبھی مایوسی۔ کبھی تسلی اور کبھی بے چینی پیدا کرتے ہوئے ہمیں سدا اشانت اور بے قرار رکھتے ہیں۔ ہمارے من کا تال ہر وقت لہرایا کرتا ہے۔ اور کبھی ساکن ہو کر آسمان کی نورانی شانوں کو منعکس نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہم دم بدم پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔ ہنستے اور روتے ہیں۔ جیتے اور مرتے ہیں۔ اوپر اچھلتے اور نیچے گرتے ہیں۔ اور ہمارے من کی بیقراری ہمیں چیزوں کو ہو بہو دیکھنے نہیں دیتی۔ ہماری آنکھوں پر سدا ہی الفت یا نفرت۔ پسندیدگی یا ناپسندیدگی۔ یگانگت یا بیگانگت کی رنگ دار عینک چڑھی رہتی ہے۔ اور ہم اس حقیقت کے مشاہدہ سے محروم رہتے ہیں۔ جو سدا ہمارے رو برو اور ہماری آنکھوں کے اندر عیاں ہو رہی ہے۔ اور جس طرح کوئی نادان اپنی صحت کو اپنے جسم سے باہر ڈھونڈھا کرے۔ ہم بھی اس زندہ حقیقت کو اپنی زندگی اور اس دنیا سے باہر خیالی عوالم میں تلاش کیا کرتے ہیں۔

جس طرح دکھتی ہوئی آنکھیں باغ کی خوبصورتی دیکھنے میں مانع ہوتی ہیں۔ جس طرح بیمار کان راگ کی مٹھاس چکھ نہیں سکتے۔ جس طرح آبلہ دار زبان لذیذ کھانوں کا مزا نہیں لے سکتی۔ اسی طرح خودی ہماری نظروں پر راگ دویش کے پردے ڈال کر ہمیں مشاہدۂ حقیقت سے محروم رکھتی ہے۔

جب تک من میں راگ دویش کا ڈیرہ ہے۔ تب تک ہمیں اپنے ہونے اور جینے کی خوشی جو بے خبری میں ادنےٰ جانداروں اور ہمارے گھروں کے ننھے بچوں کو بھی حاصل ہے۔ نصیب نہ ہوگی۔ راگ اور دویش ہی ہماری نظر پر پردے ہیں۔ اور وہ حقیقت جس کے سوا کچھ موجود نہیں۔ اور جو خود ہی ہماری صورتوں کے لباس میں جلوہ نما ہو رہی ہے ہمیں غائب معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر وہ حقیقت یہیں اور اب ہمارے اندر موجود نہ ہوتی۔ تو ہمیں اس کے پانے کا خیال ہی نہ آتا۔ ۵

قصور اپنی نگاہ کا ہے وگرنہ کب وہ حجاب میں ہے

پانچواں کلیش۔ ابھی نویش (مرنے اور مٹ جانے کا خوف) ہے۔ خوف مرگ خودی کی ایک لازمی صفت ہے یہ بخار ساری عمر چڑھا رہتا ہے۔ اور زندگی کا اصلی لطف لینے نہیں دیتا۔ جب تک ہماری آنکھوں میں خوف ہے۔ ہم خوبصورتی کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اپنے من کا بھے پیاری چیزوں کو بھی ڈراؤنی دکھلانے لگتا ہے۔ دوست بھی دشمن دکھلائی دیتے ہیں۔ پھول کانٹے ہو جاتے ہیں۔ اور روشنی ایک تاریکی محسوس ہوتی ہے۔

خودی اپنی اودیا کے اندھیرے میں ایک طرف تو زندہ رہنے کی اُمنگ رکھتی ہے۔ مگر دوسری طرف اپنے سامنے اٹل موت دیکھ کر ڈرا کرتی ہے۔ یہ خوف مرگ صرف جہالت کے اندھیرے میں رہ سکتا ہے۔ نور معرفت میں نہیں۔ خودی ایک عارضی ظہور ہے۔ سدا رہنے والا نہیں۔ اور زندگی جس کا یہ ایک ظہور ہے کبھی مٹنے کی نہیں......

مگر زندگی میں خوف مرگ کے ظہور کو محض بدی خیال کرنا نادانی کی بات ہے۔ یہ خوف بھی ہماری روحانی بیداری کا ایک عارضی مگر ضروری وسیلہ ہے۔ افلاطون نے سچ کہا ہے۔ اگر دنیا میں موت کا ڈر نہ ہوتا۔ تو کوئی مذہب ہی نہ ہوتا۔ خوف مرگ ہی بدھ کی بیداری کا موجب ہوا تھا۔

"یہ پانچوں کلیش اگرچہ ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ مگر یہ اعلےٰ زندگی کی طرف اُٹھانے کے عارضی وسائل ہیں۔ ہمارا کام ان سے بھاگنا یا انہیں بھلا دینا نہیں۔ بلکہ ان کے معنی سمجھکر انہیں کمال زندگی کے ذریعے میں بدلنا ہے"

(۱۰)

جیون مکتی

مکتی زندگی کے خاتمہ کا نام نہیں۔ جو لوگ دنیا اور زندگی میں دکھ اور برائی کے سوا کچھ نہیں دیکھ پاتے۔ ان کے خیال میں تو یہی مکتی ہے۔ کہ اس دنیا اور زندگی سے چھٹکارا مل جائے۔ بلبلہ سمندر میں مٹ جائے۔ شعاع لوٹ کر سورج میں جذب ہو جائے۔ جیو برہم میں لین ہو کر اپنی بود کھو بیٹھے۔

مگر جو لوگ مثبت زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔ جگت اور جیون کو جھٹلانے کی بجائے۔ ان کے معانی سمجھ کر جینا چاہتے ہیں ان کے لئے مکتی جیون سے چھٹکارا نہیں۔ بلکہ خود جیون کی مکتی ہے۔ زندگی کی نجات ہے۔

آتما عین زندگی ہے۔ اور مکان کے ہر نقطے۔ زمان کے ہر لمحے اور زندگی کے ہر ایک مرکز (جیو) کے اندر پورے طور پر موجود ہے۔ وہ تقسیم نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔ ہر ایک محدود شے کے اندر غیر محدود ذات کلیتاً باس کرتی ہے۔ اسی طرح ہر عارضی کے اندر ابدی۔ ہر ناقص کے اندر کامل۔ ہر جزو کے اندر کل۔ اور ہر ظہور کے اندر حقیقت پائی جاتی ہے۔

ہماری زندگی کے معنی یہ ہیں۔ کہ وہ غیر محدود حقیقت انسان کے وجود میں ظاہر ہونا چاہتی ہے۔ صرف انسانی لباس میں ہی اس کا باخبر اور پورا ظہور ممکن ہے۔ کیونکہ انسان آتم گیان کی قابلیت رکھتا ہے۔ اور جس طرح ننھے بچے کے وجود میں پختہ سال مرد موجود رہ کر اپنے ظہور کے لئے بیقرار ہوتا ہے۔ اور بالغ ہو جانے پر جہالت۔ کمزوری۔ چھوٹائی وغیرہ حدود سے نجات حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح زندگی کل بھی انسانی وجود میں پورے طور پر ظاہر ہونے کیلئے

بے تاب ہو رہی ہے ۔ اور جب انسان ترقی کی راہ پر چلتا ہوا بیحد کمال کی طرف جاتا ہے ۔ تو در اصل اس کے وجود سے ذات کاملہ کا ہی ظہور ہو رہا ہے ۔ اور جب تک انسان کمال تک نہ پہنچے ۔ اس کے وجود میں غیر محدود زندگی گویا قید ہو رہی ہے ۔ کُل اپنے ایک جُزو کے اندر پھنس رہا ہے ۔

درخت اس لئے بڑھتا چلا جاتا ہے ۔ کہ بیج درخت سے بہت بڑا ہے ۔ اور بیج چھوٹائی کی قید سے نکلنا چاہتا ہے ۔ ہر صورت میں زندگی کی نشوونما کے یہ معنی ہیں ۔ کہ ممکن زندگی جو اپنی واقعی صورت سے بہت بڑی ہے ۔ باہر آنا چاہتی ہے ۔ اسی طرح انسان کے اندر مکتی کی طلب بھی یہ ظاہر کر رہی ہے ۔ کہ اس کا اندرونی غیر محدود راز اس کی محدود صورت کی قید سے نکلنے کو ہے ۔ مکتی سے مراد کسی بیرونی قید سے آزادی حاصل کرنا نہیں ۔ بلکہ غیر محدود زندگی ۔ طاقت اور معنی کا اپنی ہی محدود صورت سے نجات حاصل کرنا ہے ۔ مکتی کی طلب در اصل طالب کی نہیں ۔ بلکہ مطلوب کی ہے ۔

اس لئے مکتی موت کے بعد پانے کی شے نہیں ۔ بلکہ جسمانی موت سے پہلے اب اور یہیں پراپت ہونے کے لئے ہے ۔ بیمار آدمی جیتے جی تندرست ہونا چاہتا ہے ۔ نہ کہ مرنے کے بعد ۔ پیاسے کو مرنے سے پیشتر پانی کی ضرورت ہے ۔ اسے یہ کہنا کہ صبر کرو ۔ مرتے ہی تمہیں آبِ کوثر کے چشمے نصیب ہوں گے ۔ بے معنی ہے ۔ بھوکے کو زمین پر خوراک مہیا کرنے کی بجائے بعد از مرگ آسمانی ضیافتوں کی کتھائیں سنانا گویا اس کے ساتھ ایک طرح کا تمسخر ہی ہے ۔

مکتی کا سوال زندگی سے اٹھا ہے ۔ اور زندگی کا ہے ۔ اس لئے زندگی میں ہی حل ہونا چاہیئے ۔ یہی نقد مکتی ہے ۔ اُدھار تو ایک طرح کی طفل تسلی کے سوا کچھ قیمت نہیں رکھ سکتی ۔ اب اور یہیں ہمارے تاپ اور کلیش دور ہونے چاہییں ۔

منفی نقطہ نگاہ کے لوگ جو جگت اور جیون دونوں کو ہی بے معنی اور بے قدر جان کر ختم کرنا یا بھلانا چاہتے ہیں ۔ مکتی کو زندگی کے خواب پریشان کا خاتمہ خیال کرتے ہیں ۔ حالانکہ مکتی نئی زندگی کا نقطۂ آغاز ہے ۔ مکتی زندگی کو ختم کرنے کی بجائے اسے کمال دیتی ہے ۔

پرندہ دو بار جنم لیا کرتا ہے ۔ اسی لئے سنسکرت زبان میں اسے دوج (دوجنما) کہا گیا ہے ۔ پہلے انڈے کی صورت میں اور پھر انڈے سے بچے کی صورت میں ۔ وہ انڈے سے نکل کر برہمانڈ میں جینا مکتی کی ایک نہایت عمدہ مثال پیش کرتا ہے ۔ گویا وہ محدودیت ۔ جُدائی اور تاریکی کی قید سے چھوٹ کر غیر محدودیت ۔ میل جول اور روشنی کی دُنیا میں جینا شروع کرتا ہے ۔

اسی طرح انسانی بچہ بھی رحم مادر سے نکل کر بے انداز بڑی جسمانی اور ذہنی دُنیا میں آتا ہے ۔ کہاں تو رحم مادر کی تنگی میں تاریکی اور بے خبری کی زندگی اور کہاں تاروں بھری آسمانی فضا کے نیچے زمین پر چلنا ۔ دوڑنا ۔ اُچھلنا ۔ ہوائی جہازوں میں اُڑنا اور مطالعہ قدرت کے ذریعے اسرار کائنات کی کھوج کرنا !

لیکن رُوحانی زندگی اس وقت شروع ہوتی ہے ۔ کہ جب ہم اس تجربی طور پر غیر محدود اور ابدی دُنیا کو بھی محدود اور عارضی جاننے لگتے ہیں ۔ اور جب ہمیں صرف کھانے ۔ پینے ۔ سونے ۔ اولاد پیدا کرنے ۔ دولت کمانے اور دوسروں پر غلبہ پانے کی زندگی بالکل بے معنی دکھلائی دینا شروع ہوتی ہے ۔ تب ہماری زندگی کا مرکز ثقل زمانہ سے ابدیت ظہور سے حقیقت ۔ محدود سے غیر محدود کی طرف منتقل ہو جاتا ہے ۔ اور ہم ابدی اور عالمگیر مقاصد کے لئے جینے لگتے ہیں ۔ اور ہماری شخصیت غیر شخصی اصُول کے لئے استعمال کیجاتی ہے ۔

پہلے جنم پر ہم اپنے آپ کو ایک بے انداز بڑی دنیا میں پاتے ہیں۔ جو ہماری پیدائش سے پہلے چلی آتی ہے۔ اور ہماری موت کے بعد چلی جائے گی۔ اور دیکھتے ہیں۔ کہ ہم دنیا کے سہارے جیتے ہیں۔ ہماری خوراک۔ طاقت اور خوشی اسی دنیا سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن دوسرا روحانی جنم ہونے پر ہمیں دنیا اپنے اندر دکھلائی دینے لگتی ہے اور ہم صاف صاف دیکھتے ہیں۔ کہ زندگی۔ طاقت۔ خوشی اور خوبصورتی کے چشمے ہماری ہستی میں ہی موجود ہیں بیرونی اشیا کی صرف اس لئے ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کہ ان کے ذریعے ان اندرونی خزانوں کو باہر کیا جائے۔ راگی جب ساز بجاتا ہے۔ تو وہ خود اپنے اندر سے ساز کو قدر و قیمت دے رہا ہے۔ یعنی اس ساز سے جو راگ نکل رہا ہے۔ اس کا چشمہ ساز میں نہیں بلکہ راگی کے اندر موجود ہے۔

روحانی پیدائش سے پہلے انسان اپنے آپ کو جزو جانتا ہے۔ اور سوسائٹی یا دنیا کو کل۔ مگر روحانی پیدائش پر وہ جزو و کل دونوں سے اوپر اٹھ کر ان دونوں نسبتی ہستیوں کو اپنی ذاتِ مطلقہ کے اندر ظہور پذیر دیکھتا ہے۔ وہ صرف محدود کی قید سے ہی نہیں چھوٹتا۔ بلکہ محدود اور غیر محدود کی اضافت سے بالاتر ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر فرض کرو۔ ایک بچہ پیدا ہونے پر لائبریری میں لایا اور پالا جاتا ہے۔ وہ کتابوں اور ان کی خوبصورت جلدوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ ان کے اوراق الٹ کر خوشخط حروف اور کئی طرح کی تصاویر اور نقوش کے معائنہ سے دل بہلاتا ہے۔ لائبریری کے اندر کھیلتا کودتا اور دوڑا کرتا ہے۔ لیکن بڑا ہونے پر جونہی اس کی نظر کتابوں کے معانی کی طرف کھلتی ہے۔ وہ اسی لائبریری میں بیٹھا ہوا ایک نئی۔ پُر از عجائب۔ مکان و زماں کی محدودیت سے پرے۔ بے انداز اور پائیدار خوشیوں سے پُر۔ غیر فانی اور غیر مادی دنیا دیکھنے لگتا ہے۔ پہلے صرف کھانے پینے دیکھنے سننے کی جتنی خوشیاں حاصل تھیں اب اسے عالم معانی کی سیر میں وہ لطف حاصل ہوتا ہے۔ کہ اکثر اوقات کھانا۔ پینا۔ ہلنا۔ ہلانا ہی بھول جاتا ہے۔

اسی طرح جب تک نظر معنی نہیں کھلتی۔ ہم بیرونی دنیا میں خوراک۔ پوشش۔ رہائش۔ اجرائے نسل اور لذاتِ محسوسات کے سوا اور کچھ نہیں دیکھ پاتے۔ لیکن جب ہم اشیا اور واقعات کے معنی دیکھنے لگتے ہیں۔ تب اس زمین پر اور اسی جسم میں جیتے ہوئے ہم ایک نئی دنیا میں داخل ہوتے ہیں۔ اور از سرِ نو جینا شروع کرتے ہیں۔

(۱۱)

غیر محدود اور ابدی دنیا

یہ عام خیال کہ دنیا محدود اور فانی ہے۔ درست بھی ہے۔ کیونکہ مشاہدے پر مبنی ہے۔ اور غلط بھی کیونکہ روحانی بینائی نا ظاہر کرتا ہے۔ بیشک حواس کے لئے یہ دنیا محدود ہے۔ کیونکہ محدود حواس کے ذریعے محسوس کیجانے والی دنیا کبھی غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ ہر چیز ابتدا اور انتہا رکھتی ہوئی ہر آن بدل رہی ہے۔ اور کبھی ایک حال پہ نہیں رہتی۔ جو کچھ گذر گیا وہ ہے نہیں۔ جو آنیوالا ہے۔ وہ بھی غیر موجود ہے۔ باقی رہا حال۔ اس کا یہ حال ہے۔ کہ وہ کوئی مقدار ہی نہیں رکھتا۔ بے مقدار نقطے میں نظر آنے والی دنیا کیونکر حقیقی کہلا سکتی ہے۔ مزید بریں جو کچھ دکھلائی دیتا ہے۔ وہ ایک ظہور ہے۔ اصل حقیقت تو دیکھنے والی ذات ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ تمام مرئی (نظر آنے والی) دنیا اپنے جزو و کل میں نہ صرف محدود بلکہ فانی ہے۔

لیکن ہم اُوپر لائبریری کی مثال پیش کر کے بتلا چکے ہیں۔ کہ لائبریری اُس وقت تک ہی مکان و زمان میں محدود معلوم ہوتی ہے جب تک ہم اُسے صرف بیرُونی حواس سے دیکھتے ہیں۔ لیکن جونہی ہم اس قابل ہوتے ہیں۔ کہ علامات کے معنی جان سکیں۔ تب وُہی لائبریری بے انداز وسعت اور شان دکھلانے لگتی ہے۔ اور ہم مرئی میں غیر مرئی۔ وزن دار میں بے وزن۔ مکان میں لامکان۔ زمان میں لازمان۔ فانی میں باقی۔ محدود میں غیر محدود دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ تب لائبریری کی ظاہری تنگی اور محدُودیت جاتی رہتی ہے۔ ایک کمرے کے اندر ایک کتاب کے ایک صفحے کی ایک سطر کے ایک لفظ کو ہی لے کر ہم لائبریری تو کیا ساری دُنیا اور مافیہا کو بھُول جاتے ہیں۔

اِس طرح یہ دُنیا محدُود اور فانی معلُوم ہوتی ہے جب تک کہ ہم اُسے صرف حسّی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جُونہی ہم اندرُونی حواس کے ذریعے اس دُنیا کی چیزوں اور واقعات کے اندر سچائی۔ نیکی اور خوبصورتی دیکھنے لگتے ہیں۔ اسی وقت سے ہم اپنے آپ کو ایک غیر مرئی۔ لامحدُود۔ غیر فانی۔ بے وزن دُنیا کی کبھی ختم نہ ہونے والی خوبصورتیوں کے درمیان پاتے ہیں۔

اگر ننھے بچے کے ہاتھ میں بھگوت گیتا یا بائیبل دیجائے۔ تو وُہ اُسے مُنہ میں ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ یا اس کی اوراق گردانی کر کے اس میں لکیروں اور تصویروں کا مشاہدہ کرے گا۔ اسے کیا خبر کہ ان اوراق کے اُوپر کالی کالی لکیریں دیکھنے والے کو ایک ایسی دُنیا دکھلاتی ہیں۔ جس کے رُوبرو یہ سارا عالم محسوسات ہیچ ہے۔

اندرونی حواس کی بیداری پر یہی دُنیا مجسّم سچائی۔ نیکی اور خوبصُورتی دکھلائی دینے لگتی ہے۔ اور تب ہم اپنے آپ کو ایک خواب پریشان میں مبتلا دیکھنے کی بجائے غیر محدُود اور غیر فانی عالم حقایق میں پاتے ہیں یہی دُنیا محدُود۔ فانی اور مادی ہے۔ ان لوگوں کی نظر میں جو حواس سے اُوپر نہیں اُٹھ سکے۔ اور یہی دُنیا غیر محدُود۔ باقی اور رُوحانی ہے۔ رُوحانی طور پر بیدار افراد کے لئے۔ اگر کوئی شخص جگت کو جڑ بتلاتا ہے۔ تو وُہ سچ کہتا ہے۔ کیونکہ وُہ خود جڑ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی دُوسرا شخص اسی جگت کو چیتن جانتا ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وُہ آپ چیتن اور جاگرت ہے۔

"we behold what we are."

"ہمیں وُہی کچھ نظر آتا ہے۔ جو کچھ ہم ہیں۔"

رُوحانی پیدائش ہونے پر اندرونی حواس کام کرنے لگتے ہیں۔ جس طرح پیدائش سے پہلے بچہ آنکھیں تو رکھتا تھا مگر دیکھتا نہ تھا۔ زبان تو تھی مگر چکھتا اور بولتا نہ تھا۔ پیدا ہوتے ہی وُہ ان حواس سے کام لینے لگتا ہے۔ اسی طرح انسانی وجُود کے اندر ایسے حواس موجُود ہیں۔ جو اور کسی جاندار میں نہیں پائے جاتے۔ جب تک ہماری رُوحانی پیدائش نہ ہو۔ یہ اندرُونی حواس سوئے رہتے ہیں۔ اور ہم عالم حقائق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔

انسان یہ چار بڑے بڑے رُوحانی حواس رکھتا ہے۔ ان کے کھلنے پر ہی غیر محدُود عالم حقائق نظر آتا ہے۔

(۱) سچائی کی حس۔ ستیہ اور استیہ کا سوال صرف انسان کے اندر اُٹھتا ہے۔ سائنس اور فلسفہ اسی حس کے نتائج

ہیں۔ سچائی دیش کال کی حدود سے پرے ہے۔ جو یہاں اور اب ستیہ ہے۔ وہ ہر جگہ ہی اور ہمیشہ ستیہ ہے۔ ستیہ کا انوبھو ہمارے دل میں تعجب کا جذبہ ابھارتا ہوا ہمیں خالص روحانی خوشی دیتا ہے۔ کارلائل نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔ کہ جو شخص عادتاً متعجب نہیں ہوا کرتا۔ اگرچہ اس کے دماغ میں دنیا بھر کے علوم موجود ہوں۔ وہ اس عینک کی مانند ہے۔ جو اپنے پیچھے آنکھ نہیں رکھتی۔

سچائی کی دنیا لامحدود اور غیر فانی ہے۔ جوں جوں علم بڑھتا ہے۔ اس کے ساتھ جہالت کا احساس بھی ترقی پاتا ہے۔ اس لئے علمی بھوک شدید سے شدید تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور نئی سے نئی سچائیوں کا علم وہ پر تعجب سرور دیتا ہے۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

اس اعلے حس کی بیداری میں سب سے بڑی روکاوٹ غرور اور تعصب ہیں۔ ان رکاوٹوں کے دور ہو جانے پر روشنیوں کے سیلاب جاری ہو جاتے ہیں۔ اور سچائی کی دریافت پر جو پاکیزہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی مثال حسی اور مادی دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی۔

(ب) بھلائی کی حس (ضمیر)۔ نیکی اور بدی کا امتیاز بھی صرف انسانی وجود میں دیکھا جاتا ہے۔ اخلاقی حس یہ تو نہیں بتلاتی کہ کیا کرنا چاہیئے۔ ہاں اس بات کی تاکید کرتی ہے۔ کہ جو کچھ ہمیں جائز اور واجب معلوم ہوتا ہے۔ وہ کرنا چاہیئے۔ یہ ایک طرح کی اخلاقی تاکید ہے۔ اور جب ہم اس اندرونی تاکید کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ تب ہمارے وجود میں تفرقہ پیدا ہو جانے سے روحانی صحت اور خوشی نابود ہو جاتے ہیں۔ انسان عام طور پر اس لئے خوش نہیں دیکھا جاتا۔ کہ وہ اس اندرونی تاکید کی پیروی نہیں کرتا۔ اس اندرونی خاموش آواز کی پیروی سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسے پاکر وہ سولی پر چڑھائے یا آگ میں جلائے جانے کی ذرا پرواہ نہیں رکھتا۔ ضمیر کی خلاف ورزی ایک طرح کی خودکشی ہے۔

اس اخلاقی حس سے پرشنسا .Reverance کا بھاو جاگتا ہے۔ نیک پرشوں کی تہ دل سے وہی شخص پرشنسا کرتا ہے۔ جس کے اندر ایک حد تک اخلاقی حس بیدار ہو چکی ہو۔ اندرونی تاکید پر عمل کرنے سے اپنے وجود سے آتم پرساد اور گمبھیر شانتی اُدے ہوتے ہیں۔ اس حس کی بیداری میں بڑی رکاوٹ خود غرضی ہے۔

(ج) خوبصورتی کی حس۔ دنیا میں سب سے زیادہ بیداری عقلی حس کی پائی جاتی ہے۔ اس سے کم اخلاقی حس کی اور اس سے بھی کمیاب خوبصورتی کی حس کی ہے۔ نیچر اور زندگی میں خوبصورتی دیکھتی۔ اور اندر سے انہیں خوبصورتی دیتی ہے۔ مصور۔ شاعر اور راگی دنیا اور زندگی کی خوبصورتی بڑھانے والے ہیں۔ اس حس کی راہ سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ پاکیزہ ترین ہے۔ جسے یہ حس نصیب ہے۔ وہ اپنے آپ میں ہی شہنشاہ ہے۔ اور دنیا بھر کی بےشمار اور نئی سے نئی خوبصورتیوں کا حقیقی وارث۔

یہ حس ہمارے اندر شلاگھا .Admiration کا بھاو جگاتی ہے۔ اور اس کی بیداری میں سب سے بڑی روکاوٹ لذت پرستی (بھوگ کامنا) ہے۔ لذات کی خواہش ہمیں قدرتی خوبصورتی کی طرف سے اندھا کر دیتی ہے۔

(د) حقیقت کی حس۔ (برہم جگیاسا .Mysticity) اس حس کے ذریعے انسان اس حقیقت کو دیکھتا ہے۔ جو ایک ہے۔ اور لاتغیر۔ جو تمام ظہورات کا چشمہ ہے۔ جسے ایشور۔ خدا۔ گاڈ وغیرہ مختلف نام دیئے گئے ہیں۔ یہ حس نہایت کمیاب ہے۔ جس انسان کو یہ نصیب ہوتی ہے۔ وہ امر ہو جاتا ہے۔ اس میں کمال انسانیت ہے۔

اس جیون کی بیداری میں سب سے بڑی رکاوٹ "خودی" ہے۔

سچائی۔ بھلائی۔ خوبصورتی اور حقیقت کی دُنیا غیر محدود ہے۔ غیر محدود (بھوما) میں جینا ہی مکتی ہے۔ یہ دولت لٹانے سے اُلٹی بڑھتی ہے۔ بخلاف مادی دولت کے جو بانٹنے سے گھٹتی ہے۔ جو لوگ عالم حقائق میں جیتے ہیں۔ ان کی زندگی مقابلے کی بجائے محبت اور باہمی تعاون کی ہوتی ہے۔ مادی دُنیا ہمیں ایک دُوسرے سے جُدا کرتی ہے۔ مگر اس غیر مرئی۔ بے وزن۔ غیر محدود اور ابدی دُنیا میں جیتے ہوئے ہم ایک دُوسرے کے انگ بن کر جیتے ہیں۔ اور جیون مکتی یہی ہے کہ ہم جیتے جی چیزوں اور حالات کے لئے جینے کی بجائے سچائی۔ نیکی خوبصورتی اور حقیقت کی دولت میں لگاتار ترقی کرنے کے لئے جیا کریں جیون مکتی چھٹکارا ہے۔ مگر دُنیا اور زندگی سے نہیں۔ بلکہ جہالت۔ بدی۔ بدصورتی سے۔ سچائی سے ہمیں اپنے آپ اور نیچر پر قدرت (ماسٹری) حاصل ہوتی ہے۔ نیکی تمام جانداروں۔ افراد و اقوام انسانی کے درمیان موافقت پیدا کرتی ہے۔ خوبصورتی اسی دُنیا کو سُندر بناتی ہے۔ اور چشم حقیقت وا ہونے پر غیریت اُٹھ جاتی ہے۔ اور یہی گرد و غبار اور شور و شغب سے پُر دُنیا سچ مچ سُورگ کا لباس پہن لیتی ہے۔ مکتی اس دُنیا سے جان چھڑانے کے نہیں بلکہ اس دُنیا کی بدصورتی کو خوبصورتی میں اس کے شور کو راگ میں۔ اس کی مادیت کو روحانیت میں بدل ڈالنے کے لئے ہیں۔ ہمارا نیا جنم ہماری دُنیا کو بھی نیا جنم دیتا ہے۔

(۱۲)
یوگ اور مکتی

یوگ کو مکتی کا سادھن بتلایا گیا ہے۔ کیونکہ یوگ کا مقصد پُرش کو پرکرتی کی اُلجھن سے بالکل نکال کر اپنے سُورُوپ میں ستھاپت کرنا ہے۔ پرکرتی کے تعلق میں ہی تین تاپ پیدا ہوتے ہیں۔ اور پرکرتی سے اسنگ ہو جانے پر سب تاپ کلیش مٹ کر کیولیہ پد کی پراپتی ہوتی ہے۔ بس پُرش آپ ہی آپ رہ جاتا ہے۔ یہ حالت پُورے سکون اور بے تعلقی کی ہے۔ اسے اگر زندگی کا مکمل سمٹاؤ کہا جائے۔ تو درست ہوگا۔ زندگی کا سارا کھیل ختم ہو کر صرف ہستی و علم مطلق باقی رہ جاتے ہیں۔ مگر زندگی تو پُرش اور پرکرتی کے تعلق۔ ایک اور انیک کے ملاپ۔ سکون اور حرکت کے موازانہ۔ یکسانیت اور تبدیلی کے وصل کا نام ہے۔ صرف پُرش یا صرف پرکرتی۔ صرف ایک یا صرف انیک۔ صرف سکون یا صرف حرکت۔ نِری یکساں حالی یا نِری تبدیلی میں نہ کوئی زندگی ہے۔ اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ یوگ کی ضرورت ہوئی زندگی کا سوال حل کرنے کیلئے ہے یا خود زندگی کو ہی ختم کرنے کی خاطر؟ بے شک پرکرتی کا سمبندھ بڑے کلیشوں کو جنم دیتا ہے۔ لیکن صرف اس حالت میں جب کہ ہم اپنے آپ اور پرکرتی کا گیان نہیں رکھتے۔ پرکرتی کے پربھو ہونے کی بجائے اس کے داس ہوتے ہیں۔ آتم گیان اور پرکرتی پر ماسٹری حاصل ہونے پر بھلا زندگی میں تاپ اور کلیش کی گنجائش کہاں رہے گی؟ بخلاف اس کے ایسی زندگی تو عین آزادی اور سرور کی زندگی ہوگی۔ اگر ہم کسی مشین کو چلانے کے قابل ہونے کی بجائے خود اس میں پھنس جائیں۔ تو دُکھ ضرور ہوگا لیکن مشین سے آزاد رہ کر اُسے دانائی کے ساتھ استعمال کرنے میں کیا دُکھ ہوگا؟ باجے میں سے شور پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمارا ہاتھ بھی اس میں پھنس سکتا ہے۔ لیکن اگر ہم اس میں نہ پھنستے ہوئے اس میں سے شور پیدا کرنے کی بجائے میٹھے راگوں کو جنم دے سکیں۔ تو اس میں کونسی بُرائی ہے؟

پرکرتی کو برائی ۔ پھنساوٹ ۔ دکھ ۔ تاپ کلیش کی شئے سمجھ کر اس سے قطع تعلق کرتے ہوئے اپنے آپ میں سمٹ کر رہنا زندگی سے انکار اور فرار ظاہر کرتا ہے ۔

زمانوں سے ہندوستان اسی منفیت اور فرار کی دھارا میں بہتا چلا آتا ہے ۔ سانکھیہ کے بعد صرف پرکرتی سے بے تعلقی ہی نہیں ۔ بلکہ پرکرتی کو ایک دھوکا یقین کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ واقعیت کو جھٹلانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ لیکن کبوتر کے آنکھیں بند کرنے پر بلی مر نہیں جاتی ۔ نتیجہ یہ ہوا ۔ کہ واقعیت سے فلسفیانہ انکار کے باعث آج ہندوستان چاروں شانے چت ہو کر جہالت ۔ بیماری ۔ غریبی اور غلامی کا گھر بن رہا ہے ۔ پرکرتی کو ایک دھوکا مانتے ہی ہر ایک قسم کی علمی صنعتی معاشی اور سیاسی ترقی کا رک جانا لازمی بات ہے ۔ پرکرتی سے کنارہ کشی (With-drawal.) کا نظریہ روحانیت کی بجائے آتم بل کی کمی ظاہر کرتا ہے ۔

تب کیا یوگ لاحاصل اور مضر ہے ؟ ہرگز نہیں ۔

مگر اس سوال کا مکمل جواب دینے سے پہلے ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں ۔ کہ یوگ دو طرح کا ہے ۔ (ا) شخصی (ب) غیر شخصی

شخصی یوگ کا مقصد شخصیت (Personality.) کو پوری نشوونما دینا ہے ۔ اور اس کی طاقتوں کو پورے طور پر بیدار کر کے ان کے درمیان صحیح رشتہ قایم کرنا ہے ۔ جس طرح جسمانی ترقی کے لئے ہٹھ یوگ بہت مفید ہے ۔ اسی طرح ذہنی نشوونما کے لئے راج یوگ بھی ایک مانی ہوئی سائنس ہے ۔ اس قسم کے ابھیاس ایک طرف جسم کو صحت ۔ طاقت اور خوبصورتی اور دوسری طرف ذہن کو جلا ۔ نفاست اور بصیرت دیتے ہوئے ذہن اور جسم کے درمیان صحیح رشتہ قایم کرتے ہیں ۔ ایسے یوگی کے وجود میں جسم کی بجائے روح (جیو) کی حکومت ہوتی ہے ۔ اور ذہن (انتہ کرن) بطور ایک آلہ کے استعمال کیا جاتا ہے ۔ شخصی یوگ سارے وجود میں ضبط قایم کرتا ہے ۔ اور یوگی اپنے وجود کی تمام طاقتوں کو متناسب اور پوری نشوونما دے کر ان پر حکمران ہوتا ہے ۔ من ۔ پران ۔ دیہہ سبھی اس کے بس میں ہوتے ہیں شکتی بڑھتی زیادہ ہے ۔ اور خرچ کم ہوتی ہے ۔ بیماری اور بڑھاپے کو جیتا جا سکتا ہے ۔

یوگ کے لفظی معنی جوڑ اور ملاپ کے ہیں ۔ اور ہٹھ یوگ اور راج یوگ کے ذریعے شخصیت کے تمام جسمانی ۔ ذہنی اور روحانی اجزا کے درمیان رشتہ اتحاد و موافقت قایم ہو جاتا ہے ۔ وجود میں تفرقہ اور رگڑ نہیں رہتے ۔

اگرچہ اس طرح کے شخصی یوگ بہت مفید اور ضروری ہیں ۔ مگر صرف انہی کے ذریعے زندگی سپھل نہیں ہو سکتی ۔ جس طرح جسم کا ہر ایک انگ اپنے جسم کے تعلق میں ہی معنی رکھ سکتا ہے ۔ اسی طرح شخصیت خواہ کتنی ہی نشوونما یافتہ ہو ۔ جب تک جگت اور سوسائٹی کے ساتھ صحیح رشتہ قایم نہ ہو جائے ۔ اس کا ہونا اور جینا بے معنی ہے ۔ شخصی یوگ ہمیں سدھ تو بنا سکتے ہیں ۔ مگر جیون کو سپھل نہیں کر سکتے ۔ ان کا ابھیاس مفید اور ضروری ہے ۔ مگر انہیں ابھیاسوں پر ٹھہر جانے سے ہم اس بڑے یوگ سے محروم رہ جاتے ہیں ۔ جو ہماری شخصیت کو کل کے ساتھ موافق کر دیتا ہے ۔ اور جس کے سوا سوال زندگی حل نہیں ہو سکتا ۔

غیر شخصی یوگ ۔ شخصی یوگ کے ذریعے شخصیت تو اکھنڈ ۔ سگر اور پورن (Integrated.) ہو جاتی ہے ۔ مگر جس طرح ہاتھ پاؤں ۔ آنکھ ۔ ناک وغیرہ انگ اپنے جسم کے ساتھ زندہ تعلق رکھے بغیر کوئی معنی ہی نہیں رکھتے ۔ اسی طرح شخصیت بھی جو کل کا ایک انگ ہے ۔ بذات خود پوری نشوونما پا کر بھی سپھل نہیں ہو سکتی ۔ ضروری ہے ۔ کہ اس کا یوگ کل کے ساتھ ہو یہ صرف اپنے لئے جینے کی بجائے کل کی بہبودی کے لئے جیئے ۔ دوسرے جانداروں اور جنسوں کو اپنی بہتری کے وسایل بنانے

کی بجائے خود کل کی بھلائی کا ایک باخبر ایجنٹ بنے۔ اس کی زندگی میں دُوسروں سے لینے کی بجائے دُوسروں کو دینے کا اصُول حکمران ہو۔ اگر لینا ہو تو وُہ دینے کا وسیلہ بنے۔ کمائی کی بجائے بھلائی کی زندگی بسر کرے۔ اپنی کامیابی کا اندازہ اس بات سے نہ لگائے۔ کہ اس نے خُود کیا کُچھ حاصل کیا ہے۔ بلکہ اس امر سے کہ اس کا ہونا اور جینا کہاں تک کل کی واقعی بہتری کا ذریعہ بنا ہے۔

شخصی یوگ میں زندگی کا مرکز شخصی وجُود میں ہوتا ہے۔ مگر غیر شخصی یوگ میں یہ مرکز جزو سے کل خاص سے ہمہ گیر عارضی سے ابدی میں منتقل ہو جاتا ہے۔

بیشک ہٹھ یوگ اور راج یوگ سے شخصیت بہت کچھ نشوونما پاتی ہے۔ مگر انسان کی وُہ طاقتیں جو اُسے باقی تمام جانداروں پر شرف دیتی ہیں۔ صرف غیر شخصی یوگ کے ذریعے ہی نشوونما پا سکتی ہیں۔ سچائی۔ بھلائی۔ خوبصورتی غیر شخصی حقائق ہیں۔ صرف شخصی یوگ سے ان رُوحانی حواس کی شگفتگی ہوتی ہی نہیں۔ ہم یہاں غیر شخصی یوگ کے لئے برہم یوگ یا پُورن یوگ کی اصطلاح استعمال کریں گے۔

(۱۳)

برہم یوگ

ابتدا میں سمندر کے اندر زندگی کی پیدائش ہونے پر سب سے پہلے جُداگانہ سیلز (جیوانو) پیدا ہُوئے تھے۔ اور پھر ان کے اجتماع سے حیوانات اور نباتات پیدا ہوتے چلے گئے۔ اب انسانی جسم کیا ہے۔ بے شمار سیلز کی مختلف قسم کی بستیاں بس رہی ہیں۔ ہر ایک عضو کے سیلز باہم منظم ہو کر اپنا کار مخصوص سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح انسانی دُنیا کے اندر بھی سِلسلہ ارتقا برابر جاری ہے۔

زندگی جُداگانہ افراد سے گھرانے۔ گھرانوں سے گروہ۔ گروہوں سے فرقہ۔ فرقوں سے قوم اور اقوام سے انسانیت کی طرف بڑھنے کا رُخ رکھتی ہے۔ قومیں نشوونما پا چکی ہیں۔ لیکن ابھی تک قوموں کے درمیان اتحاد زندگی قایم نہیں ہُوا۔ اسی لئے مشرق اور مغرب۔ پُرانی اور نئی دُنیا میں جنگ کے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ ایسا ہونا ضروری ہے اس آگ میں سے گذرنا ہی ہوگا۔ کیونکہ اب انسان کو **قومی زندگی سے بین الاقوامی زندگی** میں داخل ہونا ہے۔ نہایت تباہ کُن اور خوفناک لڑائیوں کے دُکھ خواہ مخواہ مزید بیداری پیدا کریں گے۔ اور آخر کار اقوام مختلفہ کو سمجھنا ہوگا۔ کہ اعضائے جسم واحد کی مانند وہ ایک دُوسرے کے انگ ہیں۔۔ افراد۔ گھرانے۔ گروہ۔ فرقے۔ قومیں یہ سب انسانیت کے اعضا ہیں۔

ابھی تک انسان نے "برہم یوگ" کا سبق نہیں سیکھا۔ یہ غیر شخصی یوگ تمام لوگوں کو مالا کے منکوں کی مانند ایک ہی رشتہ اتحاد میں پرو دے گا۔ جس طرح کانسرٹ (Concert.) میں مختلف قسم کے ساز بھی ایک سُرتال کے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جگت میں برہم یوگ پھیلنے پر اقوام اور مذاہب کے اختلافات بھی ایک عجیب قسم کی محبت اور خوبصورتی پیدا کرنے والے ہُوں گے۔ قوموں کے درمیان "مَیں اور تو" کے اصول پر مقابلہ یا جنگ و جدل نہ رہے گا۔ بلکہ "ہم" میں سب کی وحدت ہو جائے گی۔ تب قوموں کی طاقتیں مسماری کاموں میں خرچ ہونے کی بجائے مشترکہ بھلائی کے تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کی جائیں گی۔ سائنس جو اب ایک لعنت ثابت ہو رہی ہے۔ اور دنیا میں بے چینی اور خوف کو بڑھا رہی ہے۔ ایک برکت ثابت ہوگی۔ اور برہم یوگ کی روشنی میں انسان سائنس کی مدد سے اس دُنیا کو

نرک سے سورگ بنانے کے قابل ہوگا۔

ابھی تک مذہب اور رُوحانیت ۔ شخصی یا گروہی یا قومی معاملہ رہے ہیں ۔ لیکن برہم یوگ انہیں ہمہ گیر بنائے گا۔ شخصی یا گروہی یا قومی سنجات تلاش کرنے کی بجائے تمام انسانوں بلکہ کُل جانداروں کی سنجات ہمارا نشانہ ہوگی سب کی مکتی میں ہر ایک کی مکتی ہوگی ۔ جُداگانہ شخصی یا گروہی مکتی کا وہم اُڑ جائے گا۔

ہربرٹ سپنسر نے جب یہ کہا تھا ۔ کہ فرد کبھی پُورے طور پر تندرست یا خوش نہیں ہو سکے گا جب تک کہ سب لوگ ہی تندرُست یا خوش نہ ہوں گے ۔ تب اس نے اسی برہم یوگ کی جھلک پائی تھی ۔

ہٹھ یوگ اور راج یوگ کا بہت ابھیاس ہو چکا ہے ۔ اور آئندہ بھی اس کی ضرورت رہے گی ۔ مگر اب شخصی یوگ کو غیر شخصی (برہم) یوگ کا وسیلہ بنایا جائے گا ۔ شخصیت کو نشوونما دے کر اسے کیولیہ پد کی سیج پر ہمیشہ کے لئے سُلا دینے کی بجائے اُسے "سرو بھوت کے ہت" کے لئے کام میں لایا جائے گا ۔ لوگ ۔ فرقے ۔ قومیں ۔ اور ملک ایک دوسرے کے مقابلے پر نہیں بلکہ ایک دوسرے کی اور مشترکہ بہتری کے لئے ریجیا کریں گے ۔

زمین پر زندگی کی نباتاتی اور حیوانی ، خوبصورتی اور خوشی تو بہت ظاہر ہو چکی ہے ۔ لیکن انسانی دُنیا میں اب تک کوئی خوبصورتی اور خوشی نمودار نہیں ہوئی ۔ سنسار کو دُکھ ہی بتلایا جا رہا ہے ۔ اور اس سے —— چھٹکارا پانے کی تدبیر کی جا رہی ہیں کہ پھر یہاں آنا نہ پڑے ۔ لیکن جب برہم یوگ کا اُجالا ہوگا ۔ تب انسانی دُنیا بھی خوبصورتی اور خوشی کی وہ بہار دکھائے گی ۔ جس کے رُوبرُو خیالی اور فرضی آسمانی بہشت اور سورگ بھی پھیکے پڑ جائیں گے ۔ انسان جس بہتر اور خوش تر دُنیا کا خیال لے کر آیا ہے ۔ اور جس میں وہ آباد ہونے کے لئے بیقرار ہے ۔ اسے وہ خود ابھی یہاں ۔ اس زمین پر ۔ زمینی مسالے کو لے کر ۔ سائنس ۔ باہمی تعاون اور ذہنی ایجاد کے ذریعے پیدا کرے ۔ اور سورگ کے لئے آسمانوں کی طرف بعد از مرگ اُڑنے کی بجائے خود اپنی زندگی اور تعلقات سے زمین پر سورگ چھوڑ جائے ۔

برہم یوگ صرف خود مُکت ہو جانے کا یوگ نہیں ۔ بلکہ سچی زندگی بسر کرتے ہوئے دُنیا میں سچائی ۔ بھلائی اور خوبصورتی بڑھانے اور پھیلانے کا یوگ ہے ۔ اس یوگ میں انسان اردگرد کی دُنیا کی طرف سے سکڑتا نہیں ۔ اس سے نفرت نہیں کرتا اسے بھلاتا نہیں ۔ اس سے ڈرتا نہیں ۔ بلکہ حواس کی راہ سے اس کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ اور اپنے ذہن سے اس کے قوانین دریافت کر کے اس پر ماسٹری حاصل کرتا ہے ۔ اور پھر اندرونی قوت اختراع و ایجاد کو کام میں لا کر اسی مادی دُنیا کو ہی سچائی ۔ بھلائی اور خوبصورتی کے اظہار کا ذریعہ بناتا ہے جس طرح ایک مصوّر اپنی ذہنی خوبصورتی کو بیرونی چیزوں پر منقش کرتا ہے ۔ اسی طرح برہم یوگی بھی صرف پرانایام اور سمادھی میں ہی مگن نہیں رہتا ۔ بلکہ اپنے جینے سے اس دُنیا کو دم بدم نورانی شیریں اور خوبصورت بناتا ہے ۔ کیا راگی معمولی آوازوں میں امرت نہیں بھر دیا کرتا ؟ کیا مصنف کاغذ اور سیاہی کو لے کر ان سے سچائی اور روشنی کی تصویر نہیں بنا دیتا ؟ برہم یوگی بھی دُنیا کو نئی قدر و قیمت ۔ نئے معنی ۔ نئی شان اور نیا حُسن و جمال دیتا ہے ۔

برہم یوگ (آتم یوگ) کے سوا انسانی دُنیا کا سوال نہ کبھی حل ہوا اور نہ ہوگا ۔ اس یوگ کے نہ ہونے کے باعث ہی جسم انسانیت بیمار ہے ۔ ہر ایک انگ اپنے دوسرے انگوں کو ہی کھانے میں مصروف ہے ۔ باہمی قتل کو شجاعت سمجھا جا رہا ہے ۔ ہم اہنسا کو ایک طرح کی کمزوری خیال کرتے ہیں ۔ جب دُنیا میں برہم یوگ کی تعلیم عام ہو جائے گی ۔ تب انسانی تہذیب باہمی مار دھاڑ کے اصول پر بنیاد نہ رکھے گی ۔ بلکہ باہمی محبت اور تعاون کے اصول پر

قایم ہو گی۔

برہم یوگ کے ذریعے اِنسان کو وُہ کچھ مل جائے گا۔ جسے وُہ مرنے کے بعد آسمانوں پر پانے کی اُمید باندھتا چلا آتا ہے۔ وُہ اپنے اندر برہم کا ساکشات انُو بھو کرے گا۔ اور خودی کی جیل سے مُکت ہو کر اپنی غیر شخصی زندگی سے اس دُنیا کو سوَرگ بنانے میں کامیاب ہو گا۔ اور تب ہی تو صحیح معنوں میں انسان اپنی انسانیت کو حاصل کر کے اشرف المخلُوقات کہلانے کے لائق ہو گا۔ موجُودہ طرز زندگی تو اسے ارذل المخلُوقات بنا رہا ہے۔

یہ تبدیلی ضرور آئے گی۔ آنے والی ہے۔ مگر صرف شخصی یوگ سے نہیں۔ بلکہ برہم (آتم) یوگ سے دُنیا میں نیا دن چڑھ کر نئی زندگی۔ نئی خوبصورتی اور نئی خوشی لانے کا موجب ہو گا۔

(۱۴)
برہم یوگ ہی پُورن یوگ ہے

برہم پُورن ہے اور اس لئے برہم یوگ ہی پورن یوگ ہے۔ شخصی یوگ بھی ایک قسم کا مُفید اور ضروری یوگ ہے۔ مگر وُہ پُورنتا نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وُہ شخصیت پر ہی محدُود ہوتا ہے۔ اور اس سے جو مُکتی ملتی ہے۔ وُہ بھی شخصی حدُود کے اندر رہتی ہے۔ کیونکہ ہٹھ یوگ اور راج یوگ کے ذریعے یوگی اپنے وجود خاص کے اندر ہی ہم آہنگی اور موافقت پیدا کرتا ہُوا انجام کار جگت کو بالکل بھلانا چاہتا ہے۔ وُہ سب (کُل) کے ساتھ یکت ہونے کی بجائے سب سے مُکت (وِیکت) ہونے کیطرف مایل رہتا ہے۔ وُہ اپنی خودی کو بھُلا تو سکتا ہے۔ مگر اُس سے باہر نکلکر ہر ب (کل) کے اندر جینا نہیں جانتا۔

اس کے خلاف پُورن (برہم) یوگ شخصیت کو کُل موجودات کے ساتھ زندہ تعلق کے ذریعے سپھل اور بامعنی کرتا ہے۔ اور اس لئے صرف مُکت ہی نہیں کرتا۔ بلکہ جیون مکتی دیتا ہے۔ یعنی ہماری زندگی ہی عین آزادی اور موافقت ہو جاتی ہے۔ نہ اپنے اندر کوئی ورودھ یا . . . . . رہتا ہے۔ اور نہ باہر بلکہ مثبت طور پر سب کے ساتھ رشتہ محبت اور عنیت قایم ہو جاتا ہے۔ اور ہم آخر کار شخصیت سے بھی چھُوٹ جانے کی طلب رکھنے کی بجائے شخصیت کو پُورن یوگ میں استعمال کرتے ہیں۔ اور اس لئے اگر ہم پُورن یوگ کو جیون یوگ کہیں۔ تو عین موزوں ہو گا۔

یہ پُورن یوگ تین بڑے پہلو رکھتا ہے۔ ان پہلوؤں کا ساتھ ساتھ رہنا ضروری ہے۔ اور ان میں سے کوئی ایک کسی دُوسرے کا وسیلہ نہیں ہے۔ ان پہلوؤں میں سے کسی کو بھی نظر انداز کیا جائے۔ تو زندگی اپنا موازنہ کھو کر حقیقی کمال و آزادی سے دُور رہ جاتی ہے۔ ذیل میں ان تینوں ضروری پہلوؤں کا بیان کریں گے۔

(۱) **گیان یوگ**۔ ہم کئی بار بتلا چکے ہیں۔ کہ انسانی زندگی کی بڑی خصوصیت خود آگاہی اور باخبری ہے۔ یُوں تو کائنات میں ہر ایک شئے کا دُوسری شئے اور ہر واقعہ کا باقی واقعات سے نزدیک و دُور کا اٹوٹ تعلق ہے۔ اور انسان بھی اس عالمگیر اور ابدی رشتے سے محرُوم نہیں۔ اگر انسان اپنے آپ کو سب کے ساتھ سدا کے لئے واصل نہیں سمجھتا۔ تو یہ تفرقہ اس کے ذہن (خیال۔ جذبہ اور ارادت) میں ہے۔ جسم (دیہہ) اور حیات (پران) تو کبھی کل سے جُدا ہوئے ہی نہیں۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ روشنی۔ گرمی کے بغیر جسمانی زندگی ہے کہاں؟

انسانی خیال میں کُل کے ساتھ ویوگ ہو رہا ہے۔ کیونکہ ان کی نظر میں "میں اور تُو"۔ "میری اور تیری" اپنے

اور بیگانے کا تفرقہ پایا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ ڈرتا ہے۔ غم زدہ ہوتا ہے۔ لالچ رکھتا ہے۔ نفرت اور دشمنی کرتا ہے۔ پریشان رہتا ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ وہ درحقیقت کل کے ساتھ ایک ہے۔ اگر وہ صرف اپنی صورت کو دیکھنے کی بجائے اس صورت کے معنی جان لے۔ تو وہ صاف طور پر سب کو اپنے اندر اور اپنے آپ کو سب کے اندر پائے گا۔ اور وِدیا تر یہ کی مانند۔ "میں یہ سب ہوں" کا اعلان کر سکیگا۔ اپنی اصلیت میں وہ خود ہی کل ہے۔ مگر اپنے آپ کو ایک جزو سمجھے بیٹھا ہے۔ خود حقیقت ہو کر بھی خود کو ایک عارضی ظہور جان کر موت سے خوف زدہ ہو رہا ہے۔ دوسروں سے خیالی علیحدگی پیدا کر کے وہ سب سے بدظن نظر آتا ہے۔ یہ تفرقہ صرف شخصی زندگی میں ہی نہیں۔ بلکہ قومی زندگی میں بھی دیکھا جاتا ہے۔ جس طرح فرد فرد کے درمیان رگڑ دیکھی جاتی ہے۔ اسی طرح قوم قوم کے درمیان بھی لڑائی یا لڑائی کے امکانات دیکھنے میں آتے ہیں۔

گیان یوگ ہر ایک فرد کو کل نوع انسان بلکہ کل موجودات کے ساتھ رشتہ وحدت میں منسلک کر دیتا ہے۔ وہ اپنے وجود کی حدود کہیں نہیں دیکھتا۔ اُسے کل کائنات اپنا جسم عظیم معلوم ہوتی ہے۔ اور تمام جاندار اور اشیا اپنے اعضاد کھلائی دیتے ہیں۔ وہ جانتا ہے۔ کہ کل قوانین قدرت اس کے اپنے ہی قوانین ہیں۔ اور نیچر کی تمام طاقتیں دراصل اس کی اپنی ہی طاقتیں ہیں۔ اس کی خوبصورتی اس کے شخصی چہرہ پر ہی محدود نہیں۔ کل کائنات کا حسن و جمال اس کا اپنا ہی جلوہ ہے۔ کل دماغوں میں جو ہو چکے ہیں۔ ہیں اور ہوں گے۔ اس کی اپنی ہی آتم جیوتی اپنا ظہور دکھلا رہی ہے۔ اس کا غیر موجود ہی نہیں۔

یہ گیان یوگ آتم گیان کے ذریعے پراپت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آتما کو جانے بغیر دویت بھاو اُڑ نہیں سکتا۔ سب میں آتم درشن کرنیسے . . . . . . سب مکانوں۔ سب زمانوں۔ سب اشیا اور سب واقعات کے ساتھ خود بخود یوگ ہو جاتا ہے۔ اور ویوگ ہونے کا جو وہم ہو رہا تھا وہ رفع ہو جاتا ہے۔ تب موہ۔ بھے۔ شوک۔ دویش نہیں رہتے۔ اور بیحد آتم وشواس پیدا ہو جاتا ہے۔

(ب) پریم یوگ۔ جب انسانی دماغ سے غیریت اور دوئی اُڑ جاتی ہے۔ تو اگر آتم گیان صرف خیالی اور سطحی نہ ہو۔ بلکہ ساکشات کار ہو گیا ہو۔ تو زندگی عین محبت ہو جاتی ہے۔ محبت کی فرضی حدود ٹوٹ جاتی ہیں۔ سب کچھ اپنا آپ محسوس ہوتا ہے۔ گھاس کے پتے۔ ریت کے ذرے۔ شبنم کے قطرے۔ آسمان کے ستارے۔ پربتوں کے نظارے اپنے انگوں کی مانند پیارے لگتے ہیں۔

گیان کے بنا مکتی نہیں ہو سکتی۔ مگر صرف گیان سے بھی مکتی نہیں ہو سکتی۔ جب تک گیان کے ساتھ پریم بھی موجود نہ ہو۔ گیان کی سپھلتا پریم میں ہے۔ بھگتی من کی ایکاگرتا کا وسیلہ ہو سکتی ہے۔ مگر پریم تو گیان سے بھی اگلا قدم ہے۔ وہ تو گیان سوکھا ہے۔ بے جان ہے۔ شونیہ ہے۔ جو صرف دماغ کی سطح پر رہتا ہے۔ اور دل کی گہرائیوں میں پرویش نہیں کرتا بھگتی۔ اپنی حدود رکھتی ہے۔ ان حدود سے باہر وہ اپنی ہستی کھو بیٹھتی ہے۔ پریم بے حد کے میدان میں جیتا ہے اور کوئی حد نہیں رکھتا۔ بھگتی گیان کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ پریم گیان کی پورنتا کا چنھ ہے۔ بھگتی نام روپ کا سہارا لیتی ہے۔ پریم نام روپ سے اوپر وِراجتا ہے۔ بھگتی انیک میں ایک پر نظر رکھتی ہے۔ پریم ایک میں انیک سے بغلگیر ہوتا ہے بھگتی خلوت میں پھولتی پھلتی ہے۔ پریم جلوت میں سورج کی مانند چمکتا اور پھولوں کی مانند ہنسا کرتا ہے۔ بھگتی کے لئے کوئی نہ کوئی مت چاہیئے۔ پریم کے لئے ست ہی کافی ہے۔ بھگتی میں "میں" اور "تو" کا تفرقہ ضروری ہے۔ پریم نراہنکار

پد ہے۔ بھکتی اپنے اشٹ کو پانا چاہتی ہے۔ پریم اپنے اندر اور باہر اشٹ کے سوا کچھ دیکھتا ہی نہیں۔ آپ ہی عابد اور آپ ہی معبود ہوتا ہے۔ بلکہ اس میں عابد و معبود کا رشتہ ہی نہیں رہتا۔ بھکتی اپنے آپ سے باہر کسی نہ کسی وشے پر نربھر ہوتی ہے۔ پریم اپنے آپ سے باہر کسی وستو یا وشے پر منحصر نہیں ہوتا۔

جس طرح گیان یوگ خودی کے وہم کو اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پریم یوگ **خود غرضی** کی جڑ اکھاڑ ڈالتا ہے۔ گیان یوگی سب کو اپنا آپ جانتا ہے۔ پریم یوگی سب کے ساتھ اپنے آپ کی مانند محبت کرتا ہے۔

(ج) **کرم یوگ**۔ جب گیان سے غیریت اور نہ خودی اڑ جاتی ہے۔ اور پریم یوگ سے زندگی عین محبت ہو جاتی ہے۔ اور خود غرضی سے خالی۔ تب ہمارا ارادہ بھی اپنا مرکز منتقل کر لیتا ہے دوسروں کے مقابلے میں اپنی جداگانہ بہتری یا نجات تلاش کرنے کی بجائے وہ سب کی بہتری اور نجات کے لئے عملی طور پر کوشاں ہوتا ہے۔

اگر مہاتما بدھ صرف گیان یوگی ہوتے۔ تب نروان پد پراپت کر چکنے پر بھی دنیا بھر کے آنسوؤں کو اپنے آنسو نہ بناتے۔ اور دوسروں کو مکت کرنے کے لئے اپنے لئے بندھن کو نہ چنتے۔ یہ آپ کا ہی اعلان تھا۔ کہ جب تک سنسار میں ایک جیو بھی بندھن میں ہے۔ میں اپنے لئے مکتی قبول نہیں کروں گا۔

عام خیال ہے۔ کہ انتہ کرن کی شدھی کے لئے کرم یوگ ایک نہایت ابتدائی اور کثیف مرحلہ ہے۔ بیشک شخصی یوگ کے اور شخصی نجات کے نقطۂ نگاہ سے یہ بات درست ہے۔ لیکن برہم (پورن) یوگ کے زاویہ نگاہ یوگ کرم سے شروع نہیں بلکہ اس پر ختم ہوتا ہے۔ کرم یوگ۔ برہم یوگ کا انتہائی کمال ہے۔ کرم پورن یوگ کے برکش کا آخری پھل ہے۔ اگر ہم شخصی یوگ میں مگن ہو کر صرف وویک پر ٹھہر جائیں۔ اور آگے پریم اور کرم کی طرف نہ اٹھیں۔

تب ہمارا یوگ کلی نظر سے وِلوگ ہی رہے گا۔ گیان یوگ علمی پہلو پر۔ پریم یوگ جذباتی پہلو پر اور کرم یوگ ارادی اور عملی پہلو پر ہمیں کل سے۔ زندگی سے واصل کر کے خودی۔ خود غرضی اور بے تعلقی سے جیون مکت کر دیتا ہے۔

درخت کی مانند یوگ کو بھی اس کے پھلوں سے جانچنا چاہیئے۔ اگر یوگ صرف شخصی مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے تو ویرتھ ہے۔ کیونکہ شخصیت باقی کائنات سے اسی طرح ہی کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتی جس طرح کہ ہمارے اعضا ہمارے جسم سے۔ یہ درست ہے۔ کہ دل کو جسم سے الگ کر کے مہینوں تک زندہ رکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس حالت میں وہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کے معنی تو جسم کے ساتھ تعلق میں ہیں۔ یہی حال باقی اعضا کا ہے۔ اسی طرح شخصیت بھی ایک ایسا جزو ہے۔ جو اپنے کل سے بے تعلق ہو کر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے یوگ کا کمال دوسروں سے علیحدگی اور بے تعلقی میں نہیں۔ بلکہ آتم گیان کی راہ سے سب کے ساتھ محبت اور سب کی واقعی بھلائی کرنے میں ہے۔

گیان روحانیت کی روشنی ہے۔ پریم اس جیون برکش کا پھول ہے۔ اور کرم اس کا آخری پھل۔ جیون مارگ میں گیان۔ پریم اور کرم ایک دوسرے سے جدا ہو نہیں سکتے۔ رہ نہیں سکتے۔ جس طرح اعضا ایک دوسرے سے کٹ جائیں۔ تو نتیجہ موت ہے۔ اسی طرح گیان۔ بھکتی اور کرم کے جداگانہ مت بنانے سے روحانیت اپنی زندگی کھو کر ایک قسم کا لاشہ رہ جاتی ہے۔

بھگوت گیتا کی تعلیم کے متعلق دو باتیں ناقابل انکار ہیں۔ پہلی یہ کہ اس کی تعلیم گیان سے شروع ہوتی ہے اور دوسری یہ ہے۔ کہ اس کی تعلیم کرم پر ختم کی گئی ہے۔ درمیان میں بھکتی ہے۔ ارجن کو گیان۔ بھکتی کی راہ سے آخر کار جنگ پر آمادہ کیا گیا ہے۔

(۱۵)

آنے والی بہار

زمین پر نباتاتی اور حیوانی دُنیائیں اپنی اپنی بہار دکھلا رہی ہیں۔ گھاس۔ جھاڑیاں اور درخت لہلہاتے ہیں۔ ٹہنیاں جھُوما کرتی ہیں۔ پھُول کھلتے اور ہنستے ہیں۔ پھل اپنی شیرینی سے ایک دُنیا کو لذت دیتے ہیں۔ پرندے چہک رہے ہیں۔ کیڑے گا رہے ہیں۔ جنگلوں میں چوپائے خوشی سے اُچھلتے کُودتے نظر آتے ہیں۔ آسمان بھی خاموش مُسکراہٹ ظاہر کرتا ہے۔ تاروں کی نظریں بھی کسی پوشیدہ خُوشی اور پیام کا اشارہ دے رہی ہیں۔

مگر زمین پر انسانی سوسائٹی ہے۔ کہ دُکھ اور مصیبت کا گھر ہے۔ انسانی تاریخ پہلے تو خُون سے لکھی جاتی تھی مگر اب وہ آتشی حروف میں رقم ہونے لگی ہے۔ باہمی مقابلہ اور جنگ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ مذاہب لڑائی پیدا کرتے ہیں۔ سائنس انسانی نسل و تہذیب کی تباہی میں استعمال ہو رہی ہے۔ انسانی کُرہ ہوائی خوف۔ تشویش۔ بدامنی اور بدظنی سے لبریز ہے۔ دلوں میں۔ نفرت۔ غصّہ اور دشمنی کی دوزخی بھٹیاں جل رہی ہیں۔

کیوں؟ نباتات پُورے نباتات ہیں۔ اور حیوانات پُورے حیوانات ہیں۔ لیکن انسان ابھی تک پُورا انسان نہیں ہُوا۔ اس کے وجُود کے اندر حیوانیت (رجوگُن) اور انسانیت (ستوگن) کا جنگ چھڑا ہُوا ہے۔ اس لئے اس کی زندگی عین مُصیبت ہے۔ دُکھ ہے۔ شور ہے۔ اور اشانتی ہے۔ انسان پھُولوں۔ پرندوں۔ ننھے بچوں۔ سمندر کی لہروں۔ بادلوں کی چالوں۔ اور ندیوں کے بہاؤ میں خوشی ڈھونڈا کرتا ہے۔ وُہ باہر سے خوشی چاہتا ہے۔ اندر سے وے نہیں سکتا اس کی زندگی میں خوف غالب ہے۔ اُسے زمین یا آسمان میں۔ جیتے جی یا مرنے کے بعد کوئی نہ کوئی دستگیر۔ پناہ دینے والا محافظ درکار ہے۔ وُہ اپنے آپ سے ہی خائف ہے۔ صرف خلوت ہی اسے ڈرا سکتی ہے!

جب تک ہم شخصی یا قومی نجات چاہتے ہیں۔ تب تک انسانی دُنیا کی حالت بگڑتی چلی جائے گی۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اور وُہ یہ کہ اندرُونی وجود کُل موجُودات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ زمین کی تہوں۔ آسمان کے ستاروں۔ گذرنے اور آنے والے زمانوں کے سوالات صرف انسانی دماغ میں اُٹھا کرتے ہیں۔ شخصی یوگ تو دُنیا سے کنارہ کشی کا میلان رکھتا ہے۔ اسے مطالعہ کائنات مطلوب ہی نہیں۔ یہ اپنے آپ کو تو جاننا چاہتا ہے۔ مگر سروَر کو نہیں۔ حالانکہ سرب گیان کے سوا آتم گیان نامکمل رہ جاتا ہے۔ اور آتم گیان کے بغیر سرب گیان۔ پُورن آتم گیان اپنے اندر (گیان اسرب گیان) کو بھی جگہ دیتا ہے۔

کوئی عضو بدن بھی پُوری صحت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک سارا جسم صحیح نہ ہو۔ اسی طرح انفرادی نجات کی تکمیل کے لئے اجتماعی نجات کا ہونا بھی ضرُوری ہے۔ سچّی نجات کل کے ساتھ اور کل میں ہے۔ شخصی علیحدگی میں نہیں جب شخصیت اپنی جُداگانہ ہستی ہی نہیں رکھتی۔ تو اس کی جداگانہ نجات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے؟

وُہ پُرانا خیال کہ دنیا ذرات اور ارواح کے اجتماع کا نام ہے۔ اب اُڑ چکا ہے۔ ذرّات اور ارواح (جیو) ایکدوسرے سے تمیز تو کئے جا سکتے ہیں۔ مگر جُدا ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ بنیادی حقیقت (آتما۔ برہم) ایک پُورن ہے۔ جو کچھ بھی ہے اُسی سے۔ اسی میں اور اسی کا ہے۔ اس سے باہر یا جُدا کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ رکھ سکتا نہیں۔

پُورن برہم لوگ۔ وشو مکتی کا کارن ہوگا۔ تب جگت میں موہ۔ بھے۔ واستو۔ شوک کی بجائے پریم

اِس کے آگے دیکھو صفحہ ۸۱ نظم کے نیچے

سُر ازل

شاہنشاہ بابر اور جیون مکت شری گورو نانک دیو جی مہاراج کا مکالمہ

انادی اننت

افضل الشعراء جناب منشی تلوک چند صاحب محروم بی۔ اے

بابر

ہماری بزم عشرت میں جو لے آیا خدا بابا | تو بسم اللہ! جام بادہ احمر چڑھا بابا
جہاں میں آب زر سے کونسا ہے پاک پانی | کہ ڈھل جاتا ہو جس سے فتر تاؤ شما بابا
نہ میخانے کو دیکھا چاہیے چشم حقارت سے | کہ ہوتی ہے یہیں سے بیخودی کی ابتدا بابا
نہ یونہی میکشوں کو خاک پر بیٹھا ہوا دیکھو | پہنچتی ہے نظر ان کی سر فوق السما بابا
صدا حق حق کی سنتے ہیں سدا شیشہ مے سے | اسی سے دل ہیں رندوں کے حقیقت آشنا بابا
صراحی کھولتی ہے راز دل جب بانگ قلقل سے | فلک سے ہیں پکار اٹھتے ملائک مرحبا بابا
نہ ہو گلبانگ مستوں کی تو دنیا بزم ماتم ہے | ہمارے دم سے کچھ کچھ زندہ ہے رازِ فنا بابا

غنیمت جان کر صحبت کو اک دو جام پیتا جا
میان محفل رندان ورد آشام پیتا جا

گورو نانک دیو

مبارک ہو مئے احمر تجھے صاحب قراں تیری | رکھے لب سرخ رو تجھکو شراب ارغواں تیری
دل فرخندہ تیرا واقف رمز حقیقت ہے | اگر ہے ترجمان دل حقیقت میں زباں تیری

مگر جب کیفیتِ دل میں ہے کیفِ مے کی حاجت کیا | غرض محفل سے کیا خلوت ہو جب شکلِ جناں تیری

مئے انگور پی کر کوئی متوالا ہُوا تو کیا؟
نہ آئی دِل میں مستی ہاتھ میں پیالہ ہُوا تو کیا؟

وُہ مے اپنی ہے جس سے بن پیئے مخمور رہتے ہیں | خیالِ چشمِ ساقی کے نشے میں چُور رہتے ہیں
وُہ میکش ہیں کہ مہر و ماہ اپنے جام و ساغر ہیں | جو صہبائے مروّق سے سدا بھرپور رہتے ہیں
ہمارا دورِ مے ہر ہر نفس کے ساتھ چلتا ہے | اسی سے ہر نفس ہر لحظہ ہم مسرور رہتے ہیں
کثافت روح میں آلائشِ دُنیا سے آتی ہے | شرابِ ظاہری سے اہلِ باطن دُور رہتے ہیں
چڑھا دو ان کو سُولی پر بھی، تو حق حق سناتے ہیں | جو عاشق ہیں وُہ سرشارِ مئے منصور رہتے ہیں
لنڈھائے ہوں جنہوں نے خُم کے خُم صہبائے عرفاں کے | کہاں وُہ طالبِ افشردہٗ انگور رہتے ہیں

مناسب ہے یہی ترکِ مئے انگور کر شاہا!
ہمارے جام سے تھوڑی سی اب منظور کر شاہا!

بقیہ مضمون "مکتی درشن" صفحہ ۸۰ سے آگے

آتم وشواس۔ آتم نربھے اور آنند کا راجیہ ہوگا۔ اب جو نسلی۔ قومی اور مذہبی اختلافات شور پیدا کر رہے ہیں۔ وُہی اجتماعی گیت میں عجیب مٹھاس پیدا کرنے والے ثابت ہوں گے۔ باہمی جدوجہد کی بجائے باہمی تعاون کا اصُول تہذیب انسانی پر حکمران ہوگا۔ سائنس تعمیری مقاصد میں استعمال کیجائے گی۔ عالمگیر یگانگت کا جذبہ پھیل کر باہمی منافرت ختم کر دیگا اور جس طرح سائنس افراد اور اقوام کے درمیان مکانی اور زمانی فاصلہ نیست و نابود کر رہی ہے۔ انسانی دِلوں کے درمیان بھی فاصلے نہ رہیں گے۔ ساری دُنیا نہ صرف بیرُونی بلکہ اندرُونی طور پر بھی متحد ہو جائے گی۔

یہ پورن یوگ شخصیت کو مٹائے گا نہیں۔ ہاں اسے پوری نشو و نما دے کر سب کی مشترکہ بہبودی کے لئے کام میں لائے گا۔ اسی طرح اقوام بھی اپنی اپنی خصوصیات برقرار رکھیں گی۔ مگر وُہ آپس میں مقابلہ کرنے اور لڑنے کی بجائے اِسی پرتھوی کے اُوپر سورگ نرمان کرنے کے لئے مل کر کام کریں گی۔

اب پہلی تہذیب اور مذاہب فیل ہو چکے ہیں، از سرِ نو سوچنے کی ضرورت ہے۔ اب ہمیں بروقت بدلنا یا ہٹ جانا ہوگا جاگو یہ تعلیم فقط جگانے کے لئے ہے۔ پیری مُریدی کے جال میں پھنسانے کے لئے نہیں۔ امرت پرواہ جاری ہے آیئے۔ پیاس بجھایئے جس کا جی چاہے

(پورن یوگی)

برہم پراپتی!

وصال باریتعالیٰ

(دورِ حاضرہ کے مہرشی وشو کوی ڈاکٹر شری رویندر ناتھ جی ٹھاکر[1] کے قلم سے)

اُپنشدوں میں ایک جگہ لکھا ہے۔ "اگر انسان اسی زندگی میں برہم کو پائے۔ تو وہ حقیقت سے بہرہ یاب ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اسمیں ناکام رہے۔ تو یہ اس کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے"

برہم پراپتی کا کیا مطلب ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ برہم پراپتی اور وصال باریتعالیٰ کیا ہے؟ اور اس کی ماہیت کیا ہے؟ اس بات کو سب تسلیم کریں گے۔ کہ وجود غیر متناہی کوئی ایسی شئے یا ہستی نہیں ہے۔ جسے ہستیوں کے کسی خاص طبقہ میں شامل کیا جائے یا اسے اپنے قبضہ میں لایا جائے۔ یا اس کے وسیلہ سے جنگ آرائی۔ ملکی بکھیڑے اور تمدنی جھمیلے طے کئے جائیں ہم خدا کو موٹر کار یا روپیہ پیسہ یا دیگر مقبوضات کی فہرست میں داخل نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہمارے واسطے یہ لازم ہے۔ کہ ہم اس تمنا اور آرزو کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں۔ جو ہماری طبیعت میں خدا کا دیدار اور قربت حاصل کرنے کی پائی جاتی ہے لیکن یہ آرزو اس خواہش سے بالکل مختلف ہے۔ جو انسان کے دل میں بیش قیمت اور نادر الوجود اشیاء بہم پہنچانے اور قبضہ میں لانے کی بابت پائی جاتی ہے۔ اپنے مقبوضات میں اضافہ کرنے اور انہیں تو سیع دینے کی ہمیشہ ہر دردی میں مبتلا رہنا بھی ایک قسم کی آفت اور وبالِ زیست ہے۔ لیکن وصل الٰہی کی تمنا ان تمام خواہشوں سے بالکل جدا ہے۔ اس سے یہ مُراد ہے۔ کہ ہماری رُوح علائقِ دنیوی اور حرص و ہوس سے آخری اور قطعی آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ کسی خارجی شئے کے حصول یا اسے قبضہ میں لانے کی متمنی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان گذر جانے والی بے ثبات۔ اور غیر مستقل اشیاء کے درمیان اس شئے کو ڈھونڈھتی ہے۔ جسے کبھی زوال بے ثباتی اور عدم استقلال سے دو چار نہیں ہونا پڑتا۔ وہ ان تمام دنیوی خوشیوں کے درمیان اس دائمی خوشی اور استمراری راحت کی تلاش میں پھرتی ہے۔ جو ان سب سے اعلےٰ و بالا لطیف و پاک ہے۔ اس وجہ سے جب اُپنشد کار یہ کہتے ہیں ——

حقیقی دولت حاصل کرو

—— کہ سب سے پہلے براہم پراپتی کا جتن کرو۔ اور اس کی ابھلاشا کرو۔ تو پھر تمام اشیاء تمہارے قبضہ و تصرّف میں آپ

[1] رابندر ناتھ ٹیگور

سے آپ آجائیں گی۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ اس عالم کی تمام موجودات اور اشیاء برہم کے اندر واقع ہیں۔ اور وہ سب ہستیوں پر حاوی ہے۔ اس لئے جب برہم کو حاصل کر لیا۔ تو تمام اشیا آپ ہی ہمارے قبضہ میں آجائیں گی۔ جو کچھ خدا کی طرف سے ملے۔ اس سے کام لو۔ اور خوش رہو۔ مگر اس دولت کی طمع مت کرو۔ جو تمہاری اپنی نہیں ہے"

جب آپ کو یہ معلوم ہے۔ کہ ہر ایک شئے خدا کی حضوری سے معمور ہے۔ اور یہ کہ جو کچھ آپ کے پاس ہے۔ یہ اسی کا عطیہ ہے۔ تو اس وقت آپ کو غیر متناہی متناہی کے اندر اور عطا کنندہ عطیات میں دکھائی دے گا۔ اس وقت آپ کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ حقائق الاشیا کی اصلیت صرف اس امر میں پنہاں ہے۔ کہ وہ ایک ہی حقیقت کی مختلف صورتیں ہیں۔ اور یہ کہ جو زر و مال، دھن دولت آپ کے قبضہ میں ہے۔ آپ کے لئے اس کی قدر و قیمت اور اہمیت ان تعلقات ہی کی وجہ ہے۔ جو وہ غیر متناہی کے ساتھ قائم کرنے میں آپ کی ہدایت اور معاونت کرتی ہے اس واسطے یہ کہنا فضول ہے۔ کہ جیسے ہم اور چیزوں کو "ڈھونڈ" پا سکتے ہیں۔ اسی طرح برہم کو نہیں پا سکتے۔

"اہنکار چھوڑو تا کہ برہم کو پراپت کرو"؟

یہ سوال نہیں ہے۔ کہ ہم اور چیزوں پر ترجیح دے کر۔ اسے تلاش کریں۔ یا اسے یہاں کی نسبت وہاں با آسانی پا سکتے ہیں۔ بلکہ اس سے یوں سمجھ لو۔ کہ جب صبح کو آفتاب مشرق سے نکلتا ہے۔ تو چاروں طرف روشنی نمایاں ہوتی ہے۔ ہمیں اس کے لئے اپنے گھر سے نکل کر بازار یا محلہ میں نہیں جانا پڑتا۔ کیونکہ وہ ارد گرد گھر کے اندر باہر سب جگہ آشکار ہے۔ اسی طرح خدا کی حضوری بھی ہر جگہ ہے۔ اسے ڈھونڈنے کے لئے کہیں دور نہیں جانا پڑتا۔ اسے جاننے اور محسوس کرنے کے لئے یہ لازم ہے۔ کہ ہم اپنا آپ چھوڑ دیں۔ خودی اور نفس پروری سے منہ موڑ لیں۔ انانیت سے کلیتاً دست کش ہو جائیں۔ اسی وجہ سے مہاتما بدھ نے اپنے مقلدوں کو یہ تلقین کی ہے۔ کہ اپنی خودی۔ اہنکار اور نیز اس کے ساتھ جتنی باتیں وابستہ ہیں۔ قطعاً چھوڑ دو۔ لیکن یہ ایسی تعلیم ہے۔ کہ اگر اس پر پورا عملدرآمد کیا جائے۔ اور خودی کو چھوڑ دینے کے بعد اس کی جگہ پر کرنے کو اور کوئی ہستی یا وجود نہ ہو۔ تو یہ بالکل مہمل ہوتی۔ فطرت انسانی کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر کوئی چیز پانے کی امید نہ ہو تو وہ اپنی چیز سے کلیتاً کبھی دست بردار نہ ہوگی

سارے دل سے برہم کو محبت کرنا اُسے گویا حاصل کرنا ہے!

اسی طرح برہم پراپتی ہے۔ کہ اگر انسان کو حقیقی دولت ملنے کی امید نہ ہو جس کے مقابلہ میں اس دنیا کے تمام خزانے بھی ہیچ ہیں۔ تو وہ نفسانی خواہشوں اور دنیوی جاہ و جلال کی تمناؤں سے کبھی دست بردار نہ ہو۔ شائد خیال کیا جائے کہ ہم جو روز خدا کی عبادت کرتے۔ اور اس کے حضور میں پرارتھنا کرتے ہیں۔ اس لئے[۳] وصل کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم اپنے سارے دل اور ساری جان کامل محبت اور پوری اطاعت کے ساتھ اس کی ارادھنا کریں۔ اور اس کی خوشنودی کو اپنی زندگی کا اعلےٰ مقصود قرار دیں۔ ہمارے تمام کام اسی مقصد سے ہوں۔ چنانچہ اپنشد کار کہتا ہے۔

"برہم میں اس طرح غائب ہو جا۔ جیسے تیر نشانہ کو چیر کر پار ہو جاتا ہے"۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ آپ گیان حاصل کریں۔ اور معرفت الٰہی کے اس مرحلہ پر پہنچنے کو منتہائے کمال قرار دیں۔ جہاں جیو آتما کو اسبات کا ادراک ہوتا ہے۔ کہ برہم مجھ میں محیط [illegible] عقل کو ایک امر پر مرکوز کرنے سے

(۳) ہم (۳) [illegible]

حاصل نہیں ہوتی بلکہ ہماری زندگی کا اعلےٰ ترین مقصود یہ ہو۔ کہ ہم برہم کو پراپت کریں۔ اور ہماری تمام کوششوں اور کاموں کا یہی انتہائی مقصد ہو۔ جو بات دِل میں سوچیں یا جو کام کریں۔ اس میں غیر متناہی کی حضوری محسوس کریں۔ اس سے برہم پراپتی دِن بدن آسان اور ممکن الحصُول ہو جاتی ہے۔ ایک اُپنشد میں لکھا ہے۔

"اگر آنند سروپ کی شکتی آکاش میں پرکاش مان نہ ہو۔ تو نہ کوئی ہستی زندہ رہ سکتی ہے۔ اور نہ کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے۔" اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے تمام کاموں میں غیر متناہی قوت کی حرکت و تیزی محسوس کریں اور خوش وخرم رہیں"

شاید کسی کو یہ خیال گذرے کہ برہم پراپتی میری بساط سے بعید ہے۔ اس لئے اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اگر" پراپتی" سے وہی مُراد لی جائے۔ جو دُنیا کی اور چیزوں کے حصُول اور پراپت کرنے سے لی جاتی ہے۔ تو خیال درُست ہے۔ اور میں اس کی درُستی قبُول کرنے سے بالکل انکار نہیں کروں گا۔ لیکن جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے۔ کہ انسان کو اعلیٰ ترین خوشی اور اطمینان کسی چیز کو اپنے قبضہ میں رکھنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے قبضہ میں لانے کی کوشش میں پائی جاتی ہے۔ تو یہ خیال بالکل نکما اور مہمل سا معلوم ہوتا ہے۔ نفسانی خوشیوں اور دُنیاوی خواہشوں کی اتنی خوفناک شہرت ہے۔ کہ ان میں پھنسکر ہمیں اس چیز کے حاصل کرنے کی نہ تو فرصت رہتی ہے۔ اور نہ کوشش کر سکتے ہیں۔ جو ہماری طاقت اور پہنچ سے بہُت دُور ہے۔ جب ہم کھانا کھاتے ہیں۔ تو گویا ہم ایک چیز کو پورے طور پر اپنے قبضہ میں لاتے ہیں۔ لیکن جب بھوک سیر ہو جاتی ہے۔ تو اس کے ساتھ کھانے کی خُوشی بھی تمام ہو جاتی ہے۔ ذہنی خوشیوں کی کیفیت جسمانی خوشیوں سے گو بہُت مختلف ہے۔ مگر اصُول ایک ہی ہے۔ ہم اپنی تمام خوشیوں میں جس شئے کو ڈھونڈنے کے خواہش مند رہتے ہیں۔ وُہ غیر مُتناہی ہے!

پرم آنند اور خوشیوں کی اصل خُوشی

ایک پُرانا ہندوُ شاعر عاشق کے جذبۂ عشق کو یُوں اُدا کرتا ہے۔ "میری جان مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیرے حُسن کو اپنی پیدائش کے دن سے دیکھتا چلا آتا ہوُں۔ پھر بھی میری آنکھیں سیر نہیں ہوتیں۔ بلکہ تیرے درش کو ترستی رہتی ہیں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ تجھے اپنے سینہ سے ہزاروں لاکھوں برسوں سے لگائے ہوُئے ہوُں۔ تو بھی میرے دِل کو چین اور طبیعت کو قرار نہیں آتا"!

ہماری زر پرستی کی یہ خواہش نہیں ہے۔ کہ ہم اور کچھ مال حاصل کریں۔ بلکہ یہ خواہش غیر معیّن اور بے اندازہ ہے چاہے جتنا و زر اکٹھا کر لو۔ مگر وُہ پُوری ہونے میں نہیں آتی۔ یہ چند روزہ خوشیاں جن سے ہم ہر روز دو چار ہوتے ہیں۔ غیر متناہی خُوشی کی صرف جھلک ہیں۔ ہماری زندگی کی سب سے بڑی افسوسناک بات یہ ہے۔ کہ ہم ان چیزوں کے حصُول اور بہم رسانی میں منہمک رہتے ہیں۔ جو دوام سے محض بے گانہ ہیں۔ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کہ ہماری رُوح کی اصلی تمنّا یہ ہے۔ کہ تمام مقبوضات اور علائق سے کامل رستگاری اور آزادی حاصل کرے۔ وُہ محسُوسات کے درمیان قید ہے۔ اور درد بھری آواز سے چلاتی ہے۔

"میں مال جمع کرنے سے عاجز آگئی ہُوں۔ ہائے! وُہ کہاں ہے۔ جسے حاصل کرنا محال ہے"!

نفس کشی اور ایثار کی بابت تاریخ عالم کی شہادت

بنی آدم کی تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے۔ کہ نفس کشی اور ایثار رُوح انسانی کی سب سے بڑی حقیقت اور گہرا تجربہ ہے۔ جب وہ یہ کہتی ہے "مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں اس کے بغیر ہی اچھی ہوں" تو وہ اپنی اصلیت کی اعلےٰ ترین سچائی کا اظہار کرتی ہے۔ اشیا کو ہم اپنے قبضہ میں لانے سے ہم یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہم ان سے اعلےٰ اور فائق ہیں۔ اور جو چیزیں اصلیت اور قیمت میں ہم سے کہیں گھٹ کر ہیں۔ ان میں اپنے دل کو لگانا اور اپنے آپ کو ان میں پھنسانا بڑی شامت ہے۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ میرے پاس جو کچھ ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے۔ تو پھر وہ اس کی اصل قدر و قیمت کی بابت کسی قسم کا دھوکا نہیں کھا سکتا۔ وہ جانتا ہے۔ کہ میری رُوح میرے مقبوضات سے افضل تر ہے۔ اور انہیں میں جیسے چاہوں بانٹ سکتا ہوں۔ تو وہ پھر ان کے بس میں نہیں۔ بلکہ بالکل آزاد ہو جاتا ہے وہ اپنے مقبوضات کی حقیقت سے ناآشنا ہو کر اپنی رُوح کی اصلیت اور —— اس کے جوہر حقیقی کو پہچانتا ہے۔ وہ اپنے مقبوضات کو بے حقیقت اور ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ جب وہ حقیقت کی اس منزل پر پہنچتا ہے۔ تو دوامی محبت کے راستہ پر قدم بڑھانے لگتا ہے۔ وہ سب کو تیاگ دیتا ہے۔ اور اسی سودے میں مست رہتا ہے۔

برہم کو کامل طور پر پراپت کرنا محال ہے

ہم غیر متناہی ہستی کو کامل طور پر حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ محض عقلی قضیہ یا دعوےٰ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تجربہ ہوتا ہے اور یہ تجربہ آنند ہے۔ جب پرندہ کرہ ہوا میں اُڑتا اور بازو پھڑپھڑاتا ہے۔ تو اسے ہر لحظہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آکاش بے حد ہے اس سے آگے جانا ناممکن ہے۔ تو اسے اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے جو اسے پنجرہ کے اندر رہنے سے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اس کی ضرورت تک محدود ہے۔ اسی طرح رُوح کے لئے لازم ہے۔ کہ وہ غیر متناہی کے وجود میں پرواز کرے۔ اسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی ہستی کا پتہ نہیں لگتا۔ اور اس کا یہ تجربہ اعلیٰ اور پاک خوشی آخری حرّیت اور انتہائی رستگاری ہے۔ انسان کو مستقل خوشی اور راحت ابدی اس امر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اپنے سے اعلےٰ تر ہستی پر تصدق کر دے۔ اور اپنی ہستی اوّل خیالات کی تکمیل و عمل پیرائی میں بسر کرے جو اس کی شخصی ضروریات سے فائق اور اس کی طبیعت سے بالا ہیں۔ تا کہ وہ اپنے بیش قیمت مقبوضات کو کسی اعلےٰ مقصد اور بڑے کام کی ترقی و توسیع کے لئے قربان کرنے کو تیار ہے۔ یا اگر ضرورت ہو۔ تو اپنی جان بھی اپنے ملک اور ابنائے وطن کی بہتری کے لئے قربان کر دے۔ اس کی زندگی واقعی بہت کم بخت۔ ناشاد۔ اور گور غریباں کی طرح تاراج رہتی ہے۔ تاوقتیکہ اسے کوئی بڑا خیال دستیاب نہیں ہوتا۔ جو اسے اس کے مقبوضات کی آفتوں سے رہائی دلا سکتا ہے۔ مسیح یسوع۔ بدھ اور تمام بڑے بڑے بانیان مذاہب اس قسم کے آدرش کے نمائندے ہیں۔ اُنہوں نے ایثار نفسی کے موقعہ اور وقت کے لئے خاص ہدایات کی ہیں۔ جب وہ الٰہی کشکول لیکر ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور فقیرانہ صدا بلند کرتے ہیں، تو ہم اس کچکول میں خیرات ڈالے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس وقت ہم پر یہ امر ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس خیرات و بخشش اور داد و دہش میں ہماری مکتی اور اسی سے ہمیں اعلیٰ ترین خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور جس حد تک [illegible] کا تجربہ ہوتا ہے۔ اسی حد تک ہم اپنے کو غیر

متناہی کیساتھ متحد پاتے ہیں۔

ہمیشہ کے سکھ کی اعلےٰ تمنّا

اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انسان اپنی اس موجودہ حالت میں بالکل کامل نہیں ہے۔ بلکہ وہ آئندہ منتہائے کمال پر پہنچے گا۔ انسان اپنی موجودہ ہستی میں بہت رذیل - دون ہمت اور اوچھا ہے۔ اس کی قوائے معنوی وخارجی بہت ہی محدود ہیں۔ مگر وہ ہمیشہ اسی حالت میں پڑا رہے۔ اور اس میں اصلاح و ترمیم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ تو یہ سمجھ لو کہ اس کے لئے اس سے بڑھ کر خوفناک اور درد خیز جہنم اور کہیں نہیں ہو سکتا۔ موجودہ تیرہ وتار حالت سے نکلکر معراج اوج روحانی کی طرف بڑھنے سے انسان دوزخ سے دوچار نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے باطنی کمال کے درجہ پر پہونچنا اور اپنی موجودہ ذلیل و مکروہ حالت سے رستگاری پانا جنت میں داخل ہونے کا اپنے کو مستحق بناتا ہے۔ اور اس نصب العین کو حاصل کرنے کی تمنا ہروقت اس کے دل میں موجود رہتی ہے۔ اور وہ اسے پورا کرنے کی دل وجان سے کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس تمنا کا پورا ہونا گویا سورگ دھام میں پہنچنا ہے۔

عارضی اشیاء اور دوامی ہستی کا تعلق باہمی

اس دنیا میں جہاں انسان انواع و اقسام کی ضروریات کی بہمرسانی میں لگا رہتا ہے۔ عارضی اشیاء کا خاص درجہ ہے۔ وہ شکم پروری کے لئے خوراک اور تن پوشی کی خاطر پوشاک کی تلاش میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔ اور اصل یہ ہے۔ کہ ضروریات جسمانی کا اہتمام اس کا جبلّی منصب ہے۔ مگر ان ضروریات کو حاصل کرنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ یا اس کی ضروریات ہی تک محدود رہتا ہے۔ اس کی کوشش کی انتہا اس کی جسمانی ضرورتوں کا انتظام ہے۔ وہ اپنے جسم کی حاجتوں کے سوا اور باتوں کی بہت تھوڑی پرواہ کرتا ہے۔ عام قاعدہ یہ ہے۔ کہ ہماری جتنی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم اس کے متناسب چیزیں حاصل کرتے ہیں خوراک سے ہمارا تعلق کھانے تک اور مکان سے رہنے تک ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس لئے یہ ظاہر ہوا۔ کہ حاصل کرنے اور پانے کا کام نامکمل اور ناتمام ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی خواہش ہماری متناہی ذات میں ہوتی ہے۔ مگر ہماری ہستی کا غیر طبعی پہلو جیسے روحانی پکارنا بجا ہوگا۔ اور جسمیں غیر متناہی سے رشتہ قایم کرنے کی استعداد موجود ہے۔ وہ زرومال کے اجتماع واکتساب میں سرگرداں نہیں رہتا۔ بلکہ وہ خوشی اور آزادی حاصل کرنے کا خواہش مند اور اس کے حصول کے درپے رہتا ہے اس سے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ ہم دنیاوی مال ومتاع کے حصول کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ غیر متناہی کی سرزمین میں برہم کے ساتھ کامل اتحاد و موافقت ہو جائے۔ وصال باری تعالیٰ کے یہ معنی نہیں کہ ہم اشیاء کو اپنے قبضہ دسترس میں لائیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ ہم اس کی مانند ہو جائیں۔ جیسا اہل مغرب کے اُستاد (یسوع مسیح) نے جو باپ کے ساتھ ایک تھا فرمایا ہے۔ "کامل ہو۔ جیسا تمہارا باپ - جو آسمان پر ہے۔ کامل ہے" باوجود اس کے بھی اہل مغرب نے اس عظیم الشان نصب العین کو عملاً کبھی قبول نہیں کیا ہے۔ بلکہ اگر انسان کے خدائی کے مرتبہ پر پہنچنے کا اشارۃً بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اُسے کفر وشرک سمجھا جاتا ہے۔ مسیح یسوع نے جس صداقت کو ظاہر فرمایا ہے۔ مسیحی مغرب نے نہ اسے سمجھا اور نہ اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی میں حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر مشرق کے تمام رشی منی یہ تعلیم دے گئے ہیں۔ کہ وصال باری تعالیٰ ہمارا عین فرض ہی نہیں۔ بلکہ اس کی تمنا کو دل میں رکھنا اور برہم کے ساتھ ایک ہونا ہمارا جیون اُدیش اور سب سے اعلےٰ کمال ہونا چاہیئے۔

دُنیاوی مال واسباب اور رُوحانی دولت میں فرق ہے

عالم اسباب اور کائنات میں تو یہ قاعدہ ہے۔ کہ جتنا مال و متاع ہمارے قبضہ میں آجائے۔ ہم اتنے ہی بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر عالم ارواح کی کیفیت اس سے بالکل نرالی ہے۔ وہاں ہماری ترقی جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ اس سے انحراف کرنے میں ہوتی ہے۔ کسی چیز کو حاصل کرنا بجائے خویش ایک ادھورا فعل ہے۔ مگر اپنی ہستی کو اعلےٰ اور مستقل بنانے کا کام کامل ہوتا ہے۔ اس کا تعلق ہماری سالم فطرت سے ہے۔ مگر کسی ضرورت سے واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ برہم کے ساتھ دائمی اور جبلی تعلق ہونے کی وجہ سے معرض وجود میں آتا ہے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ برہم بنیں۔ اس سے پہلوتہی نہیں۔ بلکہ برسر عام اعلان و اقبال کرنا چاہیئے۔ اگر ہم ترقی کے اعلےٰ ترین معراج پر پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ تو ہماری ہستی بالکل مہمل اور سراسر ناکارہ ہے۔ کیا اس وقت یہ سوال پوچھا جائے گا۔ کہ مجھ میں اور برہم میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ بیشک بحالات موجودہ یہ تفاوت نہیں ہے۔ چاہے اسے دھوکا یا کسی دُوسرے نام سے پکارو۔

مَیں اور برہم کا بھید

مگر مجھ میں اور برہم میں بڑا بھید ہے جس کی تشریح و توضیح بعید از فہم ہے۔ برہم برہم اور وُہ منتہائے کمال کا غیر متناہی آدرش ہے۔ مگر ہم جو کچھ ظاہر ہیں۔ وُہ دراصل نہیں ہیں۔ مگر آئیندہ زمانہ اور اگلی دُنیا میں ہم اپنی اصلیت پر آئیں گے۔ اور برہم ہوں گے۔ ہماری موجودہ اور آئیندہ حالت کے درمیان رشتہ میں دائمی محبّت کا اثر اور اس کی قوّت کام کرتی ہے۔ اور اس بھید کی گہرائی میں خلقت کا حسن و نظام اور خوشی و شادمانی موجود ہے۔ خوفناک تیزی کے ساتھ بہتے نالے کی صُورت زبان حال سے گویا یہ کہتی ہے۔" میں سمندر ہوں گا۔ اور اس کے سوا اس کے لئے کوئی اور چارہ بھی نہیں ہے۔ جب وُہ میدانوں میں داخل ہوتا ہے۔ تو اس نالہ کا پاٹ بڑے دریا کی صُورت اختیار کر لیتا ہے۔

نالہ و سمندر کی تشبیہہ جیو اور برہم کا بھید ظاہر کرتی ہے

اور دیہات اور قصبات کے درمیان سے موجیں مارتا ہُوا۔ آگے بہتا چلا جاتا ہے۔ اور انہیں کچھ فائدہ بھی پہنچاتا ہے۔ مگر اس کا یہ علاقہ اردگرد کی بستیوں اور چیزوں کے ساتھ محض نامکمل ہے۔ وُہ گاؤں یا شہر یا جنگل کی ہستی اور صُورت قبول نہیں کر سکتا۔ مگر وُہ سمندر بن سکتا ہے۔ اور فی الحقیقت بن بھی جاتا ہے۔ اس ادنےٰ نالہ کی لہر کو عظیم ساکن سمندر سے خاص نسبت ہے۔ اس لئے وُہ ہزاروں چیزوں کے درمیان سے بہتا ہُوا سمندر میں جا ملتا ہے۔ مگر سمندر نالہ کا جزو نہیں ہے۔ اور نہ بن سکتا ہے۔ بلکہ نالہ اس کا ایک ناچیز حصہ ہے۔ یہی حال رُوح کا بھی ہے۔ جیسے نالہ سمندر کا حصہ بن سکتا اور بن جاتا ہے۔ اسی طرح جیو آتما بھی برہم کا حصہ بن سکتا ہے۔ اس دُنیا میں روح ہزاروں چیزوں سے دوچار ہوتی ہے۔ ذرا دیر انہیں دیکھتی ہے۔ پھر آگے نکل جاتی ہے۔ لیکن وُہ برہم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ بلکہ جب وُہ اس کے آنند میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو اس کی بیقراری اور بے کلی دُور ہو کر شانت ہو جاتی ہے۔

نظم کا ہر فقرہ وسطی خیال کو کچھ نہ کچھ ضرور تقویت دیتا ہے۔ جو اس میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اور جب پڑھنے والے اسے سمجھ لیتے ہیں۔ تو نظم ان کے نزدیک بہت اعلےٰ اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ اور اس کی تمام لطافت و جلالت ان کے دلوں

پہ ایک خاص قسم کی گرفت حاصل کر لیتی ہے۔ لیکن برعکس اس کے شعر اور شعر پڑھنے کے بعد دستی خیال وسعت اختیار کرتا اور واضح ہوتا نظر نہ آوے۔ بلکہ خیالات منتشر اور بے ربط ہوں۔ تو نظم بہت ناقص اور بد مزہ ہو جاتی ہے۔

مقصودِ ہستی وصالِ باری تعالیٰ ہو

ہماری روحانی ترقی بھی لطیف اور موزوں نظم کی مانند ہے۔ اس کا سب سے بڑا موضوع خوشی اور پاکیزگی ہے۔ اگر ہم اس موضوع کو نہ سمجھیں۔ اور اس کے لطیف اور غیر متناہی معنی پر عبور حاصل نہ کریں۔ تو ہماری ہستی فضول کردہ اور بے مقصد معلوم ہوتی ہے۔ اس عظیم مقصدِ زیست کو نہ سمجھنا ایسا ہے۔ جیسا کوئی نظم یا کوئی چیز بے سمجھے زبانی یاد کر لینا۔ جیسے میں نے بچپن میں ویاکرن کو رٹ لیا تھا۔ یا مجھے اس کا مطلب سمجھانے کی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ روز ہم صبح اٹھتے ہیں۔ اور دنیاوی کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں بسا اوقات مایوسیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ رنج سہتے دکھ بھرتے ہیں۔ تو بھی ہم تندہی اور ہمت سے ان آفتوں کو جھیلتے ہیں۔ مگر یہ سب کیوں برداشت کیا جاتا ہے؟ ہمیں اس کی بابت کچھ معلوم نہیں۔ لیکن میں یہاں پر یہ جتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ منتہائے کمال اور مقصودِ ہستی کیا ہے جس کے لئے ہماری تمام کوشش اور تمنا ہونا چاہئے وہ یہ ہے۔ کہ ہمیں دن بدن خدا کی حضوری اور نزدیکی میں ترقی کرنی چاہئے۔ اور اس کے حصول کے انتہائی خیال کو سامنے رکھ کر کام کرنا چاہیئے۔ برہم کامل ہے۔ سب کچھ اس کے دیدار اور وصل کے لئے ہونا چاہیئے۔ اگر اس غیر متناہی وجود کو علم و ادراک سے جاننے اور پانے کی کوشش کروگے۔ تو اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔ چنانچہ اپنشد کار کہتا ہے۔

گیان۔ آنند مکتی اور وصلِ الٰہی ایک ہی بات ہے

"برہم سے تبد اور من پریشان ہو کر واپس آتے ہیں۔ لیکن وہ جو اس کے آنند سے اسے جانتا ہے۔ وہ خوف و خطرے سے مبرا ہو جاتا ہے"

علم ادھورا ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ایک قسم کا علمی آلہ ہے۔ لیکن برہم کامل ہے۔ اس لئے اسے خوشی اور محبت سے ہی جانا جاتا ہے۔ آنند اور شادمانی جب درجہ کمال پر پہونچ جاتی ہے۔ تو گیان کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس حالت میں ہماری عقل ان چیزوں کو ہم سے خارج کر دیتی ہے۔ جنہیں جاننے کی ہم کوشش کرتے ہیں۔ مگر پریم کا گیان اتحاد و یگانگت سے حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کا علم یقینی اور بالواسطہ ہوتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا یہ ویسا ہی علم ہے۔ جیسا ہم اپنے آپ کو جانتے ہیں۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا "مانسک شکتی (عقلی قوت) سے۔ برہم پراپتی نہیں ہوتی اور نہ لفظوں میں اسے بیان کیا جا سکتا ہے" ہمیں جو کچھ ادراک وجودِ مطلق کا ہوتا ہے۔ وہ اتحاد و اتفاق سے حاصل ہوتا ہے۔ ہمارے لئے لازم بلکہ عین فرض ہے۔ کہ باپ کے ساتھ ایک ہو جائیں۔ اور کامل بنیں۔ جیسے وہ بھی کامل ہے۔

روح کا برہم کے ساتھ ابدی بیاہ

وہ ہمارے اندر پہلے ہی سے موجود ہے۔ جہاں ظروف و زمان کی کوئی قیود نہیں ہیں اور روح کے اس ابدی مسکن میں ہی پرماتما کا گیان و انکشاف بالکل مکمل ہو جاتا ہے۔ اس نے ہماری روح کو اپنی دلہن منتخب کیا ہے۔ اور شادی بھی ہو گئی ہے۔ اس اتحاد و یگانگت [illegible] انجام دے خدا کی حضوری

کا احساس ہماری ہستی کے اندر موجود ہے۔ اور چونکہ یہ شادی ابتدا کے زمانے سے ہے۔ اس لئے محبت کے بیحد اظہار کا لب وقت ہے۔ جو ازل سے حاصل ہو چکا ہے۔ اس کا پیچھا اب ظرف و زمان کی حدود کے اندر بھی ہو رہا ہے۔ اور آئندہ زمانہ اور دنیا میں بھی ہوتا رہے گا۔ جب ہماری روح اس راز کو کما حقہ سمجھ لیتی ہے۔ تو اسے بے حد خوشی اور چین حاصل ہوتا ہے وہ نالہ کی طرح جانتی ہے۔ کہ میرا مقصود ہستی اور گوہر مراد دستیاب ہو گیا ہے ایک طرف تو اسے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں ہم کا جزو ہوں اور دوسری طرف اسکی یہ کوشش ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی ہستی کو برہم کے اندر تمام و کمال محسوس کرے۔ جب اس پر یہ منکشف ہو جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ تو وہ اس دنیا کو اپنا مسکن سمجھتی ہے۔ اور یہ استحقاق پیش کرتی ہے۔ کہ چونکہ میں مالک کو جانتی ہوں۔ جو میرا ہی خداوند ہے۔ اس لئے میں اس کے گھر کو اپنا سمجھتی ہوں۔ جب یہ احساس پیدا ہوتا ہے۔ تو دکھ و تکلیف محنت و مشقت خوشی خوشی برداشت کی جاتی ہے۔ وہ انہیں اپنی طاقت اور محبت کی آزمائش خیال کرتی ہے۔ لیکن برخلاف اس کے جب تک وہ تاریکی میں رہتی ہے۔ اور اپنے چہرہ سے نقاب الٹ کر اپنے عاشق کو نہیں پہچانتی۔ اور دنیا کو اس سے الگ وغیرہ سمجھتی ہے۔ تو اس کی کیفیت باندی ایسی ہوتی ہے۔ کہ جس کا فرض منصبی اپنے آقا کی خدمت گذاری ہے۔ حالانکہ اگر وہ چاہے تو اس کی رانی بن کر محلوں میں حکومت کرے۔" وہ فاقہ پر فاقہ کرتی تکلیف پر تکلیف جھیلتی اور خوف در خوف سے خائف ہوتی آگے بڑھتی ہے۔"

ہماری منزل مقصود کہاں ہے

میں نے ایک میلے میں ایک آدمی کو ایک گیت گاتے سنا تھا۔ جس کا ایک فقرہ مجھے یاد ہے

"پہنچا دے مجھے تو اے ناخدا دریا کے پار"

ہندوستان میں چھکڑے چلانے والے یہ گایا کرتے ہیں۔

"لے چل تو اے چل مجھے میرے گھر"

سبزی فروش اور دوکاندار بھی یہی گایا کرتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب کیا ہے؟ اس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ ہم ابھی منزل مقصود سے بہت دور ہیں۔ گو درمیانی مسافت طے کرنے کی بے حد کوششیں کی گئی ہیں۔

ہم اس بچہ کی طرح جس کی طبیعت اپنے کھلونوں سے بے زار ہو گئی ہو۔ یہ کہکر چلاتے ہیں۔ "میں یہ نہیں پسند کرتا"۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ وہ کنارہ کدھر ہے۔ اور اس پر پہنچنے کے کیا معنی ہیں؟ کیا اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم کو اپنی کاوشوں اور تکلیفوں سے دوسرے کنارے پر پہنچ کر پناہ ملے گی؟ تو کیا اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم زندگی کی تمام ذمہ داریوں سے رہائی حاصل کر لیں گے؟ نہیں! اس کا یہ مقصد نہیں ہے۔ ہم اپنی مصروفیتوں کے درمیان مقصود اصلی تلاش کر رہے ہیں۔ گو ہماری زبان سے "پہنچا دے تو مجھے میرے گھر" کا مصرع نکلتا ہے۔ مگر ہمارے ہاتھ بیکار نہیں۔ ہم اپنے کام میں برابر مصروف ہیں کیونکہ خدا میں یہ کنارہ اور وہ کنارہ ایک ہیں۔ "میں" رات دن اس گھر کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جسے وہ اپنا پکا یار بنا سکے۔ مگر افسوس اس کی تکالیف کا کبھی خاتمہ نہیں ہوگا۔ جب تک وہ برہم کو پراپت نہیں کرتا۔ جب یہ میرا گھر خدا کا مسکن بن جاتا ہے۔ تو اس وقت روح اپنے گھر میں پہنچ جاتی ہے۔ اس کی مسافت کا خاتمہ اور اس کی منزل مقصود ختم ہو جاتی ہے۔ "میں" بے قرار پھرتا ہے۔ اور ایسی چیزوں کے درپے ہے۔ جو اس کی دسترس سے بعید ہیں۔ جب وہ اس شے کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جس کے لئے تو [illegible] آتی ہے۔ اس سے وہ ہمدردی کو بھی

. . . . . نقصان پہنچتا ہے لیکن جب وہ یہ کہتا ہے "میرا تمام کام تیرا ہے" تو حالت بدل جاتی ہے۔ وہ اپنی ہستی کے مقصود کو حاصل کر لیتا ہے۔ میں اسے صرف اسی حالت میں حاصل کر سکتا ہوں۔ کہ اپنے کام کو تیرا بنا دوں۔ اور تیرا کام سمجھ کر انجام دوں۔ اگر میں اپنا کام چھوڑ دوں۔ تو تیرے کام میں کبھی شریک نہ ہوں گا۔ اس لئے یہ دعا دل سے نکلتی ہے۔

"تو مجھے پار لے چل"

کیونکہ سمندر اور اس کا دوسرا کنارہ اسی جگہ ہے جسے ہم جب چاہیں عبور کر سکتے ہیں۔ اور ہمیشہ یکساں رہنے والی ہستی کو حاصل کر کے مکت ہو سکتے ہیں۔ اسے حاصل کرنے کا ہمیں اختیار ہے۔ (اوم شم)

(رویندرناتھ ٹھاکر)

طالبِ نجات کا نغمہ درگاہِ الٰہی!

(اثرِ خامہ جناب احسن ماہروی)

۱

تیرے گُن گانے کی حسرت کھینچ لائی ہے یہاں
مَیں بھی اک گوشہ نشیں ہُوں تیری بزمِ ناز میں
کام جُز اس کے نہیں ہے کچھ کہ یہ تارِ حیات
ٹوٹ کر بے مُدعا مل جائیں تیرے ساز میں

۲

نیم شب کے معبدِ تاریک میں گھڑیال جب دہر میں خاموش عبادت کی صلائے عام دے
اے میرے معبود تو اُس دم مجھے اپنے حضور
نغمہ پردازی کا لُطفِ خاص سے پیغام دے

جسمانیت اور نجات
دیہہ تتو اور مکتی

نہائیت محققانہ اور لغوہ مطالعہ کے قابل مضمون

مہامہوپادھیائے پنڈت شری گوپی ناتھ جی کویراج ایم اے
پرنسپل گورنمنٹ سنسکرت کالج کے ایک بسیط مضمون کا نچوڑ

کشید کردہ شری جگن ناتھ جی شرما پربھاکر

جسم کیا ہے؟ جسم کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے؟ جسم کی ماہیت و فطرت، صورت و طبعیت کیا ہے؟ دیہہ یعنی جسم کا سروپ اور دہرم کیا ہے؟ جسم کتنی طرح کے ہیں؟ آتما (روح) سے ان کا کیا اور کیسے تعلق ہے؟ عموماً اکثر طالبان حق اور جگیاسوؤں کے دل میں یہ سوال یا اسی طرح کے دیگر کئی سوالات اُٹھتے ہی نہیں۔ اس لئے کہ بالعموم سبھی لوگوں کا یقین ہے کہ یہ عوام کا جانا پہچانا موضوع ہے۔ علاوہ ازیں اکثر اصحاب کی یہ قوی رائے ہے۔ کہ نجات (مکتی) حاصل کرنے کے لئے آتما تتو (روحیت یا علم ذات) ہی کا حصول ضروری ہے۔ دیہہ تتو یعنی جسمانیت کا جاننا لابدی نہیں۔ بلکہ پرمارتھ کے نقطہ کے لئے چھان بین کے ساتھ دیہہ تتو (جسمانیت) کو جاننے کی سعی کرنا "کاک دنت پریکشا" یعنی کوے کے دانتوں کے معائنہ کی مانند لاحاصل، بے فائدہ اور تضیع اوقات کا بہترین مشغلہ ہے۔

لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جس کو پارمارتھک آتم گیان پراپت کرنے کی سچی آکنشا ہے ——— جن کے اندر بلند ترین و پاکیزہ ترین عرفان ذات کے حاصل کرنے کی حقیقی تڑپ ہے۔ اُن کے لئے دیہہ تتو کا مکمل دارفع گیان لازمی ہے۔

'शरीर माद्यं खलु धर्म साधनम्'

——— "جسم کے اندر دہرم کے تمام سادھن ہیں"۔ یہ نہایت عمیق سچائی ہے۔ کسی بھی طور سے ہو۔ جیو جب سے کسی انادی، ازلی و ابدی اور بے بیاں شکتی کے زیر اثر دُنیا کے جال میں پھنسا ہے۔ یا نفس عنصری میں مقید ہے۔ تبھی سے دیہہ کے ادھیاس وش یعنی جسم کے التباس یا نمود بے بود کی بدولت اس کا آتم بودھ (خود شناسی) جسم کا انحصار لے کر حاصل ہوتا ہے۔ دراصل جیو پر خود فراموشی کا عالم طاری ہے۔ وہ اپنی ذات جلیلہ کو بھولا ہوا ہے۔ اس کی چیتنا (شعوریت) پراگندہ ملین اور غلاف آلود ہو کر مکان و زمان اور علت و معلول کے تخیل ——— کاریہ کارن بھاو کے ماتحت شکل یا روپ معلوم دیتی ہے۔ جسم کوئی شے نہیں۔ یہ انیتہ، فانی اور بے ثبات ہے۔ اس طرح سوچ کر جسم کے وجود سے غافل ہونے نیز دیہہ کے وچاروں یا تصور و تخیل کو دور پھینکنے کی خواہش کرنے پر ایک شکتی کی نتیجہ خیز چوٹ سے طبعی قوت کی

بغایت مؤثر ضرب کاری سے جیو کا دیہہ آتم بودھ یعنی جسمانیاتی احساسِ ذاتی ہمیشہ بیدار رہتا ہے معمولی جیو کے لئے آتما (روح) اور دیہہ (جسم) کو الگ الگ حیثیت میں قبول کرنا ممکن نہیں۔ لوکایت سمپردائے یعنی چارواک مت سے معتقد جڑوادی (مادہ پرست) لوگ بھی یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ نہیں تو برہسپتی کو

'चैतन्यविशिष्टकायः पुरुषः'

آتما کی اس صفت کے سوتر کی رچنا کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ دوسری جانب خالص آتم وادی (روحیین) وارشنک کو بھی "ودیہہ کیولیہ" (بلا جسم نجاتِ ابدی) ثابت کرتے وقت کسی طرح سے جسم کی ستا (ہستی) تسلیم نہ کرنا پڑتی۔ جو ودیہہ مکتی روپی موکش کو سویکار کرتے ہیں ——— جو بلا جسم نجاتِ ابدی کو نجاتِ حقیقی تسلیم کرتے ہیں۔ اُن کے نجات وہ گیان کا طلوع بھی دیہا وچھید کال میں یعنی جسم کے چھوٹ جاتے وقت ہی ہوتا ہے۔ اس لئے لوکک گیان ——— ارضی یا دنیوی علم والے جیو کے لئے وشدھ جڑ (خالص مادہ) یا وشدھ چیتنہ (خالص شعور یا روح) ان میں سے کسی بھی ایک جانب کا سہارا قبول کرنا ممکن نہیں پرستھان بھید سے یعنی رخصت (موت) کے متعلق زاویہ نگاہ سے شاستروں کی تشریح میں اختلاف ہونے پر بھی چیزوں کے قیام کا انداز عموماً سب جگہ ایک ہی طرح کا دیکھا جاتا ہے۔ دیہہ (جسم) کہنے سے عام انسان جو سمجھتے ہیں۔ شاستر کی کے نقطہ نگاہ سے وہ ستھول دیہہ (کثیف جسم) ہی کی محض ایک الگ قسم ہے ——— حقیقتاً وہ دیہہ تو (جسمانیت) کے بھوتک وکاش (عناصری ظہور و فروغ) کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ رج اور ویریہ کے ملاپ سے ہو یا اس ملاپ کے بغیر ہو، جب عناصری ذرّوں کا مجموعہ کسی ایک خاص جگہ پر مقیم ہو کر قطرہ کی صورت اختیار کرتا ہے۔ تب اُسے ہی ستھول دیہہ کا بیج سمجھنا چاہیئے۔ یہ دیہہ بیج (تخم جسم) بیرونی مسالہ یا لوازمات حاصل کر کے نشو و نما پاتا ہے۔ اور مناسب وقت پر کار پرواز صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ رج اور ویریہ روپ سرخ اور سفید دونوں قطرے قدرتی یا غیر قدرتی کام (نفس امارہ) کے اثر سے ہیجان میں آکر باہم ملتے ہیں۔ اور بیج کی شکل میں اپنا آپ ظاہر کرتے ہیں۔ جب تک انسان برہم چریہ سادھن (ضبطِ نفس کے عمل) کی بتدریج بلندی کے ذریعے ستھرتیا (ویریہ کو قائم رکھنے والی) اور اوردھوریتیا (ہوس دھوا یعنی نفسِ امارہ پر کامل فتح پاکر ویریہ کو بلند رو رکھنے والی) اوستھا حاصل نہیں کر لیتا۔ تب تک اس کی ادہوریتیا اوستھا (ویریہ کی نیچے کی جانب گرنے یعنی انزال کی حالت) فطرتی ہے۔ عموماً تمام انسانوں کی یہی حالت ہے۔ اس صورت میں کام جے یعنی نفس امّارہ پر فتح یاب نہ ہونے کی وجہ سے اشتعال و جوشِ نفسانی کی بدولت ویریہ کی گتی یا بہاؤ نیچے یعنی باہر کی جانب اختیار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس گتی ویگ یعنی بہاؤ یا انزال کی سرعت سے شکتیا تمک ویاپک وندو ستا (جسم میں پھیلی ہوئی قوتِ مردمی) نجارات کے مجموعہ کی چوٹ سے پیدا شدہ گاڑھے پن کی مانند گاڑھے پن کو اختیار کرتی ہے۔ اور علی التواتر مدارجِ تنزل میں اُترتی اُترتی تیجس (گرمی سے پُر) اور ترل (رقیق) حالت میں آکر نابھی (ناف) کے نچلے حصہ میں داخل ہوتی ہے وہاں سے ریتو دہا ناڑی (ویریہ کے گذرنے کی ناڑی یا رگ) کے ذریعے مدھیاکرشن شکتی (مرکزی قوتِ کشش) کے عمل و قاعدہ کے مطابق باہر نکل جاتی ہے۔ یہ قدرتی کام (نفس امّارہ) کا سرشٹی رہسیہ (رازِ تخلیق) ہے۔ لیکن جو برہمچاری اور جِت کام ہیں یعنی نفسِ امّارہ پر فتح یاب ہیں۔ اُن کو ستھول سرشٹی (کثیف تخلیق) کے کام (فعل) کی جانب راغب ہونے کی ضرورت کے مدِ نظر پہلے قوتِ ارادی کے ذریعے یا حکمتِ عملی سے نفسِ امّارہ (کام) کو اُکسانا اور برانگیختہ کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ قطرہ (قوتِ مردمی) کے برانگیختہ ہوئے بغیر کسی طرح کی گتی، تحریک یا سرعت کا ظہور و فروغ ممکن نہیں۔ نیز گتی یا تحریک نہ ہونے سے سرشٹی (تخلیق یا عملِ پیدائش) قطعاً ناممکن ہے۔ اُوردھوریتیاؤں یعنی قوتِ مردمی کو ارتقائی منزل کی جانب مائل رکھنے والوں کا نشکام بھاو (نفسِ امّارہ سے پاک ہونا) درجۂ کمال سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ اس لئے عام انسانوں کی مانند ان میں نفسانی رجحان (کام پرورتی) کا امکان نہیں

ہے۔ البتہ وُہ اپنے اِرادہ یا حکمتِ عملی سے کام یعنی نفسِ امّارہ کو اپنے اندر پَیدا کر سکتے ہیں۔ اِس طرح کے پَیدا کئے گئے نفسِ امّارہ یعنی سرجمان) کام کو آہاریہ کام یعنی مصنوعی نفسِ امّارہ کہتے ہیں۔

پراچین زمانے میں برہمچریہ سدھی کے بعد یعنی ضبطِ نفس میں کامل ہونے کے بعد ہی گرہست آشرم میں قدم رکھا جاتا تھا۔ اِس لئے پرجاتنتو یعنی قوت تولید کو برقرار رکھنے کے لئے اِسی طرح کام کا آواہن کر کے نفسِ امّارہ کو برانگیختہ کر کے ضرورت کی تکمیل کرنا پڑتی تھی۔ بیرونی نقطۂ نگاہ سے دونوں ہی سرشٹی کے بھید (تخلیق کی قسمیں) ایک ہی سے ہیں۔ کیونکہ دونوں ہی میں شکر شونت یعنی رج اور ویریہ کے ملاپ کی ضرورت ہے۔ یہی میتھن سرشٹی یعنی نر و مادہ کی مواصلت سے پیدائش یا یونج دیہہ (یونی یا رحم سے پَیدا ہونے والے جسم) کی تخلیق کی مختصر داستان ہے۔

لیکن یہ کوئی قطعی قاعدہ نہیں کہ کثیف جسم ہر جگہ "یونج" (رحم سے پیدا شدہ یا رحمی) ہی ہو۔ "ایونج دیہہ" یعنی بغیر یونی یا رحم سے پَیدا شدہ جسم بھی ہوتا ہے۔ جیسے سیتا شکمِ مادر یا ماں کے رحم سے پَیدا نہیں ہوئی تھی۔ وُہ ایونی سمجھوا — ایونج تھیں۔ وِیسے ہی اور بھی بیشمار دیوتا، منی اور رشیوں کی دیہہ (جسم) بھی ایونج سننے میں آئی ہے۔ شدھ سنکلپ (پاکیزہ قوتِ ارادی) سے پرمانو (ذرے) آکرشت (کشش سے جمع) ہو کر مناسب جگہ میں مقیم ہوتے ہیں۔ اور دیہہ (جسم) کو پَیدا کرتے ہیں۔ یا جسم کی صُورت میں رُونما ہوتے ہیں۔ پرلے (قیامت یا دورِ فنا) کے بعد سرشٹی آرمبھ یعنی آغاز آفرینش میں جو جسم وجود میں آتا ہے وُہ ایک طرح سے ایونج (بغیر رحم سے پَیدا شدہ) ستھول دیہہ ہی کی مثال ہے۔ اس طرح کا جسم سرشٹی کرتا کے سنکلپ خالق کی قوتِ ارادی کے زیر اثر ذرّوں کے مجموعہ کے باہمی اتحاد و مواصلت سے پَیدا ہوتا ہے۔

ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں۔ کہ اُوردھو رتیا کی قوت کے بہاؤ کا رُخ اُوپر کی طرف یعنی منازلِ ارتقا کی جانب ہونے پر بھی آہاریہ کام (مصنوعی نفسِ امّارہ یا نفسانی خواہش) کے اثر سے کچھ وقت کے لئے مائل اِنزل ہو جاتا ہے۔ یعنی اُوردھورتیا (نفس پر کامل ضبط رکھنے والے) کی قوتِ مردمی کا بہاؤ مصنوعی نفسانی خواہش کے زیر اثر کچھ وقت کے لئے بجائے اُوپر کی جانب کے نیچے کی جانب ہو جاتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ کام (نفس امارہ) کو اکٹھا یا مرکوز کرنا یا نہ کرنا اختیاری امر ہے۔ جو کام (نفس امّارہ) کا آواہن نہیں کرتے یا اِس طرح مرکوز کرنے کا اختیار و آزادی جن کو حاصل نہیں۔ وُہ اِس طرح میتھنی سرشٹی میں پرورت نہیں ہوتے ——— وُہ اِس قسم کے نر و مادہ کی باہمی مواصلت کے عمل تولید کی جانب راغب نہیں ہوتے۔ لیکن شدھ کام (پاکیزہ نفسانی جذبہ) کے سہارے یا زیرِ اثر صرف نابھی (ناف)، ہرد یہ (دِل) اور مستک (ماتھے) وغیرہ کو اُنگلی سے چھُوتے ہیں۔ یعنی جسمانی تعلق و مواصلت کے بغیر بھی یونج گربھ سنچار (رحمی حمل) کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا رج اور ویریہ ہی کے ملاپ کا عمل ہے۔ مگر یہ مذکور الصدر فعل یا عمل سے بغایت درجہ لطیف ہے۔ جو کام آشرے" یعنی نفس امارہ کا سہارا لینے کے مخالف ہیں۔ وُہ اس لطیف عمل کا احسان اُٹھانے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی اِس کی خواہش کرتے ہیں مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا ہے۔ کہ ستھول دیہہ (کثیف جسم) ایک ہی طرح کی نہیں ہوتی۔ ہم لوگ ہر روز دُنیاوی یا ظاہری کاروبار میں جس طرح کی ستھول دیہہ دیکھتے ہیں، وُہ ادھا صورت ویریہ یعنی نیچے کی جانب بہتے ہوئے ویریہ یا انزال پذیر قوتِ مردی کے ذریعے پَیدا ہونے کے کارن قدرتاً اشدھ اور ناپاک ہے۔ خاص عمل، ریاضت یا سادھنا کی بدولت اس کام یعنی نفسِ امّارہ کے عنصر سے جسم کو معرا کئے بغیر دیہہ شدھی نہیں ہوتی یعنی جسم پاکیزہ نہیں ہوتا۔ یہ مشہور عام ستھول دیہہ پہلی قسم میں شامل ہے۔ اور اُوردھو رتیا جیو (نفس امارہ کے فاتح انسان) کے محض سنکلپ (ارادہ) ہی سے آہاریہ کام (مصنوعی نفسانی خواہش) کے ذریعے اُدھو درتی (سے حاصل ...) ظہور پذیر ہونے سے جو دیہہ پیدا ہوتی ہے وُہ دوسری قسم کی ستھول

دیہہ ہے۔ یہ پہلی قسم کی دیہہ سے نسبتاً پاکیزہ ہوتے ہوئے بھی ناپاک ہے۔ کیونکہ یہ بھی میتھن (مباشرت) سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دھورتیا جیو کے سنکلپ سے شدھ کام کا آہرن کرکے یعنی فاتح نفس امارہ کے قوت ارادی سے پاک نفس امارہ (قوت مردمی) کو مرکوز کرکے نابھی (ناف)، دل، ماتھے وغیرہ اوپر کے جسمانی اعضا کو چھونے سے جو ستھول دیہہ پیدا ہوتی ہے۔ وہ تیسری قسم کی ستھول دیہہ ہے۔ نیز بغیر چھونے کے فقط درشن یعنی دیکھنے ہی سے یا چنتا یعنی فکر کے ذریعے ہی جو گربھ سنچار ہوتا ہے یعنی حمل قرار پاتا ہے۔ اس سے جو دیہہ پیدا ہوتی ہے۔ وہ چوتھی قسم کی ستھول دیہہ ہے۔ تیسری اور چوتھی قسم کی ستھول دیہہ عورت مرد کے بیرونی میتھنی بھاو (مواصلت) سے پیدا نہ ہونے کی وجہ سے شدھ یعنی پاک ہے۔ پھر تیسری قسم کی دیہہ کے بہ نسبت چوتھی قسم کی دیہہ اور بھی زیادہ شدھ ہے۔ لیکن جس دیہہ کے پیدا کرنے میں ظاہری جسم زن اور اس کے گربھ مندر (رحم) کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اور بھی پاکیزہ تر دیہہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سوکشم یونی تو (لطیف رحمیت یا مادہ رحم) کی ضرورت ہمیشہ ہی رہتی ہے کیونکہ 'योनेः शरीरम्' "یونی سے جسم ہوتا ہے" اس قاعدے کے مطابق یونی کی امداد کے بغیر محض لنگ جیوتی (قوت مردمی) تخلیق کے کام (سرشٹی کاریہ) میں حاوی یا محیط نہیں ہوسکتی۔ یوگی کے سنکلپ پربھاو یعنی ارادہ کے اثر سے بھونک اپادان راشی یا عناصری تخلیقی سامان باہمی کشش سے یکجا ہوتا ہے۔ اور جسم بنتا ہے۔ یہ جسم پانچویں قسم کا ہے۔ اور نہایت پاک اتینت شدھ ہے۔ بودھ اور پاتنجل گن (پاتنجل یوگ کرنے والے یوگیوں) کی نرمان دیہہ جین لوگوں کی آہارک دیہہ وغیرہ کچھ پہلوؤں میں اسی قسم کی ہیں۔ کسی کسی جگہ پر شاستر میں اس کو اوپ پادک دیہہ (مافوق العادت جسم) کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ نرمان دیہہ اور اوپ پادک دیہہ میں باہم ابخایت، انوکھا پن ہونے پر بھی کسی کسی پہلو میں یکسانیت ہونے کے کارن یہ ایک ہی قسم میں شمار کی گئی ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی ایک قسم کی دیہہ ہے۔ جیسے سطور الصدور میں استری پنڈ یعنی قالب زن کے بغیر بھی دیہہ کے وجود میں آنے کی بات کہی گئی ہے۔ ویسے ہی خاص حالت میں پرش پنڈ یعنی قالب مرد کے بغیر بھی دیہہ پیدا ہوسکتی ہے۔ شاکت سدھانت (شکتی کی پوجا کرنے والوں کے کلیہ) کی بنیادی بات یہی ہے۔ انسانی زبان میں اس تتو یعنی حقیقت کو ظاہر کرنا ہو تو کہنا ہوگا۔ کہ یہ جسم یعنی دیہہ اکشت یونی کماری یعنی نازنین دُرِ ناسفتہ (کنواری لڑکی) سے پیدا شدہ سنتان دیہہ (مولود جسم) ہے۔ عیسائی مذہب کے کلچر میں 'پاکیزہ حمل' Immaculate Conseption. وغیرہ مرت واد (فلسفہ) کا تذکرہ سننے میں آتا ہے۔ وہ محض فلسفہ ہی نہیں ہے۔ اس کا گہرا راز سوکشم درشیوں (لطیف بینوں) تتو درشیوں (حقیقت شناسوں) کے سوا دوسرے لوگوں کے ذہن میں نہیں آسکتا۔ یہ مشہور ہے۔ کہ یسوع مسیح کی ماں میری، کنواری تھی۔ شری کرشن، بدھ وغیرہ اوتاروں اور مہاپرشوں کا ظہور بھی بعض بعض پہلوؤں میں اسی طرح سے تھا۔ عورت کنواری رہ کر بھی یعنی وکرت (براگیختہ و پراگندہ جذبات) نہ ہوکر بھی سنتان کی جننی ہوسکتی ہے۔ ہندو تنتر شاستر میں جگدمبا درگا بھوانی) کو کنواری روپ سے بیان کرنے کا یہی مطلب ہے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے وشو جگت پرسوت (کل عالم کی جننی یا پیدا کرنے والی) ہونے پر بھی ان کی سوروپ سنتھتی (صورت و جمال) اور نروکار بھاو (پراگندگی و تبدیلی سے یکسر پاک رہنے کی خصوصیت) برباد یا نشٹ نہیں ہوتے۔ یہ ٹھیک ہے۔ کہ ان کا سدھوا روپ (سہاگ پن) بھی ہے۔ یہاں تک کہ ودھوا روپ (رنڈاپا یا بیوگی کی حالت) بھی ہے۔ (جیسے دھوماوتی)۔ لیکن اس کا رہسیہ یعنی حقیقت، یا راز جداگانہ ہے۔

ایونیج دیہہ یعنی بغیر یونی یا قالب و رحم کی وساطت سے پیدا ہونے والے جسم کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے زیر اثر موجودہ صورت میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ یونی کی وساطت ... وساطت کے بغیر بھی دیہہ کی پیدائش ممکن ہے؟

لیکن حقیقتاً یہ بات نہیں ہے۔ یہاں "یونی" لفظ کا ساوھارن یعنی عام و مروج معنی ہی سمجھنا چاہیئے۔ لطیف معنی یا سوکشم ارتھ کے مطابق سوچنے پر بھی یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ کسی طرح کی دیہہ (جسم) بھی ایونج نہیں ہوسکتی۔ اُوردھو مکھی (علو رُخی یا ارتقا رُخی) ترکون (تکون) اور ادھو مکھی (پست رُخی) ترکون (تکون) یہ دونوں ترکون ہی یونی سورُوپ ہیں۔ لنگ جیوتی رُوپ بندو (قطرہ صورت قوّتِ مردمی) کے برانگیختہ ہو کر گتی شیل یعنی سرعت پذیر ہوتے ہی یونی میں آکرشن شکتی (قوّتِ کشش) کا ظہور ہوتا ہے۔ اگر بندو (قطرۂ قوّتِ مردمی) ادھو گتی شیل یعنی مائل انزال یا تنزل کی جانب سرعت پذیر ہوتا ہے۔ تو یہ قدرتی یا نچلی یونی میں داخل ہو کر سرشٹی (پیدائش یا تخلیق) کا وکاس (ظہور) کرتا ہے۔ مگر برانگیختہ بندو اُوردھو گتی شیل یعنی اُوپر یا ارتقا کی جانب بھی سرعت پذیر ہوسکتا ہے۔ یا بہہ سکتا ہے۔ اس حالت میں اس کا ادخال غیر قدرتی یا اُوردھو یونی میں ہوتا ہے۔ قدرتی یونی میں نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجے کے طور پر —— مافوق الفطرت، دِوّیہ اور وشدھ (پاکیزہ) جسم کی پیدائش ہوتی ہے۔ یہ اُوردھو یونی، جگہ اور پاکیزگی کے بھید یا فرق کے اعتبار سے کئی طرح کی ہے۔ ان میں جو سب سے اُوردھو یعنی بلند ترین ہے۔ وہ انسان کے شہر و دیش (سر کے حصہ) میں واقعہ ہے۔ وہ یوگی سامراجیہ (یوگیوں کے عالم یا زبان) میں برہم یونی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی یونی سے خالص پاکیزہ گیان دیہہ (جسم عرفاں) کی تخلیق ہوتی ہے۔ مگر کہنا نہیں ہوگا۔ کہ یہ بھی ایک طرح کی ستھول دیہہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

لوکک ستھول دیہہ (ارضی جسم کثیف) یا ویدانت درشن کا "انّ مے کوش" ساکو شک دیہہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی تخلیق و تعمیر میں پنچ بھوتوں (پانچ عناصر) کو استعمال کیا جاتا ہے۔ دارشنکوں (فلاسفروں) میں اس سلسلے میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کا اُپادان کارن یعنی مادی سبب ایک ہی بھوت (عنصر) ہے یا پانچوں بھوت ہیں؟ لیکن ایک بھوت (عنصر) کے مادی سبب یا اُپادان کارن ہونے پر بھی دوسرے بھوتوں (عناصر) کی عارضی و اتفاقی طور پر ممتا یعنی علّت آلی ماننی ہی پڑے گی۔ لبِ لباب یہ ہے۔ کہ اس لوکک ستھول دیہہ میں سارے بھوت (عناصر) ہی ہیں۔ ہاں اس میں پرتھوی (ارض) وغیرہ خاص عنصر کی زیادتی یا مقدمیت ہونے کے سبب یہ پارتھو یعنی ارضی، خاکی وغیرہ ناموں سے معروف ہوتی ہے۔

جس طرح اس دیہہ کے بغیر تعلق کے جیو کا کرتر تو یا حکمرانی و فعلی دبدبہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح بھوکتر تو یعنی بھوگنے یا لطف اندوزی کا اختیار بھی نشپھل ہے۔ یعنی جو جیو دیہہ دھاری (مجسّم) ہے۔ اسی کا کرم میں ادھیکار ہے۔ وہی فعل کرنے کا مجاز ہے۔ یا اسی سے فعل سرزد ہوسکتا ہے۔ وہی فاعل ہوتا ہے۔ اور بھوگ کا آشرا یا بھوکتا بھی وہی ہوسکتا ہے۔ یعنی مخزنِ لذّات و احساسات ہے۔ اس دیہہ کا ابھیمان یا خودی و انانیت رہنے تک ہی ایک طرف کرتر تو (فاعلیت) اور دوسری بھوکتر تو (بھوگ بھوگنے کی خصوصیت) ظاہر ہوتے ہیں۔ جس طرح کاریہ (فعل) کے ساتھ کارن (سبب) اور نتیجہ (سبب) کے ساتھ پھل (نتیجہ) کا تعلق ہے۔ اُسی طرح کرترِ تو اور بھوکترتو کا آپس میں تعلق ہے۔ "میں کرتا ہوں" یا "میں فاعل ہوں"۔ اس طرح کی فاعلی انانیت (کرتر تو ابھیمان) کی فنا کے بعد سُکھ دُکھ بھوگ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ درحقیقت اس وقت کرم (فعل) ہی نہیں ہوتا۔ ابھیمان ہین یعنی خودی و انانیت سے پاک انسان کے لئے کرم (فعل) اور اس کا پھل (نتیجہ) نہیں کے برابر ہے۔ لیکن دیہہ کے ابھیمان (جسمانی خودی) کی موجودگی میں کرم (کام یا فعل) بھی کرنے پڑتے ہیں۔ نیز انہی کے مطابق پھل بھوگ (نتیجہ بھگتنے) بھی ضروری ہیں۔ دیہہ ابھیمان کی بنیاد یا سبب اوِدیا (لاعلمی) ہے

لہٰذا اودیا ہی کرم پھل مے سنسار چکر، دار المکافات یا عالم افعال و معاوضات کی پرورتک مسبب و موجد ہے۔ گیان ہونے پر اودیا سے چھٹکارا میسّر آنے سے ابھیمان، خودی و انانیت فنا ہو جاتی ہے۔ تب جیو کرم اور بھوگ کے طوق و سلاسل یا مایا جال سے آزادی حاصل کر لیتا ہے۔

ستھول دیہہ کو بھوگ آئتین (بھوگ بھوگنے کا آلہ) اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس دیہہ کا آسرا لے کر ہی پہلے کرموں (افعال) کا پھل بھوگ (نتیجہ بھگتنا) ممکن ہے۔ سوکشم اور کارن دیہہ (لطیف و مسبب جسم) بھوگ آئتین نہیں ہیں۔ جس دیہہ سے کرم (فعل) سرزد ہوتا ہے۔ اور جس کے ذریعے بھوگ (لذت اندوزی و احساس پذیرائی) ہوتا ہے۔ وہ "بھوگ دیہہ" ہے۔ اور جس دیہہ کے ذریعے کرم (فعل) اور بھوگ دونوں ہوتے ہیں۔ وہ اُبھیاتمک دیہہ، یعنی کرم و بھوگ دونوں صفات سے متصف جسم ہے۔ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ یہ سب ستھول دیہہ ہی کے بھید (قسمیں) ہیں۔ چوراسی لاکھ یونیوں میں گھوم کر جیو ستھاور (جمادات)، اُدبھج (نباتات)، انڈج (بذریعہ انڈے کے پیدا ہونے والی مخلوق) وغیرہ قالبوں کو اختیار کرنے و چھوڑ دینے کے سلسلہ کے زیر تحت بتدریج سوبھاؤ (فطرت) کے بہاؤ سے بالآخر جرائج (رحم یا گربھ سے پیدا ہونے والی مخلوق) کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ پھر بتدریج جرائج طبقہ کی اور دھو تم یعنی بلند ترین و اعلےٰ ترین حد پر پہونچکر نایاب و درلبھ منش دیہہ (انسانی قالب) پاتا ہے۔ ایک ایک طبقہ یا شرینی میں کئی قسم کی درجہ وار اعلےٰ سے اعلےٰ تر دیہہ حاصل ہوتی ہے جس طرح ندی کا سیلاب فطرتاً ہی بتدریج یا قدم بہ قدم سمندر کی جانب بہتا جاتا ہے۔ اُسی طرح پُرش سنسرگ کے وش (پُرش یعنی آدمی کے تعلق کے زیر تحت) پرکرتی کا سیل (ہمروت یا بہاؤ) بھی پُرش کی جانب ہی رواں دواں ہے۔ اسی لئے جیو بیج روپ سے (بصورت تخم) پرکرتی کے گربھ میں ظہور پذیر ہو کر بتدریج اونچا اُٹھتا رہتا ہے۔ اور بتدریج بلند تر جسم (اُتکرشٹ تر دیہہ) پراپت کرتا رہتا ہے یہ کرت کرم (کئے ہوئے افعال) کا نتیجہ نہیں ہے۔ قدرتی بہاؤ کے سوبھاوک (فطرتی) نتیجہ کا کرشمہ ہے۔ آہنگ بہاؤ یعنی جذبہ انانیت کی تحریک نہ ہونے تک جیو کا کرم ادھیکار نہیں یعنی جیو کی افعال کے لئے ذمہ واری و اختیار نہیں۔ لہٰذا انسانی قالب میسّر آنے سے پیشتر کی ۸۴ لاکھ دیہہ کا پانا اور چھوڑنا صرف قدرتی فعل، کاروبار یا دیا پار ہی ہے۔ اس کی بنیاد میں ذاتی خواہش یا تحریک عمل (کرم پریرنا) نہیں ہے۔ لیکن منش دیہہ کے ساتھ متعلق یا وابستہ ہوتے ہی کرتر تو ابھیمان (فاعلی غرور و انانیت) پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لئے کرم ادھیکار (افعال کا اختیار و ذمہ داری) کا حصول اور پھل بھوگ (نتیجہ بھگتنا) لازم آتا ہے۔ اس وقت قدرتی بہاؤ (ارتقا کے قدرتی تسلسل) کا اثر نہیں رہتا۔ اور جیو اپنے کئے ہوئے افعال یعنی کرموں کے مطابق اوردھو (ارتقا یا عروج) یا ادھوگتی (زوال یا پستی) حاصل کرتا ہے۔ پراکرتک گتی یعنی قدرتی روانی سرل (صاف) اور اوردھومکھی (ارتقا مائل) ہوتی ہے۔ لیکن کرم کی گتی (یعنی افعال کی روانی) ٹیڑھی، گول، اور بے شمار عجیب و غریب حالتوں کی حامل ہوتی ہے۔ کیونکہ ابھیمان (خودی و انانیت) کے فروغ سے لا انتہا طرح کی خواہشات و بیلاسے اچھاؤں کی تحریک ہوتی رہتی ہے۔ اس ابھیمان کے دور ہونے ہی سے قدرتی سیدھی و صاف گتی یا روانی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سرل و قدرتی گتی کو پھر حاصل کرنے کے لئے ہی دیکشا وغیرہ گرہن کر کے یوگ وغیرہ انشٹھان کی ضرورت ہوتی ہے۔

منش دیہہ کی وچترتا و عجیب و غریب خصوصیات سوکشم درشی (لطیف بیں) سادھکوں کے سوا دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتیں۔ شکتی (طاقت) یَنتر (مشینری یا آلہ) کے ذریعہ منضبط و باقاعدگی یافتہ ہو کر ظہور پذیر ہوتی ہے۔ مکت شکتی یعنی آزاد طاقت غیر مرئی اور اویکت ہے۔ اس کا بھران (ظہور یا تحریک پذیرائی) نہیں ہوتا۔ اُسی طرح پُرش کی وابستگی سے چیتن شکتی (روح

یا شعور) جڑ پرکرتی (مادی قدرت) کے گربھ میں داخل ہو کر اس سے نکلتے وقت جڑ کا ستانش (حقیقی عنصر) آکرشن (کشش کے ذریعہ مرکوز) کر کے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ جس طرح چراغ تیل وغیرہ کے بغیر روشن و فروزاں نہیں ہوتا۔ اسی طرح ستو (ہستی یا وجود) کے بغیر چیتن (روح) بھی ظہور پذیر نہیں ہوتا، یہ ستو (وجود یا جسمانیت) جڑ (مادہ) سے متعلق اور وابستہ ہے چیتن شکتی اس کا بتدریج اُدھار کر کے یعنی اُوپر اُٹھا کر اس کی وابستگی کے ذریعہ خود تقویت حاصل کرتی ہے۔

چوراسی لاکھ یونیوں میں گھومنے کا لب لباب یہ ہے کہ تمام بیرونی پرکرتی کا ستانش (حقیقی عنصر) بیدار ہو کر اپنی چیتن شکتی کے ساتھ یوگ یکت ہوتا ہے۔ اور موافق ارتباط حاصل کرتا ہے۔ پران (نفس)، من (ذہن) اور بدھی (عقل) کے فروغ یا دکاس کا یہی مول سوتر اور بنیادی نکتہ ہے۔ پران مے۔ منومے اور وگیان مے کوش کے فروغ و ظہور کا یہی تسلسل ہے چت اور ست کے ملاپ و مواصلت اچھی طرح سے قیام پا لینے پر اُس سے آنند کا ظہور اپنے آپ ہو جاتا ہے۔ تب دِویہ بھاؤ پیدا ہوتا ہے۔ تب نورانیت پیدا ہوتی ہے۔ اور آنند مے کوش کا وکاس (ظہور و فروغ) ہوتا ہے۔ متواتر بتدریج سولھویں کلا کا ظہور ہو کر کھنڈ جیو (جزوی روح) پورن گیان مے۔ پرشوتم، علم کل و عرفان مطلق سے معمور ذات افضل کی گود میں پہنچ جاتا ہے۔ حتّٰے کہ پرشوتم روپ ہی کی پرتشٹھا حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ارتقاء کہ متذکرہ بالا درجہ کمال پر پہنچنے سے پہلے ممکن نہیں۔

ہم عموماً جس ستھول دیہہ کو دیکھتے ہیں۔ اس کا مائل فعل ہونا، چلنا پھرنا وغیرہ شکتی کے ذریعے ہی ہوتا ہے۔ ستھول دیہہ کے مائل تحریک ہونے کی تہ میں گیان اور کریا شکتی (قوت فعلی) موجود ہے۔ گیان اندریہ (حواس باطنی) گیان شکتی کی دھارا اور کرم اندریہ (آلات فعلی) کریا شکتی (قوت فعلی) کی دھارا ہے۔ دونوں دھارائیں (سوتے یا چشمے) ہی انتہ کرن (حس باطنی) میں یکسانیت کے ساتھ ملی جلی اور شیر شکر بنی رہتی ہیں۔ یہ تیجومئی یعنی پُر نور شکتی جسم کے اندر بہت سی لطیف شریانوں یعنی ناڑیوں کی وساطت سے پران (نفس) وغیرہ وایو تتو کا سہارا لے کر کام کرتی ہے۔ اگرچہ تمام اندریاں ستھول دیہہ کا آسرا لئے ہوئے ہی معلوم دیتی ہیں۔ لیکن تو بھی وہ دراصل ستھول دیہہ کی انش یا حصہ نہیں ہیں۔ کیونکہ موت واقعہ ہونے پر اور دوسرے کے جسم میں داخل کرتے وقت جب لنگ شریر (لطیف جسم) ستھول دیہہ (کثیف مادی جسم) کو چھوڑ کر باہر چلا جاتا ہے تب وہ (اندریاں) بھی ستھول دیہہ میں نہیں رہتیں۔ اندریاں وغیرہ درحقیقت تیجہ مے شکتی وشیش (پُر نور قوت خاص) ہی کی دیہہ کے اندر سپھرتی یا تحریک محض ہیں۔ اس تیج ہی کو لنگ شریر (جسم لطیف) کہتے ہیں۔ یہ غیر منقسم ہو کر بھی آدھار کے انوسار ـــــــ انحصار کے مطابق منقسم (بٹے ہوئے) کی مانند معلوم دیتا ہے۔ یہ ستھول دیہہ کے ساتھ اوت پروت بھاؤ سے یعنی تانے بانے کی مانند وابستہ و پیوست رہتا ہے۔ جیسے لکڑی کے ٹکڑے میں خوابیدہ آگ موجود رہتی ہے۔ لیکن نظر نہیں آتی۔ خاص عمل کے ذریعہ ہی اُسے بیدار کرنا پڑتا ہے۔ ویسے ہی لنگ آتمک تیج یا جیوتی سارے ستھول جسم میں معمور ہے۔ تنگھرش یا کشاکش کے ذریعے اس کو برانگیختہ و فروزاں کر کے اس سے حسب خواہش کام لیا جا سکتا ہے۔ سانکھیہ مت سے لنگ شریر ۱۷ سترا یا ۱۸ اٹھارہ اعضا والا ہے۔ اور ویدانت مت کے مطابق پران وغیرہ تین کوشوں پر مشتمل ہے۔ لیکن شاستر کے ان اصطلاحی وچاروں یا خیالات کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ انگ کے ساتھ ساکشات تعارف ہوئے بغیر یہ سب باتیں بآسانی سمجھ میں نہیں آتیں۔ یہ سیدھے طور پر ہی ذہن میں آ جاتا ہے۔ کہ ہم جس کو انتہ کرن یعنی باطن کہتے ہیں۔ وہ بھی لنگ جیوتی ہی میں شامل ہے۔ یہ لنگ (لطیف جسم) سنسار میں کسی کا بھی پاک نہیں کیونکہ مختلف قسم کے سنسکار، تاثرات، خواہشات وغیرہ اس میں جمع ہو کر اس کو گرد آلود آئینہ کی مانند میلا کئے ہوئے ہیں۔ کسی وشئے و خواہش اور جذبہ کے زیر اثر چت (دل) پر جو داغ پڑتا ہے وہی واسنا یا خواہش ہے۔ وہ کرم (فعل)

یا لوکک گیان یعنی دُنیاوی علم دونوں سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس واسنا (خواہش) نامی سنسار کی جزو ریزی یا تحلیل کرنے پر جس طرح ایک طرف انتہہ کرن کی ستا ملتی ہے۔ اُسی طرح دُوسری طرف وِشے یا نفس پروری کا عنصر بھی ملتا ہے۔ آسکتی (رغبت) کے اثر سے چت (دل) میں وِشے کی کشش ہوتی ہے۔ سکام بھاؤ سے یعنی غرض یا نفسانی خواہش سے جو کچھ کیا اور سوچا جاتا ہے۔ اس سے بہرحال وِشے کا عنصر اگر انتہ کرن سے چمٹ جاتا ہے۔ جنم جنمانتر سے کتنے سنسکار یعنی تاثرات اس طرح اکٹھے ہوئے ہیں جس کا کوئی حساب نہیں۔ یہ سب قدرتاً صاف آئینۂ باطن یا ہردیہ درپن کو میلا کر دیتے ہیں۔ ان سب کو لنگ (لطیف جسم) سے دُور کر سکنے پر ہی لنگ نرمل، پاک و بے لوث ہوتا ہے۔ بغیر دُور کئے نہیں۔

مَوت کے بعد جب ستھول دیہہ (کثیف جسم) چھوڑ کر لنگ باہر چلا جاتا ہے۔ تب ان سارے سنسکاروں و تاثرات اور اُن کے ساتھ سوکشم بھوت سموہ یعنی لطیف جملہ عناصر بھی اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ زندہ حالت میں بھی یہی ہوتا ہے۔ مَوت کے وقت جو سنسکار و تاثرات، بھاو یا جذبہ قوی ہو جاتے ہیں۔ وُہ سابقہ جمع شُدہ دُوسرے بھاؤوں یا جذبات کو بیدار کر کے اپنے اندر مدغم کر لیتے یا ملا لیتے ہیں اور مرکوز یا پنڈی بھوت ہو کر پرار بدھ کرموں (قسمت میں لکھے کاموں) کو پیدا کرتے ہیں، جیو انہیں کے مُطابق گتی (تحریک یا روانی) پاتا ہے۔ بطور نتیجہ اکثر اوقات اس پھل بھوگ کے لیئے پھر ستھول دیہہ اختیار کرنا پڑتی ہے۔ لہٰذا مرنے پر بھی چھٹکارا نہیں ہے۔ کیونکہ ابھکت کرموں یعنی غیر اجرا یافتہ افعال کے پھل بھوگ (نتیجہ بھگتنے) کیلئے جیو کو ستھول دیہہ دھارن کرنے پر مجبُور ہونا پڑتا ہے۔

چنانچہ جب ان جمع شُدہ سنسکاروں یا تاثرات کا مجمُوعہ کوئی کام نہیں کر سکتا اور مزید نئے کرم (افعال) سرزد نہیں ہوتے۔ تب چت شدھی ہوتی ہے۔ یعنی باطن پاکیزہ ہوتا ہے۔ اس کا فقط ایک نسخہ گیان ہے۔ اور کسی بھی دُوسرے طریقہ سے حقیقی و مکمل طور پر چت کی شُدھی نہیں ہوتی۔ جسم وغیرہ سے الگ پاکیزہ آتم سورُوپ، (رُوح یا ذات) کو ساکشات رُوپ سے جان لینے پر ابھیمان (انانیت) مٹ جاتا ہے۔ اور اس لیئے نئے کرموں (افعال) کا بیج بھی نشٹ یعنی برباد ہو جاتا ہے۔ اور دیہاتم بودھ یعنی جسمانی خود شناسی یا خُودی کے کالعدم سے پچھلے جنم کے افعال بھسم ہو جاتے ہیں۔

لیکن گیان کے حصول کی منزل کیا ہے؟ لنگ شریر سے ہمیشہ چاروں طرف شعاعیں نکلتی رہتی ہیں۔ نتیجتاً لنگ ہمیشہ ہی برانگیختہ رہتا ہے۔ اگر کسی پُرکاری و مہارت سے ان ہیجان خیز شعاعوں کو اکٹھا کر لیا جائے۔ تو لنگ ستھرتا کو حاصل کر کے یعنی حالت سکوں اختیار کر کے صاف تیز، اکھنڈ (غیر منقسم) جیوتی (روشنی) کی صُورت میں وکاس (فروغ) سے بہرہ مند ہوگا۔ یہی گیان ہی یا گیان رُوپی سِدھی ہے۔ عمُوماً تمام بنی آدم کی لنگ دیہہ اسِدھ یعنی خام و کچی ہے۔ کیونکہ انسان ہر لمحہ مختلف وِشیوں (خواہشات) کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ وُہ جس وقت جس وِشے (خواہش) کی فکر کرتا ہے۔ اس وقت اس کا چت اُسی خواہش کی صُورت (آکار) اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی تدا کار ہو جاتا ہے۔ اور وُہ اُسی وِشے (خواہش) کا سامان (آپادان) جمع کرتا ہے۔ لیکن وُہ ستھائی یعنی دیرپا یا ہمیشہ رہنے والا نہیں ہوتا۔ فوراً دُوسرے وِشے (خواہش) کی فکر سے پہلے کا آکار (صُورت) مٹ جاتا ہے۔ اور دُوسرا سورُوپ (صُورت) بن جاتا ہے۔ اس طرح آکار کا بننا اور بگڑنا چت میں برابر جاری رہتا ہے۔ دراصل یہی کمزوری کی نشانی ہے۔ لیکن جب کسی خاص طریقے کی امداد سے ایک ہی وِشے (خواہش) کو گرہن کر کے ہمیشہ اُسی کے آکار (صُورت) میں رکھا رہتا ہے تب وُہ بجر کی مانند سخت ہو جاتا ہے۔ اس کی چنچلتا دُور ہو جاتی ہے۔ اور ستھرتا (سکوں) حاصل کر لیتا ہے۔

اس حالت میں جیو اپنے سہارے (آدھار) کے مطابق سرو گیہ (علیم کل) اور سرو شکتیمان ہو جاتا ہے۔ یہ ایک طرح کی لاثانی حالت ہے۔ لیکن حقیقی ادویت ستھتی (لاثانی حالت) چت شانت نہ ہونے سے نہیں ہو سکتی۔ چت کی یہ اوستھا اُسی لت

میں قیام پاتی ہے جب اس میں سوکشم رُوپ سے بھی دُوسرا شے ذرہ بھر بھی موجود نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر غور فرمائیں۔ کہ انسان ہمیشہ شری کرشن کا تصور و تمنا کرتا ہے۔ گورو سے حاصل کردہ ہدایت کے مطابق بھاونا یعنی تصور کرتے کرتے ایک ایسی بے بیان حالت ظہور میں آتی ہے کہ اس کا چت اس کی بھاونا و تصور کے وشے کیساتھ شیر و شکر ہو کر یک صورت یعنی اس کا رُوپ ہو جاتا ہے جب چت شری کرشن کا آکار (صورت) اختیار کر کے قایم ہو۔ اس وقت یہ سمجھنا چاہئیے۔ کہ اس کی بھاونا اور تصور کو کمال ارتقا نصیب ہوا ہے۔ اگر چت میں شری کرشن کے سوا اور کسی طرح کا بھی لگاؤ، سنسرگ یا وابستگی نہ رہے تو پھر چت کے شری کرشن بھاو سے ہٹ جانے کا امکان مطلق نہیں رہتا یعنی اس وقت چت میں دُوسری بھاونا، تصور، خیال یا وکلپ کا طلُوع ہونا ہی نہیں اور نہ چت اور کوئی نیا رُوپ یا آکار اختیار نہیں کرتا۔ اس وقت چت کی صورت شری کرشن سے یعنی معمورہ کرشن ہو کر ستھائی یا قرار پذیر ہو جاتی ہے۔ درحقیقت یہ سالوکیہ مکتی کی حالت ہے۔ جس کی ایسی اوستھا ہو گئی ہو۔ اس کے چت یا لنگ کو سدھ زکامل و پختہ) کہا جا سکتا ہے۔ سوکشم درشی (لطیف بین) یوگی اس طرح کے انسان کو دیکھکر سمجھ جاتے ہیں۔ کہ اس کو شری کرشن بھاو کی سدھی (کمالیت) حاصل ہو گئی ہے۔ اس مثال کے مطابق ہی دُوسری جگہ کا رسیہ سمجھنا چاہیئے۔

چت نہایت پاک و بے لوث ہے۔ یہ آلمبن، مدار یا مطمح کی وابستگی و تعلق سے تدآکار ہو جاتا ہے۔ یعنی اُسی (مطمح یا آلمبن) کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دراصل یہ جو شری کرشن کا آکار ہے۔ وُہ سچا کرشن نہیں ہے۔ یہ سادھک جیو (مرتاض) کا شری کرشن آکار ——— شری کرشن کی سورت اختیار کرنے والا چت ہے۔ اس کے سوا وُہ اور کچھ نہیں۔ یہی لنگ سدھی (جسم لطیف کی پختگی) ہے۔ اس طرح کے لنگ شریر کی سدھی کے بغیر شفاف، اجوّل گیان جیوتی ——— نورِ عرفاں کا وکاس اور ظہور و فروغ نہیں ہوتا نیز سنسار بیج سوروپ (عالم موجُودات کا تخم صُورت) انتہ کرن (ذہن) میں واقع و آباد سنسار وغیرہ بھی فنا نہیں ہوتے۔

لنگ سادھنا کی پہلی حالت جیوتی سدھی (جلال کی پختگی و حصول) ہے یہی سالوکیہ مکتی ہے۔ سمان لوکتا (یکسانیت عالم یعنی و معبُودِ حقیقی یا اشٹ دیو کے یکساں لوک کا حصُول) ہی سالوکیہ ہے۔ لوک سے مطلب ہے آلوک یا جیوتی (نُور) جیسے دھیہ دیوتا (جس دیوتا کا تصور و بھاونا کی جاتی ہے) کی انگ پربھا ——— جلال یا نُور اعضا سمجھنا چاہیئے جس کو جو آلمبن اشٹ ہے ——— جس کا جو مطمح تصور ہے۔ اس کے لئے اُسی کی جیوتی (روشنی و جلال) ہی نزدیک ہے۔ اگرچہ بنیادی جیوتی (نُور یا روشنی) ایک ہی ہے۔ پھر بھی پہلے پہل اس کا ساکشات کار سب کو نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ شری کرشن کا تیج (جلال و نور)، شری رام چندر کا تیج۔ شری گنیش کا تیج پارمارتھک درشٹی یعنی رُوحانی نقطۂ نگاہ سے ایک ہوتے ہُوئے بھی دیوہارک بھُومی (عالمِ ظاہری و کاروباری یعنی دار العمل) میں ایک دُوسرے سے مختلف ہیں۔

سادھک (عابد یا مرتاض) جب اپنے اشٹ تیج سے یعنی اپنے معبود یا مطمح تصور کے جلال سے اپنے لنگ تیج جسم لطیف کے جلال کو ملا لیتا ہے تبھی اس کی سالوکیہ مکتی سدھ یعنی پختہ و کامیاب ہوتی ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جس کو عمُوماً کرشن لوک۔ رام لوک۔ گنپتی لوک کہا جاتا ہے۔ وُہ درحقیقت اُن کرشن وغیرہ رُوپ مدھیہ بندو یعنی مرکزی سویدا یا نشان سے نکلنے والی اُن کی منڈلاکار (گول شکل کی) پربھا راشی ہے۔ یعنی کرۂ نور ہے۔ اس لئے سالوکیہ اوستھا میں ان دیوتاؤں کے لوکوں (کرۂ ہائے نُور) ہی میں قیام ہوتا ہے۔ لوک کے بعد رُوپ اور رُوپ کے بعد شکتی یا ایشوریہ ہے۔ چت بتدریج تدرُوپتا (اشٹ دیو کی صُورت) حاصل کر کے اس کی شکتی کا ادھیکاری ہوتا رہتا ہے۔ اگر اگ کی صورت

اختیار کر کے اس کی واک شکتی (جلا ڈالنے والی طاقت) کو حاصل نہ کیا۔ تو سمجھنا ہوگا۔ کہ ابھی اگنی سوروپ (آگ کی صورت و سیرت کا حصول) دور ہے۔ اس شکتی کو حاصل کرنا ہی سار شٹ مکتی کی اوستھا ہے۔ اس کے بعد شکتی یا ایشوریہ کے حصول کی منزل طے کر کے سامیپیہ بھاو (نزدیکی یا قرب کا جذبہ) پیدا ہوتا ہے۔ ایشوریہ اوستھا میں زیادہ و گہری نزدیکی یا گھنشٹھتا نہیں ہوتی۔ لیکن سامیپیہ اوستھا (قرب کی حالت) میں ہمیشہ سانڈھیہ (نزدیکی یا باہمی ربط و تعلق) رہنے کے سبب مادھریہ بھاؤ شیریں فطرت و جذبات کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کے بعد انشٹ (معبود) کے ساتھ یکسر لوگ سمپتی ہو جاتی ہے یعنی ایسی مواصلت و ملاپ ہو جاتا ہے۔ کہ عابد معبود میں محو و فنا ہو جاتا ہے یہی سایوجیہ ہے۔ القصہ یہ واضح ہو گیا۔ کہ یہی لنگ کی بتدریج اعلیٰ ترین سدھی ہے۔ کمالیت و پختہ پن ہے۔

لیکن لنگ سدھ ہونے پر بھی یعنی پرماتما کے سگن روپ کی برابری و یکسانیت سے متصف ہونے پر بھی گناتیت، پراستا میں پرویش پراپت نہیں ہوتا۔ یعنی صفات سے بالاتر (حقیقت اعلیٰ) میں محو و ہمصورت ہونا نصیب نہیں ہوتا۔

لنگ کی یکسر و قطعی نرورتی (چھٹکارا) ہوئے بغیر نرگن اوستھا کے حصول کا امکان نہیں۔ کہنا نہیں ہوگا۔ کہ یہ لنگ نرورتی ہی پرا مکتی ہے۔ ساکشات بھگوت کرپا اور اس سے پیدا شدہ جیو کا آتم سمرپن (صدقہ ذات) ہونے ہی سے پورن اوستھا یعنی کمالیت مطلق ظہور پذیر ہوتی ہے۔

درحقیقت لنگ کی نرورتی (جسم لطیف سے چھٹکارا) ہی آتما کا اپنے روپ میں قیام ہے۔ لنگ کے پیچھے لنگ کا محرک و برانگیختہ کرنے والا لاعلمی سے پریا اودیا ہے کارن شریر (جسم مسبب) کارفرما رہتا ہے جب تک برہم ودیا کے زیر اثر اس کارن شریر کا ناش نہیں ہوتا۔ تب تک پورن ادویت سدھی (احدیت مطلق کے حصول) کی تمنا محض خواب ہے۔ اس کارن آتمک مول اگیان (بنیادی لاعلمی جو مسبب بنتی ہے) کو ان تھک جان کر بھگت لوگ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ بودھ سمپردائے میں بھی ہیمک سمبودھی ہے بدھتو لابھ (بدھ بھگوان سے حقیقی طور پر رو برو ہوئی و ہمکلامی کے حصول یا نروان) سے پیشتر اوستھا تک اس اکلشٹ (بے تکان) اگیان (لاعلمی) کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن مکت اوستھا ہی کے اندر شامل ہے۔ کیونکہ دونوں آورنوں (پردوں) میں کلیش آورن (غلاف اذیت و دکھ) کے دور ہونے ہی سے مکتی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اگیان آورن (پردۂ لاعلمی) کی نرورتی نہ ہونے تک ادویہ بھاو یعنی احدیت میں قیام نہیں ہوتا۔

لنگ دیہہ سدھ کرنے کے کئی ڈھنگ ہیں۔ سہجیا لوگ اور ویشنو آچاریہ جس کو بھاو دیہہ کہتے ہیں۔ وہ سدھ لنگ دیہہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ سدھ ہونے کے سبب اس میں لوکک سنسکار یعنی دنیاوی یا ارضی تاثرات اور کرم آشیہ یعنی ذہن فعل یا خلیہ فعل نہیں رہتے۔ ستھول دیہہ سدھ کرنے کا ہنر بھی سادھکوں سے چھپا نہیں ہے کیمیا گروں کے عقیدہ کے مطابق اٹھارہ سنسکار سے شدھ و پاک کئے گئے پارے کے ذریعے دیہہ ویدھ ہوتا ہے۔ لوہے کے ویدھ کے نتیجہ کے طور پر لوہا سونا بن جاتا ہے۔ ویسے ہی دیہہ ویدھ کے ذریعے اشدھ دیہہ (ناپاک جسم) آہنی پنجر کی مانند سدھی (پختگی) حاصل کرتی ہے۔

پاتنجل سمپردائے میں بھوت جے (عناصر پر فتح حاصل کرنے) سے دیہہ سدھی کا چرچا ہے۔ گورکھ ناتھ وغیرہ ناتھ لوگ اور بودھ لوگ بھی کایا سدھی یا دیہہ سدھی کے متعلق بے شمار ہدایات کر گئے ہیں۔ سنا جاتا ہے۔ کہ شنکر آچاریہ۔ جالندھر ناتھ، گوبند بھگوت پاد وغیرہ سدھ دیہہ والے تھے۔ اس دیہہ (قالب) میں بڑھاپے کا ظہور نہیں ہوتا۔ ہمیشہ جسم کمسنی سے معمور رہتا ہے۔ اور [illegible] سے دور ہی رہتا ہے۔

لیکن نسبتی ہے۔ یہاں مُوت پر فتح پاکر کلپ (قیامت) تک زندہ رہنا سمجھنا چاہیئے۔ جن عناصر یا سامانات سے اس کلپ کا ظہور ہُوا ہے۔ اُن عناصر کے ساتھ دیہہ کے عناصر کو یکسانیت حاصل ہو جانے کے سبب کلپ گذر جانے سے پیشتر دیہہ کو فنا ممکن نہیں۔

اگنی اور سوم کے رہسیہ یعنی راز کا انکشاف اس مضمون کا مقصد نہیں۔ مگر یہاں یہ کہہ دینا مناسب ہے۔ کہ سوم کلا سے یہ دیہہ پیدا ہوتی ہے اور اگنی رُوپی کال (اسے بھکشن کرتا (کھاتا)) ہے۔ اگر سوم کلا اگنی سے، یہاں تک کہ کال اگنی (مُوت) سے بھی طاقتور ہوتی ہے۔ تو ویسی دیہہ کلپ کے بعد بھی فنا نہیں ہوتی۔ سوم پان سے حاصل ہونے والی یا پیدا ہونے والی اُمر تو (جاودانیت) کے حصُول کا یہی مُطلب ہے۔ کسی بھی سادھنا کے ذریعہ دیہہ میں واقع سوم تو کو درجہ مقدّم پر لے جاکر اگنی کو مغلوب کیا جا سکے تو نسبتاً موت پر فتح یابی کی حالت ضرور نصیب ہوگی۔ ستھول دیہہ یا لنگ دیہہ کی دراز عُمری یا عرصہ دراز تک قائم رہنے کا سبب یہی ہے۔

ہم نے پہلے جو تبصرہ کیا ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ دیہہ تو (جسمانیت یا جسم کی حقیقت) پر مکمل طور پر عبُور، تصرف اور ادھیکار نہ کر سکنے سے دیہاتیت (البعید از جسم)، وشُدھ، پاک اور ادوّیت آتم بھاو (ذات احدیت) کی سِدّھی کبھی ممکن نہیں۔ دیہہ کا سہارا لے کر ہی وِدیہہ اوستھا کو پانا ہوگا۔ یہی شاستروں کا اور مہا پُرشوں کا واحد سدھانت ہے۔ اس لئے مُکتی کے دلدادگان کیلئے بھی دیہہ تو کا گیان نہایت ضروری ہے۔

اوم شم

تجلیاتِ عرفان

مکانی ہوں کہ آزادِ مکاں ہوں؟ جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں
وُہ اپنی لامکانی میں رہیں مست مجھے اتنا بتا دیں مَیں کہاں ہوں

۲

خودی کی خلوتوں میں گم رہا میں خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں
نہ دیکھا آنکھ اُٹھا کر جلوۂ دوست قیامت میں تماشا بن گیا میں

۳

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں
نہ چھوڑ اے دل فغانِ صبحگاہی اماں شاید ملے اللہ ھُو میں

(علامہ اقبال)

وحدانیت

از قلم جناب پنڈت بالمکند صاحب
عرش بی اے

نہ خیالِ ماسوا ہو نہ مجاز رو برو ہو — نہ جنونِ سیرِ گل ہو نہ ہوائے رنگ و بُو ہو
نہ ترے سوا کسی کی مرے دل کو جستجو ہو — نہ ترے سوا کسی کی مرے دل کو آرزو ہو

مرے دل میں ایک تو ہو مرے دل میں ایک تو ہو

کوئی لاکھ خوبرو ہو میں خیال میں نہ لاؤں — جو ترے سوا ہو کوئی کبھی پاس بھی نہ جاؤں
ترا نام دل میں لکھّوں تجھے آنکھ میں بٹھاؤں — ہو سرورِ عشق مجھکو یہی صبح و شام گاؤں

مرے دل میں ایک تو ہو مرے دل میں ایک تو ہو

کسی دل میں حسنِ صنعت کسی دل میں حسنِ فطرت — کسی دل میں رنگِ وحدت کسی دل میں رنگِ کثرت
کسی دل میں ہے بطالت کسی دل میں ہے حقیقت — مجھے باعثِ مسرت مری ایک اتنی حسرت

مرے دل میں ایک تو ہو مرے دل میں ایک تو ہو

مرا دل بڑھاتے آنا مرے دل میں آنے والے — کوئی غم نہ ساتھ لانا مرے دل میں آنے والے
مرے دل سے پھر نہ جانا مرے دل میں آنے والے — ہو یہیں ترا ٹھکانا مرے دل میں آنے والے

مرے دل میں ایک، تو ہو مرے دل میں ایک تو ہو

ترا نام سب سے افضل تری ذات سب سے عالی — ترا مرتبہ ہے اونچا تری شان ہے جلالی
مری حسرتوں کے مالک مری آرزو نے والی — مرا اک سوال سُن لے ترے در کا ہوں سوالی

مرے دل میں ایک تو ہو مرے دل میں ایک تو ہو

"گیتا کی شان"

شری مد بھگوت گیتا مہا بھارت کے بھیشم پرب کا ایک حصہ ہے۔ اس میں اٹھارہ ادھیائے اور ۷۰۱ سنسکرت کے شلوک ہیں۔ ان شلوکوں میں لا انتہا گیان کا بھنڈار مضمر ہے۔ کوروکشیتر کے میدان جنگ میں بھگوان کرشن نے ارجن کو نہایت دلچسپ اور موہ کو دور کرنے والا اپدیش دیا۔ بلند ترین۔ گہری اور آتما کو چمکا دینے والی روحانیت کی تعلیم دی۔ اور یوگ۔ ویدانت بھکتی اور کرم کے بیش بہا راز بیان کئے۔ بھگوان کے اس اپدیش کو بعد میں شری ویاس جی نے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے لکھ ڈالا۔ اور اس کا نام ایشوری گیت یا شری مد بھگوت گیتا رکھا۔

تمام دنیا کے لٹریچر یا علم ادب میں آتما کو آسمانی بلندیوں پر اڑانے والی گیتا جیسی کوئی کتاب نہیں۔ گیتا میں ہندو مذہب اور ہندو دھرم کے بنیادی اور ضروری اصول بہت صاف طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تمام گیان کا منبع ہے۔ یہ ہمارا بڑا رہنما ہے۔ یہ پرم گورو ہے۔ یہ کبھی نہ ختم ہونے والا روحانی خزانہ ہے۔ یہ آنند کا چشمہ ہے۔ یہ گیان کا ساگر ہے۔ یہ ایشوری شان و شوکت سے بھرپور ہے۔

گیتا ویدوں کا عطر ہے۔ یہ اپنشدوں کا نچوڑ ہے۔ یہ تمام دنیا کی مذہبی کتاب ہے۔ یہ ہر دیش۔ ہر سمے اور ہر مزاج کے لوگوں کے لئے ایک عالم گیر دھرم پستک ہے۔ یہ ایک عجیب کتاب ہے۔ جس میں خیالات کی گہرائی اور تخیل کی پرواز ی دیکھ کر انسانی دماغ عش عش کرنے لگتا ہے۔ جہاں ایک طرف آتما کا ساکشاتکار کرایا ہے۔ وہاں دوسری طرف یوگ بھکتی۔ ویدانت اور کرم کے متعلق عملی ہدایات بیان کی ہیں۔ اس ناشوان سنسار میں سب دکھی اور مصیبت زدہ جیووں کو یہ راحت اور شانتی عطا کرتی ہے۔ مکتی کا صحیح راز اسی میں کھول کر رکھ دیا گیا۔

بھگوت گیتا میں ایشوری امرت ہے۔ یہ چنتامنی۔ کلپ ترو اور کامدھینو ہے۔ اس میں سے جو چاہو نکال لو۔ یہ ابدی کتاب ہے۔ گیتا میرے جیون میں میرا ہمیشہ کا ساتھی رہی ہے۔ شانتی۔ آنند۔ سکھ۔ گیان۔ آتما۔ برہم۔ چیتنیہ۔ پرش۔ پرم دھام۔ نروان۔ پرم پد اور گیتا یہ سب تقریباً ایک ہی ارتھ والے شبد ہیں۔

گیتا امرت کا سمندر رہی نہیں۔ یہ اپنشد روپی درخت کا امر پھل بھی ہے۔ یہ روحانی ہیروں کی ختم نہ ہونے والی کان ہے۔ یہ ایک شاندار بیش بہا پھول ہے۔ جو اپنی بھینی بھینی خوشبو تمام سنسار میں پھیلا رہا ہے۔ تمام اپنشد گئوئیں۔ شری کرشن اس

व्रजराज

گئوؤں کا دودھ نکالنے والے گوالا ہیں۔ اور ارجن بچھڑا ہے۔ جس نے آتم گیان روپی دودھ کو سب سے پہلے پیا جس کو بھگوان کرشن نے ارجن اور بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بھگوت گیتا کے روپ میں نکالا۔ جو شُدھ مَن اور وچار کے ساتھ گیتا کا اَمرت پیتا ہے وہ اَمرتا۔ آنند اور شانتی حاصل کرتا ہے۔

جس طرح سمندر کی تاریک نارسا گہرائیوں میں بہت سے قیمتی لعل چھپے ہوئے ہیں۔ اسی طرح گیتا میں بھی انمول رُوحانی موتی نہاں ہیں۔ گیتا کے سمندر کی گہرائیوں میں اخلاص شردھا اور ادب کے ساتھ غوطہ لگانا ہوگا تب ہی رُوحانی موتی اکٹھے ہو سکتے ہیں تب ہی گیتا کی تعلیم کی باریکیاں سمجھ میں آسکیں گی۔ یہ کتاب ہندو مذہب کی مستند کتابوں پرستھان تریہ کی فہرست میں آتی ہے۔ ابناشی آتما کی شان کمال خوبی سے بیان کی گئی ہے۔ اور زندگی کا آخری مقصد یعنی موکش حاصل کرنے کے مختلف طریقے مختلف لوگوں کے سوبھاؤ کے مطابق درج کئے گئے ہیں۔ یہ یوگ کی مستند کتاب ہے۔ زبان نہایت سادہ ہے جس شخص کو سنسکرت کا تھوڑا سا بھی گیان ہو وہ اسے سمجھ سکتا ہے۔ چار قسم کے یوگ یعنی کرم یوگ۔ راج یوگ۔ بھکتی یوگ اور گیان یوگ پر اس میں بحث کی گئی ہے۔

آج کل گیتا پر بیشمار انواد۔ ترجمے اور تشریحیں ملتے ہیں۔ ایک ایک شلوک پر ایک ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ایک مشغول دُنیادار جس کا سوبھاؤ کرم یوگ کی طرف زیادہ مائل ہوگا۔ شری بال گنگا دھر تلک کی کتاب گیتا رہسیہ سے بہت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ بھکتی سے بھرپور چت والا شریدھر کے ترجمہ سے اور بدھی یا دلیل سے کام لینے والا شری شنکر کے بھاشیہ سے لابھ حاصل کر سکتا ہے۔

گیتا کی مرکزی تعلیم۔ موکش پراپتی یا مکتی کے سادھن

انسان میں تین بنیادی اجزا ہیں یعنی گیان۔ دیا بھاؤ یا پریم اور سنکلپ۔ اسی طرح تین مختلف مزاجوں والے انسان ہیں یعنی کام کرنے والے جوشیلے یا پریم بھرے من والے اور دلیل سے کام لینے والے۔ اسی طرح تین یوگ ہیں۔ گیان یوگ۔ دلیل والوں کے لئے بھکتی یوگ پریمیوں کے لئے۔ اور کرم یوگ کام کرنے والوں کے لئے۔ یہ تینوں ہی یوگ یکساں مؤثر ہیں۔

گیتا میں یہ تین مارگ یا راستے بیان کئے ہیں۔ لیکن گیتا کی تعلیم کے مطابق یہ تینوں یوگ ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ گیتا نے بڑی خوبصورتی سے کرم یوگ۔ بھگتی یوگ اور گیان یوگ کو ملا دیا ہے۔ اگر پورنتا حاصل کرنی ہے۔ تو ان تینوں راستوں کو ملا کر ان پر چلنا ہوگا۔ شری شنکر کا دماغ۔ مہاتما بدھ کا دل اور راجہ جنک کا ہاتھ یہ تینوں اکٹھے ہی اپنے اندر دھارن کرنے ہوں گے۔ اس شریر رُوپی رتھ کے تین گھوڑے یعنی کرم بھگتی اور گیان بالکل مل جُل کر یکساں چلیں تب ہی یہ رتھ آرام اور اطمینان سے چلے گا۔ اور منزل مقصود پر جلدی اور آرام سے پہنچ سکیں گے۔ تب ہی آتما کا آنند انوبھو ہوگا۔ تب ہی "سوہم" کا گیت گایا جاوے گا۔ تب ہی ایشوری سُر تان کے ساتھ ہم چل سکیں گے۔ تب ہی آتما کی خاموش آواز اور میٹھا اندرونی راگ ہم سُن سکیں گے۔

گیتا کی مرکزی تعلیم، اپنا دھرم یا زندگی کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے جیون کی آخری منزل یعنی پورن آنند یا آزادی یا موکش یا مکتی پراپت کرنا ہے۔ بھگوان ارجن کو کہتے ہیں۔ کہ بغیر لگاؤ یا دلبستگی کے ہمیشہ اپنا کام یا دھرم کر۔ کیونکہ لگاؤ کے بغیر کرم کرنے سے انسان پورنتا حاصل کرتا ہے

گیتا تین حصوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک حصہ سام وید کے مہاواکیہ "تت توم اسی" کے تینوں شبدوں پر ٹھیک آتا ہے۔ اس کے مطابق پہلے چھ ادھیائے کرم یوگ کو بیان کرتے ہیں۔ جس کا تعلق "توم پد" یا "تو" کی خصلت سے ہے۔ اگلے چھ ادھیائے بھکتی یوگ کی تشریح کرتے ہیں جس کا تعلق "تت پد" یا "اُس" سے ہے۔ آخری چھ ادھیائے گیان یوگ کے متعلق ہیں۔ جو "اسی پد" یا "ہے"

سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جو جیو اور برہم کی ایکتا کو ستھاپت کرتا ہے۔

گیتا کے اٹھارہ ادھیائے علیٰحدہ ایک دُوسرے سے آزاد نہیں۔ ہر ایک اُدھیائے کا دُوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ارجن ہمت ہار بیٹھا۔ دُوسرے اُدھیائے کی تعلیم نے جو آتما کی امرتا بیان کرتی ہے، اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اور اُسے حوصلہ اور طاقت دی۔ پھر ارجن کرم یوگ اور کرم پھل تیاگ کی الجھنوں کو سمجھا۔ پھر اُس نے اِندریوں اور من کو قابو کرنے کے طریقے اور دھیان کرنے کے عمل سیکھے۔ اُس کے بعد بھگوان کرشن نے اپنی مختلف وبھُوتیاں بیان کیں۔ تاکہ ارجن اُن کا وراٹ رُوپ یا وشو رُوپ کا درشن کرنے کے لئے تیار ہو سکے۔ پھر ارجن نے اُس رُوپ کے درشن کا انوبھو کیا۔ پھر اُس نے جیون مکت یا بھاگوت کی خصلتوں کو سمجھا اس کے بعد کشیتر کشیترگیہ۔ تینوں گُن اور پُرشوتم کا گیان حاصل کیا۔ اور سب سے اخیر میں تین قسم کی شردھا اور سنیاس یوگ کا گیان حاصل کیا۔ جس طرح ایک ودیارتھی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح ارجن کو بھی آتما کا گیان دینے کے لئے بھگوان نے ادھیاتمک یونیورسٹی میں تعلیم دی۔ ارجن بہت سے شکوک کا شکار تھا۔ بھگوان نے اُس کے سندیہہ ایک ایک کر کے دُور کئے۔ انہوں نے ارجن کو یوگ کی سیڑھی پر ایک ڈنڈے سے دُوسرے ڈنڈے پر چڑھایا۔ آخر کار ارجن نے اپنا قدم سیڑھی کے آخری ڈنڈے پر رکھا۔ آتما کا گیان حاصل کیا۔ اور پھر خوشی سے چلا اُٹھا۔ " بھگوان۔ میرا موہ دُور ہو گیا ہے۔ میں نے آپ کی کرپا سے گیان حاصل کر لیا ہے۔ میرے شکوک بالکل ناش ہو گئے ہیں۔ میں آپ کا حکم مانوں گا۔"

تم خودی اور راگ دویش کی لہروں کو دبا کر جیون مکت بن سکتے ہو۔ واسناؤں۔ سنسکار اور سنکلپوں کو مار کر ایک مکت رشی بن سکتے ہو۔ اس طرح تم اپنے ست چت آنند سروپ میں ٹھہر کر دُنیا کے کاروبار کرتے ہوئے راجہ جنک بن سکتے ہو۔ تمہیں کرم بندھن میں نہیں ڈالیں گے۔ کیونکہ برہم گیان کے پراپت ہونے سے اہنکار یا کرتاپن ناش ہو جائے گا۔ یہ گیتا کی مرکزی تعلیم ہے۔

گیتا کا سار

دُوسرے ادھیائے کے شلوک ۱۹، ۲۰، ۲۲ اور ۲۳ کی تعلیم کو ہر وقت یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا امرتا دیتے ہیں۔ ہر قسم کا ڈر اور اپنی ذات کو جسم سمجھنے کے خیال کو دُور کرتے ہیں۔

پانچویں ادھیائے کا شلوک ۲۲، تیرھویں ادھیائے کا شلوک ۸، اٹھارہویں اُدھیائے کا شلوک ۳۸ ویراگ پیدا کرتے ہیں۔

دُوسرے اُدھیائے کے شلوک ۷۱ اور چوتھے ادھیائے کے شلوک ۲۹ کے مُطابق زندگی بنائی ہُوئی پرم شانتی پیدا کرتی ہے۔ پانچویں ادھیائے کے شلوک ۲۷ اور ۲۸، چھٹے ادھیائے کے شلوک ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ اور ۲۶، آٹھویں اُدھیائے کے شلوک ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۳ اور ۱۴، بارھویں اُدھیائے کے شلوک ۸، ۹ اور ۱۰، نوویں ادھیائے کا شلوک ۳۴ اور اٹھارہویں ادھیائے کے شلوک ۵۱، ۵۲ اور ۵۳ آتمک انوبھو کے لئے یوگ سادھن یا ابھیاس بیان کرتے ہیں۔

گیتا کا فلسفہ دُوسرے ادھیائے کے شلوک ۱۱ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اٹھارہویں اُدھیائے کا شلوک ۶۶ گیتا کا سب سے ضروری شلوک ہے۔ "سب دھرموں کو چھوڑ کر میری شرن آ۔ میں تجھے سب پاپوں سے مکت کروں گا۔ چنتا مت کر۔" دُوسرے ادھیائے کے ساتویں شلوک میں ارجن نے بھگوان سے کہا:-

कार्पण्यदोषोपहतस्वभावः
पृच्छामि त्वां धर्मसंमूढचेताः ।
यच्छ्रेयः स्यान्निश्चितं ब्रूहि तन्मे
शिष्यस्तेऽहं शाधि मां त्वां प्रपन्नम् ॥ अ: २ श्लो ७ ॥

"دکانوتا سے میری عقل ماری گئی ہے۔ مَیں اُلجھن میں پڑ گیا ہُوں۔ کہ میرا دہرم کیا ہے۔ اس لئے مجھے نشچے کر کے بتلائیے۔ کہ میری بھلائی کس بات میں ہے۔ مَیں آپکا شِشیہ ہُوں۔ آپ کی شرن آیا ہُوں مجھے راستہ بتلائیے۔"

اس سوال کا جواب بھگوان کرشن نے اٹھارہویں ادھیائے کے ۶۶ ویں شلوک میں دیا ہے۔ دراصل تمام گیتا کا سار یا عطر اٹھارہویں اَدھیائے کے شلوک ۶۵ ، اور ۶۶ میں ہے۔ یہ شلوک بہُت ضروری ہیں۔

मन्मना भव मद्भक्तो मद्याजी मां नमस्कुरु ।
मामेवैष्यसि सत्यं ते प्रतिजाने प्रियोऽसि मे ॥ १८-६५ ॥
सर्वधर्मान्परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ।
अहं त्वा सर्वपापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः ॥ १८-६६ ॥

"مجھ میں من لگا۔ میرا بھگت بن کر میرے لئے یگیہ کر۔ مجھے نمسکار کر۔ تُو مجھے ہی پراپت کرے گا۔ یہ میری ستیہ پرتگیا ہے۔ تو مجھے بہُت پیارا ہے۔ سب دہرموں کا تیاگ کر کے ایک میری ہی شرن لے۔ مَیں تجھے سب پاپوں سے مُکت کر دُوں گا۔ سوچ مت کر۔"

پہلے شلوک میں نو قسم کی بھگتی (نَو دِ ہا بھگتی) کا سار ہے۔ اس میں خیالات پر پُوری طرح قابُو پانے کا سادھن بتایا ہے۔ بھگوان میں بار بار من کو لگانے سے تمام دُنیاوی خیالات خُود بخُود ہی مر جاتے ہیں۔ بھگتی یوگ۔ راج یوگ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا یہ دونو یوگ ملے ہُوئے ہیں۔ مہرشی پتنجلی نے کہا ہے۔ کہ سمادھی بھگوان کی بھگتی سے حاصل ہوتی ہے۔ راج یوگ کے نیم اور کریا یوگ میں " ایشور کے آگے آتم سمرپن " ایک ضرُوری چیز ہے۔ " مجھ میں من لگا " یہ راج یوگ کا سادھن ہے۔ یہ بتانا مشکل ہے۔ کہ بھگتی یوگ کہاں ختم ہوتا ہے۔ اور راج یوگ کہاں سے شرُوع ہوتا ہے۔ بھگتی یوگ کے پُورا کرنے ہی کو راج یوگ کہتے ہیں۔ اِن دونو کو جُدا کرنے والی کوئی خاص لائن یا حد نہیں۔ راج یوگی بھی بھگت ہے۔ اور ایک بھگت راج یوگی بھی ہے۔ صرف ناموں میں فرق ہے۔ چونکہ ارجن ہمت ہار بیٹھا تھا۔ اور اُس کا من اُلجھن میں تھا۔ اس لئے بھگوان کرشن نے اس کو ہمت دلانے کے لئے اُسے یقین دلایا کہ " تُو مجھے پراپت کرے گا۔ یہ میری ستیہ پرتگیا ہے۔ تو مجھے بہت پیارا ہے " جس نے اِن چاروں ہدایتوں پر عمل کیا ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو پُورے طور پر ایشور کی شرن میں ڈال دیا ہے۔

اگلے شلوک میں آتم سمرپن کا سار ہے۔ ادویت ویدانتی اس شلوک کا یہ مطلب لیتا ہے۔ " جیو بھاو کو چھوڑ کر سوہم بھاو کو لو۔ تم موکش حاصل کرو گے۔ تم جیون مُکت ہو جاؤ گے " بھگتی مارگ کا آچاریہ اس طرح ارتھ کرتے ہیں۔ " تمام کرموں اور کرموں کے پھل کو بھگوان کے چرنوں میں رکھ دو۔ بھگوان تمہیں مُکت کریں گے "۔ یہاں " دہرم " کا مطلب اِندریوں کا دہرم نہیں۔ کیونکہ ایک جیون مُکت بھی دیکھتا ہے۔ سنتا ہے۔ اور کھاتا ہے۔ لیکن وہ بطور ساکشی یا دیکھنے والے

کے ہے۔ وہ اپنے آپ کو اندریوں کے کاموں کے ساتھ نہیں ملاتا۔ اس شلوک میں بھگوان کرشن نے ارجن کے سوال کا جو اُس نے دُوسرے ادھیائے کے ساتویں شلوک میں کیا۔ مکمل اور پُورا جواب دیا ہے۔

یوگ اور ویدانت پر بہت سی کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم ان دونو شلوکوں کی تعلیم پر پُورا عمل کر سکتے ہو تو تم زندگی کا واحد مقصد یعنی امرتا۔ پرم آنند اور آتم گیان حاصل کر لوگے۔

"اہنکار اور خودی کے بغیر کام کرو۔ نتیجہ کی اُمید کے بغیر کام کرو۔ سب کاموں کے پھل کو اور کاموں کو بھی ایشور کے سپرد کر دو۔ اپنے من اور خودی کو پگھلا کر ایشور میں لگاؤ۔ اور ایشور مئے زندگی بناؤ۔ اپنے من اور بدھی کو بھگوان میں لگا کر اپنا جیون رُوحانی بناؤ۔ اُس کی بھگتی کرو۔ سب جانداروں کی بہتری میں لگ جاؤ۔ ایشور کے لئے سب کچھ قربان کر دو۔ تب تم ایشور کو پراپت کر کے اُس کے ساتھ مل جاؤ گے۔" یہ تعلیم تمام گیتا میں گونج رہی ہے۔

دو راستے

اُپنشدوں کے رشیوں نے بہت پُر زور الفاظ میں اس امر کا اعلان کیا ہے۔ کہ ہر دو یا یک امر آتما ہی اصلی انسان ہے یہی آتما شریر۔ من اور سنسار کے پیچھے ہے۔ پانچ کوشوں کے پیچھے بھی یہی ہے۔ زندگی کا مقصد اس منور آتما کا براہ راست انوبھو یا گیان ہے جو شریر میں اس طرح چھپی ہوئی ہے جس طرح لکڑی میں آگ اور دُودھ میں مکھن۔ یہ آتما انتریامی یا اندرونی حکمران ہے وہ اس شریر رُوپی مکان کا حکمران یا مالک ہے۔ جو نظر نہیں آتا۔

اصلی مذہب یہی ہے۔ کہ متواتر اور گہرے دھیان سے اس افضل۔ مہان۔ امر اور ناش نہ ہونے والے تتو یا اصُول کو حاصل کرے ابناشی آتما میں جو زندگی گُذرے وہی اصلی زندگی ہے۔ اپنے تئیں پرم آتما کے ساتھ ملانا جو ماضی۔ حال اور مستقبل میں قائم ہے۔ جس کا آغاز۔ درمیان اور اختتام کوئی نہیں۔ جس کا شریر یا جزو کوئی نہیں۔ جو نہ سوکشم ہے۔ نہ ستھول ہے۔ جو ہمارا سچی زندگی ہے۔

زمانہ قدیم کے رشی اس بعید از فہم آتما کو اندرونی تیسری آنکھ یا گیان چکشو سے پراپت کرتے رہے ہیں۔ اور پھر اس دُنیا کی باتوں کو اُنہوں نے آتم گیان کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ یہ ایشور پراپتی کا سیدھا راستہ ہے۔

آتم گیان کی پہاڑی کی چوٹی پر چڑھنے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مثلاً بذریعہ سائنس۔ علم۔ قدرت۔ راگ۔ علم موسیقی وغیرہ۔ یہ ٹیڑھا راستہ ہے۔ کاریہ سے ہم کارن کی طرف جاتے ہیں۔ یا معلُول سے علت کی طرف جاتے ہیں۔ اور آخر کار بغیر کارن والے کارن یا پار برہم یا افضل ترین مہان سچائی کو پہنچ جاتے ہیں۔ ہمارے مغربی سائنس دان ابھی اندھیرے میں ہاتھ مار رہے ہیں اگر ان کا مقصد صرف ہمارے جسمانی آرام یا زندگی کو آرام دہ بنانے کے لئے چیزیں ایجاد کرنا ہے۔ سائنس کا مقصد تو تحقیقات مشاہدہ چھان بین اور قدرت کے قوانین کے مطالعہ کے بعد ایک آخری سچائی کو معلُوم کرنا ہے۔ جو تمام ذرّوں یا پرمانوؤں بجلی کی طاقت یا حرکت اور تمام جسمانی اور دماغی ظہور اور قدرت کے قانونوں کے اندر کام کر رہی ہے۔ ایک ویدانتی ہی ایک سچا سائنس دان ہے۔ سچائی کو معلُوم کرنے کا اُس کا طریقہ مختلف ہے۔ ایک اصلی سائنس دان جو پہلے کہہ رہا تھا۔ کہ "اس دُنیا سے پرے اور کوئی چیز نہیں" اب کہتا ہے۔ کہ "جتنی زیادہ مجھے اس کی واقفیت ہوتی ہے۔ اتنا ہی میرا دماغ اُلجھن میں پڑتا جاتا ہے۔ ان بدلتی ہوئی چیزوں کے پیچھے ایک ایسی طاقت ہے جو کبھی نہیں بدلتی۔ ان حرکت کرتی ہوئی زبردست بجلی کی لہروں کے پیچھے کوئی ایسی شئے ہے۔ جو کبھی حرکت نہیں کرتی۔ ایک ایسی شئے جو سنسار اور بدھی سے پرے ہے۔ وہ اپنشدوں کا برہم ہے

ویدانتوں کا "آتما" ہے۔ جو قدرت کے ان قوانین کا مالک ہے۔ اُس تک پہنچنے کا میرا طریقہ اُلٹا ہے۔ میں کاریہ سے کارن کی طرف چلتا ہوں۔ ویدانتی کا راستہ سیدھا ہے۔ وُہ کارن سے کاریہ کی طرف چلتا ہے۔ انجام ایک ہی ہے۔"

دونو راستوں کا ملاپ

وشنو پران میں بھگوان وشنو کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ اور بھگوان شِو کو دوسرا درجہ دیا ہے۔ شِو پوران میں شِو جی کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور ہری کو دوسرا درجہ دیا ہے۔ اسی طرح دیوی بھاگوت میں دیوی کی بہت تعریف کی ہے۔ اور بھگوان شِو اور ہری کو دوسرا درجہ دیا ہے۔ یہ اس واسطے کیا گیا ہے۔ کہ جگیاسو کے من میں اپنے اِشٹ دیو کے لئے انتہائی شردھا پیدا ہو۔ شِو۔ ہری۔ اور دیوی ایک ہی ہیں۔ یہ بیہودہ پن ہے۔ اگر خیال کرو کہ شِو جی ہری سے نیچے درجہ پر ہیں۔ یا ہری شِو جی سے نیچے ہیں۔

اسی طرح ایک جگہ بھگوان کرشن نے کرم یوگ کی تعریف کی ہے۔

"कर्म सन्यासात कर्म योगो विशिष्यते"

یعنی کرموں کے تیاگ سے کرم یوگ بہت اچھا ہے۔ ایک اور جگہ اُنہوں نے یوگ کی تعریف کی ہے۔ "تپسوی کی نسبت یوگی بڑا ہے۔ گیانی سے بھی وُہ بڑا ہے۔ ویسے ہی کرم کانڈی سے وُہ بڑا ہے۔ اس لئے ہے ارجن تو یوگی بن"۔ ۶—۴۶—گیتا

آٹھویں ادھیائے کے شلوک ۲۲ میں کہا ہے۔ کہ اُس پرماتما کے درشن شردھا پورک بھگتی سے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایک اور جگہ یعنی ساتویں ادھیائے کے شلوک ۱۸ میں اُنہوں نے گیان یوگ کی تعریف کی ہے۔ "یہ سارے بھگت اچھے ہیں لیکن گیانی میرا آتما ہی ہے ایسا میرا مت ہے۔ کیونکہ وُہ میرا ہی آسرا لیتا ہے۔"

جو شخص پہلی دفعہ گیتا پڑھتا ہے۔ وُہ ایسے شلوکوں کو پڑھ کر کشمکش و پیچ میں پڑ جاتا ہے۔ لیکن اگر خوب اچھی طرح وچار کیا جاوے تو کوئی الجھن نہیں۔ بھگوان نے ہر ایک یوگ کی تعریف اس لئے کی ہے۔ کہ جگیاسو کے من میں اس کے پسندیدہ مارگ یا راستہ میں شردھا پیدا ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ گیتا تمام دُنیا کے لوگوں کے لئے ہے۔ یہ صرف ارجن ہی کے لئے نہیں تھی۔ ہر ایک یوگ یکساں مؤثر ہے۔

گیتا کے مطالعہ کیلئے ہدایات

چونکہ گیتا کی تعلیم بہت لطیف اور گہری ہے۔ اس لئے وِدوان آچاریہ۔ برہم شروتر۔ برہم نشٹا گورو سے ایک من ہو کر بہت شردھا کے ساتھ پڑھنی چاہیئے۔ تب ہی گیتا کی گہرائیاں ہاتھ میں پکڑے ہوئے آم کے پھل کی طرح روشن ہوں گی۔ انوبھوی مہاتماؤں کی لکھی ہوئی ٹیکائیں مثلاً سوامی مدھوسودن کی گیتا شری سوامی شنکرانند کی گیتا۔ شری شنکر بھاشیہ بہت مفید ہیں۔

دُنیاوی آدمی خواہ کتنے بھی ذہین کیوں نہ ہوں۔ گیتا کی تعلیم کی اصلیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ وُہ فضول بحث و مباحثہ میں پڑ جائیں گے۔ چھوٹے چھوٹے اعتراض اٹھاویں گے۔ من میکھ نکالنے کی کوشش کریں گے۔ اگیانی لوگ ہی کہتے ہیں۔ کہ شلوکوں میں ایک دوسرے سے کوئی گہرا تعلق نہیں۔ اور یونہی رکھے ہوئے ہیں۔ یا ایک ہی بات کئی دفعہ دہرائی گئی ہے۔ وغیرہ۔ لیکن اگر وُہ وِدوان آچاریہ سے ادب اور شردھا کے ساتھ پڑھیں گے۔ تو اُن کے شکوک رفع ہو

جا دیں گے۔ اگر اپنشدوں اور گیتا میں کوئی بات دہرائی گئی ہے۔ تو فائدے کے لئے دہرائی گئی ہے۔ اُن کا مطلب و مدعا من پر گہرا اثر پیدا کرنا ہے۔

بھگوان کرشن گیان کے مختلف درجوں کے مطابق بولتے ہیں۔ گیتا میں لفظ "اویکت" کا مطلب کہیں مول پرکرتی ہے۔ اور کہیں پار برہم۔ اس لئے شلوک کا ٹھیک مطلب سمجھنے کے لئے اُستاد کی مدد ضروری ہے۔ کٹھ اُپنشد میں ایک جگہ دیوتا کے لئے لفظ اینٹ استعمال کیا ہے۔ ہٹھ یوگ میں لکھا ہے۔ کہ "جمنا اور گنگا کے سنگم پر ایک نوجوان کماری ہے"۔ لیکن اُس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایڑا اور پنگلا ناڑیوں کے درمیان شسمنا ناڑی ہے۔ ان شبدوں کا مطلب اُستاد کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ بغیر اُستاد کے گیتا پڑھنے والا اُس شخص کی مانند ہوگا جس کو کسی شخص نے کھانا کھانے کے وقت "سیندھو" لانے کے لئے کہا تھا۔ اور وہ گھوڑا لے آیا۔ "سیندھو" کے ارتھ "نمک" اور "گھوڑا" دونو ہیں۔ مانگا نمک تھا۔ لایا گھوڑا گیا۔

نکتہ چینوں کو جواب

بعض لوگ گیتا کو صرف نقائص معلوم کرنے کے لئے اور اس کی تعلیم پر نکتہ چینی کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ لیکن گیتا کی تعلیم صرف اسی حالت میں سمجھ میں آسکتی ہے۔ جب اسے بہت شردھا۔ اعتقاد اور ادب سے پڑھا جاوے۔

حال ہی میں ایک شخص نے ایک اخبار میں لکھا کہ گیتا ایک مقدس کتاب نہیں ہے۔ یہ تشدد کی تعلیم دیتی ہے۔ بھگوان کرشن نے ارجن کو اپنے پیارے رشتہ داروں اور گوروؤں تک کو جان سے مارنے کے لئے کہا ہے"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص کو پتہ ہی نہیں کہ گیتا کی اصلیت کیا ہے۔ وہ ورچن کی طرح ہے۔ جس نے پرجاپتی سے رُوحانی شکشا حاصل کی اور اپنی ٹیڑھی عقل کی وجہ سے شریر ہی کو آتما سمجھنے لگا۔ وہ گوشت کے فلسفہ ہی کو سمجھتا ہے۔ وہ گیتا کی فلاسفی کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اس کا من سخت ہے۔ اور سچائی کو پراپت نہیں کر سکتا۔ اُس نے گیتا کو رُوحانی گیان حاصل کرنے کے لئے نہیں پڑھا بلکہ اس پر حملے کرنے کے لئے۔ اگر وہ مندرجہ ذیل شلوکوں کا ٹھیک مطلب سمجھ سکتا تو وہ یہ فضول نکتہ چینی نہ کرتا۔

य एनं वेत्ति हन्तारं यश्चैनं मन्यते हतम् ।
उभौ तौ न विजानीतो नायं हन्ति न हन्यते ॥ २-१९ ॥

جو اسے مارنے والا مانتا ہے۔ اور جو اسے مارا ہوا مانتا ہے۔ وہ دونوں کچھ بھی نہیں جانتے ہیں۔ یہ آتما نہ تو مارتا ہے اور نہ مارا جاتا ہے۔

तस्मात्त्वमुत्तिष्ठ यशो लभस्व
जित्वा शत्रून्भुङ्क्ष्व राज्यं समृद्धम् ।
मयैवैते निहताः पूर्वमेव
निमित्तमात्रं भव सव्यसाचिन् ॥ अ ११-३३ ॥

اس لئے اُٹھ کھڑا ہو۔ شہرت اور عزت حاصل کر۔ دشمن کو جیت کر راج کو بھوگ۔ انہیں میں نے پہلے ہی مار رکھا ہے۔ تو صرف نمت رُوپ (دکھانے کے لئے ذریعہ) بن جا

यस्य नाहंकृतो भावो बुद्धिर्यस्य न लिप्यते ।
हत्वापि स इमांल्लोकान हन्ति न निबध्यते ॥ १८।१७ ॥

"جس میں اہنکار نہیں۔ جس کی بُدھی میلی نہیں۔ وُہ اس جگت کو مارتا ہُوا بھی نہیں مارتا۔ نہ ہی بندھن میں پڑتا ہے"
جس طرح ایک سفید کپڑے پر رنگ بہت اچھی طرح چڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح ایک رشی کی تعلیم ایک جگیاسُو کے دل میں صرف اسی حالت میں پرویش کر سکتی ہے۔ جب اُس کا من شانت ہو۔ جب بھوگ ولاس کی خواہش موجُود نہ ہو۔ جب من بالکل شُدھ ہو جاوے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک جگیاسُو کو شرُتی سُننے۔ وچار کرنے اور دھیان جمانے سے پہلے وویک۔ ویراگ۔ شم۔ دم۔ شردھا وغیرہ صفات دھارن کرنی چاہئیں۔ سچائی اور ایشور پراپتی کے راستہ پر چلنے کے لئے ضبط۔ من کی شُدھی اور اندریہ دمن ضرُوری ہیں۔

جن لوگوں کی مانسک شُدھی نہیں ہُوئی ہے۔ اُن کے سامنے ایشور کے متعلق ایک مدلل یا کھیان بھی دو تب بھی وُہ اندر اور ورو چن کی طرح یا تو یقین نہیں کریں گے۔ یا غلط سمجھیں گے۔ اس لئے جس نے اس جنم میں یا پچھلے جنموں میں تپ سے اپنے آپ کو شُدھ کیا ہے۔ اس کے اندر گیان پیدا ہوتا ہے۔ شرُتی میں لکھا ہے۔ "اُس مہاتما کو جس کی شردھا ایشور میں بہت ہے۔ اور جس کی شردھا اپنے گورُو میں بھی اتنی ہی ہے۔ جتنی ایشور میں۔ یہ راز سمجھائے ہُوئے چمک اُٹھتے ہیں"۔

بعض لوگ گنگا میں سے اپنے مُنہ کے ذائقہ کو پُورا کرنے کے لئے مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ اور گیتا کا ثبُوت پیش کر دیتے ہیں۔ "اُسے ہتھیار کاٹتے نہیں۔ آگ جلاتی نہیں"۔ کیا عجب فلسفہ ہے۔ شیطان بھی شاستروں کا حوالہ دے سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی ورو چن کے پیرو ہیں۔ یہ دُراچاری۔ گمراہ ہُوئے ہُوئے اور سب سے بُرے انسان ہیں۔ وُہ گیتا کی تعلیم کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ان کی بُدھی ناش ہو چکی ہے۔ اور وُہ راکشسوں کی خصلت کو پہُونچ چکے ہیں۔ بھگوان انہیں شُدھ بُدھی اور اندرونی آتمک شکتی دیں۔ تاکہ وُہ ٹھیک طور پر گیتا کی تعلیم سمجھ سکیں۔ اور ان پر عمل کر سکیں۔

بعض ناواقف لوگ کہتے ہیں۔ "کرشن ایشور نہیں۔ وُہ اوتار نہیں۔ وُہ ایک کامی گوالا ہے۔ جو گوپیوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا"۔ آپ کو معلُوم ہے۔ اُس وقت بھگوان کرشن کی عمر کتنی تھی۔ وُہ دس سال کے بچّے تھے۔ کیا اس عُمر میں کام دیو کا انش ماتر بھی ہو سکتا ہے۔ راس لیلا۔ مادھوریہ بھاو۔ آتم نویدن اور انتہائی بھکتی کے راز کو کون سمجھ سکتا ہے۔ صرف نارد۔ سُکھدیو۔ چیتنیہ۔ میراں بائی۔ حافظ۔ رامانند۔ راس لیلا کے راز کو سمجھ سکتے تھے۔ کیا بھگوان نے بچپن میں چمتکار نہیں دکھائے۔ کیا اُنہوں نے یہ نہیں دکھایا۔ کہ وُہ بھگوان ہری کا اوتار ہیں۔ کیا اُنہوں نے بچپن ہی میں اپنی ماتا کو وراٹ درشن نہیں کرایا۔ کیا اُنہوں نے کالی ناگ کے پھن پر کھڑا ہو کر اُس کو نہیں مارا۔ کیا اُنہوں نے اپنے بیشمار رُوپ نہیں دھارن کئے۔ گوپیاں کون تھیں۔ کیا وُہ ایشوری مستی سے رنگی ہوئی آتمائیں نہیں تھیں۔ جن کو ہر جگہ کرشن ہی نظر آتا تھا۔ جو اپنے کو بھی کرشن رُوپ ہی دیکھتی تھیں۔ مُرلی کی آواز انہیں ایشوری پریم کے جادُو سے مست کر دیتی تھی۔ وُہ اپنے شریر سے باہر رہتی تھیں۔

جو لوگ بھگوان کے خلاف نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اُن کی حالت کیا ہوتی ہے۔ بھگوان کے اپنے الفاظ میں سُنئے:-

" میرا کوئی شریر نہیں لیکن عقل سے بے بہرہ لوگ مجھے شریر دھاری سمجھتے ہیں۔ وُہ میرے بڑے۔ ابناشی اور نہایت عُمدہ سرُوپ کو نہیں جانتے"۔
(ادھیائے ۷ . شلوک ۲۴)

" مُورکھ لوگ یہ نہیں جانتے کہ [illegible] کا شریر دھارن کرتا ہُوں۔ تو

میری نرادری کرتے ہیں"۔

"فضول امیدیں رکھنے والے۔ فضول کام کرنے والے۔ اور فضول گیان والے مُورکھ لوگ موہ میں ڈالنی والی راکشسی اور اسُری خصلت سے کام لیتے ہیں"۔ (ادھیائے ۹۔ شلوک ۱۱ و ۱۲)

"اپنے کو بڑا ماننے والے۔ اکڑباز۔ دھن اور عزت کے غرور سے مست رہتے ہیں۔ صرف دکھاوے کے لئے لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے نام ماتر کے یگیہ کرتے ہیں۔ اہنکار۔ بل۔ گھمنڈ۔ کام اور کرودھ کے بس میں پڑے ہوئے۔ نندا کرنے والے جو لوگ ہیں۔ وہ ان میں اور دوسروں میں رہنے والا جو "میں" ہوں اس سے نفرت کرتے ہیں۔ میں ان نیچ۔ دُشٹ۔ کھوٹے اور بد بیں انسانوں کو اس سنسار کی سب سے بُری جونوں (یونیوں) میں بار بار ڈالتا ہوں۔ ہر ایک جنم میں بُری یونیوں میں پڑ کر مجھے نہ پانے سے یہ مُورکھ لوگ اس سے بھی زیادہ بُری گتی کو پراپت کرتے ہیں"۔ (ادھیائے ۱۶ شلوک ۱۷ تا ۲۰)

بعض لوگ شک کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ تھوڑے سے وقت میں میدان جنگ۔ میں ارجن کو گیتا کیسے سکھائی جا سکتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا"۔ یہ غلط ہے۔ گیتا کی تعلیم تو بھگوان نے دِوّیہ چکشو دے کر ارجن کے دماغ میں خود بخود پیدا کی۔ ہمہ ویاپی۔ ہمہ شکتیمان بھگوان سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اُن کی کرپا سے گونگا آدمی بولنے لگ پڑتا ہے۔ اور لنگڑا پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے۔

ستھت پرگیہ کے لکشن

ایک ستھت پرگیہ یا جیون مکت انسان کے لکشن جس کا من ستھر ہے۔ اور جو اس زندگی ہی میں آزاد ہے۔ بھگوت گیتا دوسرے ادھیائے کے شلوک ۵۵ سے ۷۱ تک دیئے گئے ہیں۔

(۱) وہ تمام خواہشات سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ آتما ہی سے آتما میں خوش رہتا ہے۔ اُسے ہمیشہ سنتوش رہتا ہے۔ وہ اپنے آنند کے لئے نفسانی چیزوں پر انحصار نہیں رکھتا۔

(۲)۔ وہ از حد مصیبت اور سخت سے سخت تکلیف میں بھی نہیں گھبراتا۔ دنیاوی خوشیاں اُس پر اثر نہیں کرتیں۔ وہ کرودھ بھے اور موہ سے آزاد ہوتا ہے۔

(۳) اُسے کسی خاص چیز یا جیو کے ساتھ محبت یا لگاؤ نہیں ہوتے۔ وہ کسی اچھی چیز کو حاصل کر کے خوشی سے پھُول نہیں جاتا۔ اور کسی ناپسندیدہ چیز کے ملنے سے دُکھی نہیں ہوتا۔

(۴) وہ اپنی اندریوں کو نفسانی چیزوں سے کھینچ کر رکھتا ہے جس طرح کچھوا اپنے اعضا کو سکیڑ کر اندر کی طرف موڑ کر رکھتا ہے۔

(۵) وہ اپنے من اور اندریوں کو پورے قابو میں رکھتا ہے۔ وہ ایشور کو ہی اپنی آخری منزل مقصود سمجھتا ہے۔

(۶) سخت سادھنوں سے اپنے من کو بس میں کر کے وہ بطور مالک کے دُنیاوی چیزوں کو اس طرح بھوگتا ہے۔ کہ نہ کوئی چیز اُسے للچاتی ہے۔ اور نہ کسی سے نفرت ہوتی ہے۔

(۷) وہ ہمیشہ شانت خندہ پیشانی اور ایک رس رہتا ہے۔ ہر حالت میں اُس کی بدھی ستھر رہتی ہے۔

(۸)۔ وہ اپنے آتما میں غرق رہتا ہے۔ نفسانی آنند اُسے وہاں سے ہٹا نہیں سکتے۔ وہ ہمیشہ ایشوری پرم آنند انوبھو کرتا ہے۔ اور دُنیا کے جھوٹے چند روزہ۔ ناپائدار آنند کی طرف آنکھیں بند کر کے رکھتا ہے۔

(۹)۔ شانتی کی دیوی ہمیشہ اُس کا منگل چاہتی ہے۔ اپنے مست بچت۔ آنند سروپ میں وہ ہر وقت ٹِکا رہتا ہے۔

دُنیا کی کوئی خواہش اُس کو لُبھا نہیں سکتی۔ مایا دیوی کا جادو اُس پر چل نہیں سکتا۔

(۱۰) وُہ آشا۔ ترِشنا۔ لوبھ۔ لالچ۔ اہنکار وغیرہ سے بالکل آزاد ہوتا ہے۔ خودی کا خیال تک اُس کے من میں نہیں آتا۔

گیتا میں سادھن

کرم یوگ۔ اے دھننجے۔ لگاؤ چھوڑ کر یوگ میں مُستقل مزاج رہ کر۔ کامیابی اور ناکامیابی کو برابر سمجھ کر تو کرم کر۔ سمتا یعنی ہر حالت میں من کو یکساں رکھنے کا نام ہی یوگ ہے۔ (ادھیائے ۲۔ شلوک ۴۸)

جس نے کرم پھل کا تیاگ کیا ہے۔ وُہ ہمیشہ سنتشٹ یا بھا رہتا ہے۔ جسے کسی چیز کا لالچ نہیں۔ وُہ ہر طرح سے کرم میں لگا رہنے پر بھی کچھ نہیں کرتا۔ یعنی اُسے کرم کا بندھن نہیں بھوگنا پڑتا۔ جس نے آشا کو چھوڑ دیا ہے جس کا من اپنے بس میں ہے جس نے سب سنگرہ کا تیاگ کیا ہے۔ اور جس کا شریر ہی کرم کرتا ہے۔ وُہ کرم کرتے ہُوئے بھی کوئی پاپ نہیں کرتا۔ جو بغیر کسی خاص کوشش کے ملی ہُوئی چیز سے صبر کرتا ہے۔ جو سُکھ دُکھ کے جھمیلوں سے آزاد ہے۔ جو کسی سے دُشمنی نہیں رکھتا جو سپھلتا یا ناکامیابی میں ایک رس رہتا ہے۔ وُہ کرم کرتا ہُوا بھی بندھن میں نہیں پڑتا۔ (ادھیائے ۴۔ شلوک ۲۰، ۲۱، ۲۲)

برہم ہی یگیہ ہے۔ برہم ہی گھی ہے۔ برہم ہی سامگری ہے۔ برہم ہی برہم کی آگ میں گھی اور سامگری ڈالتا ہے۔ اس طرح کرم کے ساتھ جس نے برہم کا میل کرنے کا سادھن کیا ہے۔ وُہ برہم کو ہی پراپت کرتا ہے۔ (ادھیائے ۴۔ شلوک ۲۴)

بھکتی یوگ۔ مُستقل مزاجی سے اپنے من کو بس میں کر کے راگ دویش کو جیت کر۔ ایکانت سیون کر کے عزلت نشیں رہے اپنی خوراک کو کم کر کے۔ زبان۔ شریر۔ اور من کو قابو میں رکھ کر۔ دھیان یوگ میں مگن رہ کر۔ ویراگ کا سہارا لے کر۔ غرور طاقت دھوکا۔ کام۔ کرودھ۔ موہ وغیرہ کا تیاگ کر کے۔ شانت ہو کر انسان میری بھکتی حاصل کرتا ہے (ادھیائے ۱۸ شلوک ۵۲، ۵۳، ۵۴)

(تو) جو کرے۔ جو کھائے۔ جو ہون میں ڈالے۔ جو دان میں دے۔ جو تپ کرے، وُہ سب میرے درپن کر دے۔ (ادھیائے ۹۔ شلوک ۲۷)

مجھ میں من لگا۔ میرا بھگت بن۔ میرے لئے یگیہ کر۔ مجھے نمسکار کر۔ اس سے میرے ساتھ آتما کو جوڑ کر تو مجھے ہی پائیگا۔ (ادھیائے ۹۔ شلوک ۳۴)

اپنا من مجھ میں لگا۔ اپنی بدھی مجھ میں رکھ۔ اس سے اس جنم کے بعد بلاشبہ تو مجھے ہی پراپت کرے گا۔ (ادھیائے ۱۲۔ شلوک ۸)

نام سمرن یا جپ یوگ۔ من کو کہیں اور رکھے بغیر جو ہمیشہ اور متواتر میرا ہی سمرن کرتا ہے۔ وُہ ہمیشہ مستقل مزاج یوگی مجھے آسانی سے پا لیتا ہے۔ (ادھیائے ۸۔ شلوک ۱۴)

ابھیاس یوگ۔ اے دھننجے۔ اگر تو مجھ میں اپنا من لگانے میں کامیاب نہ ہو۔ تو ابھیاس یوگ سے مجھے پہنچنے کی کوشش کر۔ (ادھیائے ۱۲۔ شلوک ۹)

ہٹھ یوگ۔ جو انسان موت کے وقت من کو یکسو کر کے بھکتی میں پرویش کر کے۔ یوگ کی طاقت سے دونو آنکھوں کی بھووں کے بیچ میں پران (سانس) کو روک کر۔ اندریوں کے سب دروازوں کو روک کر۔ من کو ہردے میں جما کر سمادھی لگا کر "اوم" ایسے ایک اکشر برہم کا اچارن کرتا ہُوا اور میرا دھیان کرتا ہُوا جو شریر چھوڑتا ہے، وُہ پرم گتی کو پراپت کرتا ہے۔ (ادھیائے ۸۔ شلوک ۱۰ و ۱۲)

راج یوگ ۔ یوگی کو چاہیئے ۔ کہ ارادہ سے پیدا ہونے والی تمام خواہشات کو بالکل چھوڑ کر ۔ من سے ہی تمام اندریوں کو سب طرف سے اچھی طرح کھینچ کر ۔ بدھی کو ستھر کرکے آہستہ آہستہ شانت ہووے ۔ اور من کو آتما میں پرو کر اور کچھ نہ سوچے ۔ جہاں جہاں چنچل اور شرارتی من بھاگے وہاں وہاں سے اُسے روک کر اپنے بس میں لاوے ۔ (ادھیائے ۶ ۔ شلوک ۲۴، ۲۵، ۲۶)

گیان یوگ ۔ ستیہ کا جاننے والا یہ سمجھے گا ۔ کہ "میں کچھ کرتا ہی نہیں" دیکھتے ۔ سنتے ۔ چھوتے ۔ سونگھتے ۔ کھاتے ۔ چلتے ۔ سوتے ۔ سانس لیتے ۔ آنکھ کھولتے اور بند کرتے یہ خیال کرے گا ۔ کہ صرف اندریاں ہی اپنا کام کرتی ہیں ۔ ادھیائے ۵ ۔ شلوک ۸، ۹

گن اور کرم کے حصّوں اور راز کو جاننے والا شخص یہ خیال کرے گا ۔ کہ گن ہی گنوں میں برت رہے ہیں ۔ اور یہ سمجھتا ہوا اُن میں وابستگی پیدا نہیں کرے گا ۔ ادھیائے ۳ ۔ شلوک ۲۸

گیتا کا مَن

میرے دل کی حالت قابلِ رحم ہے ۔ مجھے سوجھتا نہیں کہ میرا دھرم کیا ہے ۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ میری بھلائی کس چیز میں ہے ۔ آپ کا شاگرد ہوں ۔ آپ کی شرن آیا ہوا ۔ میری رہنمائی کیجئے ۔ (ادھیائے ۲ ۔ شلوک ۷)

یہ آتما نہ کاٹا جا سکتا ہے ۔ نہ جلایا جا سکتا ہے ۔ نہ بھگویا جا سکتا ہے ۔ اور نہ سکھایا جا سکتا ہے ۔ یہ ہمیشہ رہنے والا ہے ۔ سب جگہ موجود ہے ۔ ستھر ہے ۔ اچل ہے ۔ اور پرانا ہے ۔ (ادھیائے ۲ ۔ شلوک ۲۴)

کرم کرنے میں ہی تیرا اختیار ہے ۔ اس سے پیدا ہونے والے پھل میں بالکل نہیں ۔ کرم کا پھل تیرا مقصد نہیں ہونا چاہیئے اور کرم نہ کرنے کی طرف تیری رغبت نہیں ہونی چاہیئے ۔ (ادھیائے ۲ ۔ شلوک ۴۷)

اس لئے تو ہمیشہ وہ کرم کر جن کو کرنا تیرا فرض ہے ۔ لگاؤ کے بغیر کرم کرنے سے ہی انسان موکش حاصل کر لیتا ہے ۔ (ادھیائے ۳ ۔ شلوک ۱۹)

ایک اکشر "اوم" یعنی برہم کا چنتن کرتا ہوا اور میرا دھیان کرتا ہوا جو شخص شریر کا تیاگ کرتا ہے ۔ وہ پرم گتی حاصل کرتا ہے ۔ (ادھیائے ۸ ۔ شلوک ۱۳)

اے گُڈاکیش ۔ سب پرانیوں کے دل میں رہنے والا آتما میں ہوں ۔ میں تمام جانداروں کا آغاز ۔ درمیان اور آخیر ہوں ۔ (ادھیائے ۱۰ ۔ شلوک ۲۰)

پہلے نہ دیکھا ہوا آپ کا ایسا روپ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں ۔ اور ڈر سے میرا من بیاکل ہو رہا ہے ۔ اس لئے اے دیو اپنا پہلا ہی سروپ دکھلایئے ۔ اے دیوتاؤں کے سوامی اے جگت کے آدھار ۔ مجھ پر پرسن ہو جئے ۔ (ادھیائے ۱۱ ۔ شلوک ۴۵)

جو سارے کام میرے ارپن کرتا ہے ۔ مجھ میں پرائن رہتا ہے ۔ میرا بھگت بنتا ہے ۔ دنیاوی کشش کا تیاگ کرتا ہے ۔ اور تمام پرانی ماتر میں بغیر کسی نفرت یا دشمنی کے رہتا ہے ۔ وہی مجھے پراپت کرتا ہے ۔ (ادھیائے ۱۱ شلوک ۵۵)

جو کسی جیو سے نفرت نہیں کرتا ۔ سب کا متر ہے ۔ دیاوان ہے ۔ موہ اور اہنکار سے بری ہے ۔ سکھ اور دکھ میں یکساں رہتا ہے ۔ کشماوان ہے ۔ ہمیشہ سنتوش ہے جس نے اندریوں کو بس میں کیا ہے ۔ جو مستقل مزاج ہے ۔ جس نے اپنی

بدھی اور من مجھے دیدیا ہے۔ ایسا میرا بھکت مجھے پیارا ہے۔ (ادھیائے ۱۲۔ شلوک ۱۳، ۱۴)

وہ روشنیوں کی روشنی ہے۔ اندھیرے سے پرے ہے۔ وہی گیان ہے۔ وہی جاننے لوگیہ ہے اور گیان سے جو پراپت ہوتا ہے۔ وہ بھی وہی ہے۔ وہ سب کے دل میں موجود ہے۔ (ادھیائے ۱۳۔ شلوک ۱۷)

مجھ میں لگن لگا۔ میرا بھکت بن۔ میرے لئے یگیہ کر۔ مجھے نمسکار کر۔ تو مجھے ہی پراپت کرے گا۔ یہ میری سچی پرتگیا ہے۔ تو مجھے پیارا ہے۔ سب دھرموں کو چھوڑ کر ایک میری ہی شرن لے۔ میں تجھے سب پاپوں سے مکت کروں گا۔ شوک مت کر۔ (ادھیائے ۱۸۔ شلوک ۶۵، ۶۶)

"آخری پرارتھنا"

گیتا کا سوادھیائے ہندوستان ہی نہیں۔ بلکہ دنیا بھر کے تمام سکولوں اور کالجوں میں لازمی ہونا چاہیئے۔ گیتا امتحانوں کے کورس میں شامل ہونی چاہیئے۔ تعلیم کی ہر ایک سکیم میں اس کتاب کو ایک ضروری جگہ ملنی چاہیئے۔ صرف وہی طریقہ تعلیم جس میں اور مضامین کے علاوہ اخلاقی اور روحانی تعلیم بھی شامل ہو۔ مکمل عملی اور موثر طریقہ تعلیم کہا جا سکتا ہے۔ آپ میں سے ہر ایک کو گیتا بہت غور سے پڑھنی چاہیئے۔ یہ ایک نہایت شاندار اور آتما کو بھڑکانے والی پستک ہے۔ جو آپ کے اوپر انتہائی شانتی۔ امرتا اور پرم آنند کی برشا کر سکتی ہے

بولو بھگوت گیتا کی جے۔ بھگوان کرشن کی جے۔ جنہوں نے اس سنسار کے لوگوں کے کلیان کے لئے ان کے سامنے گیتا رکھی۔ ان کا اشیرباد سب پر ہو۔ میری پرارتھنا ہے۔ کہ گیتا آپ کا مرکز۔ مقصد۔ اور منزل مقصود ہو۔ مبارک ہے وہ شخص جو ہر روز گیتا کا پاٹھ کرتا ہے۔ اور ہزار بار مبارک ہے وہ شخص جس نے گیتا کے گیان یعنی آتم گیان کا انوبھو کر لیا ہے۔

اوم شانتی۔ شانتی۔ شانتی

دُور نہیں

تو اے اسیر مکاں لامکاں سے دور نہیں ۔۔۔ وہ جلوہ گاہ تیرے خاکداں سے دور نہیں

وہ مرغزار کہ بیم خزاں نہیں جس میں ۔۔۔ غمیں نہ ہو کہ تیرے آشیاں سے دور نہیں

یہ ہے خلاصۂ علم قلندری کہ حیات ۔۔۔ خدنگ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

فضا تری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے ۔۔۔ قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

کہے نہ راہنما سے کہ چھوڑ دے مجھکو

یہ بات راہرو نکتہ داں سے دور نہیں
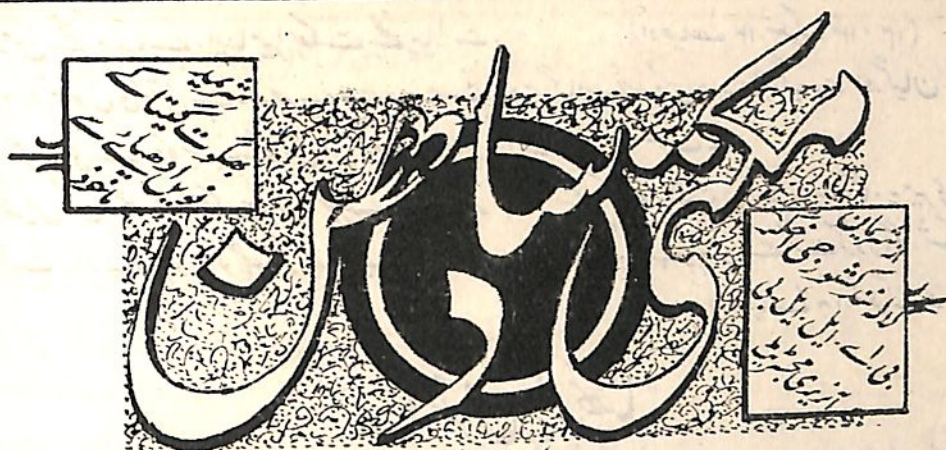
(خاص مکتی انک کیلئے)

جس طرح آکاش میں چلتی ہوا کو ہے قیام
ایشور کے بس میں ہر جاندار رہتا ہے مدام

اس جگت کا پالنے والا بھی وہ خالق بھی وہ
شاہد و مشہود وہ مشفق بھی وہ رازق بھی وہ

ہست وہ ہی نیست وہ ہی بادو باراں ہی وہی
زہر قاتل ہے وہی اور آب حیواں ہے وہی

عالمانِ وید جن کو سورگ کی ہو آرزو
سورگ کو پا لیتے ہیں بے شبہ وہ پاکیزہ خو

ختم ہو جاتا ہے لیکن سورگ کا پھل جس گھڑی
لوٹ آتے ہیں اسی دنیائے فانی میں سبھی

دیوتاؤں کے پجاری بھی ہیں ایشور کو عزیز
وہ مگر گمراہ کتنے ہیں نہیں ان کو تمیز

عارضی سکھ بھوگ کر پھر رنج و غم سہتے ہیں وہ
بار بار آواگون کے پھیر میں رہتے ہیں وہ

ایشور کے بھگت مر کر جنم پھر پاتے نہیں
اس جہان رنج و غم میں لوٹ کر آتے نہیں

مردِ فاسق بھی اگر یادِ خدا کرنے لگے
اور جذب شوق سے وحدت کا دم بھرنے لگے

رفتہ رفتہ وہ حقیقت آشنا ہو جائے گا
نیک خصلت نیک سیرت پارسا ہو جائے گا

ایشور کا بھگت ہرگز ہو نہیں سکتا تباہ
چاہے اس کا نامۂ اعمال ہو کتنا سیاہ

اس جہاں میں کارہائے خوب جو کرتا رہے
اور ایشور سے انہیں منسوب جو کرتا رہے

ایشور کو پا کے ہر دم شاد ہو جاتا ہے وہ
قیدِ مرگ و زیست سے آزاد ہو جاتا ہے وہ

شنکل کرشن گتی!

دیویان ۔ پتریان

از قلم شریمان پنڈت مل ناتھ جی شرما

خاص مکتی انک کیلئے

دیویان، پتریان مارگ کیا ہیں۔ اس کے متعلق کچھ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ دیویان مارگ سے جانے کے ادھیکاری (مستحق) کون ہوتے ہیں۔ اور پتریان مارگ سے جانے کے ادھیکاری کون؟ وُہ کن کن لوکوں (عوالم) میں جاتے ہیں۔ اور وُہ لوک ہیں کیا چیز اور اُن میں جاتی کیا چیز ہے؟

ویدانت شاستر میں خصوصاً "مکتی" دو بھید مانے گئے ہیں ۔۔۔ ایک سدیو مکتی (सद्योमुक्ति) اور دوسری کرم مکتی (क्रममुक्ति) سدیو مکتی کے ادھیکاری کو کسی بھی دوسرے لوک (عالم) میں جانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے متعلق شرتیاں یہی کہتی ہیں۔

"न दस्य प्राणा ह्युत्क्रामन्ति अत्रैव समवलीयन्ते तस्मात्तत्सर्वम भवत्
नह्यैव सन् ब्रह्माप्येति ।"

"اُس کے پران اُتکرانتی یعنی ارتقا کو حاصل نہیں کرتے، یہیں برہم میں محو ہو جاتے ہیں، وغیرہ۔ اور جو برہم (ہستی مطلق) کے اُپاسک ہوتے ہیں۔ وُہ کاریہ برہم لوک میں جاتے ہیں۔ اُن کے متعلق شرتی کہتی ہے۔

"स यथाकामो भवति तत्क्रतुर्भवति यत्क्रतुर्भवति तत्कर्म कुरुते,
यत्कर्म कुरुते तदभिसम्पद्यते ।" (बृहदारण्यक ४।४।५)

"क्रतुमयः पुरुषो यत्क्रतुरस्मिन् लोके भवति तथेतः प्रेत्य भवति ।"
(छान्दोग्य ३।१४।१)

مختصر مطلب یہ کہ جو شخص برہم کی اُپاسنا کرتے ہیں۔ وُہ کاریہ برہم لوک میں جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ نیشٹھک برہمچاری اور نشکام یگیہ وغیرہ کرم کرنے والے بھی برہم لوک میں جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

منڈوکیہ اپنشد ادھیائے پہلا منڈل پانچواں منتر سولہویں میں آتا ہے۔ کہ اگنی کی سات زبانوں (لپٹوں) میں مناسب وقت پر شاستروں کی کہی گئی ہدایات یعنی ودھی کے مطابق آہوتیاں دینے والے کو بھی یہ آہوتیاں سورج کی کرنوں کے ذریعہ برہم لوک میں لے جاتی ہیں۔ اسی طرح نیشٹھک برہمچاری وغیرہ کے لئے بھی شاستروں میں بیشمار ثبوت

ملتے ہیں۔ کہ وُہ اُتر مارگ (شمالی راستے) سے برہم لوک ہی میں جاتے ہیں۔ نیز جو یگیہ اَنوشٹھان، باوَلی، کنوآں اَور تالاب وغیرہ بنانے کے کامیہ کرم (فعل بالمقصد) کرتے ہیں۔ وُہ پِتری لوک (چندر لوک) میں جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

الغرض اُپاسک وغیرہ کار یہ برہم لوک میں جاتے ہیں۔ اَور کرمی (صاحب کردار) چندر لوک میں جاتے ہیں۔

کار یہ برہم لوک پرجاپتی، نام کا تارا ہے۔ جو تقریباً تمام اجرام فلکی سے بڑا اور اُن کا خالق یعنی پیدا کرنے والا مانا جاتا ہے اور جو کرانتی ورت یعنی مدار شمس (آفتاب کی ظاہری گذرگاہ گردش) سے اٹھتیس ۳۸ انش (ڈگری) شمال کی طرف واقعہ ہے۔ بھوشیہ پُران کے ادھیائے دُوسرے کے شلوک تیسرے میں اس لوک کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ وُہ لوک ہی برہما، وشنو اَور شنکر ہے نیز وُہ جوالاؤں (شعلوں) سے معمور کروڑوں آفتابوں کی مانند پُر نور، تیجومئی اگنی مئے لوک ہے۔ مختصراً ——— غیر مستحق لوگوں کے لئے نایاب و ناقابلِ رسائی۔ برہما کی پوری یا برہم لوک ہے۔ اسی برہم لوک میں وِدیا (اُپاسنا) کے زور سے دیویان مارگ کے ذریعے اُپاسک پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح کرم کرنے والے (اہل عمل) بھی پِتری یان کے راستے چندر لوک میں جاتے ہیں۔ چاند ہی پتروں کے رہنے کا مقام ہے۔ مذکورہ بالا سارے بیان کا لب لباب یہ ہے۔ کہ "پرجاپتی" تارا ہی برہم لوک ہے۔ اَور چندرما پِتری لوک ہے۔

مرنے کے بعد جانداروں و انسانوں کے کثیف اجسام یعنی ستھول شریر اسی جگہ رہ جاتے ہیں۔ اَور سوکشم شریر (لنگ شریر) اپنے افعال (کرموں) کے مُطابق برہم لوک، پِتری لوک وغیرہ میں جاتے ہیں جب مَوت کے بعد لنگ شریر (جسم لطیف) کا برہم لوک وغیرہ میں دیویان اَور پِتریان مارگ کے ذریعے جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ تب قابل غور امر یہ ہے۔ کہ دیویان اَور پِتریان کن مارگوں (راستوں) کے نام ہیں۔ اَور اُن کے سوَروپ (شکل و صُورت) اَور بھید (نوعیّت) کیا ہیں؟ مندرجہ ذیل یجروید اور رِگ وید کا منتر واضح کرتا ہے۔ کہ دیویان اَور پِتریان الگ الگ راستے ہیں۔

"द्वे सृती अश्रृणवं पितृणामहं देवानामुत मर्त्यानाम् ।
ताभ्यामिदं विश्वमेजत् समेति यदन्तरा पितरं मातरं च ।"
(यजुर्वेद १९।४७; ऋग्वेद १०।८८।१५)

" دُیُولوک (کرۂ فلک) اَور پرتھوی لوک (کرۂ ارض) کے درمیان انسان کے جانے کے لئے میں نے دو ۲ راستے سُنے ہیں جنمیں ایک کا نام دیویان اَور دُوسرے کا نام پِتریان ہے۔ انہی دونوں راستوں سے تمام سنساری (مخلوق ارضی) آتے جاتے ہیں۔

دیویان کے متعلق شرتی کہتی ہے:۔ ———

جو پنچ اگنی وِدیا (جس کا بسیط بیان چھاندوگیہ اُپنشد پانچویں ادھیائے کے چوتھے منڈل سے لے کر نویں ۹ منڈل تک چھپا ہُوا ہے۔) کو جانتے ہیں کہ ——— ہم دُیُولوک (کرۂ فلک) سے اگنی کرم یا اگنی کے سلسلے سے یہاں بھُولوک یعنی کرۂ ارض پر آئے ہیں۔ اس لئے ہم پنچ اگنی صفت ہیں۔ اس گیان کو جاننے والے جنگلوں میں جاکر جو شردھا وعقیدت کے لئے تپ (ریاضت) کرتے ہیں۔ یعنی جو ساکار برہم کی اُپاسنا کرتے ہیں۔ وُہ مرنے کے بعد اگنی کی سوکشم جوالا (لطیف لپٹ یا شعلہ) کی مانند ہو کر پہلے اگنی کی جوالا کو مارگ (راستہ یا منزل) بناتے ہیں۔ آگے دن کو مارگ بناتے ہیں۔ اس کے بعد رات ہونے پر شکل پکشش (چاندنی راتوں) کو، اُترائن (شمالی راہ شمس) کے چھ مہینوں کو، سمت کو، آدتیہ (آفتاب) کو، کرۂ مہتاب

یعنی چندر ما نامی نکشتر کو، غرضیکہ اس طرح ایک کے بعد دوسرے، دوسرے کے بعد تیسرے کو مسلسل مارگ بناتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ پھر برہم لوک سے امانو پرش (مافوق البشر ہستی) آکر ان کو برہم لوک میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ دیویان مارگ ہے۔ یہ دیویان برہم پنتھ ہے۔ اس سے جانے والے واپس لوٹ کر نہیں آتے۔ لیکن برہم لوک میں جا کر اپنی سادھنا و ریاضت کے سرمایہ کو بڑھا کر برہما کے ساتھ ہی مکت ہو جاتے ہیں۔ اس طرح بھگوان نے گیتا میں بھی کہا ہے۔

अग्निर्ज्योतिरहः शुक्लः षण्मासा उत्तरायणम् ।
तत्र प्रयाता गच्छन्ति ब्रह्म ब्रह्मविदो जनाः ॥ (गी: ८।२४)

ارتھ:- "ان دو طرح کے مارگوں میں سے جس مارگ میں پُر نور اگنی ابھیمانی دیوتا ہے۔ اور دن کا ابھیمانی دیوتا ہے۔ اور شکل پکش (چاندنی راتوں) کا ابھیمانی دیوتا ہے۔ اور اُترائن کے چھ مہینوں کا ابھیمانی دیوتا ہے۔ اس مارگ میں مر کر گئے ہوئے برہم ویتا یعنی پرمیشور کی اُپاسنا سے پرمیشور کو پروکشیہ بھاؤ سے (غیبی طور پر) جاننے والے یوگی لوگ متذکرہ بالا دیوتاؤں کے ذریعے بتدریج لے جائے گئے۔ برہم کو پراپت ہوتے ہیں یعنی وصال باریتعالیٰ سے کامیاب ہوتے ہیں۔" اس کا لب لباب یہی ہے کہ اگنی، جوالا، دن، اور شکل پکشیہ کے چھ مہینے ——— اس طرح کے مارگ سے گئے ہوئے برہم ویتا (اُپاسک) برہم لوک کو حاصل کرتے ہیں۔

"دن، شکل پکشیہ، اُترائن کے چھ ماہ" یہ تمام الفاظ کال یعنی زمان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح آدیتہ (سورج)، چندرما (چاند)، ودیوت (برقی کرہ) وغیرہ الفاظ خاص خاص لوک (کرہ، مکان یا پنڈ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں زمان اور مکان کے نام بیان کردہ 'دیویان'، اور 'پتریان' راستوں کے تعلق سے بار بار آتے ہیں۔ اس لئے مارگ (راستہ) کا کیا سوروپ ہونا چاہیئے۔ اسی الجھن میں پڑھ کر بھاشیہ کاروں (تشریح کنندگان و مترجمان) اور سوتر کاروں نے ان (زمان و مکان) کے ابھیمانی دیوتاؤں (مہتمم طاقتوں) کی کلپنا (تصور) کی ہے۔ ورنہ یہاں پر شرتی اور سمرتیوں کا مطلب اتنا ہی ہے کہ دیویان مارگ پرکاش مئے (منوّر و روشن) ہے جسمیں پہلے یجمان (جانے والا) اگنی (آگ) اور جیوتی (روشنی) کی صورت میں تبدیل ہوتا ہے۔ اس امر کی تائید برہدارنیک اُپنشد اپنے ادھیائے چھٹے کے چوتھے منڈل کے دوسرے منتر میں کرتی ہے۔

یہ شرتیاں اور برہم سوتر بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ ستھول دیہہ سے نکلتے وقت اور اس کے اندر رہتے وقت لنگ شریر جولن (اگنی و جوالا یا آگ و جیوتی) ہو جاتا ہے۔ اس جولن۔ شبد اور ارچی یا جیوتی اور اگنی جیوتی کا ایک ہی مطلب ہے۔ مقصد یہ کہ اُپاسک کا لنگ شریر پرکاش روپ یعنی سراپا نور ہوتا ہے۔ اور وہ ستھول شریر سے نکلتے ہی دن کی روشنی کو مارگ (راستہ) بناتا ہے۔ اُپاسک کا لنگ شریر پرکاش مئے (پُر نور) ہوتا ہے۔ لہذا وہ پرکاش کا ہم جنس ہوتا ہے۔ دن بھی پرکاش مئے ہوتا ہے۔ اس لئے پرکاش مئے لنگ شریر کا پرکاش مئے دن کو مارگ بنانا یُکتی یُکت (قرین دلیل) ہی ہے۔ اُپاسک کا لنگ شریر منوّر ہونے کی وجہ سے دن سے روشنی دستیاب ہو جانے پر جہاں دن کو اپنا مارگ بناتا ہے، وہاں رات کے وقت روشنی کی ضرورت رکھتا ہوا چاند کی روشنی کو مارگ بناتا ہے۔ نیز اگر یہ واقعہ اُتر دھروستھان (مقام قطب شمالی) پر ہو تو اُترائن کال (شمالی راہ شمس) کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ اُترائن کے بغیر وہاں دن ہوتا ہی نہیں۔ اس لئے شرتی میں اُترائن کے چھ ماہ لئے گئے ہیں۔ اُترائن کے بعد سنوتسر لیا گیا ہے۔ ارچش کے بعد (مرنے کے بعد جوالا میں تبدیل ہوا شریر) سال بھر کا راستہ تو زمان یا کال سے تعلق رکھتا ہے ... کو چھایا روپ (سایہ

صُورت) رات کی تاریکی اور چندر ما کی چھایا (کرۂ قمر کے سایہ) کے اندھکار کے سدِراہ بننے کا اندیشہ رہتا ہی ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ پرتھوی سے لے کر برہم لوک تک برہم مارگ یکسر منوّر ہے۔ تاہم پہلے سطح زمین سے سوریہ لوک (کرۂ شمسی) تک سورج کے پرکاش سے منوّر رہتا ہے۔ دن کے وقت تو سُورج کی روشنی رہتی ہی ہے۔ اور رات کے وقت چاند کی روشنی بھی درحقیقت سوُرج ہی کا نور ہے۔ اُتر دھرو استھان (مقام قطب شمالی) پر اُترائن (خط معدل النہار کی شمالی جانب) ہونے کی وجہ سے سُورج کا پرکاش رہتا ہے۔ لہٰذا سطح زمین سے سوریہ لوک (کرۂ شمسی) تک آفتاب کا پرکاش، آگے کرۂ مہتاب یعنی چندر لوک کا پرکاش ملتا ہے۔ دیو مارگ کا تذکرہ کرنے والی شرتی میں جو چندر ما لکھا گیا ہے۔ اس سے پتری مارگ کا چندرما نہیں لینا چاہئے۔ کیونکہ پتریان مارگ سے جانے والے اس مارگ سے جا ہی نہیں سکتے۔ دکشن یان مارگ سے جانے والے کو اس چندرما کی پراپتی ہوتی ہی نہیں۔ تب پتری مارگ کا چندرما کیونکر لیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا دیو مارگ سے تعلق رکھنے والی شرتی کا چندرما اس سے الگ ہی ہونا چاہیئے جس چندرما کو ہم دیکھتے ہیں جس کا رات کے وقت سطح زمین پر اُجالا ہوتا ہے۔ وُہ چندرما تو پرتھوی کا اپگرہ یعنی زمین کا تحت کرہ ہے۔ جو دوسرے اجرام فلکی کی نسبت زمین سے نزدیک ہے۔ لیکن دیو مارگ کا پتہ دینے والی شرتی میں تو چندر لوک، سوریہ لوک کے بھی بعد بیان کیا گیا ہے۔ جیوتش شاستر کے حساب سے اس طرح کے چندرما ایک طرح کے وکاری تارا (تبدیلی پذیر اجرام) ہوتے ہیں۔ جو چندرما کی مانند گھٹنے بڑھنے کی وجہ سے "سوم تارا" کہلاتے ہیں۔ "جیوتر گنست" "کا نکشترا دھیائے" "بھوگول چتر" اور "جیوتر ونود" نامی گرنتھوں کے مطالعہ سے ان وکاری تاراتمک چندرماؤں (بدلتے رہنے والے تارے جنہیں چندرما کا نام دیا جاتا ہے۔) کا اچھی طرح علم ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس دیو مارگ سے جانے والوں کے لئے پرتھوی سے سوریہ تک تو سوریہ کا پرکاش ملتا ہے۔ آگے چندرما نامی نکشتر (کرہ یا تارا) کا پرکاش ملتا ہے۔ اسی طرح اس کے آگے "ودیوت" نام کے نکشتر کا پرکاش میسّر آتا ہے۔ نیز اس کے آگے "برہم لوک" کا پرکاش نصیب ہوتا ہے۔ اس طرح دیو مارگ زمین سے لے کر برہم لوک تک سرتاسر۔ منوّر اور پرکاش میئے رہتا ہے۔ اُترائن کے وقت یعنی آفتاب کے خط معدل النہار کی شمالی جانب سفر کرنے کے دوران (ہمارے ہاں کے گرمیوں کے چھ ماہ) میں پرتھوی کی چھایا تو تقریباً دکشن (جنوب) میں رہتی ہے۔ اور آفتاب زمین سے شمال کی جانب رہتا ہے۔ اور شمال ہی دیوتاؤں کا مقام ہے۔ نیز اُتر یعنی شمال ہی میں برہم لوک ہے۔ لہٰذا اُترائن میں دیویان پرتھوی سے لے کر برہم لوک تک ٹھیک سیدھا رہتا ہے۔ اس سیدھے دیویان ہی سے جانے کے لئے بھیشم پتامہ نے اُترائن کا انتظار کیا تھا۔ اور جب سُورج نے خطِ معدل النہار کی شمالی جانب اپنا سفر اختیار کیا تب ہی اپنے پران چھوڑے۔

جب دکشنائن ہوتا ہے۔ تب سُورج خطِ معدل النہار کی شمالی جانب اپنا سفر اختیار کرتا ہے۔ اور اس دوران میں اُتر دھرو ستھان (قطب شمالی کے مقام) پر متواتر چھ ماہ تک رات رہتی ہے۔ چونکہ برہم لوک ہمیشہ اُتر (شمال) ہی میں رہتا ہے۔ اس لئے اس وقت رات ہونے کی وجہ سے پہلے چندرما کے پرکاش میں مرتیو سے ستھول شریر الگ ہوتے لنگ شریر کی گتی (پرواز یا سفر) کا آغاز ہوتا ہے۔ آگے جنوب میں واقعہ سوریہ لوک سے ہو کر آخیر میں وُہ لنگ شریر شمال کی جانب برہم لوک میں چلا جاتا ہے۔ مگر یہ راستہ ذرا ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بھولوک (کرۂ زمین) سے جنوب کی طرف جا کر وُہ لنگ شریر پھر اُتر یعنی شمال کی طرف جاتا ہے۔ الغرض اُترائن کال میں بھولوک سے برہم لوک تک دیویان نہایت سیدھا اور سرل (آسان) رہتا ہے۔ اور وہی دکشنائن کال میں ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اس میں سیدھا پن، سرلتا اور ٹیڑھا پن ہی آسانی، پاکیزگی اور تکلیف و غیر پاکیزگی کا باعث ہے۔ اس لئے سرل و سیدھا دیویان ٹیڑھے دیویان سے آسان

اور پاکیزہ مانا گیا ہے۔

دیویان کے متعلق بحث کرنے والی شُرتی میں لنگ شریر (جسم لطیف) کا تیج مئے (پُر جلال و پُر نور) ہونا ہی " ارچی" (आर्चि) کو حاصل کرنا ہے۔ یعنی شعلہ یا نور کی لپٹ سے ہمکنار ہونا ہے۔ اور پرتھوی سے سُوریہ تک سارے مارگ کو نور سے وابستہ رکھنے کے لئے دن، شُکل پکش (چاندنی راتیں) اور اُترائن یہ زمان کو ظاہر کرنے والے ہیں، نیز سُوریہ سے برہم لوک تک سارا مارگ منور رکھنے کے لئے چندر، ودیوت ——— پنڈ آتمک لوک میں یعنی کرّی عالم یا اجرام ہیں۔ شاستر میں دیویان کو شُکل گتی بتایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ پرتھوی سے سُوریہ لوک تک سُوریہ کا پرکاش رہتا ہے۔ سُوریہ لوک سے چندر لوک تک چندر نامی نکشتر کا، چندر سے ودیوت لوک تک ودیوت نکشتر (تارے) کا اور ودیوت نکشتر سے برہم لوک تک برہم لوک کا پرکاش رہتا ہے۔ یہ پرکاش کی سیدھی ریکھا یعنی نور کا سیدھا خط پرتھوی سے برہم لوک تک کھچا رہتا ہے۔ اسی تیجو مئے ریکھا یعنی پُر نور خط کا شُکل گتی کے نام سے گیتا میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی مارگ سے برہم لوک میں جانے کے ادھیکاری مرنے کے بعد لنگ شریر میں سفر کرتے ہیں۔

دیویان ——— شکل گتی کا ذکر تو اوپر کر دیا گیا ہے۔ اب پتریان ——— کرشن گتی کے متعلق ذکر کرنا باقی ہے۔

چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۵، منڈل ۱۰ کے تیسرے منتر میں کہا گیا ہے ———

" اِشٹ یعنی اگنی ہوتری وغیرہ ویدک کرم، پُورت یعنی کنوآں، باولی، تالاب یا دھرم شالہ، مندر بنوانا، دت یعنی مستحق شخص کو دان دینا۔ ان کرموں (افعال نیک) کے ذریعہ جو گاؤں، قصبہ یا شہر ہی میں رہ کر اُپاسنا کرتے ہیں۔ وہ مرنے کے بعد دھُوم یعنی دھوئیں کے ہم جنس ہونے کے سبب پہلے دھوئیں کی صورت ہو کر دھوئیں ہی کو اپنا مارگ بناتے ہیں آگے دھوئیں سے رات کے اندھیرے کو رات سے کرشن پکش (اندھیری راتوں) کے اندھیرے کو کرشن پکش سے دکشنائن کے اندھیرے کو مارگ بناتے ہوئے آگے چلے جاتے ہیں۔ یہ سنوتسر کو پراپت نہیں ہوتے، کیونکہ سنوتسر دوسرے حساب سے وجود میں آتا ہے۔ وہ سُورج سے اور اُترائن سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسے سدھانت شرومنی، مدھیما ادھیکار، شلوک ۱۲ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ " سال" چھماہی، رتو یعنی موسم، یگ (زمانہ) وغیرہ سَور مان یعنی شمسی گردش کے اعتبار سے وجود میں آتے ہیں"۔ نیز سُورج ان کرمیوں (متذکرہ بالا نیک افعال کرنے والوں) کا سدِ راہ ہوتا ہے۔ وہ خود اندھکار مئے (تاریکی سے معمور یا اگیانی) اور اندھکار کے ہم جنس ہیں۔ اس لئے ان کا سنوتسر کو پراپت نہ ہونا ہی قرینِ دلیل ہے۔

چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۵، منڈل ۱۰ کے چوتھے منتر میں کہا گیا ہے۔ ———

" متذکرہ بالا کرمی (اسی ادھیائے اور اسی منڈل کے تیسرے شلوک میں بیان کئے گئے۔) دکشنائن کے چھ مہینوں سے پتری لوک کو پتری لوک سے آکاش کو مارگ بناتا ہے۔ اور آکاش سے چندر کو حاصل کرتا ہے۔ یہ سوم راجا پتروں کا ان یعنی بھوگیہ استھان (بھوگنے کی جگہ) ہوتا ہے۔ اس کو پتر بھکشن کرتے (کھاتے) ہیں۔ یعنی بھوگتے ہیں۔ گویا سوم ——— چندرما پر جمع ہوئے اپنے امرت رُوپی سوکشم پھلوں کو بھوگتے ہیں۔ یعنی اپنے نیک افعال کے چندر ما پر اکٹھے ہوئے نہایت شیریں لطیف نتایج یا میٹھے پھلوں کا لطف اٹھاتے ہیں"۔

پتریان میں چھ ماہ کے بعد جن پتری لوک اور آکاش لوک کا ذکر آیا ہے۔ وہ کیا ہیں۔ اور کہاں پر ہیں؟ اس سوال کا جواب اتھروید کے ایک منتر سے ملتا ہے۔

"[illegible]"

तृतीया ह प्रद्यौरिति यस्यां पितर आसते ॥" (अथर्व० १८।२।४८)

اُدونتی ——— پانی والی یعنی جس میں پانی بھرے بادل رہتے ہیں۔ یعنی جہاں سے بادل بارش کرنا شروع کرتے ہیں۔ وُہ دیَو ——— پتری لوک یا آسمانی حصّہ۔ اوما ——— پہلا پتری لوک ہے۔ پیلُم تنیت مدھیما ——— جس آکاش (آسمان) میں پانی کے لطیف پرمانوں یا ذرّے رہتے ہیں۔ وُہ مدھیہ کی دیَو یا درمیانی پتری لوک ہے۔ یعنی درمیان کی دیَو ہی انترکش کا (آسمانی) پتری لوک ہے۔ تیسری یقیناً "پردیَو" نام کی دیَو (پتری لوک) ہے۔ جس میں پتر بیٹھتے ہیں۔ یہ تیسری "پردیَو" چندر لوک ہے۔ جس کی سطح پر جاکر پتر بیٹھتے ہیں۔ یا قیام کرتے ہیں۔ اس منتر کے نصف ثانی یعنی دوسرے چرن سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوتی ہے۔ کہ پتری لوکوں میں سے پتری لوک اور انترکش لوک میں پتر ٹھیرتے ہیں۔ اور تیسری "پردیَو" یعنی چندر لوک میں پتر نواس کرتے ہیں۔ اس لئے پہلے پتری لوک اور انترکش لوک کو چندر لوک کے مارگ میں محض سٹیشن سمجھنا چاہئیے۔ لُب لباب یہ ہے کہ کرمی (صاحب نیک عمل) کا لنگ شریر اندھکار کا سجاتیہ (ہم جنس وہم ذات) ہوتا ہے۔ لہذا وُہ اندھکار ہی میں چل سکتا ہے۔ اس لئے شرُتی میں اس کا مارگ (پتریان) راتری کرشن پکش (اندھیری راتوں) اور دکشنائن رُوپ اندھکار ہی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ یعنی پتریان اندھکار مئے (پُر از تاریکی) ہے۔ اس لئے اس کا کرشن گتی (کرشن مارگ یا تاریک راستہ) کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ کرمی پہلے راتری رُوپ (شب صورت) زمین کی چھایا میں چلتا ہے۔ آگے کرشن پکش ہونے پر چندرما کی چھایا میں چلتا ہے۔ کیونکہ کرشن پکش میں چندرما کی چھایا سطح زمین کی طرف رہتی ہے۔ اس لئے کرشن پکش کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر یہ گھٹنا (واقعہ) اُتّر دھروستھان (قطب شمالی کے مقام) پر ہو تو چھ ماہ تک دن ہی دن رہتا۔ لہذا دکشنائن کی بھی ضرورت ہے۔ دکشنائن کے بغیر یہاں اندھکار ملتا ہی نہیں۔ اس لئے پتریان سے جانے والے کے لئے اگر راتری کرشن پکش اور دکشنائن ہو تو وُہ سیدھا چندر لوک میں چلا جاتا ہے۔ کیونکہ پرتھوی کی چھایا اور چندرما کی چھایا ہی پتریان ہے۔ وُہ موافق رہنے پر پتریان سرل یا سیدھا رہتا ہے۔ ورنہ اس میں ٹیڑھا پن آجاتا ہے۔ اس کا مفصّل بیان آگے کیا جائے گا۔

دیویان کے بھید

سطور الصدور میں دیویان کے متعلق کچھ تبصرہ ہو چکا ہے۔ لیکن یہ واضح کرنا ابھی باقی ہے۔ کہ دیویان کے کتنے بھید (اقسام) ہیں۔ اگرچہ دیویان ایک ہی ہے تاہم پرتھوی (زمین) کے اختلافِ مقام کے اعتبار سے اس (دیویان) میں کچھ بھید پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دورانِ گردش کرۂ ارض کے مقامات کی تبدیلی و اختلاف سے اختلافِ زمان وقت یا کال بھید بھی رونما ہوتا ہے اور کال بھید سے اس (دیویان) میں بھی بھید ہونا ناگزیر ہے۔ جیسے ——— اترائن کال یعنی آفتاب کے خطِ معدل النہار سے شمالی جانب واقع رہنے کے دوران میں دیویان مارگ پرتھوی سے برہم لوک تک سرل یا سیدھا رہتا ہے۔ اور وہی دکشنائن کال یعنی آفتاب کے خطِ معدل النہار سے جنوبی طرف واقع رہنے کے دوران میں ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے دیویان مارگ کے بڑے دو ہی بھید ہو سکتے ہیں۔

سرل دیویان مارگ

پہلے اس امر کا کچھ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ دیویان مارگ سے برہم لوک میں جانے والے پرانیوں کا سُوریہ لوک میں

سے ہو کر جانا ناگزیر و لابدی ہے۔

چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۸، منڈل چھٹے کے پانچویں منتر سے ظاہر ہے جس کا نفس مطلب یہ ہے ــــــ

"اُپاسک کا لِنگ شریر ستھول شریر سے اُتکرمت ہوتے (نکلتے) ہی منو ویگ (من یعنی ذہن کی سرعت) سے سُوریہ لوک میں چلا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ سُوریہ لوک ہی برہم لوک کا دروازہ ہے"۔ نیز یہ بھی پہلے بتلایا گیا ہے۔ کہ برہم لوک پرتھوی سے شمال کی طرف ہے اس بھُولوک (کرۂ ارض) سے برہم لوک میں جانے والے کے لئے سُوریہ لوک ان دونوں (بھُولوک اور برہم لوک) کے درمیان آتا ہے۔ نیز بھُولوک، سُوریہ لوک اور برہم لوک ایک سیدھے خط میں واقعہ ہوتے ہیں۔ (خاکہ نمبر ا ملاحظہ فرمایئے) خاکہ نمبر ا میں پرتھوی کے "ا" اور "د" کے نشانات سے لے کر "ا" "ب" "ج" اور "د" "ر" "س" ان دونوں پہلوؤں یا اطراف کے بیچ میں ہوتا ہوا اور سُوریہ لوک کو بھی چھُوتا ہوا جو مارگ برہم تارا نامی برہم لوک میں چلا جاتا ہے۔ یہی پرکاش مئے یعنی منوّر سرل دیویان مارگ ہے۔ اسی کو برہم پتھ بھی کہتے ہیں۔ اسی سرل مارگ سے جانے والے سادھک ادھر اُدھر کہیں نہ بھٹک کر سیدھے منو ویگ (من کی رفتار) سے برہم لوک میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں برہم تارا = برہم لوک، سُوریہ = سُوریہ لوک، پرتھوی = پرتھوی لوک یا بھُولوک، چندر = چندر لوک۔ پرتھوی کے "ا" "د" نشانات سے لے کر "ا، ب، ج" اور "د، ر، س" دو خطوط کے بیچوں بیچ ہوتا ہوا اور سُوریہ لوک سے چھُوتا ہوا جو مارگ برہم تارا نام کے برہم لوک میں چلا جاتا ہے۔ یہی پرکاشاتمک (پُرنور) شکل گتی نامی سرل دیویان ہے۔ نیز پرتھوی (زمین) کے آدھے حصہ "ا" اور "د" نشانات یا نقاط سے لے کر "م" سے "اور "ن" سے" خطوط کے بیچوں بیچ جو "ے" نقطہ تک اندھکار مئے (تاریک) کالا کالا مارگ سا دکھایا گیا ہے۔ یہ پتریان کا ایک حصہ ہے اس میں جو کالا پن دکھایا گیا ہے۔ وہ زمین کی چھایا (سایہ) ہے۔ پرتھوی کی چھایا ہی کا نام رات ہے۔ چاند گرہن کے وقت یہی پتریان مارگ بنتا ہے۔

سرل دیویاں خاکہ نمبر ا

اُتراین کے کال میں

برہم لوک

برہم تارا

سُوریہ لوک

پرتھوی

آفتاب کی ظاہری راہ گردش

ترِیگ (ٹیڑھا) دیویان

پہلے یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ اُتراین میں دیویان مارگ پرتھوی سے لیکر برہم لوک تک سیدھا رہتا ہے۔ مگر یہ نہیں بتلایا گیا۔ کہ دکشناین میں اس کی حالت کیسی ہو جاتی ہے۔ خاکہ نمبر ا میں دیویان کے جو سیدھے خطوط ہیں۔ وہی خاکہ

نمبر ۲ میں ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ برہم لوک، تو پرتھوی سے اُتر یعنی شمال میں ہے۔ اور دکشنائن (جنوب) میں سُورج لوک پرتھوی سے دکشن (جنوب) میں چلا جاتا ہے۔ نیز بھُولوک سے جانے والے کو سُوریہ لوک میں سے ہو کر جانا ضروری اور ناگزیر ہے۔ اس لئے خاکہ نمبر ۱ میں جو "ا، ب، ج" اور "د، ر، س" خطوط برہم لوک کو جاتے ہیں۔ وُہ ہی دکشنائن کے کال کے خاکہ نمبر ۲ میں "ا، ب، ج" اور "د، ر، س" کی طرح ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اترائن میں تو سُوریہ پرتھوی سے شمال میں رہنے کے سبب برہم لوک کے جانے والوں کو راستے ہی میں پڑتا ہے۔ مگر دکشنائن میں سُوریہ تو پرتھوی سے جنوب میں چلا جاتا ہے۔ اور برہم لوک پرتھوی سے شمال میں رہ جاتا ہے۔ اس لئے دکشنائن میں مرنے والے سادھکوں کو پہلے تو پرتھوی سے جنوب میں واقعہ سُوریہ لوک میں "ا، ب" اور "د، ر" خطوط کے بیچوں بیچ ہوتے ہُوئے جانا پڑتا ہے۔ اور بعد میں سُوریہ لوک سے برہم لوک میں "ب، ج" اور "ر، س" خطوط کے درمیان سے ہو کر اُلٹا برہم لوک کیطرف لوٹنا پڑتا ہے۔ اسی لئے یہ مارگ ذرا ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دیویان مارگ سے جانے والوں کے لئے دکشنائن کال کی نسبت اُترائن کال کو اچھا اور مُبارک مانا گیا ہے۔ اُترائن کال میں دیویان سیدھا برہم لوک کو چلا جاتا ہے۔ اور دکشنائن میں مرنے والوں کو ٹیڑھا مارگ طے کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے بھیشم جی نے سیدھے مارگ سے جانے کے لئے اُترائن کا وقت آنے تک پرانوں کو نہیں چھوڑا تھا۔ کیونکہ وُہ اس ضمن میں پُوری پُوری واقفیت رکھتے تھے۔ لہٰذا دیویان مارگ کے دو بھید ہو جاتے ہیں۔ اس بات کو وید بھی بتلاتا ہے۔

"तिस्रो द्यावः सवितुर्द्वा उपस्थामेका यमस्य भुवने विराषाट्।
आणिं न रथ्यममृताधि तस्थुरिह ब्रवीतु य उ तच्चिकेतत् ॥" (ऋ० १।३५।६)

ٹیڑھا دیویان خاکہ نمبر ۲
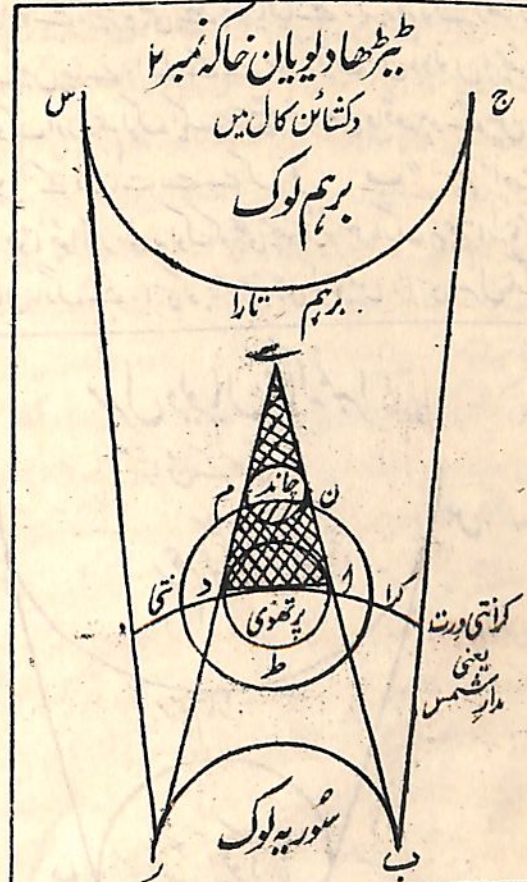
خاکہ نمبر ۱ میں جو "د، م، ے" اور "ا، ن، ے" خطوط کے بیچ میں پرتھوی کی چھایا رُوپی رات دکھائی گئی ہے۔ اس کا اندھکار کچھ گہرا دکھایا گیا ہے اور یہی خاکہ نمبر ۲ میں ہلکا دکھایا گیا ہے۔ اس کا کارن یہ ہے۔ کہ یہاں رات کو چندرما کے ذریعے منور دکھایا گیا ہے۔ کیونکہ قطبِ شمالی کے مقام پر دکشنائن میں چھ ماہ تک رات رہتی ہے۔ اس لئے شکل پکش (چاندنی راتوں) کے بغیر اُپاسک کی گتی (چال) کا آغاز ہی نہیں ہوتا۔

ارتھ: تین طرح کے روشن و پُرتنویر یا پرکاش مان مارگ ہیں جن میں سے دو تو سُوریہ کے نزدیک سے ہو کر جانے والے ہیں۔ اور ایک مارگ یم لوک میں جانے والا ہے۔ اور جس لوک میں کرمی یا اُپاسک جاتے ہیں۔ اس لوک کو یہ مارگ نہیں چھوڑتے جیسے رتھ (گاڑی) کے چکر (پہیے) ارنی کی نوک پر لگے ہُوئے کیل کو نہیں چھوڑتے۔ یعنی اروں سے الگ نہیں ہوتے۔ بلکہ اسی

کے سہارے سے رہتے ہیں۔ اسی طرح یہ امرت مئے (حیات جاوداں سے پُر) مارگ اپنے لوگوں سے متعلق اور انحصار پذیر ہیں۔ یعنی اپنے اپنے لوکوں (عوالم) میں گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے جو انسان اس مذکورہ بالا تو یعنی حقیقت کو اچھی طرح جانتا ہو وُہ یہاں پر اس حقیقت کا تبصرہ کرے۔"

کئی ایک بھاشیہ کاروں نے "تسرو دیا واہ" کے معنی تین "دیولوک" کئے ہیں۔ لیکن وسیع النظری سے دُرست ثابت نہیں ہوتے۔ کیونکہ اُپنشدوں اور دیگر شاستروں میں سُوریہ کے نزدیک دو طرح کے دیولوک کہیں بھی نہیں بتلائے گئے ہیں۔ اُن میں تو سُوریہ سے آگے چل کر آخیر صرف برہم لوک ہی بتایا ہے۔ نیز اسی طرح یم کے بھُون (چندر لوک) میں رہنے والی ایک "دیو" اور کیا ہوسکتی ہے؟ یہ بھی درحقیقت چندر لوک کے مارگ ہی کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا منتر کا یہی ارتھ ہوسکتا ہے۔ کہ برہم لوک میں جانے والے کے لئے اُترائن اور دکشنائن بھید سے دو طرح کی "دیو" (منوّر آسمانی راستے) ہیں جو سوریہ لوک میں ہوکر جاتی ہیں۔ اور چندر لوک میں جانے والے کے لئے تو ایک ہی طرح کی "دیو" یعنی مارگ یا راستہ ہے۔ جو زمین کی چھایا اور چاند کی چھایا بنتی ہے۔

پتریان کے بھید

پتریان کے متعلق بھی شروع ہی میں مختصر طور پر کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اب صرف اتنا ہی بتانا ہے۔ کہ جیسے دیویان مارگ کی سمرلتا۔ سیدھے پن اور پاکیزگی وغیرہ کے لئے دن اور اُترائن کال وغیرہ کی نہایت ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پتریان مارگ میں بھی دکشنائن (جنوبی راستے)، رات اور کرشن پکش (اندھیری راتوں) وغیرہ کی ضرورت ہوگی؟ یہاں پر اسی امر کا فیصلہ کرنا ہے۔ یہ بات کئی جگہ لکھی جاچکی ہے۔ کہ دیویان مارگ پرکاش رُوپ (سراپا نور) ہے۔ اور پتریان مارگ اندھکار رُوپ (سراپا اندھیرا) ہے۔ نیز دیویان سے سفر کرنے والوں کے کرم (افعال) اور وُہ خود پرکاش رُوپ (مجسّم نور) ہوتے ہیں۔ پتریان کے رہگیروں کے کرم (افعال) اور وُہ خود اندھکار رُوپ (مجسّم تاریکی) ہوتے ہیں۔ ایک بات یہ بھی دھیان میں رکھنے کے قابل ہے۔ کہ پرتھوی کی چھایا (کُرۂ زمین کا سایہ) ہی رات ہے۔ اور وُہی چندرما (چاند) کی چھایا کو ساتھ لے کر اندھکار مئے (تاریک) پتریان مارگ کو بناتی ہے۔

اب چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۵، منڈل ۱ کے تیسرے منتر اور گیتا میں بیان کردہ پتری مارگ میں دُھوم (دُھوئیں) کو چھوڑ کر رات، کرشن پکش، دکشنائن کے چھ ماہ لئے گئے ہیں۔ یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ رات کیا چیز ہے؟ اور کس کے سہارے سے ہے؟ اسی طرح کرشن پکش اور دکشنائن کیا ہیں۔ اور کس کے مدار پر ہیں؟ نیز ان میں سے ہر ایک کا پتری یان مارگ میں کیا فائدہ و استعمال ہے؟ قدیم رشیوں کا وگیان (سائنس) بھُومدھیہ ریکھا (خطِ استوا) کے اُتری گولا ردھ یعنی شمالی نصف کرۂ ارض سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ وُہ شمالی نصف کرۂ ارض میں رہنے والے تھے۔ بھگوان کے بیان میں دُھوم (دُھوئیں) کے بعد رات ہی کا نام آتا ہے۔ ساکنانِ ارض یا زمین کے لئے پرتھوی کی چھایا ہی رات ہے۔ یہ گتی (گردش) شمال اور جنوب کی طرف گھومتی رہتی ہے۔ اُترائن میں پرتھوی کی چھایا خطِ استوا سے جنوب کی طرف خاص طور پر رہتی ہے۔ اور شمال کی طرف تھوڑی یا قلیل طور پر رہتی ہے۔ چنانچہ گتی بھید (گردش کے اعتبار) سے دونو قطبین پر چھ چھ ماہ تک رات ہی رات رہتی ہے۔

اب خاکہ نمبر ۳ اگلا صفحہ پر دیکھئے۔ پتریان مارگ کا خاکہ ہے۔ جس میں دکشنائن کال کا منظر بنایا گیا ہے۔

اس خاکہ میں "ا، ن" کے نقاط کے درمیان سوریہ کا عکس دکھایا گیا ہے جو شکل میں سب سے بڑا ہے۔ پرتھوی مدارِ شمس میں چلتی ہوئی دکھائی گئی ہے۔ "ب، ع" خطِ استوا ہے۔ جس سے شمال کی طرف "ج" تک پھیلی ہوئی جو تاریک صورت (سیاہ لکیروں) میں دکھائی گئی ہے۔ یہ پرتھوی کی چھایا ہے۔ بھی رات ہے چندر گکشا" ورت زدہ دائرہ گردش جس کے گرد چاند گھومتا ہے۔) چاند کا وہ مدار گردش ہے جس میں گردش کرتا ہوا چندرما پرتھوی کے گرد گھومتا ہے۔ لہٰذا اسی مدار (ورت یا دائرہ) کے ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ نمبروں سے جو چھوٹے چھوٹے دائرے دکھائے گئے ہیں۔ یہ چندرما ہیں۔ ان دائروں کے ایک طرف جو کالی کالی چوٹی سی دکھائی گئی ہے۔ یہ تبدیلی حالت یعنی ونشا بھید سے چندرما کے سائے ہیں۔ اور جیسے پرتھوی خود منور نہیں۔ بلکہ سوریہ سے روشن و منور ہوتی ہے۔ اسی طرح چندرما بھی خود منور نہیں۔ بلکہ سوریہ سے منور ہوتا ہے۔ اس لئے چندرما کی بھی سوریہ کے خلاف سمت میں چھایا پڑتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کی سطح پر بھی رات اور دن ہوتے ہیں۔
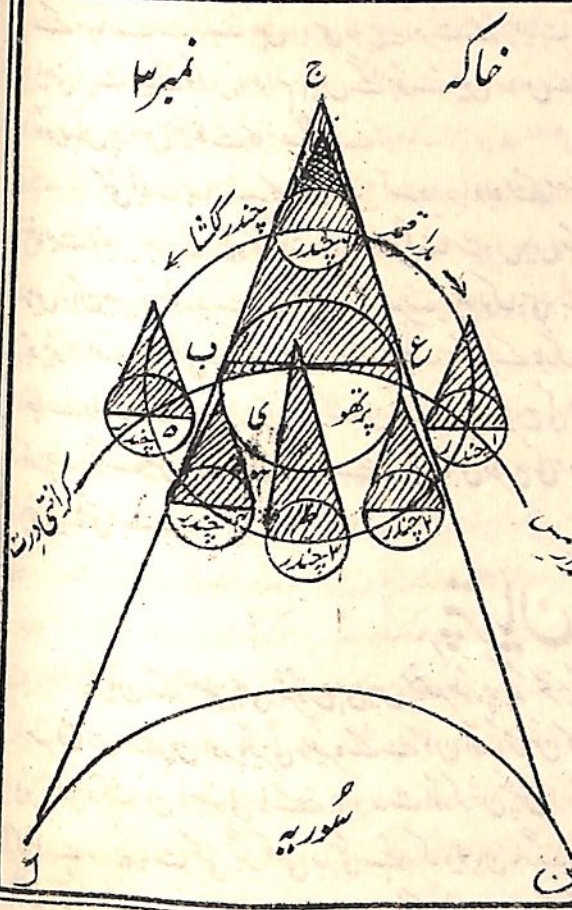
کرشن پکش اور شکل پکش

چندرما کا ایک حصہ ہمیشہ سوریہ کے سامنے رہتا ہے۔ وہی پرکاشت یعنی منور رہتا ہے۔ اور سوریہ سے خلاف سمت میں جو حصہ رہتا ہے۔ وہی غیر منور اور اندھیرا یا کرشن رہتا ہے۔ چندرما کے منور حصے کا پرتھوی کے سامنے رہنے کا نام ہی پرتھوی کا شکل پکش یعنی چاندنی راتیں ہیں۔ کیونکہ اس منور حصہ سے سوریہ کی کرنیں منعکس ہو کر سطح زمین پر گرتی ہیں۔ جس سے سطح زمین رات ہونے کے باوجود بھی چندرما کے ذریعے منور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چندرما کے اندھیرے حصہ یعنی کرشن بھاگ کے سامنے آنے کا نام ہی کرشن پکش یعنی اندھیری راتیں ہیں۔ کرشن پکش میں چندرما کا کرشن بھاگ یعنی غیر منور حصہ پرتھوی کے سامنے و نزدیک رہتا ہے۔ شکل پکش اور کرشن پکش کے متعلق آج کل تین بھید (تین صورتیں) مروج ہیں۔ پہلے بھید کے مطابق شکل پرتی پدا یعنی چاند کی پہلی سے پورنما (بدر کامل) تک شکل پکش اور کرشن پرتی پدا یعنی پہلی اندھیری رات سے اماوسیا (کامل اندھیری رات) تک کرشن پکش ہے۔ دوسرا مت یہ ہے۔ کہ کرشن پنچمی (پانچویں اندھیری رات) سے شکل پنچمی (پانچویں چاندنی رات) تک کرشن پکش اور شکل پنچمی سے کرشن پنچمی تک شکل پنچمی ہے۔ تیسرے مت کے مطابق کرشن اشٹمی (آٹھویں اندھیری رات) سے شکل پکش اشٹمی تک کرشن پکش اور شکل اشٹمی سے کرشن پکش اشٹمی تک شکل پکش مانا جاتا ہے۔ ان بھیدوں میں آخری بھید ہی اُتم (افضل) اور قرین دلیل معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ انہیں دنوں میں چندرما کا شکل اور کرشن بھاگ (چاند کا منور اور غیر منور حصہ) زیادہ

سے زیادہ زمین کے سامنے رہتا ہے۔

خاکہ نمبر۲ میں کرانتی ورت (مدارِ شمس) پر چندرما کے دکھائے گئے جو دو دائرے ہیں، اُن میں نمبر۱ پر کرشن اشٹمی کا چندرما اور نمبر۵ پر شکل اشٹمی کا چندرما ظاہر کیا گیا ہے۔ اسی طرح نمبر۹ پر پورنما کا چندرما (ماہِ کامل) اور نمبر۳ پر اماوش کا، نمبر۲ پر کرشنا دشمی اور ایکادشی کا اور نمبر۴ پر شکل پنچمی کا چندرما دکھایا گیا ہے۔ یہ مختلف مقامات یا ستھان بھید سے چندرما کی شکلیں دکھائی گئی ہیں۔ چندرما کے ان خاکوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دونوں ہی اشٹمیوں کو چندرما کے کرشن اور شکل بھاگ (تاریک اور منور حصے) دونوں ہی سطح زمین کے سامنے آدھے آدھے نظر آتے ہیں۔ جب چندر نمبر۱ سے آگے نمبر۲ کی طرف جوں جوں آگے بڑھتا ہے۔ توں توں اس کا کرشن بھاگ (تاریک حصہ) آدھے سے زیادہ سطح زمین کے سامنے آجاتا ہے۔ نیز آخر نمبر۳ پر آکر سارا تاریک حصہ سطح زمین کے سامنے آجاتا ہے۔ اور اماوس کی رات ہو جاتی ہے۔ اس طرح نمبر۴ پر بھی آدھے سے زیادہ ہی کرشن بھاگ پرتھوی کے سامنے رہتا ہے۔ اور وہ زیادتی نمبر۵ تک رہتی ہے۔ آگے شکلتا (منوریت) کا فروغ ہونے لگتا ہے۔ اور کرشنتا (تاریکی) دور ہونے لگتی ہے۔ آخر یہی تاریکی گھٹتی گھٹتی) نمبر۶ پر بالکل دور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اُس دن پورنما ہو جاتی ہے۔ یعنی سارا چاند نظر آتا ہے۔ خاکہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے۔ کہ کرشن اشٹمی کے بعد چندرما کی چھایا زمین کی طرف بتدریج زمین کے نزدیک آتی رہتی ہے۔ اور اماوس کے دن چندرما کی چھایا پرتھوی کی چھایا کے ساتھ مل جاتی ہے۔ نیز آگے متواتر چندر چھایا شکل اشٹمی تک زمین کے سایہ سے دور ہوتی جاتی ہے۔ یعنی کرشن پکش میں چندر چھایا کا زمین کی جانب رہنے کے سبب ہی کرشن پکش کے پتروں کا پکش مانا گیا ہے۔

پتریان کے لئے زمین کے سایہ اور چاند کے سایہ ان دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ زمین کی چھایا اور چاند کی چھایا ہی مل کر پتریان مارگ بنتا ہے۔ درحقیقت پتروں کے پہنچنے کا افضل مقام چندر لوک ہے۔ اس میں جانے کے لئے اندھکار یکت یعنی تاریک راستے کی ضرورت ہے۔ اور اسی ضرورت کی تکمیل زمین کے سایہ اور چاند کے سایہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

پرتھوی کی چھایا (رات) شکل پکش میں چندرما کے پرکاش میں منور ہونے کے سبب پتریان مارگ کے حسب حال نہیں ہوتی اس لئے کرشن پکش کی راتوں ہی کو لیا گیا ہے۔ سطح زمین سے چندر لوک کو جانے والے لنگ شریر کے لئے پہلے کرشن پکش کی زمین کی چھایا راہ بنتی ہے۔ اور بعد میں چندر چھایا اُسے چندر لوک میں پہنچا دیتی ہے۔ لہذا پتریان مارگ سے جانے والے پرانی (انسان) کو رات کی بغایت ضرورت سمجھ کر گیتا میں بھگوان نے "دھومو راتری" کہا ہے۔ پرتھوی کی چھایا سے آگے چندرما کی چھایا ہی پتریان مارگ بنتی ہے۔ اور وہ کرشن پکش ہی میں سطح زمین کی طرف رہتی ہوئی پتریان مارگ کے لئے موافق اور مناسب ہوتی ہے۔ اس لئے گیتا میں "تتھا کرشنا" کہکر بھگوان نے کرشن پکش کا فائدہ بتایا ہے۔ اس لئے پتریان مارگ کو تاریک کہنا ہی درست، قرینِ دلیل اور سائنٹفک ثابت ہوتا ہے۔ پہلے یہ کہا جا چکا ہے۔ کہ رشیوں کے وگیان (سائنس) کا تعلق اُتر میرو (قطب شمالی) سے خصوصیت سے ہے۔ اور میرو دھرو (قطب شمالی) پر چھ مہینے رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے۔ کرمیوں کو پتریان مارگ سے چندر لوک میں جانے کے لئے رات کی نہایت ضرورت ہوتی ہے۔ شمالی قطب پر دکشنائن ہی میں رات ہوتی ہے۔ رات ہونے پر ہی وہ پرانی پتری لوک میں جا سکتا ہے۔ اس لئے گیتا میں بیان کیا گیا۔ "دکشنائن چھ ماہ کا ہوتا ہے۔" یہ بھی سائنٹفک آدھار ہی پر ہے۔ اگر کوئی کرمی شمالی قطب پر شکل پکش یا اترائن میں مر جائے۔ تو اس کے لنگ شریر کو کرشن پکش اور دکشنائن کے آغاز ہونے تک وہیں بھٹکنا پڑتا ہے۔ کیونکہ پرکاش میں اس

گی گتی (سفر) شروع نہیں ہوتی۔ اور دکشنائن نیز کرشن پکش آنے پر اُس کی گتی وہاں سے شروع ہونی ہو جاتی ہے۔ اور وُہ چندر لوک میں چلا جاتا ہے۔

نفسِ مطلب

پہلے یہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ اُتر میرو (شمالی قطب) کے رہنے والوں کو برہم لوک میں جانے کے لئے اُترائن میں تو دیویان مارگ سیدھا رہتا ہے۔ لیکن دکشنائن کال میں وہی ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اتنا ہی نہیں میرو پر کرشن پکش ہونے سے پندرہ دن تک اس کی گتی کا آغاز ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ چندر اُن کے افق سے عموماً نیچے ہی رہتا ہے۔ اس لئے دکشنائن کال میں اور کرشن پکش میں میرو نواسی پندرہ دن تک تو چندرما کے درشن ہی نہیں کر سکتے کیونکہ شکلا اشٹمی سے کرشنا اشٹمی تک چندرما وہاں کے کشتیج (افق) سے نیچے ہی گردش کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا دکشنائن میں مرنے والے کو چندرما کا پرکاش نہ ملنے سے پندرہ دن تک وہیں رہنا پڑتا ہے۔ ہندوستان وغیرہ میں جہاں چوبیس گھنٹے کے دن رات ہوتے ہیں۔ وہاں پر رات کو مرنے والے ساکار اُپاسک کو جب تک چندرما کا پرکاش نہ ملے تب تک وہیں رُکنا پڑتا ہے۔ چاند نکلنے پر اس کی گتی شروع ہو جاتی ہے میرو (قطب) کی پندرہ دن کی رکاوٹ یہاں کچھ گھنٹوں میں محدود ہو جاتی ہے۔ اسی لئے بھارت کو بہت ہی پوتر مانا گیا ہے۔ یہاں ایک نہایت اہم سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ اگر ساکار اُپاسک ہر وقت برہم لوک میں جا سکے۔ اور اُسے مناسب و موافق وقت کا انتظار کرنا پڑے تو ——— چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۸، منڈل چھ منتر دو میں سے کی مخالفت پائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے۔

"جیسے شاہراہ دونوں گاؤں کے درمیان پھیلے ہونے پر دونوں ہی گاؤں میں جانے والی کہلاتی ہے۔ اُسی طرح سُورج کی کرنیں دونوں ہی لوکوں میں جاتی ہیں ——— سُوریہ لوک میں اور اُپاسک کے شریر میں۔ یہ کرنیں آدتیہ (سُورج) سے نکل کر اُپاسک کی ناڑیوں میں گھس جاتی ہیں۔ اور پھر اُن ناڑیوں سے نکل کر واپس آدتیہ لوک (کرۂ شمس) میں جاتی ہیں لیکن درحقیقت ایسا ارتھ کرنے والوں کی بھُول ہے۔ اس شرتی کا مطلب یہ ہونا چاہیے۔ "جیسے کوئی شاہراہ دونوں گاؤں کے بیچ میں پھیلی رہنے کے سبب دونوں ہی گاؤں کو جانے والی کہلاتی ہے۔ اُسی طرح سُوریہ کی کرنیں دونوں ہی لوکوں میں جاتی ہیں۔ سُوریہ لوک سے پرتھوی لوک میں اور پرتھوی لوک سے سوریہ لوک میں۔ دن، شکل پکش وغیرہ موافق وقت رہنے پر تو وُہ سُوریہ کرنیں سادھک کی برہم ناڑی سے تعلق جوڑ لیتی ہیں۔ اور برہم ناڑی سے نکل کر سُوریہ سے متعلق ہوتی ہیں۔ اس لئے ہر وقت سادھک کا سُوریہ کی شعاعوں سے تعلق نہیں رہتا۔ جب ہر وقت تعلق نہیں رہتا۔ تب اُسے برہم لوک وغیرہ میں جانے کے کال ——— وقت سے نسبت رہتی ہے۔ علم ہیئت کے جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ پرتھوی کا کوئی سا آدھا حصّہ ہر وقت سُوریہ سے منوّر رہتا ہے۔ یعنی سُورج کی کرنیں کسی نہ کسی حصّہ پر ضرور ہر وقت پڑتی رہتی ہیں۔ اور وہاں سے لوٹ کر وُہ سُوریہ لوک میں جاتی ہیں۔ اس سے سُورج کا تیج (گرمی) سطحِ زمین پر زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ سطحِ زمین پر خاص گرمی کے احساس ہونے کا سبب وہاں کرنوں کا پھیلنا اور واپس لوٹنا ہی ہے۔ اس لئے شرتی ٹھیک کہتی ہے۔ کہ سوریہ لوک سے بھُولوک (کرۂ ارض) تک اور بھولوک سے سُوریہ لوک تک کرنیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ لیکن اس سے یہ تو نہیں کہہ سکتے۔ کہ وُہ کرنیں ہر وقت زمین کے تمام حصّوں پر یکساں طور پر پھیلی ہیں۔ جس حصّہ زمین پر کرنیں پڑتی ہیں۔ وہاں دن اور جہاں وہ نہیں پڑتیں۔ وہاں رات

ہوتی ہے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جہاں دن ہوتا ہے۔ وہاں سے برہم اُپاسک کی برہم ناڑی کا تعلق سُوریہ کی کرنوں کے ذریعے سُورج کے ساتھ جُڑ جاتا ہے۔ اور رات ہوتے ہی تعلق ٹُوٹ جاتا ہے۔ اس لئے جس وقت برہم ناڑی کا تعلق کرنوں کے ذریعے سُورج کے ساتھ رہتا ہے۔ اُس وقت اگر کوئی برہم اُپاسک شریر چھوڑتا ہے۔ تو اُس کو برہم لوک میں جانے کے لئے کوئی بھی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت اُپاسک کی برہم ناڑی کا تعلق سُوریہ کی کرنوں کے ذریعے سُوریہ لوک تک اور آگے چندر لوکوں کی کرنوں کے ذریعے برہم لوک تک جُڑ جاتا ہے۔ اسی لئے اس جُڑے ہُوئے سمبندھ یا تعلق کے وقت اُپاسک کی برہم ناڑی سے لے کر برہم لوک تک سیدھا مارگ ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا اُپنشد کے منتر کا یہی حقیقی مطلب ہے۔

اس کے بعد ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ دن، اُترائن وغیرہ میں مرنے والے کیا سبھی برہم لوک میں چلے جاتے ہیں؟ اس جواب میں گیتا کے ادھیائے ۸ کے ۲۴ ویں شلوک میں دیا گیا ہے۔ کہ نہیں ہر ایک آدمی برہم لوک میں نہیں جا سکتا۔ صرف برہم ویتا ہی موافق وقت میں مرنے پر برہم لوک میں جا سکتے ہیں۔ دُوسرے نہیں۔ اسی طرح کرمی بھی دکشنائن میں موافق وقت میں مرنے پر چندر لوک میں جاتے ہیں۔ ورنہ نہیں جا سکتے۔ نہیں جا سکتے۔ اُپاسک اور کرمیوں کو چھوڑ کر تیسرے پرکار کے پرانیوں کے جانے کے لئے تیسرا مارگ ہے جس کا ذکر چھاندوگیہ اُپنشد ادھیائے ۵، منڈل ۱۰ کے آٹھویں میں آتا ہے مختصراً جو ان دیویان، پتریان دونو ہی مارگوں میں سے کسی بھی مارگ سے جانے کے مستحق نہیں۔ وہ ادنےٰ جنتو یعنی کیڑے پتنگ پشو وغیرہ ہو کر بار بار پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ (مترجمہ:۔ جگن ناتھ پربھاکر)

اوم شم

سمجھا تھا میں

اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں
آب و گِل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں

بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں

کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا
مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

کہہ گئیں رازِ محبت پردہ داری ہائے شوق
تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں

تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے دردناک
جس کو آوازِ رحیلِ کارواں سمجھا تھا میں

ہر ایک انسان قدرتی طور پر مکتی کا طالب ہے۔ مگر حیرانی یہ ہے۔ کہ جہاں مکتی کی طلب ایک عالم گیر شئے ہے۔ وہاں اُس کا ہاتھ لگنا بڑا ہی محال و شاذ ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ہم مکتی کو اُس کے صحیح مقام پر تلاش نہیں کرتے۔ یہ کوئی بیرونی شئے نہیں ہے۔ کہ ڈھونڈنے یا کسی شخص سے مانگنے سے مل سکے۔ یہ تو ہماری حقیقی زندگی کا مرکزی جوہر ہے۔ یا اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک ہم اسے پورے اور ٹھیک طور پر اپنی ذات میں ہی تلاش نہیں کرتے ہم کائنات میں کہیں اور کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔

انسانی دماغوں میں اس کے متعلق کئی ایک غلط اور گمراہ کُن تصورات جاگزیں ہو رہے ہیں۔ بعض اسے اپنی ذاتی صفت نہ جان کر اپنے سے باہر کسی نزدیک یا دور مقام پر موجود خیال کرتے ہیں۔ اور بعض انسانوں کے دلوں اور دماغوں پر اس غلط خیال کا تسلط رہتا ہے۔ کہ مکتی اس کائنات میں جیتے جی میسر نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعد وفات کسی دوسرے عالم میں ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ ایک بڑی بھاری بھول ہے۔ ایسا ماننا گویا اپنی اصلیت سے انکار کے ہی مترادف ہے۔ جب تک ہم جیتے جی مکتی کو اپنی ذات یا سروپ یا اصلیت کا ذاتی جوہر یا ذاتی صفت نہ جانیں پہچانیں گے۔ ہم لذائذ دنیوی اور ہوا و ہوس میں مبتلا رہ کر تبدیلی پذیر طلسموں میں پھنس رہیں گے۔ اور بقول شرتی

"پیدا ہو اور مر" "مر اور پیدا ہو" جینا مرنا برابر ہوتا رہیگا۔

اس سلسلہ میں شری کبیر جی مہاراج نے کیا خوبصورت الفاظ میں مضمون باندھا ہے۔

(۱) سادھو جیوت ہی کرو آسا

(۲) جیوت سمجھے جیوت بوجھے ۔۔۔ جیوت مکتی تو آسا
جیوت کرم کی پھانس نہ کاٹی ۔۔۔ موئے موکش کی آسا

(۳) تن چھوٹت جیو ملن کہت ہے ۔۔۔ سو سب جھوٹی آسا
ابہوں ملا سو ہی جبہوں ملیگا ۔۔۔ نہیں تو جم پور باسا

(۴) دور دور ڈھونڈے من لوبھی ۔۔۔ مٹے نہ گربھ ترا سا
کہیں کبیر سنو بھائی سادھو ۔۔۔ پربھو سب کے پاسا

جیو اپنی آتما (ذات یا اصلیت) میں دائیم مکت سروپ ہے۔ یعنی سبھاوک شُدھ بدھ اور مکت سروپ ہے کسی فرضی

مکتی کے لئے کسی قسم کے تپن یا پُرشارتھ کی ضرورت نہیں جس مکتی کی بنا کسی غیر ہستی کی رحمت اور کرپا پر ہے ۔ وہ مکتی برائے نام اور فرضی ہی ہوگی اس لئے آتما یا ذات کے نقطۂ نگاہ سے مکتی کے لئے ہر قسم کا پرشارتھ فضول ہے جب من کی اصلیت یا ذات تک رسائی ہی نہیں بالفاظ دیگر جب من کا آلہ ہی وہاں موجود نہیں تو اُس کی فرض کی ہوئی بندھن اور مکتی کہاں ہو سکتی ہے ۔

آتما یا ذات سبھاوک یا ذاتی ماہیت سے مکت رُوپ ہے یعنی مکتی تو اُس کی ابتدائی پاکیزہ حالت ہے ۔ اُس کو مکتی کے لئے جتن یا تردد کی چنداں ضرورت نہیں ۔ اسی لئے تو گورو نانک دیو جی فرماتے ہیں ۔

جب آپن آپ آپ پار برہم ——— تب موہ کہاں کس ہووت بھرم

جب ہووت پربھ کیول دھنی ——— تب بندھ مکت کہو کس کو گنی

انسان اپنی اصلیت میں مکت ہوتا ہُوا بھی اپنے اندر ایک طرح کی آگ لگانے والی قید محسوس کرتا ہے جس سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر وُہ اپنا جینا مشکل مان رہا ہے ۔ جس طرح پرندے کا بچہ انڈے سے باہر نکلنے کے لئے سخت بیقرار ہوتا ہے اسی طرح سے انسان اپنی مانی ہوئی قید اور محدودیت سے باہر آنے کو بُری طرح محسوس کرتا ہے ۔ آخر اُس کا کیا سبب ہے؟ اس کا صاف صاف جواب یہ ہے ۔ کہ یہ سب من کا بھرم ہے ۔ یا من کے شکوک کا نتیجہ ہے ۔ بدیں وجہ من کی اس بیقراری کے لئے اُس کی صفائی کی ضرورت ہے ۔ من کی مکمل صفائی ہو جانے کے بعد اُسے پھر ذات یا آتما کا جُوں کا توں انوبھو ہو جاتا ہے ۔ اور وُہ اپنے اصلی چشمے کی طرف توجہ رہنے سے جلد ہی مخالفانہ جدوجہد چھوڑ دیتا ہے ۔ ے

صفائے قلب پیدا کر یہ آئینہ ہے لاثانی

اسی میں منعکس ہے مہر عکس یار ہوتا ہے

آتما یا اصلیت (جیو کی تاتوک یعنی اصلی ذات) تو ازلی ابدی لاتغیر خود قایم خود مقدس غیر فانی اور بے مثال ہے ۔ جب تک من کو اُس کا صاف صاف پتہ نہیں لگ جاتا ۔ مکتی کا معمہ صحیح طور پر حل نہیں ہوتا ۔ اس لئے ہر شخص کو سادھن یا ابھیاس یا سمادھی کی ضرورت پڑتی ہے ۔ تاکہ اُس کو ذاتی طور پر صاف صاف تجربہ ہو جائے ۔ کہ آتما کیا ہے، من کیا ہے؟ ذاتی تجربہ یا انوبھو کے ہو جانے کے بعد انسان کو خواہ مخواہ کسی معتبر کتاب یا انسان کی کہی ہوئی بات پر یقین لانے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی ۔ ابھیاس کے ذریعہ انسان کو براہ راست ذات یا آتما کا علم یا انوبھو ہو جاتا ہے ۔ اور بقول ایک مہاتما پُرش ذات کا ذاتی تجربہ حاصل کرنا ہی جملہ علوم کا ماحصل جوہر اور خلاصہ ہے ۔

ابھیاس کے ذریعے من یکسو ہو جاتا ہے ۔ اور پھر وُہ اُس اصلیت یا ذات کو جُوں کا توں سمجھنے میں غلطی نہیں کرتا ۔ جس میں نہ کہیں بندھن ہے ۔ اور نہ کہیں مکتی ہے ۔ یکسوئی کے بغیر نہ ہی بندھن اور مکتی کے معمہ جات صحیح طور پر حل ہو سکتے ہیں ۔ اور نہ ہی نج سروپ یعنی آتما کا ساکشاتکار ہو سکتا ہے ۔

بندھن اور مکتی محض انسانی من کا بھرم ہیں ۔ ورنہ آتما سبھاوک مکت سُروپ ہے ۔ اپنے آتما کو جُوں کا توں یعنی سبھاوک شُدھ بُدھ بلا تردد برتی نشچے کرنا ہی بہترین ابھیاس ہے ۔ مگر ایسا صحیح نشچہ صفائی اور یکسو من کا ہی نتیجہ ہو سکتا ہے دیکھو یہ مکت رُوپ آتما عقل و دلیل اور خیال کی رسائی سے بہت بلند شئے ہے ۔ مگر جن کا من شُدھ یا مصفا ہو گیا ہے ۔ اُنہیں وُہ اس لئے محسوس یا انوبھو ہوتا ہے ۔ جیسا کہ ہاتھ پر رکھا ہُوا آنولہ صاف صاف نظر آتا ہے

بعض انسانوں کا خیال ہے ۔ کہ آتما محض درشٹا ہی ہے ۔ وُہ سراسر غلطی پر ہیں ۔ کیونکہ درشٹا دایم دشیہ کے مقابلے میں ہی کچھ معنی رکھتا ہے ... آتما کا ذاتی سُروپ شُدھ گیان (عین علم) رُوپ

(PURE AWARENESS) ہے جس میں عالم علم اور معلوم کا کچھ بھید ہی نہیں۔

آتما یا ذات تو اِن دونوں پہلوؤں عالم اور معلوم پر پری پورن ہے۔ یہ دونوں پہلو جدا گانہ (بذاتِ خود) ہستیاں نہیں۔ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ہاں آپس میں تمیز ضرور کئے جا سکتے ہیں۔ عالم اور معلوم نسبتی الفاظ ہیں۔ ایک دوسرے کی نسبت سے ہی کچھ معنی رکھتے ہیں۔ اصلیت یا آتما خود عالم اور معلوم کے امتیازات سے بالاتر ہستی ہے۔ وہ خود ہی اپنے اندرونی نور و سرور سے ان دونوں پہلوؤں یعنی عالم معلوم کو اپنے اندر سے ظہور میں لاتی ہے۔ اور بھی صفائی سے یوں سمجھو۔ کہ جس طرح ایک ہی برقی قوت مثبت اور منفی پہلوؤں کی صورت اختیار کرتی ہے۔ بعینہٖ اصلیت آتما عالم اور معلوم دکھ سکھ وغیرہ وغیرہ کی بے شمار نسبتی شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ کائنات میں عالم اور معلوم دکھ سکھ وغیرہ نسبتی اشیا بذاتِ خود ہستیاں نہیں۔

اگرچہ اصلیت یعنی ذاتی سروپ میں کوئی کمی بیشی نہیں کوئی مکتی بندھن نہیں۔ مگر بقول ایک مہاتما پرش محض من اور جسمانی تعلق نے ہم کو ایسا جان پڑتا ہے۔ من بیرونی اثرات کی وجہ سے بندھن اور مکتی کی الجھن میں بری طرح پھنسا ہوا ہے۔ اس کا ذاتی خاصہ ہے۔ کہ وہ بلا شغل ایک دم بھر بھی با آرام نہیں ٹھہرتا۔ اگر اس کا رجحان ہر وقت باہر کی جانب رہے۔ تو وہ دکھ کو پراپت ہوتا ہے۔ انسان اپنے ہی من سے دکھی ہوتا ہے۔ اپنے ہی من سے بیمار ہوتا ہے۔ اور اپنے ہی من سے موہ بھرم کے مہا جال میں پھنسا رہتا ہے۔ اس کی الجھنوں اور قلابازیوں کے بیان کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی۔ کام کرودھ، لوبھ، موہ، اہنکار، ایرشا، حسد، بغض وغیرہ وغیرہ سب کے سب اسی کے دکھ ہیں۔ اس کے زیر اثر کسی انسان کا سکھی رہنا یعنی صحیح الجسم اور صحیح الدماغ رہنا ناممکنات سے ہے۔ اس لئے من کی تربیت کے لئے ابھیاس کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہر قسم کے روحانی شغل و اشغال ———— جپ تپ کرم بھگتی گیان کیرتن وغیرہ جو کچھ بھی کرایا جاتا ہے۔ اسی من کے واسطے ہے۔ اس کے سوائے کرنے کرانے کا کوئی خاص مطلب نہیں۔ جب اس میں صفائی اور یکسوئی آ جاتی ہے۔ تو انسان کو اصلیت یا اپنی ذات کا پورا پورا علم یا انوبھو ہو جاتا ہے۔ اور اس کو مکمل طور پر روزِ روشن کی مانند عیاں ہو جاتا ہے۔ کہ آتما یا اصلیت سبھاوک یعنی بلا تردد برتی یا توجہ شدھ بدھ اور مکت روپ ہے۔

یہاں سوال ہو سکتا ہے۔ کہ پہلے پہل من کو بندھن کا کیونکر وہم ہو گیا۔ یعنی اس کو پہلے پہل اگیان کا غلبہ کیسے ہو گیا؟ بالفاظ دیگر انسان پہلے پہل بندھن میں کیسے پڑ گیا؟ اس سوال کو یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ جگت کا آغاز کب ہوا؟

پیارے مترو! زمانے کے اندر جگت کا آغاز و انجام ہرگز نہیں مل سکے گا۔ یعنی اس بے آغاز ماضی اور لا انتہا مستقبل میں علت و معلول (کارن کارج) کی مسلسل زنجیر کا کہیں آغاز و انجام دکھائی نہ دے گا۔ بھلا خواب کا انسان خواب کی حالت میں یہ کیونکر بتا سکتا ہے۔ کہ خواب فلاں وقت سے شروع ہوا ہے۔ اور فلاں وقت پر ختم ہوگا؟ اس کے لئے ایسا بتلانا ناممکنات سے ہے۔ یہی حال بیداری کا ہے۔ بیداری کے جگت کا آغاز و انجام بتلانا انسان کے لئے امرِ محال ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ سوچ وچار کرنی اپنے زریں وقت کو فضول گنوانے کے مترادف ہے۔ اس بات کا صحیح صحیح راز پانے کے لئے آخر ہمیں اپنی اصلیت یا ذات کی جانب رجوع کرنا پڑیگا۔ جہاں من ہی موجود نہیں۔ تو پھر اس کی تجریدات (ABSTRACTIONS) ———— زمانہ آغاز و انجام بندھ مکت من و شما وغیرہ کہاں ہو سکتی ہیں۔

تم ہاتھ۔ پاؤں اور دل و دماغ والے ہو۔ اس امر کا تجربہ کر کے دیکھ سکتے ہو۔

دیکھو جب مسلسل ابھیاس کے ذریعہ من کا نرودھ ہوتا ہے۔ تو اُس کے جملے سنکلپ وکلپ جاتے رہتے ہیں۔ یعنی اس وقت اُس میں دچار پھُرنا پیدا نہیں ہوتی۔ اور وُہ اپنی اصلیت میں لے ہو جاتا ہے۔ اور اپنی جُدا گانہ ہستی کو بالکل بھُول جاتا ہے۔ یعنی اس اوستھا میں من کا وُہ بنیادی خیال "مَیں ہُوں" بھی نہیں رہتا جس کے بعد ہی سارے خیالات اُٹھتے ہیں۔ کیونکہ من کے ہر قسم کے خیالات اُس کے بُنیادی خیال "مَیں ہُوں" کے انترگت ہی ہیں۔ اور بھی صفائی سے یُوں سمجھو کہ سب سے پہلا خیال جو من میں اُٹھتا ہے۔ وُہ "مَیں ہُوں" کا ہے۔ اور دُوسرے ہر قسم کے خیالات ——— نام ذات، صفات وغیرہ اس من کے بُنیادی خیال "مَیں ہُوں" کے بعد ازاں ہی اُٹھ سکتے ہیں۔ اس "مَیں ہُوں" کے بعد ہی ضمائر "تو" "وہ" کا ظہور ہوتا ہے۔ من کے اس بُنیادی خیال "مَیں ہُوں" کے اُٹھے بغیر "تو" "وُہ" کی ضمائر اور دیگر ہر قسم کے خیالات پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس رمزِ خفی کو بخوبی ذہن نشین کر لو جب من کا مکمل طور پر نرودھ ہو جاتا ہے۔ تو اُس حالت میں اُس کا بُنیادی خیال "مَیں ہُوں" بھی جاتا رہتا ہے۔ اُس وقت جو کچھ رہتا ہے۔ وُہی آتما یا اصلیت ہے جس وقت من (علم اور اگ اور عمل کا آلہ) اصلیت میں لے یا گُم ہو جاتا ہے۔ اُس وقت نہ اُس کا بُنیادی خیال رہتا ہے اور نہ دُوسرے خیالات۔ اس اوستھا میں کوئی شئے نہیں رہتی۔ جسے اب من کہا جائے۔

اس سے تُم کو بخوبی پتہ لگ جائے گا۔ کہ کائنات کا حقیقی راز پانے کے لئے بالآخر تمہیں اصلیت یا آتما کی جانب آنا ہوگا۔ جہاں زمانہ کچھ معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ من آتما کے ظہوری پہلو (کائنات) سے ہے۔ جو بے آغاز ماضی اور لاانتہا مستقبل میں پھیلتا چلا گیا ہے۔

اگر من جو کائنات کی جملہ اشیاء کے معلوم و محسُوس کرنے کا واحد آلہ ہے۔ فنا ہو جائے۔ تب جگت کا پتہ نہیں لگتا۔ کہ کدھر چلا گیا۔ وجہ یہ ہے۔ کہ من ہی جملہ بیرُونی کائنات یا جگت کو اپنے اندر سے پیدا اور جذب کرتا ہے۔ جیسے مکڑی اپنے اندر سے جالے کو نکال کر پھر اپنے آپ میں جذب کر لیتی ہے۔ بعینہٖ من کا حال ہے۔ اور بھی صفائی سے یُوں سمجھو کہ من ہی اپنے خیالات کو بکھیرنے کے ساتھ جگت کو ظہور میں لاتا ہے۔ اور پھر خیالات کو سمیٹ لینے سے جگت کو جذب کر لیتا ہے۔ اور بھی صفائی سے یُوں سمجھو کہ من یا خیالات سے الگ جگت کا کوئی وجُود نہیں۔ دیکھو بیداری اور خواب میں من اور اُس کے خیالات کے موجود رہنے کی وجہ سے دُنیا کی نمود داری قائم رہتی ہے۔ گہری نیند میں من اور خیالات دونوں کے نہ رہنے کی وجہ سے وہاں کوئی بھی دُنیا موجُود نہیں ہوتی۔ یہاں تم یہ بھی سوال کرو گے۔ کہ من کیا شئے ہے؟ یہ آتما یا ذات کی شکتی (پھرن شکتی جو کل درشیہ جگت کی علت ہے) کے ظہورات کے سلسلہ میں ایک لطیف ظہور ہے۔ بالفاظ دیگر لطیف مادہ کے میل سے جو شئے بنتی ہے۔ وُہ ہے من۔ یہ آتما یا ذات کی اپنی ہی ایک نہایت عجیب و غریب طاقت ہے۔ اور اس کا سُروپ ہے خیالات۔ خیالات ہی من ہیں من ہی خیالات ہے۔ جب کسی وجہ سے خیالات کا وجُود نہیں رہتا۔ تب کوئی شئے نہیں رہ جاتی۔ جسے ہم من کا نام دے سکیں۔

جملہ مہاپرش اور کُتب مقدسہ یک زبان ہو کر کہہ رہے ہیں۔ کہ من کو یکسُو اور تسخیر کرنا ہی مکتی یا نجات کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔ کیونکہ من ہی کی وجہ سے بندھن مکتی کا جھگڑا دامن گیر رہتا ہے۔ اس لئے من کو یکسُو اور تسخیر کرنا چاہئیے۔ مطالعہ کتب مقدسہ کی کسی مقدار سے من بس نہیں ہو سکتا جب تک باقاعدہ طور پر اُس کے بس کرنے کا یتن نہیں کیا جاتا۔

ارجن بولا

چنچل ہے من کرشن اور طوفانی شہ زوری مضبُوطی ہے ۔۔۔ ثانی

من کا مشکل ہے روکنا بس اس طرح جس طرح کہ مٹھی میں ہوا ہے آنی

بھگوان بولے

اے ارجن کام یہ ہے بیشک مشکل مضطر ہے بہت رُکتا ہے مشکل سے دل
پر وہ ہیں طریق - ابھیاس اور بیراگ ان دونوں سے ہو جاتا ہے مطلب حاصل (گیتا)

اہل حقیقت نے من کو بس اور یکسُو کرنے کے لئے انواع و اقسام کے سادھن یا ابھیاس مقرر کئے ہیں۔ بعض سوہنگ کا جاپ کراتے ہیں۔ بعض اوم کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بعض انہد شبد پر متوجہ کرتے ہیں۔ ان تمام کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے۔ من کی یکسوئی یا اکاگرتا اور بس۔ یہ سب کے سب سادھن رُوپ ہیں یعنی وسیلہ ہیں۔ مقصد نہیں۔ ان کو وسیلہ (سادھن) کی بجائے مقصد خیال کرنا بھول بھرم کی پیچیدگیوں میں پھنسنے کے مترادف ہے۔ راج یوگ۔ ہٹھ یوگ ہرت شبد یوگ۔ ادھیاتم یوگ وغیرہ سب کے سب سادھن ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو رُوحانی حقیقت خیال کرنا جہالت ہے۔ ہاں یہ بات دُوسری ہے۔ کہ ان میں سے کوئی اعلےٰ قدرتی اور سہج سادھن ہے۔ اور کوئی ذرا ٹیڑھا ہے۔ من کا خاصہ ہے۔ کہ وہ جس طرف عرصہ دراز تک متوجہ رہتا ہے۔ بالآخر وہ وہی رُوپ ہو جاتا ہے۔ اس لئے انواع و اقسام کے ابھیاسوں کے ذریعے انسان کا من خود بخود یکسو ہو جاتا ہے۔

جب من میں ابھیاس کے ذریعہ چنچلتا دُور ہو کر یکسُوئی یا اکاگرتا آتی ہے۔ تو پھر اُس میں ذات کا عکس پڑتا ہے۔ اور ذات کے عکس پڑنے سے بھول بھرم کے پردے کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی زندگی موت بندھن مکتی دُکھ سُکھ وغیرہ کے معمہ جات ہمیشہ کے لئے حل ہو جاتے ہیں۔ اور انسان رُوحانیت کی ایک اعلےٰ ترین سطح پر اُٹھ جاتا ہے۔

جب ترے دل کے درپن کی صفائی ہو جائیگی
شاہی تو کیا بلا ہے خود خدائی ہو جائیگی

"اوم"

ابھیاس نمبر ۱

جو سُنا کرتے ہیں یہ کان صدا "اوم" کی ہے ——— دل میں جو گونجتی رہتی ہے ندا "اوم" کی ہے
اوم ہی اوم مرے تن میں رما رہتا ہے ——— جو بسی رہتی ہے من میں وہ فضا "اوم" کی ہے
اوم کے جاپ سے آنند ہیں سارے حاصل ——— یاد اس دل میں جو رہتی ہے سدا اوم کی ہے

شانتی اسمیں ہے اور سارے امر سُکھ اس میں
من کے سب روگ مٹانے کو دوا "اوم" کی ہے

بقول گورو نانک دیو جی "نہچ منتر سرب گوگیان" "اوم" کا لفظ جملہ ظہورات اور روشنیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی سے

روشنی رنگوں یا بحر سے لہروں کی مانند کل کائنات ظاہر ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر اوم، کل کائنات کا بنیادی سہارا ہے۔ اور جیسے درخت کی زندگی، بیج سے بیج کی طرف حرکت کرتی ہے بعینہ کل موجودات 'اوم' سے 'اوم' کی طرف لگاتار حرکت کرتے ہیں اس لئے من کو یکسُو کرنے کے لئے ویدک رشیوں کے بتلائے ہوئے سب سے اعلےٰ نام 'اوم' کے جاپ کا یہاں طریقہ لکھا جاتا ہے۔

ہر روز صبح کے وقت ضروریات سے فارغ ہو کر کسی نہایت صاف ستھری اور ایکانت جگہ خواہ وہ اپنے گھر کا کمرہ ہی کیوں نہ ہو۔ چوکڑی لگا کر بیٹھ جاؤ اور ساتھ ہی اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ دو۔ جیسا کہ عام طور پر یوگی بیٹھا کرتے ہیں۔ اپنی گردن اور سینہ کو بھی سیدھا رکھو پہلے خاصی بلند آواز سے شبد 'اوم' 'اوم' پکارو۔ اور اپنی من کی جُملہ توجہ کو شبد کے اُچارن میں باندھو تاکہ وہ کہیں اِدھر اُدھر نہ جانے پائے اگر جائے تو بار بار موڑ کر اُسے متوجہ کرو۔ جب اس طرح کرنے سے من شانت اور ٹھہر جائے۔ تو بعد ازاں دھیرے دھیرے ہونٹوں میں ہی شبد اوم اوم کہو جب ایسا کرنے سے بھی من یکسُو ہو جائے۔ تو پھر خاموشی سے من کو یکسُو کر کے دل ہی دل میں "اوم" کا تصور یا خیال کرنے لگ جاؤ اس عمل میں اگر من اِدھر اُدھر قلا بازیاں مارتا نظر آئے تو پھر دو چار منٹ اونچی آواز سے اوم اوم کہو جب وہ ٹھہر جائے تو پھر دل ہی دل میں اوم کے خیال میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ تینوں حالتوں میں شبد اوم کو خاصا لمبا کر کے سُر کے ساتھ کہنا چاہیئے۔

چونکہ انسان کی توجہ ہر وقت باہر مُکھی رہنے کی وجہ سے بے شمار کاموں اور خیالوں میں بکھری ہوئی ہے۔ اس لئے پہلے پہل اوم کے اُچارن کی ہر سہ صُورت مُتذکرہ میں من کا اِدھر اُدھر قلا بازیاں لگانا لازمی اور لابدی ہے۔ اس عمل میں پہلے پہل یعنی شروع میں تھوڑی سی تکلیف ضرور محسُوس ہو گی لیکن بعد ازاں یہ تکلیف خود بخود ہی خوشی اور آنند میں بدل جائیگی شروع میں من میں جمے ہوئے بیہودہ اور فضول جذبات احساسات اور وسوسات من کو متحرک کر کے تمہاری توجہ کو اُکھیڑتے رہیں گے۔ لیکن اگر تم اس ابھیاس میں قدم جما کر ذرا استقلال اولوالعزمی اور ہمت کے ساتھ چلتے رہو گے۔ تو جلد ہی آنند اور خوشی ملنے لگ جائے گی۔ اور یہی خوشی اور آنند آگے کی حالت بڑھنے کا حوصلہ دلاتی ہوئی آخر کار معراج تمنّا تک لے جائے گی۔ اس ابھیاس کو اُس وقت تک جاری رکھو جب کہ تم ایک گھنٹہ تک نر سنکلپ یا یکسُو رہ سکو۔

پرہیز

اس ابھیاس کے دوران میں مندرجہ ذیل اصولوں کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنالو ورنہ کامیابی نہ ہو گی ؛

(۱) محنت سے پیدا کئے ہوئے رزق پر گذر کرو

من کی یکسُوئی کے لئے پہلی چیز حق و حلال کی کمائی ہے۔ اگر کمائی جائز اور درست ہو گی۔ تو من بھی پاکیزہ رہے گا۔ خیالات اچھے رہیں گے۔ یکسُوئی حاصل ہو گی ورنہ حرام کی کمائی سے من میں ہلچل رہے گی۔ اور وہ ہر وقت چنچل رہے گا۔ باپ چاہتا ہے۔ کہ بیٹا اس کی امداد کرے۔ بیٹا چاہتا ہے۔ کہ سسرال سے اُس کو مُفت مال ملے۔ بھائی بھائی سے چاہتا ہے۔ کہ وہ اُس کی ضروریات پُورا کرے۔ چُونکہ امداد ملتی نہیں۔ اس لئے جب انسان اکیلا یا ابھیاس میں بیٹھتا ہے۔ تو اُس کا من شکوہ شکایت سوچنے پر مجبور ہوتا ہے۔ من اکاگر نہیں ہوتا۔ اور وہ ہزار قسم کی قلا بازیاں کھاتا ہے۔ جس آدمی کو پرائی آس ہے۔ اُس کو شانتی کہاں۔ اگر کسی نے مروت کر ہی دی اُس کا احسان سہی مار ڈالے گا۔ جب وہ اکیلا بیٹھے گا۔ یا تو وہ

احسان کے خیالات سوچیگا۔ یا شکوہ شکایت کے۔ اس کے من میں سمندر میں لہروں کی مانند خیالات اُٹھیں گے۔ کسی دھیان یا خیال میں مضبوطی سے ہرگز ہرگز نہیں لگ سکیگا۔ اس لیے انسان جتنی پرائی آس چھوڑیگا۔ اور اپنے پاؤں کھڑا ہو کر حق حلال کی کمائی سے اپنا گذر کرے گا۔ اُتنا ہی اُس کا من پوترتا اور یکسوئی کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

جو انسان رُوحانیت کی کمائی چاہتا ہے۔ اُسے کبھی بھی کسی کا محتاج نہ بننا چاہیئے محض اپنی گاڑھی کمائی سے بسر اوقات کرنی چاہیئے۔ دُوسروں کی امداد کی تمنا رکھنے سے انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ دُنیا میں من کو سب سے زیادہ کمزور اور چنچل کرنے والی اگر کوئی شے ہے۔ تو وُہ ہے۔ احتیاج۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

هرچه شیران را کُند روبه مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

جس آدمی کو شانتی خوشی سکھ آنند اور یکسوئی کی خواہش ہے۔ اُسے لازم ہے۔ کہ وُہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا ہُنر سیکھے اور دُوسروں کا دست نگر بننا قطعی چھوڑ دے۔ اسی میں اُس کی بہبودی اور کلیان ہے۔ برخلاف اس کے اگر وُہ پرائی آس رکھے گا۔ اُس کا من ناپاک اور موڑھ بنا رہے گا۔ اور جب وُہ دھیان جمانے بیٹھے گا۔ شکوہ شکائیت، گلہ وغیرہ سوچنے پر مجبور ہوگا۔ دُوسروں کی کیا آس؟ اس زرّیں اُصُول کی پابندی سے انسان کا من دُوسروں سے گلہ اور احسان کے خیالات سوچنے سے بچ جائے گا۔ اور جن خیالات سے من چنچل اور موڑھ رہتا ہے۔ وُہ رفتہ رفتہ کم ہو جائیں گے۔

(۲) "کسی کے پرائیویٹ (Private) حالات مت دریافت کرو اگر علم بھی ہو تو بھی ظاہر نہ کرو"

اگر کسی کے پرائیویٹ حالات دریافت کرو گے۔ اور ظاہر کرو گے۔ اُتنا ہی لوگ تمہارے برخلاف ہوں گے۔ اور تم کو شانتی اور سکون سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑے گا۔ من جب اکیلا ہوگا۔ اس قسم کی تدابیر سوچے گا جن سے اُن کا مقابلہ کیا جائے۔ ہر وقت اشانتی رہے گی۔ اور کوئی ٹھور ٹھکانہ نہ ہوگا۔ بدیں وجہ تجربہ کار مہاپُرشوں نے کہا ہے۔ کہ کسی کے پرائیویٹ حالات مت دریافت کرو۔ اس سے منزل مقصود تک بے کھٹکے پہنچنے کے لئے بہت مدد مل جائے گی۔ اور تمہارا انجام بخیر ہوگا۔

(۳) اپنے بال بچّوں بیوی افسران ماتحتوں اور دیگر رشتہ داروں سے ملنا اور سب جائز تعلق رکھو

اگر تم اپنے رشتہ داروں عزیزوں وغیرہ کو اپنے اُوپر حاوی ہونے دو گے تو تم خواہ مخواہ پریشان اور اشانت رہو گے اُن کی مرضی میں اتنے نہ رہو کہ وُہ ٹٹو کی مانند تم پر تفکرات کا بوجھ لاد کر جس راستے سے چاہیں۔ تم کو گذاریں۔ ورنہ تم دُور نکل جاؤ گے۔ اور خوب بھولو گے۔ اور بُری طرح بھولو گے۔ اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھاؤ گے۔ اس لئے جائز تعلق سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ جتنا زیادہ تعلق رکھو گے۔ اُتنا ہی اپنے آپ کو اشانت کرو گے۔ جب تم اکیلے بیٹھو گے۔ سینکڑوں وسوسات اور خیالات تمہارے من کے اندر پیدا ہوں گے۔ اور طبیعت کی یکسوئی میں مانع ہونگے۔

(۴) اپنے رُوحانی خیالات کو بلا پُوچھے کسی پر ظاہر مت کرو

اگر تم بلا سوال کئے اپنے رُوحانی خیالات اور جذبات کو دُوسروں پر ظاہر کرتے پھرو گے۔ تو خواہ مخواہ کے لڑائی جھگڑے تمہارے گلے کا ہار بنے رہیں گے۔ جب دل اکیلا ہوگا فضول خیالات سوچنے پر مجبور ہوگا۔

(۵) جب تم سیر کو نکلو تو بالکل اکیلے سیر کرو

دوسروں کے ساتھ سیر کرنے سے اُن کے خیالات اور اثرات تمہارے دل کو متاثر کرتے رہیں گے۔ اور دھیان جماتے وقت اُنہیں کی وجہ سے تمہارے دل میں حرکت آتی رہے گی۔

(۶) مناسب خوراک اور ورزش سے جسمانی صحت کو بنائے رکھو!

صحت کے برقرار رہنے سے جاگرت اوستھا آنند دائک رہتی ہے طفلی جوانی اور بڑھاپے میں حوصلے پست نہیں ہوتے اور ہمت بڑھتی رہتی ہے۔ اور خوشی اور سادگی سدا ہمکنار رہتی ہے۔ اس لئے جسمانی عناصر کو مساوی رکھنے کے لئے مناسب خوراک اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ حد سے زیادہ مصروفیت اور بے کاری دونوں ہی جسم کو مٹی میں ملا دیتے ہیں۔ صحت کے اصولوں پر کاربند نہ رہنے سے جسم میں نقص آجاتا ہے۔ اور جسم کے عناصر میں نقص آجانے کی وجہ سے انسان کا من چنچل اور موڑھ ہوجاتا ہے۔ جسمانی صحت کے سلسلہ میں بیرج رکشا کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ کمزوری بیرج کے شکار ہوجانے سے بھی انسان کا من بہت چنچل ہوجاتا ہے۔ اور دھیان جمانے وقت ٹھہرتا نہیں۔ اس جسم کی صحت کے ساتھ ساتھ بیرج رکشا کی طرف بھی پورا پورا دھیان دینا چاہیئے۔

اگر تم ان زریں اصولوں کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناؤ گے تو تمہارا من خود بخود جب اکیلا ہوگا دھیان میں لگ جائیگا۔ اور اس میں چنچلتا نہیں ہوگی۔ اور بیرونی یا خارجی اثرات اس پر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے۔ تمہیں شانتی اور یکسوئی حاصل ہوگی۔ یکسوئی آنے سے تمہارے من میں حقیقی ذات کا عکس پڑنا شروع ہوگا۔ اور حقیقت کا پردہ ہمیشہ کے لئے اُٹھ جائے گا۔ اور زندگی موت دُکھ سُکھ بندھن مکتی کے معمہ جات حل ہوجائیں گے

ہم سنسار میں ان شاہی اصولوں کی رُوح کو جذب نہ کرنے کی وجہ سے پھنستے ہیں ان کو نہ جاننے کی وجہ سے ہمارا دل بیرونی اثرات سے متاثر ہوتا رہتا ہے۔ اور جب ہم ابھیاس کرنے بیٹھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے من میں حرکت آتی ہے جب تک دل کے لئے اشتعالک کا سامان پیدا کرنے والی باتوں کے برخلاف جنگ وجدل چھیڑنے کی سخت ضرورت محسوس نہیں کروگے۔ نہ تمہارا من یکسو ہوگا۔ اور نہ ہی تم اعلےٰ اور بے خوف جیون سے بہرہ ور ہوگے۔ ان اصولوں کی موافقت سے من میں شانتی آئے گی۔ دُنیا کی کل برگزیدہ ہستیاں اس معاملہ پر متفق الرائے ہیں۔ تمہیں یقین نہیں آتا تو تجربہ کرکے دیکھ لو۔ تم سوال کروگے۔ "کیا یہ سچ ہے؟" میں جواب میں کہوں گا "ہاں سولہ آنے سچ ہے!" آؤ۔ اور دیکھ لو جنم مرن کا کھٹکا جاتا رہے گا۔ ہاں پوری طرح ادھر آنے کی شرط ہے۔

نوٹ رسالہ اوم کے اگلے پرچوں میں اگلے ابھیاسوں کے سلسلہ میں مکمل روشنی ڈالی جائے گی۔ اور آخر میں اصلی اوستھا کا نقشہ بھی پیش کیا جائے گا۔ ناظرین شوق سے انتظار فرماویں۔

کہتے ہیں جسے ابر وہ میخانہ ہے میرا
جو پھول کھلا باغ میں پیمانہ ہے میرا

کیفیت گلشن ہے مرے نشہ کا عالم
کوئل کی صدا نعرۂ مستانہ ہے میرا

پیتا ہوں وہ مے نشہ اترتا نہیں جس کا
خالی نہیں ہوتا ہے وہ پیمانہ ہے میرا

دریا مرا آئینہ ہے لہریں مرے گیسو
اور موج نسیم سحری شانہ ہے میرا

ہر ذرۂ خاکی ہے مرا مونس و ہمدم
دنیا جسے کہتے ہیں وہ کاشانہ ہے میرا

جس گوشۂ دنیا میں پرستش ہو وفا کی
کعبہ ہے وہی اور وہی بتخانہ ہے میرا

میں دوست بھی اپنا ہوں عدو بھی ہوں اپنا
اپنا ہے کوئی اور نہ بیگانہ ہے میرا

عاشق بھی ہوں معشوق بھی یہ طرفہ مزا ہے
دیوانہ ہوں میں جس کا وہ دیوانہ ہے میرا

خاموشی میں یاں رہتا ہے تقریر کا عالم
میرے لب خاموش پہ افسانہ ہے میرا

کہتے ہیں خودی کس کو خدا نام ہے کس کا
دنیا میں فقط جلوۂ جانانہ ہے میرا

ملتا نہیں ہر ایک کو وہ نور ہے مجھ میں
جو صاحب بینش ہے وہ پروانہ ہے میرا

شاعر کا سخن کم نہیں مجذوب کی بڑ سے
ہر ایک نہ سمجھے گا وہ افسانہ ہے میرا

زبانِ مکتی کے متعلق عام فہم اُپدیش

امرت بچن سنت نارائن سنگھ جی

بنی نوع انسان کا روگی ہونا

مختلف دھرم پُستکوں میں "مانش جیون کے مقصد" کے لئے کئی ایک الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ سناتن رشیوں کے گرنتھوں میں "موکش"، بودھ گرنتھوں میں "نِربان" اور مغربی دھرم کی کتابوں میں "نجات" کے الفاظ آتے ہیں۔ مطلب سب کا دُکھ سے خلاصی پانا ہے۔ دُکھ اور بیماری ایک ہی حالت کے نام ہیں یا یوں کہو کہ دُکھ بیماری کا نتیجہ ہے اور بیماری صحت کا عدم ہے۔ جسطرح ہمیں جسمانی بیماری کے علاج کے لئے تجربہ کار حکیم کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہمیں مانسک روگوں سے نجات پانے کے لئے روحانی حکیم کی آوشکتا ہے۔ جسمانی بیماری کے علاج میں اگر حکیم خود ہی بیمار نظر آئے تو یقیناً اُس کے علاج سے ہمیں فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اُس کی دوا پر بھروسہ کرنا قانون فطرت کے خلاف ہے۔ اسی طرح سے اگر ہم اپنی روحانی صحت حاصل کرنے کے درپئے ہو رہے ہیں تو ہمیں پورن گورو مُرشد کامل سے ملنا چاہیئے۔ وہ صحیح تشخیص مرض کر کے مناسب نسخہ تجویز کرے گا اور اُس کے فیض سے ہمیں اندرونی روگ سے خلاصی حاصل ہوگی اور بعد ازاں پرم آنند کی (یعنی وہ سُکھ جس سے پرے کوئی سُکھ نہیں) پراپتی ہوگی۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ تمام انسان روگی ہو رہے ہیں۔ روگ سے خالی کوئی ورلا سادھو ہے۔ ہم گوربانی میں سنسارک روگوں کا ذکر سنتے ہیں۔

سُومے روگ مانکھ کو دِتیاں ۔ کام روگ مَیگل بس لیناں

درشٹ روگ پچ مُوئے پتنگا ! ۔ ناد روگ کھپ گئے کُرنگا !

ترجمہ:۔ اہنکار یعنی خودی کا روگ جانوروں کو نہیں ہوتا۔ یہ روگ انسان کو ہی ہُوا کرتا ہے۔ انسان اپنے سے دُوسروں کو غیر گردانتا ہے اور اسی لئے غیروں کا مال لے کر اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے اور دوسروں کو غیر جان کر ہی وہ اُنہیں اپنے ماتحت رکھکر اُن پر حکومت کرنا چاہتا ہے اور اُن پر ناجائز رعب ڈالتا ہُوا ظلم، جور و جبر کو روا رکھتا ہے۔

یہ روگ بہت عام ہے اس سے کوئی بشر خالی نہیں۔ اس کو چھوڑ کر کام یعنی شہوت رانی کا روگ ہے جسطرح ہاتھی باوجودیکہ اتنا شہ زور جانور ہے لیکن وہ اپنی مادہ کو دیکھ کر کام سے اندھا ہُوا بے بس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی شہوت کے ادھین ہو کر اپنا تمام علم و ہُنر، عقل و طاقت کھو بیٹھتا ہے۔ خوبصورت پرستی کا روگ ہے۔ بڑے بڑے پنڈت یعنی ودوان

جوگی۔ جتی۔ سدّھ۔ پیر۔ خوبصورت استریوں کے کٹاکش (نظر) سے گھائل ہو کر مُردہ ہو گئے۔ اُن کا وہی حال ہُوا جو کہ پتنگ کا شمع کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ پتنگ شمع پر جل مرتا ہے اِسی طرح بڑے بڑے عالم اور جرنیل دُنیا کو فتح کر کے بعد ۂ خود شمعِ حسن کے شکار ہو گئے۔ گوربانی میں آتا ہے۔

"بید پڑھ پڑھ پنڈت مُوئے رُوپ دیکھ دیکھ ناری"

ساری عُمر پنڈت بید پڑھتے رہے مگر جب رُوپ وان (خوبصورت) اِستریوں کے سامنے آئے تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آگے چل کر کانوں کا روگ ہے۔ یہ سُریلی آواز سُن کر مست ہو جاتے ہیں۔ ہرن کو جنگل میں بینیا کی آواز سے پکڑ کر شکار کرتے ہیں۔ اِسی طرح سے بہت امیر لوگ بازاری عورتوں کا ناچ اور گانا بجانا سُن کر دِشٹے لمپٹ (بھوگ میں غلطان) ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے اپنے جیون کو ناد کے بدلے بیچ کر خالی ہاتھ دُنیا سے جاتے ہیں۔

جو جو دیسے۔ سو سو روگی　—　روگ رہت میرا ست گرو جوگی

اِس سنسار میں جو جو اِنسان دِکھائی پڑتا ہے۔ روگی ہو رہا ہے۔ روگ سے خالی میرا ستگورو ہے جس نے ست وستو کو جانا ہے۔ اور اپنی منو برتی کو ستیہ سرُوپ سے جوڑا ہے۔

جہوا روگ مین گر سیانو　—　باسن روگ بھوَر بنانو

ہیت روگ کا سگل سنسارا　—　ترب دھ روگ مہ بدھے بکارا

ترجمہ:- مچھلی کی طرف دیکھو رکونٹی کے ساتھ کھانے کی چیز لگا دیتے ہیں۔ وہ اُسے دیکھ کر مُنہ میں لیتی ہے اور حلق میں زخم کھا کر ماہی گیر کا شکار ہو جاتی ہے۔ اِسی طرح منش بھی جہوا (زبان) کے رسوں کا شکار ہو کر رات دِن عُمدہ عُمدہ کھانے کھانے کی فکر میں رہتا ہے۔ ہم امیر لوگوں کو دیکھتے ہیں جب تک اُن کے ٹیبل پر۔ چائے۔ بسکٹ۔ کیک۔ انڈے۔ مچھلی۔ مانس شراب وغیرہ نہ ہوں۔ اُن کا دِن نہیں گذرتا۔ گھر دِن میں مہمان آ جائے تو طوفان ساتھ ہی آتا ہے۔ ایک تھال میں کتنے پلیٹ پروسے جائیں! حلوا، پھرنی۔ چاول، پلاؤ۔ دال، بھاجی، ترکاری، اچار، مربہ، چٹنی، پوری، کچوری! شریف گھرانوں کی عظمت کا اندازہ لگانے کو پلیٹوں کی تعداد دیکھنی پڑتی ہے!

اِس پر مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ ایک دفعہ بدقسمتی سے میں اپنے بھائی کی لڑکی کی شادی پہ امرتسر گیا ہُوا تھا۔ جب رات کو دسترخوان برات کے لئے آراستہ کیے گئے۔ تو کم از کم سات قسم کا تو مانس ہی پلیٹوں میں پروسا گیا۔ خیال کیجئے اب سات پلیٹ چھوڑ کر آٹھویں میں کیا رکھا جائے؟ جب برات کھانا کھا چکی۔ تو میں اور میری ہمشیرہ۔ علیحدہ بیٹھ کر تھال کا انتظار کرنے لگے تو ایک نہایت معمولی سی بھاجی نظر آئی۔ جس کو لقمہ کے ہمراہ کھا کر ہمیں رات گذارنی پڑی! یہ زُبان کے روگ کا نظارہ نہایت عبرت ناک تھا جو مجھے مرتے دم تک یاد رہے گا!

اب ناک کے روگ کی سُنیئے۔ بھنور لنو شبو کے پیچھے مستانہ ہو کر گونجتا پھرتا ہے۔ کنول پھول کی سُگندھی لیتا ہُوا مست ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے اپنے شریر کی بھی سُدھ نہیں رہتی۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے وہ بیہوش پڑا رہتا ہے اور پھول رات کو سکڑ جاتا ہے۔ ہوا کا راستہ بند ہو جانے سے اُس کی جان بیہوشی کے عالم میں نِکل جاتی ہے۔ اسی روگ سے روگی ہو کر ہم اپنے دماغ کی نسوں پر مٹی کا تیل جیسی خوشبودار اشیاء کا مسار یا جو ہر معطر بلا ہوا ہوتا ہے۔ ملتے ہیں۔ تاکہ ہمارے کیش معطر رہیں کپڑوں میں عطریات کستوری وغیرہ لگاتے ہیں تاکہ ہمارے دِل کو سُکھ ملے۔ ذرا آگے چلئے موہ (محبت) کی بیماری ایک بھاری

وبا ہے۔ جس سے بچنا کسی انسان کا محال ہے۔ کوئی اولاد کے پیچھے مجنوں ہے۔ کوئی دولت و حکومت پر مفتون ہے۔ کوئی عزت و وقار کا دلدادہ ہے۔ غرضیکہ ایسا کوئی آدمی نہیں جس کا من کسی نہ کسی چیز کے موہ میں گرفتار نہ ہو۔

آدھی بیادھی اور اپادھی۔ روحانی، جسمانی اور ناگہانی آفتوں سے مصیبت زدہ ہو کر تمام لوگ بیمار ہو رہے ہیں۔ یہ بیماریاں شب و روز بڑھتی جاتی ہیں۔ یہاں تک آخر کار لاعلاج ہو جاتی ہیں۔ جسطرح جنگل کی بیلیں پھیلتی ہیں۔ اسیطرح بیماریاں دن بدن بڑھتی ہیں۔

روگے مرتا۔ روگے جنمے! — روگے پھر پھر جونی بھرمے!
روگ بندھ رہن۔ رتی نہ پاوے — بن ست گر روگ کتہ نہ جاوے

ترجمہ: یہ انسان پیدائش سے روگی ہوتا ہے۔ یعنی روگ ہی اس کے پیدا ہونے کا بیج ہے۔ ساری عمر روگ ہی میں کاٹتا ہے اور آخر روگ ہی میں دم دے دیتا ہے۔ یہاں ہی اسکی خلاصی نہیں۔ پھر واسنا کے جال میں پھنسا ہوا چوراسی لاکھ جونیوں (آواگون) کے چکر میں پھرا کرتا ہے۔ یہ روگ اسے جنم جنمانتروں میں ایک پل بھی نہیں چھوڑتا۔ جب تک یہ پورن گورو کی شرن نہ لیوے کسی اپائے سے روگ سے نجات مشکل ہے۔ اب گورو روگ سے چھوٹنے کی سبیل آخری پاد میں بیان کرتے ہیں:-

پار برھم جس کینی دیا — باہ پکڑ روگوہ کڈھ لیا
ٹوٹے بندھن سادھ سنگ پایا — کہو نانک گر روگ مٹایا

ترجمہ:- جس انسان پر اس جگت کے ایشور (جو سب سے پرے اور دیاپک ہے) کی کرپا ہوئی۔ اس کے بندھن سادھ سنگ سے ٹوٹ پڑے ہیں۔ اسے ست گورو کی پراپتی ہوئی ہے اور اسے روگوں کے کیچڑ سے بازوؤں سے کھینچ کر گورو نے باہر نکال لیا ہے۔ بغیر ست گورو کے روگ کا معالج کوئی نہیں ہے۔

روگی انسان کی تصویر ایک اور شبد میں بھی دی گئی ہے۔ ذرا اسے بھی غور سے پڑھیئے:-

لونڑ حرامی۔ گنہ گار۔ بے گانہ الپ مت — جیونڈ جن سکھ دیتے تاہ نہ جانت تت

ہم جس مالک کا نمک کھاتے ہیں اسی سے بے وفائی کرتے ہیں۔ جس رحیم کے ہمارے سر پر اسقدر احسان ہیں۔ اُسی کی حکم عدولی اور نافرمانی کے مرتکب ہو کر گنہگار ہوتے ہیں۔ جو خالق ہمیں اپنا پیدا کردہ جان کر ہر وقت رزق پہنچاتا ہے اسی کو ہم بیگانہ سمجھتے ہیں۔ ذرا سا فائدہ اٹھانے کے لئے دھرم ہار کر اپنی متی (بدھی) کی تھوتا (الپ یا کمزور ہونا) ظاہر کرتے ہیں۔

جس قادر مطلق نے ہمارے جسم کو قدرت کے سانچے میں ڈھال کر سنوار کر رکھا اور اسمیں جان ڈالی اور پھر ہمیں دنیا میں زندگی گذارنے کے لئے طرح طرح کی آسائشیں دیں۔ ہم اسے برحق (ست یا تت) نہیں جانتے، حالانکہ ماسوائے اس کے سب کچھ دھوئیں کے بادل ہی ہیں اور دنیا کے ناپائیدار پدارتھوں کے پیچھے رات دن سرگرداں اور پریشان حال دوڑ رہے ہیں۔

۲- لاہا پایا کار نرٹے وہ دس ڈھونڈن جائے - دیون ہار داتار پر پُھ نمکھ نہ مَنہ لبائے

ترجمہ :- جہاں ذرا سا نفع دیکھتے ہیں ہم اُدھر ہی دوڑتے جاتے ہیں۔ اس منافع کے لئے ہمارا دل ہر لحظہ دوڑتا رہتا ہے۔ دُنیا کے ہر گوشہ میں دولت کی تلاش میں کوشاں پھرتا ہے۔ لیکن جس مالک نے جسم دجان۔ زر و جواہر، مال و دولت۔ حکمت و عزت یہ سب کچھ دیا ہے اسے ایک پل بھی یاد میں نہیں لاتے۔ اسطرح اکرت گھنتا (ناشکر گذاری) کے دوش (عیب) کے بھاگی ہوتے ہیں اور ناشکرہ پن سے کوئی زیادہ سیاہ داغ انسان کے چہرہ پر ہو نہیں سکتا۔

۳- لالچ جھوٹھ بکار موہ ایا سمپے مَن ماہیے - لمپٹ چور۔ نندک پہاں تن ہوں سنگ بہائے

ترجمہ :- ہر دم زیادہ سے زیادہ روپیہ کمانے کی فکر ہمارے دامنگیر ہو رہی ہے۔ ہم اپنے فائدہ کی خاطر اپنے بھائیوں کو جھوٹ بول کر دھوکا دینے سے نہیں ٹلتے۔ اور یہ جو دُنیا میں مال و دولت ہمارے پاس ہے اُسے جکڑ کر پاس جمع رکھنے میں وکار (خرابی) کو نہیں دیکھتے۔ اسے نہ تو راہ مولا پر خرچ کرتے ہیں اور نہ اپنی جان کو محفوظ رکھنے کے کام میں لاتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک دن ہم اس سے جدا کئے جائیں گے اور اس وقت ایک تنکا تک ساتھ نہیں جائے گا۔ ہمارے انتہ کرن کے خزانہ میں کوئی نیک خیال نہیں پایا جاتا۔ صرف حرص طمع۔ غفلت اور ناراستی کے پُھرنے جمع رہتے ہیں اور پھر ہماری صحبت زیادہ تر اُن لوگوں سے رہتی ہے جو شرابی۔ کبابی۔ دشتی۔ مال حرام کھانے والے راستی کی نندا کرنے والے ہوتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کا آچار نہایت میلا ہوتا ہے یا یوں کہو کہ جو روحانی طور پر مریض ہوتے ہیں کئی بیماریاں محض صحبت سے جسم کے اندر داخل ہو جایا کرتی ہیں۔ اس لئے یہاں صحبت سے بیماری یا دُکھ کا پیدا ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

تمام بیماریوں کا مُول کارن

کسی بیماری کا ہونا علامات سے پایا جاتا ہے۔ ہم بخار کے مریض کا رنگ زرد۔ آنکھیں پژمردہ۔ نبض تیز۔ ذائقہ خراب دیکھتے ہیں۔ اسی طرح روحانی طور پر روگی انسان میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ پیدائشی جہل و الفت۔ موہ۔ غصہ۔ طمع۔ شہوت انانیت کا شکار ہو رہا ہے اور حسد۔ کینہ۔ ریا۔ بخل۔ کی آگ میں جل رہا ہے۔ وہ ہمیشہ خوشامد۔ کبر۔ نخوت سے کام لیتا ہے۔ اور سیاہ دلی۔ بے وفائی۔ اُسکا شیوہ ہیں۔ وہ نفس کی پیروی میں خستہ حال اور لذات کے طلسم میں گرفتار ہے۔ تلخ گوئی اور غیظ و غضب میں ہر وقت پڑ کر دُکھ اُٹھا رہا ہے۔ جسمانی اور روحانی امراض دراصل ایک ہی جگہ سے نکلتی ہیں جسم اور مَن کی تفریق بالکل فرضی ہے۔ جب جسم بیمار ہوتا ہے۔ وہ اُس کا اثر مَن پر پڑتا ہے اور جب دل کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو خود بخود جسم بیمار ہو جاتا ہے جسمانی ہو یا روحانی۔ تمام بیماریوں کی جڑ اسی دل کے اندر ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب غرق نیند میں مَن کا فعل مُعطّل ہو جاتا ہے تو اُس وقت نیندی مجرم نہیں رہتا ہے بیمار کو بیماری چھوڑ جاتی ہے۔ گدا گر اُس حالت میں مُفلس نہیں ہوتا اور نہ ہی تو انگر فارغ البال رہتا ہے۔ مَن کے ہونے سے بیماریوں کا وجود ہے۔ اور مَن کے عدم سے بیماری کا کالعدم اگر کوئی ایسی دوا مل جائے جس کے استعمال سے اس مَن کا عدم ہمیشہ کے لئے ہو جاوے تو تمام بیماریوں کی جڑ کٹ جائیگی۔ جس طرح بُھنا ہوا بیج دوبارہ اُگتا نہیں

یا جس طرح جلا ہوا کپڑا پھر تن پہ زیب کرنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ اسی طرح من کا ناش ہو کر تمام امراض اندرونی یا بیرونی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مگر ایک اور امر یہاں غور طلب ہے۔ جس شے کا وجود حقیقی ہے اس کا ناش وجود سے ہرگز ناممکن ہے اور جس کا وجود فرضی ہے اس کا ناش ممکنات سے ہے۔ جس طرح اندھیرا صرف روشنی کی ضد ہے۔ اس کا اپنا وجود کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح من کا وجود کوئی نہیں۔ جس طرح بلبلا۔ دریا کی سطح پہ اٹھتا ہے۔ تو دریا (پانی) سے الگ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ تاہم شکل اور نام کے باعث وہ اپنے تئیں علیحدہ جسم مانتا ہے۔ جہل۔ خودی اگیان۔ مایا یا من ہے۔ ورنہ من کا وجود کچھ کہیں نظر نہیں آتا ہے۔ من کے ناش سے مطلب خودی کا مٹانا ہے۔ خودی کے مٹانے سے سب روگوں کا ناش ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا کی تمام بیماریاں۔ خودی کی مختلف شکلیں ہیں جسطرح پانی کی خلط کے بگاڑ سے زکام۔ نزلہ۔ سل۔ دق وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سے ایک خودی ہی بدل بدل کر مختلف جسمانی اور روحانی روگ پیدا کرتی ہے۔ دنیا بھر میں صرف ایک ہی روگ ہے اور وہ خودی ہے۔

نجات کا حقیقی مفہوم

تمام دکھ غیریت سے ظہور میں آتے ہیں اور محدودیت اور جزدیت سے غیریت آتی ہے۔ توحید میں دکھ کا نام ونشان نہیں۔ دکھ دوئی میں ہی ہوا کرتا ہے۔ جب انسان اپنے تئیں موت سے مغلوب ہوا دیکھتا ہے اور جب اپنی طاقت اور علم کو محدود پاتا ہے تو ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور اپنی کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی کوشش کے دوران میں مختلف اوزار استعمال میں لاتا ہے۔ غصہ اور طمع وغیرہ دراصل اسی کوشش کی مختلف اشکال ہیں۔ درجہ دانش کے مطابق لوگوں کا مفہوم نجات بھی جدا جدا ہے۔ ایک گروہ ایسا ہے جو کہ جسم سے پرے کچھ تسلیم نہیں کرتا۔ اس جماعت کے لوگوں کے خیال کے مطابق مادہ کے اتصال ہی سے دل ودماغ پیدا ہو جاتے ہیں۔ روح بھی مادہ کی ایک حالت کا نام ہے۔ وہ لوگ صرف جسمانی نشوونما کی طرف ساری عقل توجہ اور طاقت خرچ کر دیتے ہیں۔ زیادہ تر آج کل یورپ اور امریکہ میں اس خیال کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ گویا ان کا مفہوم جسمانی صحت کی تکمیل کرنا ہی نجات ہے۔ یہ لوگ لامذہب ہیں دوسرے وہ جو کہ کسی نہ کسی مذہب کے پیرو ہیں۔ ان میں سے عیسائیت اور اسلام کے پیرو مانتے ہیں کہ محض احکام شریعت کی پیروی سے انسان موت کے بعد اپنی قبر میں آرام کرتا ہے۔ پھر قیامت کے روز اسے فرمان ایزدی کے فرماں برداری کا اجر ملتا ہے۔ خدا کے فضل سے اسے بہشت (دار الامان) میں جگہ ملتی ہے۔ جہاں وہ ابد تک زندہ رہ کر نجات (خلاصی) کا ثمرہ پاتا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے بھلے کام بھی کئے۔ ہم ان کا بدلہ ضائع نہیں کرتے۔ ان کے لئے رہنے کو باغ ہیں۔ جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان کا زیور سونے کے کنگن ہوں گے اور پہننے کو موٹے مہین۔ سبز ریشم کے کپڑے ملیں گے وہ ان باغوں میں تختوں پہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے کیا خوب بدلہ ملا۔ اور کیسا عمدہ آرام۔ بہشت میں خدا کی سب نعمتیں ہوں گی۔ کھانے کو ہر قسم کے نہایت لذیذ میوے۔ پینے کو خوش ذائقہ پانی اور دودھ۔ اور شراب کی اور صاف شہد کی نہریں۔ جنت میں جو شراب طہور ملے گی۔ وہ بڑے مزے کی ہو گی۔ نہ اس کا ذائقہ تلخ نہ اس میں بو۔ نہ اس کو پی کر کوئی بادہ سرائی کرے۔ نہ اس سے خمار ہو نہ بدمستی ہو۔ اس کے پینے والوں کو بڑی لذت ہو گی"۔ بہشت میں ہر قسم کی آسائش ہوگی۔ وہاں جو چاہیں گے موجود ہوگا"

غرضیکہ مُنہ مانگی مرادیں وہاں ہر وقت حاصل ہونگی۔ بہشت میں خدا کا دیدار بھی ہوگا لوگ خدا کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کے چاند کو۔ اور یہ نعمت سب سے بڑی ہوگی جنت والوں کو سُنا دیا جاوے گا کہ تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت کا مزہ نہ چکھو گے۔ ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے ہمیشہ با آرام رہو گے، کبھی رنج و تکلیف نہ پاؤ گے۔ وغیرہ وغیرہ"۔

سناتن آریہ رشیوں کے سدّھانت میں برہم کے دو رُوپ ہیں۔ نرگُن اور سرگُن۔ نرگُن کے اُپاسک ودیا یک برہم کو جان کر نہ کہیں آتے نہ جاتے ہیں۔ سب دوئی ذات کو پہچان۔ بھرم کے اندھیرے سے نکل کر بغیر واجب الوجود کے نہ کچھ دیکھتے ہیں نہ سُنتے ہیں۔ اُن کے لئے نہ نجات ہے نہ گرفتاری۔ نہ بہشت ہے نہ دوزخ۔ نام رُوپ کے پردہ کے کافور ہونے پر ایک ہی سورج اپنی انبھو پرکاش سے چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہ اُن کا اپنا آپ ہے۔ اُن کی نظر میں مایا اور جگت کے کے الفاظ لغو اور بے معنی نظر آتے ہیں۔ جب مایا ہی نہ رہی تو کہاں کا بندھن اور کیسی نجات مگر سرگُن اُپاسکوں کے لئے دو راستے قدیم سے مقرر کئے گئے ہیں ایک پِتریاں دوسرا دیویاں۔ سکام کرمی پتریاں (دھوئیں) کے راستہ چندر لوک میں پتروں میں جا ملتے ہیں، اور وہاں کرموں کی معیاد تک رہ کر پھر اسی راستہ سے واپس لوٹ کر آواگون کے چکر میں گھومتے ہیں۔ وہاں انہیں دیوتاؤں کے بھوگ میسّر ہوتے ہیں جو کہ بہشت کے بالکل مشابہ ہیں۔ البتہ وہاں یہ بات نہیں کہ وہ ابد تک زندہ رہیں گے۔ یہ بات دوسرے راستہ (دیویاں مارگ) پہ چلنے والوں پہ صادق آتی ہے۔ اسی راستہ کے اُپاسک (نرگن برہم کے پجاری) اگنی کے ذریعہ سورج اور سورج سے بجلی پھر بجلی کے راستہ سے برہم لوک میں پہنچتے ہیں جہاں وہ پرجاپتی کے اپدیش سے مُکت ہو کر اپنے گورو کے ساتھ کلپ کے اخیر میں نرگن برہم میں لین ہو جاتے ہیں اور حیاتِ ابدی کو پاتے ہیں۔

زبان کا اوّل اور آخر

علم عرفان کے ماہرین نے انسان کو درجہ صفر کا دیا ہے۔ یہاں سے عُروج پا کر یہ فرشتہ بن سکتا ہے اور گراوٹ کے باعث شیطان مجسّم۔ جب تک خودی کا بیج باقی ہے انسان کو اپنی کوشش سے بلندی کی طرف جانا ہوگا اور یہ جبھی ہو سکے گا کہ پہلے نیک و بد میں تمیز بہم پہنچائی جاوے۔ بیماری کی قید سے نکل کر صحّت کے میدان میں قدم رکھا جاوے۔ یعنی پہلے اخلاق کی درستی کی جاوے یا عادات ذمیمہ (سیرت شیطانی) کو اوصاف یزدانی (خصائل ملکوتی) میں تبدیل کیا جاوے روحانی حکیم (عارف) لوگوں کی ہدایات پہ عمل کرنے سے بدی (بیماری) دُور ہو کر صحّت (نیکی) کی طرف مائل ہونے سے رفتہ رفتہ وہ علامات (دیوی سمپتی) ظاہر ہوں گی جو گیان کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اور بدوں جن کے لئے نربان (موکش) نہایت مشکل ہے مثال کے طور پہ دانش۔ ترک۔ آزادی۔ تواضع۔ خوش خلقی۔ قناعت۔ صبر۔ شکر۔ حلم۔ حوصلہ تعلیم۔ رضا۔ خدا پرستی۔ خاکساری۔ سخاوت۔ صفائی۔ وفا۔ ضبط النفس۔ محاسبہ وغیرہ صفتیں آ کر دل میں رونق لگائیں گی اور سچ پوچھو تو یہی اوصاف ہی بہشت کے باغ کے ثمر دار درخت ہیں جس انسان کے پاس یہ موجود ہیں اُسے جیتے جی بہشت نصیب ہے۔ یہی سورگ کی امرت بوندیں ہیں اور یہی بہشتی (حوریں اور غلمان) خدمت گار ہیں۔ خدمت گاروں کا کام آرام دینا ہے۔ اِن سے زیادہ آرام اور تسکین دینے والا خادم کہاں مل سکے گا؟ اس راہ میں صفات ملکوتی کا وارد ہونا درجہ اوّل ہے۔ دوسری منزل یکسوئی کی ہے۔ پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خیال کی حرکت بند ہو جانے سے انسان

مرتا نہیں۔ زندہ رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ غرق نیند میں ہم روزانہ دیکھتے ہیں بلکہ انسان کے زندہ رہنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُسے روزانہ وُہ آرام نصیب ہو جو کہ گہری نیند (خیال کے معطل ہوتے) کے بغیر کہیں کسی دیگر طریق سے مل نہیں سکتا۔ متواتر اس آرام کے میسّر نہ ہونے کی وجہ سے آدمی کچھ عرصہ کے بعد قوائے جسمانی اور دماغی کو کھو بیٹھتا ہے۔ اور اُسکی موت یقیناً واقع ہوتی ہے۔ لیکن گہری نیند میں لاعلمی (بے خبری) کی وجہ سے اس آرام کا پورا فائدہ اُٹھا نہیں سکتا۔ مثال کے طور پر ایک شاہزادہ نیند کی وجہ سے خواب میں بھکاری ہو کر دُکھ اٹھاتا ہے مگر جب اُسے سمرتی ہوتی ہے کہ میں شاہزادہ ہوں تو پھر اپنے جلال میں چمکتا ہے اور سُکھ کو پاتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب تک ہم اس قوّتِ خیال کو قابو میں نہ لائیں ہم اپنی رُوح جُزوی (آتما) کا تعلق روح کُل (پرماتما) سے دیکھ نہیں سکتے اور بغیر اس عقدہ کے حل کئے ہم مسئلہ قادر و قدرت سمجھ نہیں سکتے۔ جو آدمی خود ہی غفلت کی نیند میں پڑا سو رہا ہے وہ اصلیت دُنیا سے کب باخبر ہو سکتا ہے؟ قوّتِ خیال کے انتشار میں عقلِ سلیم ظاہر ہو نہیں سکتی اور بجز عقلِ سلیم کے اس مسئلۂ اعظم کو ذہن میں لانا پہاڑ سے ٹکر لگانا ہے یا پہاڑ کو ہاتھ کی مٹھی سے چور کرنا ہے جو کہ ہر ایک ذی شعور جان سکتا ہے کہ نہایت احمقانہ فعل ہے۔ قوّتِ خیال کو روکنے یا قابو میں لانے کے لئے چار طریقے جب سے دُنیا ظہور میں آئی رائج کئے گئے ہیں۔ پہلا طریق منتر یوگ ہے یعنی کسی مہاواک (اسم اعظم) کو یکسُوئی (طریقۂ مرشد) سے اُچارن کرنا اور اس کی آواز (شبد) پر توجہ جمانا۔ یہ اُچارن بھی آگے چار طرح کا ہے۔

اوّل:- آواز کا اونچی سُر سے نکالنا اور اُسپر دھیان جمانا۔ دوم:- لبوں کے اندر اچارن ہونا مگر آواز دوسرے آدمی کو سُنائی نہ دیوے۔ تیسرے:- دِل کے اندر اُچارن کرتے ہوئے دِل کے کانوں سے سُننا۔ چہارم:- ناف سے جو پران کی کلا اُٹھتی ہے اُس کے ساتھ شبد اور سُرت (توجہ کا جوڑنا) اور اِس طرح سمادھی (محوّیت) کی حالت بہم پہنچانا۔

دوسرا طریق دھیان یوگ ہے۔ اوّل اسمیں قلب کے اندر کسی ایک تتو (عنصر) کے رنگ پر توجہ قائم کی جاتی ہے دوم:- روشنی (سُورج یا چاند) کا تصوّر باندھا جاتا ہے۔ سوم:- اُس آواز (ناد) پر جو کہ پران وایو کے دماغ کی سوکشم (باریک) ناڑیوں میں سے گذرتے ہوں۔ لطیف اور سُریلے راگ میں پیدا ہوتا ہے چت کو اکاگر (یکسُو) کرنا۔ چہارم:- کسی دیوتا (اشٹ دیو) کی مُورتی کا دِل میں تصوّر باندھنا اور اس کا بنفاودھی پُوجن کرنا۔

تیسرا طریق لے یوگ ہے۔ یہ سادھن سانکھیہ کی یکتی سے تعلق رکھتا ہے۔ سرشٹی کا انلوم (اُتپتی) اور پرتیلوم (پرلے) پرکار سمجھ کر ورتی اچل ہو جاتی ہے۔ یہ طریق سب سے پرانا لیکن دقیق ہے۔ انلوم اوستھا میں پُرش اور پرکرتی کے ملاپ سے تین گُن پیدا ہوتے ہیں۔ اُن سے کریا شکتی سمپن سُوتر اتمات مہتتو پیدا ہوتا ہے۔ مہتتو سے تردھا اہنکار ہو کر آگے پنچ بھوت، اندریاں اور اندریوں کے ادھشٹھاتا گیارہ دیوتا پرگٹ ہوتے ہیں۔ پھر برہمانڈ کے اندر ترلوکی کی رچنا میں دیوتا۔ لوک پال۔ مانکھ۔ پشو۔ پنکھی۔ برکھش بناسپتی۔ گرہ پربت۔ سمندر آدک ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی کا پرتی لوم۔ اُلٹا کر شٹریہ کا ان میں۔ اُن کا بیج میں۔ بیج کا بھُومی میں، بھومی کا جل میں۔ جل کا اگن میں۔ اگن کا وایو میں۔ وایو کا آکاش میں۔ آکاش کا شبد میں۔ شبد کا تامس اہنکار میں۔ اندریاں اور تامس اہنکار راجسی اہنکار میں۔ راجس اہنکار اور من ساتوک اہنکار میں۔ تردھا اہنکار مہتتو میں۔ مہتتو پرکرتی میں۔ پرکرتی کال میں۔ کال پُرش میں لین ہو جاتا ہے۔ بھرم کے ناش سے موکش یا نربان پد کا اُدے ہوتا ہے۔

چوتھا طریق ہٹھ یوگ ہے ۔ اسمیں پران (باہر آنیوالا سانس) اور اپان (اندر جانیوالا سانس) کو بتدریج روکا جاتا ہے ۔ روکنے کے لئے پہلے پدم ۔ سدھ آدک آسن کو قائم کیا جاتا ہے ۔ پھر شریر شدھی کے لئے کھٹ کرم یعنی چھ سادھن کرنے پڑتے ہیں ۔ اول نیتی (ناک کا راستہ صاف کرنا) دوم دھوتی (حلق کا راستہ صاف کرنا) سوم بستی (پاخانہ کی راہ صاف کرنا) چہارم گج کریا (معدہ کو پانی سے صاف کرنا) پنجم تراٹک (آنکھوں کی ٹکٹکی باندھنا) ششم نیولی (ریڑھ کو سیدھا قائم کرنا) اس کے بعد پرانایام آتا ہے ۔ اس عمل میں ریچک ۔ کمبھک اور پورک ۔ تین کرم کرنے ہوتے ہیں ۔ پہلے ہوا کا بھرنا ۔ پھر ٹھیرانا ۔ بعدہ چھوڑنا ۔ یہ آہستہ آہستہ مشق سے حاصل ہوتا ہے ۔ اسمیں کھانے ، پینے ۔ چلنے ۔ پھرنے سونے غرضیکہ ہر ایک بات کا سنجم (پرہیز) درکار ہے ۔ ورنہ یوگ سے بھرشٹ ہو کر دین و دُنیا دونوں سے گذر کر ناش کو پراپت ہوتا ہے ۔ پرانایام کا بنیادی اصُول یہ ہے کہ سانس روکنے سے من کا لکھاڈ ہوتا ہے ۔ مگر چونکہ اس سادھن میں جسمانی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں ۔ اس لئے اسے ہٹھ یوگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ بعض گرنتھوں میں لے یوگ کو گیان یوگ یا بدھی یوگ کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ اسمیں بُدھی (گیان یا وچار شکتی) سے کام لینا پڑتا ہے اور باقی تینوں کو کرم یوگ کیونکہ اسمیں شریر کی اندریوں سے کام کرنا پڑتا ہے ۔ کسی قسم کا یوگ سادھن کیوں نہ ہو ہر ایک میں چت بر تی کے روکنے کی غرض ہے اور مقصود یہ ہے ۔ کہ من شریر (نام + رُوپ) سے بے خبر ہو کر چیتن شکتی (کلا) میں لین ہوجائے ۔ سرت شبدی (جاپ کرنیوالے) دھیانی (تصور کرنیوالے) گیانی (وچار کرنیوالے) یوگی (پران روکنے والے) یہ سب ہی تر پیٹی (کرتا کرم ۔ کریا ۔ دھیاتا ۔ دھیان دھ گیاتا ۔ گیان ۔ گے) سے گذر کر ایکتا کے گھر میں پہنچنا چاہتے ہیں ۔ گویا ایکتا ہی سُکھ کا مقام ہے ۔ اس حالت کا نام سمادھی (محویت ۔ مراقبہ) ہے ۔ متواتر سمادھی کی مشق سے ہم تیسری منزل پر پہنچتے ہیں ۔ یہ شانتی کی منزل ہے ۔ دراصل یہ سمادھی کا نتیجہ ہی ہے ۔ سمادھی سے رجو اور تمو گن دب جاتے ہیں اور ست کا پرکاش ہو نیسے سموہ کلیشوں کا ناش ہوتا ہے ۔ یہ سمادھی دھرم کا بادل ہے ۔ جس کے برسنے سے سموہ پالپوں کا ناش ہو کر وویک (حق و باطل کی تمیز) پیدا ہوتا ہے اور مایا کے بھرم جال سے بیراگی ہو کر ست وستو کے درشن کے رس کو پی کر مست ہو جاتا ہے اور اپنی اصلیت (معرفت) کو جان کر جنم ۔ کرم ۔ بھرم سے مُکت ہو کر بچرتا ہے ۔ اسی حالت کا نام نربان یا موکش ہے ۔

نربان اور مذاہب

مذہب کے لغوی معنی کو چھوڑ کر اصطلاحی معنی سے مُراد خُدا کی راہ ہے ۔ بعض انسان جو الیشور کے وجود کو نہیں مانتے انہیں عام طور پر لامذہب کہا جاتا ہے ۔ ہم اس مرحلہ پر یہ دیکھنا چاہتے ہیں ۔ کہ موکش یا نربان کے متعلق تمام دُنیا کے لوگ کس اصُول پر متفق ہیں ۔ ناستکوں (الیشور کی ہستی سے انکار کرنیوالوں) کی بھی دو جماعتیں ہیں کہ وہ جو کہ رُوح انسانی کو مانتے ہیں مثلاً بودھی اور جینی اور دوسرے وہ جو رُوح انسانی سے بھی منکر ہیں ۔ کیا آستک کیا ناستک ۔ خواہ وہ صرف جسم کو مانتے ہوں یا جسم اور رُوح دونوں کو ۔ صحت جسمانی اور روحانی کو بغیر درستی اخلاق کے حاصل نہیں کر سکتے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی حالت میں جسم کے علاوہ اُن کا من ہی رُوح ہے ۔ تمام مذاہب عالم نجات (نربان یا مکتی) کی مختلف راہیں ہیں ۔ مُکتی کے معنی تمام اقسام کے بندھنوں سے رہائی پانا ہے ۔ مکمل طریقہ چاہے آستک ہو یا ناستک ، وہی ہو سکتا ہے جس کا مقصد انسان روحانی ۔ جسمانی ۔ مذہبی ۔ سوشل اور تمام دوسرے بندھنوں سے آزاد کرنا ہے ۔ ہر قسم کے بندھن کی جڑ خوف (بھے) میں ہے اور بھے ہمیشہ دوسرے سے ہُوا کرتا ہے جب تک ہمارے دل کے اندر اپنی جُدا

ہستی اور اپنے سے اُوپر اور نیچے دوسری ہستیوں کا خیال موجود ہے۔ بندھن کاٹے جا نہیں سکتے۔ مذہب کا کمال یہی ہے کہ خالق اور مخلوق ہمیں اپنا آپ معلوم ہونے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام مخلوق اپنے سمیت ہمیں خالق کا جسم نظر آئے گی۔ جب ایسا ہوگا تو غیر کا عدم ہوگا اور ہمارے تمام افعال حُب نورانی سے لبریز ہو جائیں گے اور ہم چاہیں گے کہ تمام جاندار۔ ہر کہ و مہ۔ قریب و بعید۔ حاضر و غائب، امان اور راحت پائیں اور دردِ الم سے مُبرّا ہوں۔ جس طرح ہم اپنے آپ کے لئے سدا خواہش رکھتے ہیں کہ ہم ہر قسم کے دُکھ سے نکل کر امن میں قیام کریں۔

دوسرا نکتہ یہاں یہ ہے۔ بھے کی پہلی حالت شک ہے۔ بھے شک کا نتیجہ ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب تک دریا یا نہر کا منبع بند نہ ہو اس میں پانی کی روانگی بنی رہتی ہے۔ اسی طرح جب تک ہم کسی مذہب کے پیرو ہو کر صرف سماعی شہادتوں پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندھا دھند وشواس قائم کرتے ہیں۔ قدیم روائتوں کو کسی مقدس کتاب کی سند پہ تسلیم کرتے ہیں یا منطقی دلائل کے ذریعہ سے نکلے ہوئے نتائج پر یقین لاتے ہیں ہمارے اندر شک بنا رہتا ہے۔ جب تک کسی زیر بحث اصُول کی صحت ہمارے ذاتی تجربہ کی رو سے ہمارے سامنے پرتکش طور پر نہ آجائے ہمارے دل کے اندر درد والم کی روانگی بنی رہے گی اور اس قسم کی زندگی نہ تو ہمارے اپنے لئے موجبِ راحت ہوگی اور دوسروں کے لئے بہبودی کا باعث ہو سکے گی۔ مذہبی یا دینی دُنیا میں سب سے بڑا بندھن اندھا وشواس ہے جو کہ تجربہ سے خالی رہ کر انسان کو نجات کی بجائے قید میں ڈالتا ہے۔ کیونکہ شک کی بنیاد قائم رہنے سے ہم چاہے بہشت میں داخل ہو بھی جائیں۔ وہاں بھی ہمیں اخراج کا خوف لگا رہے گا۔ اور ہمارے اندر سچی خوشی نہ پیدا ہونے کے سبب سے ہمیں دُکھی رکھے گا۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ تمام مذاہب کے پیرو دو قسم کی غلطیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ہم صرف اوائگی ظاہری رسومات پر فیصلہ کرتے ہیں یعنی چند مذہبی نشانات رکھنے۔ کسی اوتار یا پیغمبر پہ یقین لانے یا اُس کی لائی یا بنائی ہوئی کتاب کو روزانہ پڑھ لینے کو ہی اپنی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ دوم یہ کہ تمام مذہبی کتابیں انواع واقسام کی رُوحانی بیماریوں کے نسخوں سے پُر ہیں۔ کیا کوئی عقل مند آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ محض نسخوں کے بار بار پڑھنے سے ہی نجات (صحت) نصیب ہو سکتی ہے۔ بیماری کا صحیح علاج نسخہ کے اجزا پیدا کرنا اور بہترین طریقہ سے دوائی کا مرکب تیار کرنا اور پرہیز سے اس کا باقاعدہ استعمال کرنا ہے۔ آج ہم اپنی نجات کے لئے صرف پاٹھ پُوجا کو ہی کافی مان کر عملی زندگی سے خالی مذہب والے ہو کر۔ ناستکوں سے بھی گئے گذرے ہو رہے ہیں۔ جسقدر دُکھ ہم اپنے بھائیوں کو مذہب کے تعصب کی آگ میں جلتے ہوئے دیتے ہیں اور جو بدسلوکی (جنگ و جدل) مذہب کے نام پر آج دُنیا میں ہو رہی ہے اتنا ناستک دُنیا کے بندوں میں پایا نہیں جاتا۔ چوتھا نکتہ یہ ہے کہ کوئی دوائی چاہے کتنی بیش قیمت کیوں نہ ہو جب تک جزو بدن ہو کر بیماری سے شفا نہ بخشے بے فائدہ ہے۔ اسی طرح اپنے مذہب کی زبانی منادی کی بجائے اپنی عملی زندگی سے دُنیا کو دکھلانا چاہیئے کہ فلاں طریق میں کس قدر طاقت ہے۔

آجکل جا بجا مذہبی جلسوں میں اپنے مذہب کو برتر اور دوسروں کو نیچا دکھلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ خطرناک رویّہ کوئی ہو نہیں سکتا۔ ایک خدا کے پجاریوں کو یہ بات معلوم نہیں کیوں بھول جاتی ہے کہ جب مذاہب خدا کی جانب سے دیئے ہوئے الہام کے ذریعے سے ظاہر ہوئے ہیں تو بتاؤ خدا کا مذہب کون ہوا؟ پانچواں نکتہ یہ ہے کہ معرفت کے رموز داں اکثر کہا کرتے ہیں کہ زنجیر خواہ سونے کی ہو خواہ لوہے کی آخر وہ بندھن ہی ہے۔ کوئی انسان کسی خاص مذہب کا پیرو [illegible] موکش کہاں ہے۔ نہ

وہ زمین پر ہو سکتی ہے اُور نہ بعد میں آسمان پر نصیب ہو سکتی ہے۔ اگر خدُا ایک ہے اُور تمام مخلوق اس خالق سے وجود میں آئی ہے اُور تمام پیامبر اپنی الہامی کتابوں کی آخری سند خدُا کی ذات سے نازل ہونے کو دیتے ہیں تو واجبی انصاف کی نظر سے دیکھا جاوے تو خدُا کا کوئی خاص ایک مذہب ہو نہیں سکتا۔ اسطرح واصل بحق (عارف) یا خدُا رسیدہ لوگوں کا بھی کوئی خاص مذہب نہ ہونا چاہیئے۔ تمام مذاہب اُن سڑکوں کی مانند ہیں جو خدُا کے محل (دروازۂ نجات) کو جاتی ہیں۔ نجات یا مُکتی کے بعد سڑکوں پر بحث کرنے سے کچھ مطلب نہیں۔ خدُا کی طرح جیون مُکت پرش کا (یعنی جس سادھو کو زندگی ہی میں نجات نصیب ہُوئی ہے) کوئی مذہب ہو نہیں سکتا کیونکہ دُہی کو متھن کر کے جب دانا آدمی مکھن نکال لیتا ہے تو پھر متھن کرنے (رڑکنے) سے کچھ کام نہیں رہتا۔ صریحاً دوبارہ متھن کرنا حماقت اُور مکھن کو برباد کرنا ہے۔ پس واجب آیا کہ جو لوگ مذہبی جھگڑوں میں حصہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں انہیں حقیقی مذہب کی کوئی خبر نہیں۔ چاہے وُہ کسی مذہب کے ہوں۔ انہیں اپنے مذہب سے کچھُ فائدہ نہیں۔ وہ یقیناً خالی ہاتھ دُنیا سے جائیں گے۔ وہ بنی نوع انسان کے دُشمن گرُو بہ نما گرگ ہیں۔ ایسے آدمیوں سے ڈرنا چاہیئے۔

چھٹا نکتہ ماہرینِ حقیقت کے سامنے یہ ہے کہ ایشور کی تعریف یہ ہے کہ وُہ ہستی جو مایا کو اپنے ادھین رکھتی ہے اُور جیو وُہ جو کہ مایا کے ادھین رہتا ہے۔ مایا اُور من ایک ہی شئے ہے۔ من بیج ہے اُور مایا درخت ہے حقیقت میں درخت ہی بیج ہے اُور بیج درخت ہے۔ خدُا کی درگاہ میں مقبول ہونے یا خدُا سے واصل ہونے یا درجہ فنا فی اللّٰہ (خدُا میں مل جانے) کے لیئے لازم ہے کہ ہم خدُا کی مانند من کو اپنے قابو میں لائیں اُور یہ درجہ یا رُتبہ حاصل کرنے کے لیئے از بس ضروری ہوگا کہ ہم اوصاف ذمیمہ (سیرت شیطانی) سے مخلصی پاکر خصائل ملکوتی اختیار کریں۔ بغیر اس کے ہم اس منزل پر ایک قدم بھی آگے بڑھ نہیں سکتے۔ اس لیئے سب سے سادہ اُور سیدھا رستہ موکش (نجات) کے لیئے یہی ہے کہ ہم اپنے من پر قابو پائیں۔ جو انسان اپنے من پر قابو رکھتا ہے۔ وہ موکش کا ادھکاری ہے چاہے وُہ کسی مذہب کی پیروی کرے یا نہ کرے۔ یہاں ظاہری نمائش سے مطلب نہیں ہے بلکہ عملی تجربہ کی ضرورت ہے۔ شری گورُو گوبند سنگھ جی کا یہ واک کیسا فیصلہ کُن ہے!

جِبہ اپنو من کرمہ آنا — ہنچو تن ہی برہم پچھانا

یقیناً جس شخص نے اپنے من پر قابو پایا۔ اُسی نے خدُا کو پہچانا۔ اسمیں کسی مذہب کا ذکر تک نہیں بلکہ اُس ابدی اُصول کی مُنادی کی ہے!

موکش مارگ یا نجات کی شاہراہ!

جس راہ پر چل کر متقدمیں موکش پا گئے اُور جو راستہ بنی نوع انسان کے لیئے جرنیلی سڑک کی مانند ہے وہ راستہ اب مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔ اس میں چند ایک منزلیں آتی ہیں جن کا سمجھنا معمولی عقل کے آدمی کے لیئے بھی آسان ہے اوّل ہمارا ذریعہ معاش ایسا ہونا چاہیئے جس میں ہماری جسمانی اُور روحانی نشوو نما یکساں ہو۔ دوم۔ علم اُور اخلاق دونوں کی تربیت کی خاطر جب تک مکمل گیان نہ ہو سچائی کو لامحدود جان کر سارتتو کو بخوبی ذہن نشین کرنے سے پیشتر وہم اُور تعصب سے پاک ہو کر اندھا دھُند ایک جگہ پر ٹھہر نہ جائے اپنی آخری رائے اُور فیصلہ کے قلعہ کو مضبوط چٹان پر کھڑا کرے۔

سوم:۔ جہاں تک ممکن ہو فضول مباحثہ۔ یاوہ گوئی۔ دُرشت کلامی۔ نِنیا۔ جھوٹ۔ چغلی سے پرہیز کرے۔ یا

خاموشی پسند کرے۔ چہارم :۔ ناپاک افعال سے خصوصاً جس سے دوسرے انسانوں یا جانوروں کو دُکھ ہو بچ کر رہے خصوصاً جنسی اُلفت سے کنارہ کش ہووے۔ پنجم ۔ اپنے لکش یعنی نشانہ کو بخوبی ذہن نشین کرے یعنی موکش یا نربان کی آخری حالت کو عملی طور پر سمجھے۔ بغیر نشانہ کے تیر اندازی نشپھل ہے۔ سب سے بڑی مشکل اسی جگہ پر ہے۔ ششم :۔ سنسار، جسم، اندریاں اور مَن کی ماہیت پر منن اور وچار کے بل سے۔ ہیں۔ میری کا مسئلہ حل کرے۔ دیکھے کہ ان کا آغاز و انجام کیا ہے عارضی اور ابدی کیا ہے۔ فانی اور باقی کیا ہے۔ آخر میں مَیں کیا ہے اور میری کیا ہے۔ ہفتم :۔ بُری خواہشوں کی جگہ نیک خواہشات کو دِل میں بٹھا کر لگاتار ابھیاس کی مدد سے غفلت کے پردہ کو لطیف بناتا ہُوا رفتہ رفتہ مَن کو جاگرت اوستھا میں لائے۔ اور پہاڑ کی طرح قوت ارادہ کو مستحکم کر کے اپنی آخری فتح پر یقین کرے۔ ہشتم :۔ راستی، قناعت، رحم، پاکیزگی۔ اِن نربان کے چار ڈنڈوں پر یکے بعد دیگرے قدم رکھتا ہُوا۔ چاہ فتنہ و نفسانی سے نِکل کر آزادی عرفانی کے آسمان میں سیر کرے۔ نہم :۔ جب آزادی کے طفیل دماغ صحیح ہو کر بُدّھی یعنی لوگ مرکز پر قائم ہو جائیگی تو اِدھر اُدھر سے ہٹا کر یہی مَن اپنے آپ میں قائم ہو گا لیکن یہ بات جاننی چاہیئے کہ یہ تو زینہ کے ڈنڈے ہیں۔ چھت نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم انہیں کو موکش سمجھنے لگ جائیں۔ یاد رہے کہ سڑک ہمیں مندر کی طرف لے جانے کا راستہ ہے۔ مندر نہیں ہے مندر اور سڑک میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی ایک دھوکا ہے جس نے دُنیا کے اعلےٰ ترین مذاہب کو کھو کھلا کر دیا ہے۔!

نربان اور خُدا

پہلا نکتہ :۔ وید کی شرتیاں بتلاتی ہیں کہ ایک برہم ہی اپنی سنکلپ شکتی سے کثرت میں پھیل گیا۔ تو گویا یہ جو کچھ نظر آتا ہے خدُا کا جسم ہے۔ یہ دُنیا خدُا سے الگ نہیں اور نہ آنیوالی دُنیا اُس سے الگ ہے۔ اِس لئے آنیوالی دُنیا میں موکش (نجات) کی اُمیّد رکھنا عبث ہے۔ دوسرا نکتہ :۔ تپ دق کے مریض کو اگر پہاڑوں میں لے جاویں تو وہاں قدرتی طور پر ہوا کا درجہ حرارت کم ہونےسے بخار کی شدّت کم ہو جاتی ہے لیکن بیماری کی جڑ بدستور قائم رہتی ہے۔ اگر ذرا وُہ اِس جگہ سے حرکت کرے تو بخار کا درجہ بلند ہونا شروع ہو جاوے گا۔ اسی طرح جن لوگوں نے اِس زندگانی میں نجات کے معنی نہ جان کر آزادی حاصل نہیں کی وُہ مرنے کے بعد کی زندگی میں بھی موکش حاصل نہیں کر سکتے۔ صرف عارضی تسلّی سے پرچ کر اپنی قیمتی عمر کو رائگاں کھو دیتے ہیں۔ شر پسند آدمی کو بہشت میں بھی سوا شرارتوں کے کچھ نہ سُوجھے گا۔ دراصل بہشت نام دِل کی شانت مے حالت کا ہے۔ نہ کہ کسی خاص طبقے کا۔ لہٰذا دِل کے سیر نہ ہونے کے ایک بہشت کیا لاکھوں بہشتوں کے لذیذ میوے بھی ہماری بھوک کو دُور کر نہیں سکتے۔ جس خدا سے ہمیں جیتے جی نفرت رہی وُہ مرنے کے بعد ہم پر کب اپنا فضل نازل کرے گا؟

تیسرا نکتہ :۔ خُدا کے بندوں سے بگاڑ کر خدُا سے صُلح مشکل ہو جائیگی۔ خدُا کو کبھی کسی نے کسی شکل میں نہیں دیکھا۔ کسی عدالت میں خدُا نہ بطور مُدعی نہ مُدعا الیہ کے پیش ہُوا ہے نہ بطور مصنّف کے ہی دیکھا گیا ہے۔

خالق ہی مخلوق بن کر دکھائی دیتا ہے یا خالق مخلوق سے جدُا ہو بیٹھا ہے۔ دونوں حالتوں میں ہماری نجات ایکدوسرے سے خوش سلوکی پر مبنی ہے۔ جب تک ہم کسی سے محبّت اور کسی سے نفرت کرتے ہیں مشکل ہے کہ ہماری نجات قریب آ سکے اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنی نجات [illegible] تلاش کریں۔ جنہوں نے

اب اور یہاں لاپرواہی کی وُہ تب اور وہاں بھی سوائے حسرت۔ یاس اور ناامیدی کے کوئی ثمرہ اپنے جیون کا نہیں پائیں گے!!

زبان پُرش (جیون مُکت انسان)

صرف انسان ہی بُدّھی (شعور) کے طفیل زبان حاصل کرسکتا ہے۔ دوسرے جانور نہ اس کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ پا سکتے ہیں۔ جیون مُکت پُرش وہی ہے جو کہ اب۔ اسی دُنیا میں۔ اسی زندگی میں کمال حاصل کرکے آزاد ہوچکا ہے۔ اب اس کی سیرت کہتے ہیں۔ کُل دُنیا اس کا خانہ ہے۔ کُل مخلوق اس کے رشتہ دار کُل کائنات اُس کے گھر کا سامان ہے۔ کُل کو آپ اور آپ کو کُل سمجھ کر سلوکِ صُلح کُل سے گذارہ کرتا ہے۔ اُلفت سے پاک۔ نفرت سے بیباک یگانہ اور بیگانہ کو برابر جان کر مادیّت اور اعتدال کی راہ پر چلتا ہے۔ باوجود جزویت کے۔ اوصاف کُلیت سے متصف ہوکر مسرورِ جاودانی اور استغنا سُبحانی سے مالا مال۔ پُر جلال۔ باجمال اور معدن کمال رہتا ہے۔ ذاتی سرور سے مسرور حیات کی قید سے فارغ ہستیٔ جاودانی کا لُطف اُڑاتا ہے۔ دُوئی سے دُور۔ غیریت سے بے اثر۔ عین مطلق۔ واحد برحق۔ کلام اور فکر سے پاک شغل اور نتیجہ سے بے خبر۔ خود در خود قائم رہتا ہے۔ اُس کی نظر میں ترک واختیار۔ حد اور بے حد۔ وصل اور ہجر بندہ اور خدا مفروض ہیں۔ وہ ہر وقت شاداں۔ اپنی ذات جمیعت میں باطمانیت وتمکین اپنا شاہی جشن مناتا ہے۔

سرب بھوت پرانیوں کو اپنے انگ سمجھ کر بیوہار کرنا ہی موکش مارگ ہے اور اس نشچے پر پرپک ہوکر بچرنا ہی جیون مُکت ہونا ہے۔ یہاں سب کرم۔ دھیان اور گیان کا خاتمہ ہے۔ اس سے پرے نہ آجتک کسی نہ کہا ہے اور آگے ہی کہا جاوے گا:۔

"اوم شانتی شانتی شانتی"

مکتی پراپت کرنے کا سب سے سہل راستہ

شریمان پنڈت رام لال جی تارا - بی اے - ایل ایل بی گوجرانوالہ

ہندو دھرم میں انسان کے لیئے سب سے اونچا لکش "مکتی" رکھا گیا ہے - اس کو حاصل کرنا ہی انسانی زندگی کا مدعا ہے - اس فانی زندگی کے ذریعہ ابدی زندگی کا پانا ہمارے سامنے ایک ایسا آدرش ہے جہاں تک رسائی کرنا انسان کا فرض اولین ہے -

لیکن یہ مکتی ہے کیا چیز؟ اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کے متعلق مختلف نقطہ ہائے نگاہ بعض اوقات انسان کو ایک ایسے جھمیلے میں ڈال دیتے ہیں کہ وہ شکوک کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اصل راہ سے دور ہو جاتا ہے اور اس کے سامنے رکھا گیا آدرش کئی بناوٹی صورتوں میں اس کے روبرو آنے لگتا ہے - اس لیئے پیشتر اس کے ہم مکتی کے سادھن کے سوال کی طرف توجہ دیں - اس کے مطلب کو بیان کر دینا نہایت ضروری معلوم دیتا ہے -

مکتی کے لفظی معنی آزادی ہے - انسان زندگی اور موت کی زنجیر میں بری طرح جکڑا ہوا ہے - زندگی کے بعد موت اور موت کے بعد زندگی آتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا ہی جاتا ہے - اس زندگی اور موت کے دکھوں سے نجات حاصل کرنا مکتی ہے مگر زندگی اور موت سے خلاصی پا کر اس آتما کا بنتا کیا ہے؟ کیا اس کی انفرادیت قائم رہتی ہے؟ یا اس پورن پرماتما میں مل کر اس کی ہستی مٹ جاتی ہے؟ اگر اس کی انفرادیت قائم نہیں رہتی تو مکتی پانے والا مکتی کے سکھ کو محسوس کس طرح سے کر سکتا اور اگر وہ اس کو محسوس نہیں کر سکتا تو پھر مکتی کا مطلب یہ ہوا کہ انسان اپنی ہستی کو نیستی میں تبدیل کر دے - اور یہ یقیناً انسانی زندگی کا مقصد نہیں ہے اور اس کے علاوہ اگر مکتی کے معنی یہ ہوئے کہ انسان ایک طرح سے جیون مرن کے بندھنوں سے آزاد ہو کر محض NOTHINGNESS یعنی عدم میں جا ملے تو پھر ہم اسکو ابدی زندگی کیسے کہہ سکتے ہیں - جس کا حاصل کرنا مکتی یا موکش کا دوسرا نام ہے -

یہ دونوں حالتیں جو ایک دوسرے سے مختلف معلوم ہوتی ہیں ان کی تہ میں ایکتا دریافت کر لینا ہی مکتی کے صحیح مفہوم کو معلوم کر لینا ہے - دریا میدانوں میں سے آتے ہوئے سمندر میں گر کر اپنی ایکتا کو کھو دیتے ہیں وہ سمندر میں مل کر سمندر سے ایک بن جاتے ہیں اگر کوئی چاہے کہ اس دریا کی علیحدہ ہستی کو دیکھ سکے تو یہ ناممکن ہے - دریا ہے وہاں ضرور - اس کی علیحدہ ہستی بھی نہیں ہے مگر کسی علیحدہ ہستی کو کیا نیستی کا نام دیا جا سکتا ہے؟

انسان کے پران ایک کمان ہیں - آتما اس کا تیر ہے اور برہم وہ نشانہ ہے جس پر کہ تیر بیٹھتا ہے - اگر تیر کمان سے درست طور پر نکلا تو نشانہ پر بیٹھ کر نشانہ سے ایک ہو جاوے گا یعنی آتما پرماتما سے مل کر اس میں لین ہو جاوے گا تو کیا آتما کے پرماتما [illegible] میں جذب ہو کر اور

اِس سے ایک ہو کر خود کو ہر ایک چیز میں محسوس کرنے لگی۔ ؟ آگے وہ ایک محدُود حلقہ میں تھی اُس کا آنند محدُود تھا۔ اس تنگ چار دیواری سے نِکل کر وہ پرماتما میں لین ہونے سے پرم آنند لینے لگی اور محدُود سے لا محدُود بن گئی۔ اِن حدُود کی محدودیت سے نِکل جانے کا نام ہی مُکتی یعنی آزادی ہے۔

اِس پیچیدہ مسئلہ کے متعلق یاگیہ ولک نے میترّیے کو جو بات بتائی وُہ اِس راز کو بہت حد تک صاف کرتی ہے "اے میترّیے۔ نمک کی مُٹھی بھر کر پانی میں گرا دینے سے وہ اُس میں گھُل کر اس میں ہی مل جاتی ہے اور اس کی علیحدہ ہستی رہتی بھی ہے اور نہیں بھی رہتی کیونکہ اس کو پھر سے جمع نہیں کیا جا سکتا مگر پانی نمکین ہو جاتا ہے عین یہی حالت اِس پرم آتما کی ہے جو کہ لا محدُود ہے۔ دُنیا کی تمام چیزیں اُسی سے پیدا ہو کر اُسی میں مِل جاتی ہیں اور موت کے بعد شعوریت CONSCIOUSNESS کا وجود نہیں رہتا۔"

میترّیے نے کہا کہ اُس کو اس آخری بات کی سمجھ نہیں آئی جس پر یاگیہ ولکیہ نے جواب دیا۔ "میں کوئی ایسی چیز نہیں کہہ رہا جو کہ سمجھ میں آنیوالی نہ ہو۔ جہاں دو علیحدہ ہستیاں ہوں اُن میں سے ہر ایک۔ ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہے۔ محسُوس کر سکتی ہے اور اس سے گفتگو بھی کر سکتی ہے اور اِس کو جان بھی سکتی ہے لیکن اگر پرماتما میں آتما مِل جاوے تو کون کِس کو دیکھ سکے گا اور کون کِس کو جان سکے گا۔ وُہ کِس ذریعہ سے کِس کو جان سکے گا؟ اور جاننے والا کِس کو جانے گا اور جو چیز جانی جاوے گی اُس کا جاننے والے سے کیا بھید ہو گا؟"

مگر یہ تو ایک طرح سے مُکتی کا NEGATIVE منفی پہلو ہے۔ اس کا دوسرا POSITIVE مثبت پہلو بھی ہے۔ اگر ہم اپنی محدود عقل سے اِس لا محدود کو جاننے سے قاصر ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وُہ کچھ بھی نہیں یا دُوسرے لفظوں میں صرف NEGATIVE BLANK منفی مطلق ہے۔ اِن معنوں میں مُکتی حاصل کرنے والا اِنسان اِن فانی حدُود سے نِکل کر پرم آنند پراپت کرتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے۔ جو شکل چاہے اختیار کرتا ہے مگر اس کے باوجود بھی وہ محسُوس کرتا ہے وہ برہم میں لین ہے۔ اور چھاندوگیہ اُپنشد کے انوسار ابدی زندگی زندگی کا ہی ابدی ہو جاتا ہے۔ منڈوکیہ اپنشد اِس کو ایشور کے ساتھ مِل جانے کا نام دیتی ہے۔ اسے دُوسروں لفظوں میں خود پرماتما ہی بن جانا کہہ سکتے ہیں۔ مگر ایشور بن جانے اور اس کے ساتھ مِل جانے سے INDIVIDULATIY انفرادیت کا عنصر قائم رہا اور جس طرح سے سُورج کی کرن سُورج کا حصّہ ہو کر اور اس میں لین ہونے کے باوجود بھی اپنی ہستی برقرار رکھتی ہے اِسی طرح سے مکت آدمی ایشور میں لین ہو کر بھی اور ہر جگہ ہوتا ہوا بھی زندگی اور موت کے بندھنوں سے آزاد ہو کر پرم آنند کو پراپت کرتا ہے۔ اور جب تک وہ موت اور زندگی کے بندھنوں سے آزاد نہ ہو وہ اِس پرم پد کو پراپت نہیں کر سکتا۔

تو زندگی اور موت کے بندھنوں سے آزاد ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

زندگی اور موت کا بندھن تب تک ختم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اِنسان پاپ اور پُنیہ کی دو بیڑیوں سے بندھا ہے جب تک یہ دونوں بیڑیاں اِنسان کے پاؤں میں پڑی ہیں تب تک وُہ اس کو مُکتی پراپت کرنے نہیں دیتیں مگر پُنیہ اور پاپ تو کرم کا نتیجہ ہے تو اس کا مطلب کیا یہ ہوا کہ اِنسان کرم نہ کرے۔ ہرگز نہیں۔ کرم کا نہ کرنا بھی پاپ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی بیکس پر ظلم ڈھایا جا رہا ہو اور اِنسان اُس کو اُس کے پنجہ سے نجات دِلا سکتا ہو اور وہ ایسا نہ کرے تو وہ پاپ کا بھاگی بن گیا۔ اِس طرح پر کرم کا نہ کرنا پُنیہ پاپ سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔ پُنیہ اور

پاپ سے رہائی کرنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ اِنسان کرم تو کرے مگر اپنی ہستی کو اس سے مٹا ڈالے ۔ وہ یہ محسوس نہ کرے کہ وہ کوئی کرم کر رہا ہے بلکہ یہ محسوس کرے کہ پرماتما خود اُس کے ذریعہ کرم کرتا ہے ۔ کرنے والا وہ خود ہے ۔ اِنسان اس کے ہاتھ میں صرف ایک آلہ ہے ۔ اسی طرح کے کرم کرنے کی ہدایت بھگوان کرشن نے گیتا میں کی ہے اور ارجن سے کہا کہ تو میرے نمت کرم کر پھر پنیہ اور پاپ کا بھاگی تو نہ رہے گا بلکہ میں بن جاؤں گا لہٰذا مکتی یا نجات کا ایک ذریعہ اور سب سے افضل ذریعہ نشکام کرم کرنا ہے ۔

مگر نشکام کرم بھگتی بھاؤ کے بغیر ناممکن ہے ۔ جب تک بھگتی کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر اِنسان کے ہردیہ کے اندھکار کو دور نہیں کرتیں ۔ تب تک وہ نشکام کرم کے راستہ پر گامزن نہیں ہو سکتا ۔ پنیہ اور پاپ کی بعض زنجیروں کو کرم کے ذریعے کاٹنے سے کئی سال اور مدتیں لگتی ہیں ۔ اُن کو برج کی گوپکاؤں نے اپنے بھگتی رس سے چند لمحوں میں کاٹ کر مکتی پراپت کر لی جب کرشن کی بانسری کنج بن میں بجتی تو گوپ اور گوپکائیں بھاگی ہوئی اس طرف کو جانے لگیں ۔ تب چند ناتھ گوپوں نے گوپکاؤں کو گھروں کے اندر باندھ کر بند کر دیا مگر وہ پنیہ پاپ کی زنجیروں کو کاٹ کر ذرا ہی بھگوان کرشن کے چرنوں میں جا سکیں تو اِن زنجیروں کو اُن گوپکاؤں نے کس طرح سے کاٹا جن کے کاٹنے کے لئے یوگی جن ہزاروں سال بتیت کر دیتے ہیں ! بھگتی کے بل پر ۔

جب اُن کو زنجیروں سے باندھا گیا تو اُن کو بھگوان کے درشن سے محروم ہو جانے کی وجہ سے اِس قدر کھید ہوا کہ اُن کے تمام پاپوں کے بندھن ٹوٹ گئے ۔ اور اس طرح پر وہ ایک زنجیر سے آزاد ہو گئیں ۔ بھگوان کے برہا اگنی میں جلنے سے وہ اِس طور پر کندن ہو گئیں کہ بھگوان سے نہ رہا گیا اور اُس نے پرتیکش ہو کر اُن کو درشن دیئے ۔ بھگوان کے درشن پانے سے اُن کو پھر اس قدر خوشی ہوئی کہ اُن کو مانو جنم جنمانتر کے پُنیوں کا پھل مل گیا اور اُن کی دوسری زنجیر بھی کٹ گئی ۔ اور اس طرح پر پنیہ اور پاپ کی دونوں زنجیروں کے کٹ جانے سے اُن کو پرم پد پراپت ہوا ۔

پس مکتی حاصل کرنے کا سب سے افضل ذریعہ یہ ہوا کہ اِنسان بھگتی مارگ پر چلتا ہوا اپنے آپ کو بھگوت چرنوں میں نچھاور کر دے اور اپنی ہستی کو اُس کی ہستی پر قربان کر کے اپنے اور ایشور کے درمیان میں پڑے ہوئے "میں" کے پردے کو تار تار کر دے ۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی پر چل کر مکتی پراپت ہو سکتی ہے ۔ (اوم شانتی شانتی)

جواہر پارے

ازل سے رازِ پنہاں کی جستجو ہے
حقیقت سے مجھے کیا واسطہ ہے سب پتہ بھی نظر ہے
میں اپنے آپ ہی [illegible] پریشان ہو جاؤں
یہ مولا بھی ایسی نظر دے
عشق میں ہے ۔ عشق میں ہے
صد شکر کامرانی عشق میں ہے
کمال زندگانی حسن اے صیاد عشق میں ہے
حیات جاودانی

عاشق [illegible]

"مکتی کا سرل مارگ"

مُبارک ہیں وُہ پُرش جن کو مُکتی کی خواہش دامن گیر ہے۔ کیونکہ اس موکھ اِچھا یعنی مکتی کی پُوری خواہش کا ہونا ہی جگیاسا کہلاتی ہے۔ جب تک پُرش جگیاسو یعنی کسی چیز کا طالب ہی نہ ہو۔ وہ اُس کو حاصل کرنے کے لئے یتن کیسے کرے گا۔ سنسار میں مکتی کے سچے طالب بہت کم نظر آتے ہیں۔ ورنہ اس مایا موہ کے جال میں پھنسے ہوئے انیک پُرش جنم مرن کے چکر میں ہی دُکھ اُٹھاتے رہیں۔ دھن کمانے بال بچوں کی پرورش اور وِشے بھوگوں میں ہی منش جنم کو اکارتھ گنوا دیتے ہیں۔ اور جب موت کا وقت آتا ہے۔ تو پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ ہیں دنیا سے ٹھگا گیا۔ جن استری پُتر اور سمبندھیوں کا میرے ساتھ پریم تھا۔ وہ سب خود غرضی اور سوارتھ کی وجہ سے تھا لیکن ؎

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت

اس لئے جو سمجھدار لوگ ہیں۔ وُہ صحت اور جوانی کے رہتے ہوئے اس مارگ پر چلتے ہیں۔ اپنے آہار وہار کو شُدھ کر کے ایشور بھجن میں اپنا زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ جن سے ان کا انتہ کرن شُدھ ہو جاتا ہے۔ اور وُہ کسی برہم نِشٹھ مہاتما کے پاس شردھا پُوروک حاضر ہو کر ان سے دُکھوں کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی کے متعلق رستہ دریافت کرتے ہیں۔ مہاتما لوگ جگیاسو کی مانسک اوستھا کے مطابق گیان اُپدیش کرتے ہیں۔ اگر اُس کے سادھن میں کوئی کمی ... ہوتی ہے۔ تو اُس کو وویک۔ ویراگ شٹ سمپتی یعنی شم من کا روکنا۔ دم اندریوں کا روکنا۔ اُپرتی وِشے شبد سپرش روپ رس گندھ اور وِشئی پُرشوں سے پرہیز یعنی اُپرام ہونا۔ شردھا وید واک اور گورو پر پوری شردھا کا ہونا۔ سمادھان یعنی چت کا باہر سے ہٹا کر انتر لکھ ٹھہرانا اور مکتی کی زبردست خواہش کا ہونا۔ ایسے چار سادھن اگر جگیاسو میں کامل ہو چکے ہوں تو بعد میں گورو برہم گیان کا اُپدیش دیتے ہیں۔ یوگ ابھیاس۔ پرانا یام اور دیگر تمام سادھن انتہ کرن کی شُدھی کے لئے ہی ہیں۔ اور یہ سب گیان مارگ سے پہلے کی سیڑھیاں ہیں۔ جو لوگ صرف ان ہی منازل میں اپنی تمام زندگی صرف کر دیتے ہیں اور گیان یعنی آتم وِچار کی طرف راغب ہی نہیں ہوتے۔ وُہ بھی راستے میں ہی رہتے ہیں منزل مقصود پر نہیں پہنچتے۔ ہمارے تمام شاستر یہی تعلیم دیتے ہیں کہ دُکھوں کی نورتی اور پرم آنند کی پراپتی انسان کا پرم پُرشارتھ ہے اسی کا نام ہی مکتی یا نجات ہے۔ ویدک دھرم یہ ہرگز نہیں سکھاتا کہ پیر پیغمبر رشی مُنی یا اوتار ہی تمہیں نجات دلا سکتے ہیں اور ان کی سفارش سے تمہیں مکتی ہو گی۔ ویدک شاستر صرف پُرشارتھ کو ہی اتی اوشیک (نہایت ضروری) خیال کرتے ہیں۔ جو لوگ پُرشارتھ ہین ہیں۔ وہ کبھی بھی مکت نہیں ہو سکتے۔ شاستر یقین دلاتے ہیں۔ کہ انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔ انسان نے اپنی غلطی اگیان اور جہالت کو اپنے اوپر غالب آنے دیا ہے۔ جب وُہ اس اگیان کے پردے کو چاک کر دے گا۔ تو تمام دُکھ دُور ہو کر دائمی سکھ پراپت کرے گا۔

انسان گیان سروپ ہے۔ اس کے دل میں گیان کا بھنڈار بھرا ہے۔ یہ نادان اور اگیانی اس لئے بن گیا ہے۔ کہ آج کل

کے خود غرض لوگوں نے مذہب کا جال بچھا کر اس کی عقل کو تالا لگا دیا ہے۔ آتما جو منش کا اپنا آپ ہے۔ وہ تو سدا ہی مکت ہے وہ تو بندھن میں آ ہی نہیں سکتا۔ ویدانت شاستر کی تعلیم یہ ہے۔ کہ سنسار میں کل دو ہی پدارتھ ہیں۔ ایک آتما دوسرا انآتما یا الفاظ دیگر ایک جڑ اور دوسرا چیتن۔ یا ایک درشٹا اور دوسرا درشیہ یہ منش درشٹا یعنی سب کچھ دیکھنے والا چیتن سروپ ہے۔ جو ست چت آنند پورن اور سدا ہی مکت ہے۔ جب یہ (آتما) درشیہ یعنی جڑ پدارتھوں اور شریر (جسم) وغیرہ کے ساتھ اپنا سمبندھ پیدا کرتا ہے۔ اور درشیہ کے دھرم است جڑ دکھ روپ اور پرچھن اپنے میں ارو پ (ار تصور) کرتا ہے۔ تو اپنے آپ کو بندھن یعنی گرفتار سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اور ایک فرضی خدا کے سامنے سجدے کرتا اور دعائیں مانگتا اور موت کے بعد مکت ہونے کی آشا رکھتا اور پیر پیغمبروں کی سفارش کا منتظر رہتا ہے۔ حالانکہ یہ خود مکت روپ ہے۔ تمام درشیہ کے اندر باہر ستا روپ ہو کر موجود ہے۔ جس سے درشیہ دکھائی دیتا ہے۔ اور حرکت میں آتا ہے۔ اصلیت تو یہ ہے۔ کہ سوائے آتما کے دوسری کوئی وستو ہی نہیں (سروم کھلودم برہم - لاالٰہ الا اللہ) صرف جگیاسو کے سمجھانے کے لئے یہ درشیہ اور درشٹا کی ویاکھیا بھی کی جاتی ہے۔ جب اپنے ست چدانند آتم سروپ کو جان لیتا ہے۔ اور اس میں قائم ہو جاتا ہے۔ تو یہ درشیہ بھرم ناش ہو جاتا ہے۔ اور شروتر یہ پورن اپنا آپ ہی دکھائی دیتا ہے یا خدا کی ذات کے دوسری کوئی چیز رہتی ہی نہیں۔ راگ دویش ہرکھ شوک تمام کافور ہو جاتے ہیں۔ اور پرم آنند کی پراپتی ہوتی ہے۔

یوگ شاستر کے مصنف، شری پاتنجلی رشی نے مکتی کا سروپ یہی بتایا ہے۔ کہ تمام دکھوں اور کلیشوں سے چھوٹنے اور دائمی سکھ جس کا کبھی ناش نہ ہو۔ کو پراپت ہونا ہی موکش ہے۔ انہوں نے تمام دکھوں اور کلیشوں کو پانچ پرکار سے بیان کیا ہے۔

(۱) **اودیا یعنی جہالت** - یہی سب دکھوں کی جڑ ہے۔ اسی کے سبب ہی جنم مرن وغیرہ دکھ ساگر میں غوطے کھانے پڑتے ہیں۔ اس اودیا کے بھی چار حصے کئے ہیں۔ پہلا انت پدارتھوں کو انت یعنی ناشوان اور انت کو نت (قائم رہنے والا) سمجھنا۔ یعنی آتما کو ناپائدار اور فانی جسم کو ہمیشہ رہنے والا سمجھنا۔ جہالت کا پہلا انگ ہے۔ دوسرا اپوتر مل موتر وغیرہ سے بھرے ہوئے شریر کو پوتر سمجھنا۔ وشے بھوگوں یعنی اندریوں کے وشیوں میں آسکت رہنا۔ تیسرا دکھ میں سکھ اور سکھ میں دکھ بدھی کا ہونا۔ یعنی کام کرودھ لوبھ موہ راگ دویش ہرکھ شوک۔ ایرشا وغیرہ دکھ روپ ویوہاروں میں سکھ ملنے کی آشا کرنا اور برہمچریہ۔ سنتوش۔ پریم۔ مترتا وغیرہ سکھ روپ کرموں کو دکھ روپ سمجھ کر ان کا تیاگ کرنا۔ چوتھا۔ آتما میں انآتما بدھی اور انآتما میں آتما بدھی ارتھات اپنی دیہہ کو اجر اور امر سمجھ کر اپنے سکھ کے لئے پشو پکشیوں کو جن میں آتما موجود ہے۔ ان کو جڑ سمجھ کر ان کو کشٹ دینا اور ان کا مانس بھکشن کرنا یہ اودیا کا چوتھا بھاگ ہے۔

پاتنجلی جی فرماتے ہیں۔ کہ ان چار بھاگ والی اودیا میں پھنسے رہنے سے ہمیشہ بندھن رہتا ہے۔ ایسی پرکرتی والا پرش کبھی آزاد کبھی مکت نہیں ہو سکتا۔ اور اس کو کبھی سکھ نہیں ہوتا۔

دوسرا کلیش - ابھمان اور اہنکار مانا ہے۔ یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا سمجھنا اور دوسروں کے اچھے گنوں کو بھی گرہن نہ کرنا

تیسرا کلیش - موہ کا ہونا مانا گیا ہے۔ جب کسی سکھ کو عرصہ تک بھوگا جائے اور پھر کسی سبب سے وہ سکھ موجود نہ رہے تو اس سکھ کی یاد میں دیاکل رہنا۔ موہ کی وجہ ہی سے ہے۔

چوتھا کلیش - دویش یعنی دشمنی کو مانا گیا ہے۔ [illegible]

پانچواں کلیش - ابھے نویش مانا گیا ہے یعنی موت کے ڈر سے کانپتے رہنا - اور شریر کے جنم مرن سے خود کو جنمتا مرتا خیال کرنا۔

ان کلیشوں سے چھوٹنے کے اُپائے بھی پاتنجلی جی نے کہے ہیں یعنی مہاتماؤں کے اُپدیش اور ست سنگ اور یوگ سادھنوں کے نیم پوروک کرنے سے اودیا نشٹ ہوتی ہے - اس کے نشٹ ہونے سے باقی تمام کلیش بھی نشٹ ہو جاتے ہیں

اصل بات یہ ہے - کہ بندھ اور موکش بدھی میں ہے جب بدھی موہ میں پھنستی ہے - تب بندھن سمجھنا چاہیئے - اس وقت ہر کھ اور شوک ہوتا ہے۔

ایک بیوپاری نے دھن کمانے کی غرض سے کہیں دور دراز دیشوں میں جانے کا ارادہ کیا - اس وقت اُس کے ہاں ایک خورد سال لڑکا تھا - جب لڑکا بڑا ہوا - تو اپنی ماں سے اپنے باپ کا مکمل پتہ دریافت کرکے اسکو ملنے کے واسطے چل پڑا - اتفاق ایسا ہوا کہ اُسکا باپ بھی دھن وغیرہ کافی کما کر اپنے گھر کو واپس لوٹا - دونوں کا راستے میں ایک سرائے میں قیام ہو گیا - لڑکا اُس سرائے میں اس کمرے میں اترا جس کیساتھ کے کمرے میں اُسکا باپ اترا تھا - مگر نہ پتر کو اپنے باپ کے آنیکا حال معلوم ہوا اور نہ باپ کو بیٹے کا - اتفاقاً رات کو لڑکے کے پیٹ میں سخت درد اٹھا - اور وہ تکلیف کے سبب بیقرار ہو کر رونے اور چلانے لگا - سیٹھ نے سرائے کے مالک کو بلا کر اور کچھ روپے دے کر کہا - کہ اس دوسرے مسافر کو سرائے سے باہر کر دو - کیونکہ اس کے رونے اور چلانے سے ہمیں نیند نہیں آتی - لاچار لڑکے کو سرائے سے باہر جانا پڑا - اور سردی اور درد کی وجہ سے اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی - صبح جب لوگوں نے دیکھا - تو پولیس والوں کو خبر کی - سیٹھ نے تمام حال دیکھا مگر کسی قسم کی ہمدردی نہ کی - پولیس نے لڑکے کی تلاشی لی اور ایک چٹھی اُس کی جیب سے برآمد ہوئی جو کہ سیٹھ کی دہرم پتنی نے اسی کے نام لکھی ہوئی تھی - جب وہ چٹھی سیٹھ نے پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ لڑکا تو اُسی کا ہی ہے - بس اُس کے دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا - نہایت رنج و غم کے ساتھ رونے لگا - ڈاکٹروں کو بلایا روپیہ پانی کی طرح خرچ کیا - بہت علاج معالجہ کے بعد لڑکے کو ہوش آیا - تب سیٹھ پرسن ہوا۔

اس مثال سے ثابت ہوتا ہے - کہ موہ کے کارن ہی منش کو دکھ سکھ پرتیت ہوتا ہے - ورنہ ایشور کی بنائی ہوئی سرشٹی میں کہیں دکھ نہیں - شریر اور شریر کے سمبندھیوں نیز دنیاوی پدارتھوں کے ساتھ موہ کرنے سے ہی منش بندھن میں پڑتا ہے - اور جنم مرن کے سلسلے میں گرفتار ہوتا ہے - وچار اور ست سنگ سے یہ جھوٹا موہ دور ہو جاتا ہے - اپنے سروپ کی لکھتا ہوتی ہے - اور ایسی مکتی کو پراپت ہوتا ہے - جو کہ اس کے پاس پہلے ہی موجود تھی صرف بھرم کے کارن اس سے محروم تھا۔

اس لئے واجب ہے - کہ منش جپ تپ یوگ اور بھگتی وغیرہ سے اپنے من کو شدھ کرے - پھر کسی برہم نشٹھ مہاتما سے ویدانت پرمانت کو باقاعدگی کے ساتھ شرون کرے - شرون کے بعد منن اور پھر ندھیاسن کرے - جو لوگ سادھن کرنے کے بغیر ہی "اہنگ برہم اسمی" میں برہم ہوں کو طوطے کی طرح بلا سمجھے بوجھے رٹتے ہیں - اور شبھ کرموں کا تیاگ کر دیتے ہیں وشے وکاروں میں ابھی جن کا چت پھنسا ہوا ہے - وہ دمبھی ہیں - ان کا کبھی کلیان نہیں ہو سکتا - اس برہم گیان کا ادھکاری وہی ہے - جس نے دُرن تین سے انتہ کرن کے تینوں دوش مل وکشیپ اور آورن دور کر دیئے ہیں - اور تمام خواہشات نفسانی کو زیر کر لیا ہے - ایسا پرش ہی سچا جگیاسو ہے - اور وہی مکتی کے پرم سکھ کو حاصل کرتا ہے۔

ہری اوم تت ست ——— گورکھ ناتھ بندہ

ضروری نوٹ مکتی انک ماہ مارچ اور اپریل ۱۹۴۱ء دو ماہ کا پرچہ ہے - ماہ اپریل میں کوئی علیحدہ پرچہ شایع نہیں ہوگا - اس لئے فضول خط و کتابت نہ کریں - (مینجر)۔

مقصودِ ہستی

خاص "مکتی انک" کیلئے

شری مہان نارائن داس جی طالب

بتا اے مشتِ خاک انساں کیا تیری حقیقت ہے؟ بتا کچھ تجھکو ہے پہچان کیا تیری حقیقت ہے؟
ہے کیا شئے جسم کیا شئے جان کیا تیری حقیقت ہے؟ بتا دے مجھکو اے نادان کیا تیری حقیقت ہے؟

بسر کس شکل سے ہوتی ہے تیری بزمِ ہستی میں؟
زمانہ کس قدر گذرا ہے اب تک خود پرستی میں؟

تجھے معلوم ہے کیا چیز ہستی ہے عدم کیا ہے؟ تجھے معلوم ہے سود و زیان و بیش و کم کیا ہے؟
اساسِ عیش سامانی بنائے رنج و غم کیا ہے؟ یہاں مہمان ہے تو دو گھڑی کا تجھ میں دم کیا ہے؟

دمِ رخصت نہ کچھ دنیا سے تیرے ساتھ جائے گا
بندھی مٹھی تھا آیا اور خالی ہاتھ جائے گا

ہمیشہ جاگتی آنکھوں سے تو سوتا ہے دنیا میں؟ متاعِ وقت ناحق کس لئے کھوتا ہے دنیا میں؟
کبھی آبِ سخا سے ہاتھ بھی دھوتا ہے دنیا میں؟ کبھی ہمدرد اہلِ درد بھی ہوتا ہے دنیا میں؟

کبھی بیمارِ غم کو تو بہم کرتا ہے درماں بھی؟
پریشاں دیکھ کر اوروں کو ہوتا ہے پریشاں بھی؟

بہم کرتا ہے بہرِ آخرت کچھ ساز و ساماں بھی؟ کبھی یادِ خدا میں وقف ہوتے ہیں دل و جاں بھی؟
کبھی دھوتا ہے تو دامن سے اپنے داغِ عصیاں بھی؟ معافی خواہ ہوتی ہے کبھی چشمِ پشیماں بھی؟

دو روزہ زندگی میں ہر نفس غفلت پرستی ہے
نہیں جو قدرداں ہستی کا تو وہ ننگِ ہستی ہے

نہ ہو کر محوِ غفلت اب گنہگاروں میں شامل ہو تیرا اک اک عمل تسکینِ روحانی کا حامل ہو
جو ہو تیری بھلائی کا طریقہ اس پہ عامل ہو اگر تو مردِ کامل ہے تو محوِ ترکِ کامل ہو

کھلیں دنیا کے عقدے ناخنِ تدبیر سے تیرے
مٹے عنوانِ مایوسی خطِ تقدیر سے تیرے

یہ دنیا ہے شگوفہ اک چمن زارِ معانی کا یہ عکسِ عارضی ہے اک حیاتِ جاودانی کا

تجھے معلوم ہے کچھ رازِ خوابِ زندگانی کا — نہیں آساں سمجھنا اس کے اسرارِ نہانی کا
یہ وہ صحرا ہے جس کا ذرّہ ذرّہ مہرِ انور ہے
یہ وہ دریا ہے جس کے قطرہ قطرہ میں سمندر ہے

کبھی توڑیں گے دل تیرا علاقے ابھی جن سے — بلائے جاں امید و یاس ہیں رہ دور ہی ان سے
نہ ممکن ہے خوشی ہو غم نہ ہو کچھ غیر ممکن سے — نظارہ کر فریبِ زندگی کا چشمِ باطن سے
بھرم کھل جائیگا سب رشتہ بندی دوست داری کا
نظر آئینگے خود مطلب جو دم بھرتے ہیں یاری کا

عبث ہے بیڑیاں آواگون کی پاؤں میں ڈالے — عذابِ مرگ و ہستی میں پڑے ہیں جان کے لالے
جو دانا ہے نہ بھولے سے کبھی بھی نام ان کا لے — ہیں ورنہ جتنی [illegible] اس پھیر میں کھائے
کبھی تو تجھکو عبرت ہو گی حاصل ہوش آئے گا
کھلیں گی تیری آنکھیں جب پشیمانی اٹھائے گا

کئے جا ہاں کئے جا بے غرض ہر کام تو اپنا — دیئے جا ہاں دیئے جا فرض یوں انجام تو اپنا
لئے جا ہاں لئے جا بے طلب انعام تو اپنا — نہ ہرگز کر رُخ اب سوئے نمود و نام تو اپنا
تجھے ہے کام کرنا شوق ہو بس کام کرنیکا
وطیرہ چھوڑ خالی بیٹھکر آرام کرنے کا

اگر ہے علم کا دعوےٰ تو کچھ عامل بھی اس پر ہو — شرف خلقِ خدا کے کام کرنے کا میسر ہو
نہ مال و زر سے رکھ کچھ لوث تو دل کا تونگر ہو — یہی تیرے لئے ساحل یہی تیرا سمندر ہو
جو دل والے ہیں باہمت ہیں سب کچھ کر گذرتے ہیں
وہ مرتے ہیں تو ہو کر زندۂ جاوید مرتے ہیں

تقاضہ علم کا ہے یہ کہ تو اس پر عمل بھی کر — حیات اپنی نہ ہم رنگِ اجل کر بے عمل جی کر
یہی ہے راز اس کی قدر کا تو قدرِ ہستی کر — مفادِ غیر پر قربان ہر اک چیز اپنی کر
مصیبت کا جو مارا ہے مصیبت دور کر اس کی
خبر جس کی نہیں لیتا کوئی ہے تو خبر اس کی

ارادوں میں تو اپنے دل کے قائم استواری کر — کشادہ ہو نہ تیرا دامن مگر پرہیزگاری کر
رہے پاسِ وفا تجھکو وفا کی پاسداری کر — دل و جاں سے خدا کی خلق کی خدمتگذاری کر

اگر ہر قسم کے جذبات پر تو ہو گیا غالب
بقا کا راز تجھ پر خود بخود کھل جائیگا طالب

ایڈیٹر:- گورکھ ناتھ نندہ
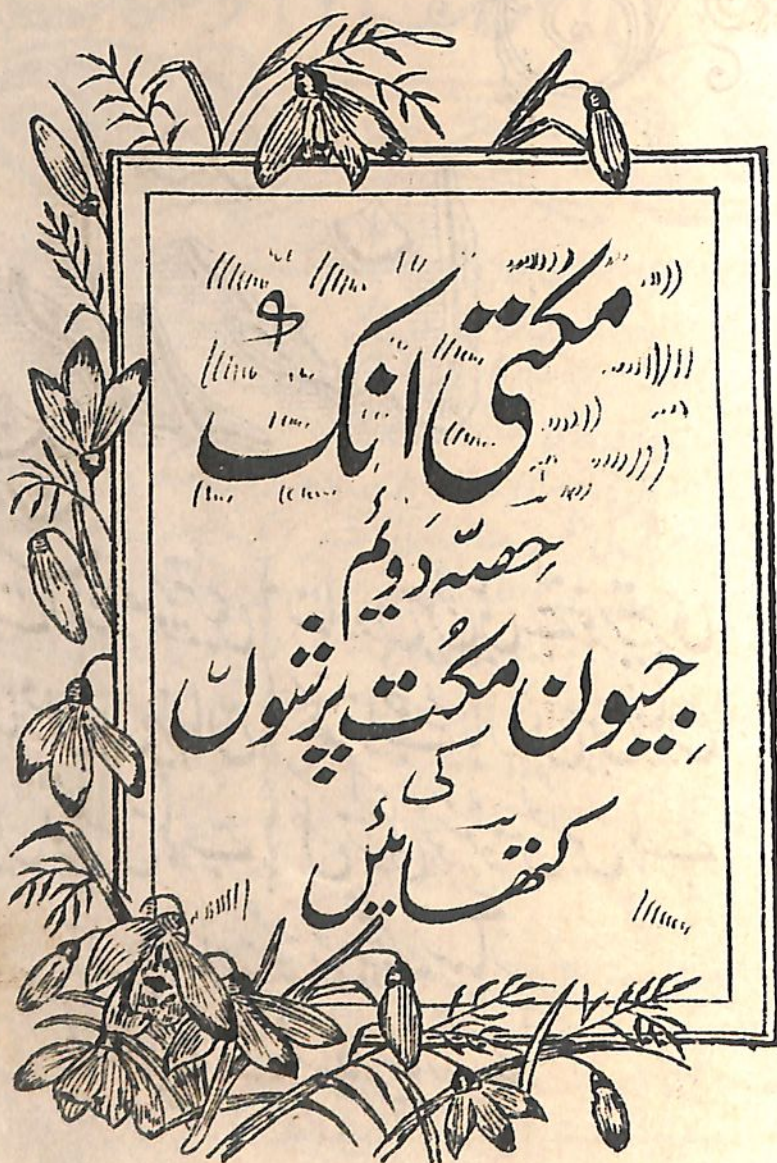
پرارتھنا
ہے ست چت آنند تصویر تیری
ستاروں میں پھیلی ہے نور تیری
ترنم ترا آبشاروں میں پنہاں
تکلم ترا جوئے باروں میں پنہاں
کلی کے تبسم میں تو ہنس رہا ہے
گُل تر کی خوشبو میں تو بس رہا ہے
ہیں چاند اور سورج یہ تیرے سہارے
نمسکار پیارے، نمسکار پیارے!

مندر کا سنہری کلس اندھیری رات میں بھی اپنی آب و تاب اور چمک دمک سے دُور دُور سے نگاہوں کو اپنی جانب کھینچ رہا تھا۔ کنک نے دیکھا تو اُس کے دِل میں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اس نے کمر سے کھوکھری نکالی اور بڑے دھیان سے اُس کی چمکتی ہوئی دھار پر نظریں گاڑ دیں۔ پھر چند قدم دُور پتھر کی سِل کے پاس پہنچکر اُس پر کھوکھری کو رگڑنا شروع کیا۔

اس وقت اس کی رگوں میں بڑی تیزی سے لہو دوڑنے لگا اور سینہ زور زور سے بج اُٹھا۔ جیسے اس کے اندر بھیانک جذبات و خونین ارادوں کی تیز آندھی سی چل رہی تھی۔ اِدھر رگڑ سے کھوکھری کی دھار چنگاریاں چھوڑتی ہوئی بجلی کی مانند چمک اُٹھی۔ اُدھر اُس کی آنکھوں سے اندرونی آتشیں تحریک کے سبب شعلے نکل پڑے۔ وہ ہاتھ میں یہی چمکتی ہُوئی کھوکھری اور آنکھوں میں یہی خوفناک شعلے لے کر خونی مستی سے جھُومتا مندر کی جانب بڑھا۔

یہ مندر ایک نہایت خوبصورت باغیچہ کے درمیان واقع تھا۔ اور سُودیر نگر میں اپنی شان کا واحد وشنو مندر تھا اِس کی اس غیر معمولی شان کا پتہ دے رہا تھا دُور باہر سے اُس کا سُنہری جواہر نگار کلس۔ اس کے اندر بھگوان وِشنو کی وشال مُورتی براجمان تھی بیش بہا لعل وگہر سے جڑے ہوئے سنگھاسن پر۔ یہی کیا اس مندر کی ہر چیز گوہر نگار اور ذرہ ذرہ آبِ زریں میں ڈُوبا ہُوا تھا۔ کنک نے بارہا اس مندر کے انمول ایشوریہ مال و ثروت کی شہرت سُن رکھی تھی۔ اور اُسے لوٹ کر مالا مال ہو جانے کے خواب بھی اکثر اوقات لِئے تھے۔ لیکن اب کے وہ اپنے خواب کو حقیقی صُورت دینے کے لِئے تُل چکا تھا۔

کنک ایک نامی ڈاکو تھا — دیو ہیکل۔ بھیانک صُورت۔ بے رحم اور آفت کا پرکالہ۔ اُس نے بڑے بڑے ڈاکے ڈالے تھے۔ سینکڑوں گھر برباد اور زندگیاں تلوار کے گھاٹ اُتاری تھیں۔ لیکن اس مندر کی جانب آنکھ اُٹھا کر دیکھتے ہی اُس کا کلیجہ تھر اجایا کرتا تھا۔ جانے کیوں؟ تاہم اِس بار اُس نے اپنی زندگی بھر کی جرأت۔ خوفناکی اور سفاکی یکجا کر کے اس مندر کو لُوٹنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ آج اُس کے اندر غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اور آنکھوں میں اُتر رہا تھا خُون۔ آج وہ جیون کی بازی لگا کر مندر کا دھن لُوٹے گا اور لڑے گا دیوتا کے خِلاف۔ جو بھی اس کے مقابلے پر اُترے گا یا مزاحم ہوگا وہ تیز دم کھوکھری کا شکار ہوگا۔

کنک مندر کے اندر گھُس گیا۔ آدھی رات کا وقت۔ چاروں طرف گھرے اندھیرے کا دور دورہ اور گمبھیر سنّاٹے کی حکمرانی۔ کنک کی غضبناک نگاہیں مندر کے احاطہ میں چھا گئیں۔ اُس نے دیکھا۔ میدان صاف ہے۔ فقط ایک جٹا جُوٹ

تپسوی مہاتما ایک گوشہ میں سمادھی لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے پاس ہی شمعدان پر ایک چھوٹا سا چراغ جل رہا ہے اور اُس کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی گھور اندھکار کے وشال سامراجیہ کو نحس نحس کرنے کی لا حاصل کوشش کر رہی ہے۔

تپسوی مہاتما سمادھی و دھیان میں اس قدر محو اور بے حس و حرکت تھے کہ پتھر کی بے جان مورت سی نظر آتے تھے لیکن اس کے باوجود بھی کنک کی آنکھوں میں کھٹک گئے۔ اس نے پہلے انہیں کو ٹھکانے لگانے کی ٹھان لی۔ تاکہ وہ اپنا کام نشکنٹک کر سکے۔ وہ اُن مہاتما کی جانب بڑھا اور پاس جا کر کھوکھری تان کر زور سے چلایا۔ لیکن مہاتما بدستور سمادھی میں مگن رہے۔ کنک دل ہی دل میں کہنے لگا ـــــ بڈھا گھوسٹ مکر کر رہا ہے۔ بھلا بن کر میری حرکات کو دیکھ رہا ہے"۔ کنک نے زور سے دھکا دے کر انہیں گرا دیا اور چھاتی پر پاؤں رکھکر اُن پر وار کرنے لگا

مہاتما کی سمادھی ٹوٹ گئی۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ جن سے عجیب برقی کرنیں سی نکل کر کنک کے جسم میں پیوست ہو گئیں اور رگ رگ میں سرائیت کر گئیں۔ اُن نگاہوں میں کوئی جادو تھا، سحر تھا، جلال تھا۔ محبت تھی، تحمل تھا۔ بردباری تھی۔ اور تھی شاید ہیبت ناکی بھی۔ کہ کنک کا پتھر دل بیک وقت پریم۔ شردھا اور خوف کے ملے جلے جذبات سے موم ہو کر پگھلا۔ ڈرا۔ سہما۔ دبکا اور تھرا بھی اٹھا۔ یہ عجیب کیفیت کچھ اس شدت سے اس پر طاری ہوئی کہ تصویر بن کر رہ گیا جسم میں سکت نہ رہی اعضا معطل سے ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے چمچاتی کھوکھری نیچے گر پڑی۔

یہ تپسوی مہاتما مہرشی اُتنک کے نام سے مشہور تھے۔ دل میں بھگوان کی بھگتی کا بے حد سوز و گداز۔ طبیعت ہر وقت میٹھے میٹھے درد سے سرشار۔ آنکھیں محبوب حقیقی کی جدائی میں سدا آنسوؤں کے موتی ٹپکایا کرتیں۔ غرضیکہ ان کے جسم کا ذرہ ذرہ بھگوت پریم میں ڈوبا رہتا اور زندگی کا ہر ہر سانس پربھو کے سمرن میں صرف ہوا کرتا۔ ان کے باطن میں ہمیشہ ایک یگیہ جاری تھا۔ گیان کی پرچنڈ اگنی کے شعلے اٹھا کرتے تھے۔ اُن میں ان کے جنم جنمانتر کے کرم پھل سواہ ہو رہے تھے۔ جیون کی تمام آشاؤں، نراشاؤں سکھ دکھ دوندا تمک برتیوں ـــــ

رنج و راحت وغیرہ اضدادِ عالم کے احساسات اور رغبتوں کی آہوتیاں بھڑک بھڑک کر جل رہی تھیں۔ اُن کے انتر آتما سے اناہت شبد کی دھونی اُٹھ رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ لوٹ رہے تھے۔ ایک ایک کر کے اُن کے تمام سنساری بندھن وہ ظلمات مجازسے نکل کر آتما کے مُکت سامراجیہ میں داخل ہو رہے تھے اور جیون مکتی کے بے بیاں آنند کا امرت رس اُن کے جیون میں ٹپک رہا تھا۔ وہ ایک غیر معمولی اور غیر ارضی کیفیات میں سرگشتہ رہتے تھے۔

اُن کی مُکت نگاہیں جب ڈاکو کنک پر پڑیں تو اُس کی بھی عجیب سی حالت ہو گئی۔ اُسے محسوس ہوا کہ اُس کے اندر ایک جلن سی پیدا ہو گئی ہے اور پرچنڈ جوالا سی بھڑک اٹھی ہے۔ جس میں اس کے تمام پاپوں اور آلائشوں کے غلاف جل رہے ہیں۔ اور آتما اپنے اصلی سروپ میں قیام کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مہرشی اُتنک کی اُپدیش امرت بھری بانی سونے پر سہاگہ کا کام کرتی ہوئی اس کے کانوں میں گونج رہی ہے ——

"پیارے! کس پر اور کیوں وار کر رہے ہو؟ کس سے تمہیں جھگڑا ہے؟ کسے تم قتل کرنا چاہتے ہو؟ کون تمہارے یا کیا کس کے راستے میں رُکاوٹ ہے؟ کیا تمہارے اپنے وچار ہی، کیا تمہارے اپنے ہی کرموں کی اگرتا، اپنے ہی اندر کا دویت بھاؤ —— غیریت کا احساس تمہاری سدِّ راہ نہیں؟ کیا اس سروویاپک آتما کا کسی سے بیر یا اس کا کوئی دوند ہو سکتا ہے؟ کیا یہ امر ستا کسی کے مارے سے مرتی ہے؟ کیا یہ آنند سروپ آتما کبھی کسی چیز کی کمی محسوس کرتی یا کسی شے سے اپنے آپ کو خالی پاتی ہے؟ کیا تم نے یہ کبھی نہیں سوچا کہ اُس پرماتما کے امرت دان کی چار سو نہریں جاری ہیں۔ وہ سب کے لئے ہیں۔ بھگوان کے فیضِ عام میں ذرا بھی کنجوسی نہیں۔ کسی قسم کا امتیاز نہیں۔ اس کا دستِ فیض سب کے لئے دراز ہے۔ سب کو اپنی اپنی ضرورت اور اچھا کے مطابق اپنے آپ ملتا رہتا ہے۔ اس امرت دان کے لئے چھینا جھپٹی، مار دھاڑ۔ قتل و غارت کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی شخص کو نہیں ملتا۔ تو اسمیں اس کی اپنی تنگ دلی، لوبھ۔ لالچ۔ حرص و آز اور اشیاء پر دوسروں کی نسبت خود زیادہ تصرف حاصل کرنے کی سپرٹ نیز قبضے کی جگجھ یا نہ کوشش ہی کا قصور ہے۔ ذرا سمتا۔ یکسانیت اور ادویت بھاؤ کی سطح پر اُٹھ کر ایشور کی فیاضی —— بھگوان کے لُطف و کرم کی بارشوں کے انداز دیکھو۔ کہیں بھی کمی، کوتاہی اور امتیاز کی جھلک نہیں ملے گی۔ ہر طرف سے پریم و محبت کی گھٹائیں اُمڈ رہی ہیں۔ نہ ختم ہونے والی اور نہ بگڑنے والی نعمتوں کی بارشیں ہو رہی ہیں غیریت کا نام نہیں دُکھ کا نشان نہیں۔ کسی سے لڑنے جھگڑنے کا کام نہیں۔ فقط آنند ہی آنند کا سامراجیہ ہے۔ اس لئے اُٹھو، جاگو۔ آتما کی اس امر جاگرتی میں سانس لو۔ بھگوان کی ہمہ گیر انت و اکھنڈ کرپا اور فیاضی کی روشنی میں قیام کرو۔ تم دیکھو گے۔ کنگالی اور مُفلسی تمہاری خصلت نہیں۔ تُم ازل ہی سے سراپا آنند سروپ ہو۔"

مہرشی اُتنک کے امرت اُپدیش سے کنک کی باطنی آنکھیں کھُل گئیں۔ اُس کے اندر گیان کا سورج اُدے ہو گیا۔ اس کے دل میں شردھا اور بھگتی کے چشمے اُبل پڑے۔ آنکھوں سے پریم کی گنگا بہہ نکلی۔ اس کی زندگی کی ساری قوت اور پران بھگوان کے چرن کملوں پر بھنوروں کی مانند نثار ہونے لگے۔ اس کی آتم جیوتی بھگوان کے اننت پرکاش میں لین ہونے کے لئے مچل اُٹھی۔ یکلخت اس کے جیون میں اس قدر انقلاب رونما ہوا کہ بیان سے باہر ہے کہاں وہ سفاک ڈاکو اور کہاں یہ بھگتی۔ آتم سمرپن اور فنا فی اللہ کی بلند معراج کہ جہاں بھگت اپنے وجود کو الگ حیثیت سے نہیں دیکھنا چاہتا۔ وہ بھگوان کے چرنوں میں جذبات کی شدت سے بیخود ہو کر گر پڑا اور اس کی آتما قفسِ عنصری کو توڑ کر آزاد ہو گئی —— بالکل آزاد۔

مہرشی اُتنگ نے دیکھا۔ کنک کے شریر سے وہ اندیکھی آتم جیوتی نکل کر بھگوان کے جیوتی مئے سوروپ میں لین ہو گئی۔ لیکن لے ہونے سے پہلے مہرشی نے محسوس کیا کہ جیسے کہ وہ دِویہ جیوتی اُن کی پرکرما اور چرن سپرش کر گئی ہے۔ مہرشی اس نہایت غیر معمولی معنوی جلوہ کو دیکھ کر از بس خود فراموش ہو گئے۔ ایک ایسے عالم کیفیت میں کھوئے گئے جو بیان نہیں ہو سکتی۔ کچھ دیر بعد جب وہ پھر اس اندریہ جگت میں لوٹے تو دیکھا وہی اندھیری رات۔ وہی گمبھیر سناٹا اور وہی ننھا چراغ ٹمٹما رہا ہے۔ البتہ بھگوان کی مورتی کے نیچ کے سامنے نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں ٭

وحدت کا تماشہ!

ب۔ ف۔ محوی صاحب جالندھری

پھول کے رنگ میں تیرا رخِ زیبا دیکھا
شمع کے حسن میں ہم نے ترا جلوہ دیکھا

جلوۂ حسن بصد رنگ تماشہ دیکھا
دیکھنے والوں نے دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھا

مہ و خورشید کے جلووں پہ نہیں کچھ موقوف
ہم نے ہر ذرے کو اک حسن کی دنیا دیکھا

یوں تو دنیا میں ہزاروں ہیں طرحدار حسیں
آپ کا حسن زمانہ سے نرالا دیکھا

اللہ اللہ رے یک رنگی نیرنگ جمال
جلوۂ حسن کو ہر رنگ میں یکتا دیکھا

ایک گل ہی تو نہیں شاہدِ دنیائے جمال
ہم نے ہر خار میں فطرت کو سراپا دیکھا

حسنِ فطرت بھی عجب چیز ہے اللہ اللہ
شوق کہتا ہے ابھی دیکھ ابھی کیا دیکھا

ہم کہاں اور کہاں دامنِ دنیائے فنا
آپ کو ڈھونڈنے نکلے تو یہ صحرا دیکھا

تیرے ہر رنگ کو ہر رنگ سے دیکھا لیکن
ہم نے ہر رنگ میں دنیا تجھے دنیا دیکھا

جس کی ہر آنکھ ہے دنیا میں طلبگار آذر
اپنی ہی ذات میں ہم نے وہ تماشہ دیکھا

جیون مکت کا ادھیکار!

شریان پنڈت امرناتھ جی پربھاکر شرف ڈراماٹسٹ لاہور

خاص ادا کار

ہرلشچندر :- چکرورتی مہاراج ایودھیا نریش

شیویا :- ہرلشچندر کی دھرم پتنی

روہتاس :- ہرلشچندر کا ننھا بالک

سیٹھ و سیٹھانی :- کاشی کے ایک سیٹھ گھرانے کے میاں بیوی جن کے ہاتھ شیویا اور روہتاس بک گئے تھے۔

سین پہلا ۔۔۔۔۔۔ گھور اندھیری رات

نظارہ :- شمشان بھومی پر مرگ نتر جل رہے ہیں۔ ہاتھ میں لٹھ لئے ہرلشچندر اونگھ رہے ہیں۔ دُور کاشی ناتھ کے مندر سے ایک بیراگی کے گانے کی آواز کبھی کبھی کانوں میں گونج جاتی ہے

آواز = جیون مکت بنالے پنچھی ۔ جیون مکت بنالے

مورکھ بن کر کیوں سوتا ہے ۔ سمیہ اکارتھ کیوں کھوتا ہے

جیون کے پل پل کو پاگل ۔ آشا یکت بنالے ۔۔۔۔۔ پنچھی جیون مکت بنالے

ہرلشچندر = (سوپن سے ہڑبڑا کر) آشا یکت ۔۔۔۔۔ جیون! ہاہاہا۔ پھر جیون کے پل پل کو، ہاہاہا! مرو تھا متھیا ۔۔۔ ایک جنم نہیں کئی جنم ہیں نے ۔۔۔۔۔۔

آواز :- کایا سمجھ نہ ریت گھروندا ۔ پگلے یہ ہے آس کا ڈونڈا

لاکھ چوراسی بھگت لائے ۔ آشا یکت بنالے ۔ پنچھی جیون مکت بنالے

ہرلشچندر :- (سوپن کو یاد کر کے) ہاں خوب دیکھا ۔۔۔۔۔ سوپن میں چیونٹی سے لیکر ہاتھی اور سنگھ بن کر بنوں میں گرجا۔ گرڑ بن کر ہماچل سے اونچا اُڑا۔ کئی چولے بدلے۔ انت میں رشی کے آشیرواد سے چکرورتی راجہ بنا۔ پرنتو اچھلے ہرلشچندر تیرے اس جیون سے پھر وکرال چوراسی کا چکر آرمبھ ہو گیا ہے جسمیں تجھے چانڈال یونی کا پہلا پارٹ ملا (غصے سے لٹھ کندھے پر رکھ کر) بنا! جیون میں آشا کے گیت گانے والے بنا! یہی جیون ہے جس کے نشچل مارگ پر چلنے کے تو گیت گاتا ہے۔

(کچھ سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں) پرنتو اچھا ہوا۔ جس جگہ لوگ مرکر آتے ہیں۔ میں وہاں زندہ ہی آگیا۔ ہرلشچندر! اب بھی تو چکرورتی راجہ ہے۔ زندوں کا نہیں ۔۔۔۔ مردوں کا سہی۔ لیکن اس شانت پر جا میں تجھے اوشیہ شانتی ملے گی۔

آواز :- کشٹ نہ ہو یدی سُکھ کے اُنتر — سُکھ کا اُنوبھو ہوتا کیونکر
توڑیں پھُول چھُبیں نہ کانٹے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(یہ سُنکر ہرلیشچندر، پھر غصے میں آجاتے ہیں)

ہرلیشچندر :- راج پاٹ دیکر ایودھیا سے نکلے ۔ بن باسی بن کر کھلے بازار بکے ۔ روہت کا معصوم مکھڑا کاشی کے امیر بچوں اور اُن کے والدین کے تھپیڑوں سے رنگا گیا ۔ شیویا، کو بلکتے ہوئے ایشور کے سہارے چھوڑا ۔ شاہی دماغ کو چانڈال کا دگان جمع کرنے پر خرچ کیا ۔ شمشان کے گیدھ اور کتوں کو اپنا مِتر بنا ناسو بکار کیا ۔ بھوک اور پیاس کے کھیل کھیلے ۔ کیا؟ کیا ابھی میں نے سُکھ کا اُنوبھو کرنا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بتاؤ؟ آکاش کے ستارو بتاؤ؟ پولے روپی اندھکار تمہیں بتاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ۔ اچھا ۔ (جلتی لاش کی طرف اشارہ کر کے) ——
دھدکتی ہوئی جوالا ئیں بھسم ہونے سے پہلے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مرنگ منتر یہ تم ہی بنا جاؤ ۔ ۔ ۔ (مُورچھت ہو جاتے ہیں)

سین دُوسرا

(کاشی کے سیٹھ کا گھر ۔ سیٹھ صاحب سنان کر کے کپڑے پہن رہے ہیں)

سیٹھ :- ارے رام دھاری ۔ او رام دھاری (رام دھاری آواز سُن کر بھاگتا ہوا آتا ہے)

رام دھاری :- جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیٹھ جی جی!

سیٹھ :- ارے میں اتنی دیر سے گلا پھاڑ رہے ہوں تیرے سُنا نہیں؟

رام دھاری :- ہجُور میرا قصور کچھُو ناہی ۔ بی بی جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سیٹھ :- (غصے سے) اچھو بی بی کا قصور بتا دے رہے ۔

رام دھاری :- ناہی راجہ (پاؤں چھُو کر) جس بخت آپ آواج لگا وے تھے ناں ۔ اُس بخت بی بی جی روہتے کی میّا کو جور جور سے گالی دیلوے تھی ۔ اِس باسطے آپ کی آواج نہ سُن پائیو ہجور!

سیٹھ :- روہتے کی میّا ۔ آخر ہماری لونڈیا تو ہے ۔ بہو تھوڑ رہے ۔ اچھا جا پھولن کی ٹوکری جلدی ہیں لا ۔ آج تو مندر کو پہنچو دیری ہی حالم دیلوے ہے ۔

(رام دھاری چلا جاتا ہے)

(سیٹھ کے گھر کے اندر کا نظارہ ۔ سیٹھانی پڑوسن سے باتیں کر رہی ہے)

سیٹھانی :- نام تو میّو نے شیویا رکھ چھوڑو ۔ پر ہائے ری بہن! جس دن کی آوے ہے ۔ ہمرے تو بھاگ ہی پھوٹو ۔

شیویا :- (ہاتھ باندھ کر) بہن آپ کیوں مجھے گھڑی گھڑی کوستی ہیں ۔ میں نے سُنا تھا کہ بڑوں کے ہردے بھی اُدار ہوتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سیٹھانی :- چُپ ری بڑوں کی لگتی ۔ ۔ ۔ آئی ہے اُپدیش سُنانے (لات مار کر) چل، ہاتھ پھُوٹ گیئو تھے جو برتن چھوڑے بھاگی ۔ چل مانت برتن ۔

(شیویا رسوئی میں چلی جاتی ہے ۔ جُوٹھے برتنوں سے روٹی کے ٹکڑے نکال کر روہت کھا رہا ہے)

روہت :- ماتا جی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (شیویا سے روہت پاس جا کر لپٹ جاتا ہے ۔ شیویا کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں) ماتا جی تم کیوں روتی ہو؟

شیوا :- (سر پر ہاتھ پھیر کر بھرائی ہوئی آواز میں) بیٹا تجھے اتنی بھوک لگی تھی تو مجھے کہنا تھا ۔ میرے لال (چھاتی سے لگاتی ہے)

روہت :- مجھے سیٹھ جی نے لات کو کہا تھا۔ تم لوگ بوٹ لاوچی کھاتے ہو۔ تمام نہیں کلتے ہیں کوئی نہیں دیتی۔ پھر میں بھوکا سو گیا۔

شیوبا :- (آکاش کی طرف ہاتھ پھیلا کر) بھگوان دیا۔ ہم پر نہیں تو اس نردوش بالک پر تو ترس کھاؤ۔ اس بھولے ہوئے سمیہ میں جب لوگ ہمیں ان داتا کہتے تھے تو میں سمجھتی تھی یہ کتنے مورکھ ہیں۔ پرنتو آج پتہ چلا کہ ٹھیک دھنوان ہی سب پدارتھوں کے سوامی ہیں۔

(رام دھاری کے پکارنے کی آواز باہر سے آتی ہے)

روہت :- کون ہے میاّ؟

رام دھاری :- روہتاس۔ ارے روہتاس۔

شیوبا :- رام دھاری۔ بھیا روہتاس ادھر ہے کیا کام ہے۔ آؤ اندر آ جاؤ۔

رام دھاری :- (اندر آ کر) بہن جی۔ روہت نے پھر غضب کر دیا۔ آج پھر پھول ناہیں لایو سیٹھ جلے ہے۔

شیوبا :- بھیا! تم دیکھتے نہیں اتنی سخت سردی میں یہ پرانتہ باغ جا سکتا ہے۔ بھیا یہ تو ابھی خود پھول ہے۔

رام دھاری :- (آنسو گر پڑتے ہیں) بہن وہ چانڈال نا ہی چھوڑے گے ابھی لاؤ۔

روہت :- (شیوبا سے لپٹ جاتا ہے) اوں میاّ۔ سیٹھ مارے۔ میں تو نہ جاؤں (کانپتا ہے)

شیوبا :- (آنسو پونچھ کر) روہت جا بیٹا! اپنی معصومیت کو پاپی کے آگے رکھ دے۔ بیٹیا اناتھوں اور مزدوروں کی معصومیت۔ سرمایہ داروں کے ہتھیاروں اور ٹھڈوں سے کھیلا کرتی ہے۔ جا تا کہ تیرا شریہ آگامی جیون کے لئے اس کھیل سے واقف ہو جائے (سر پر ہاتھ پھیر کر) جا بیٹا سیٹھ جی کچھ نہیں کہیں گے۔

روہت :- (معصومانہ انداز سے شیوبا کے منہ کو تاک کر) تو جھوٹ بولتی ہے۔ میاّ پچھنے دور ہارے دات

شیوبا :- (اپنے آپ سے) ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن بچے کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ بچہ پرکرتی کی ساکھشات تصویر ہے۔ بچے کو دھوکا دینا اسی طرح مشکل ہے جس طرح قدرت کو۔

(سیٹھ کی کھڑاؤں کی آواز آتی ہے)

رام دھاری :- لو بہن میں نے پہلے ہی بولا تھا نہ۔ سیٹھ یہیں آئیو۔

شیوبا :- (ٹھنڈی سانس لے کر) اچھا۔ روہت بیٹیا میں ابھی آئی۔ (باہر جاتے جاتے رو کر دل ہی دل میں) ہا پاپی گائے کے نردوش بچھڑے کی بھانتی روہت کھڑا ہے۔ اپنے ارمان نکال لے۔ اس کی ابھاگن ماں اس درشیہ کو نہیں دیکھ سکتی۔

(سیٹھ اندر آ کر روہت کو پیٹنے لگ جاتا ہے۔ رام دھاری چھڑانے کی کوشش کرتا ہے)

سیٹھ :- حرام خور ... (پھر پیٹتا ہے)

رام دھاری :- سیٹھ جی۔ چھوڑ دیو بال ہتیا نہ ہوئے۔ سیٹھ جی۔ سیٹھ جی (رام دھاری کو بھی کھڑائیں لگتی ہیں۔)

سیٹھ :- چل کمینے (پھر پیٹنے لگ جاتا ہے)

روہت :- ما میاّ - میاّ ہائے میاّری (بیہوش ہو جاتا ہے)

سیٹھ :- (کھڑاؤں کو پھینک کر) جب اسے ہوش آوے کہنا اگر شام تک پھول نا ہی لاٹے تو پھر جان بھی نکالوں میں

رام دھاری کے

ویری نہ کروں گا۔

(چلا جاتا ہے)

سین تیسرا

(کاشی کا باغ۔ فوآرے چل رہے ہیں۔ لڑکیاں ایک فوآرے کے پاس میٹھی پھولوں سے کھیل رہی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ گا رہی ہیں)

گیت

کشٹ بھرا سنسار کا ساگر — پار کرے نرمکت ہو جائے
جیون کو جو نہ جیون سمجھے — سجنی دکھ سے یکت ہو جائے
رمتے جوگی پھریں یوں گتے — جھوٹی دنیا جھوٹے بندے
کامی، کپٹی۔ دنبھی چھلیئے — تن کے اُجلے من کے گندے
اُن سے کوئی جا کر کہہ دے — بیشک متھیا جگ کے دھندے
پر جو من نرلیپ رکھے ہیں — اُن کے لئے ہیں کب یہ پھندے
کرم یوگ کی پربل اگنی ہیں — دکھ سکھ بھسم ہو جائے
ری سجنی! جیون مکت ہو جائے

(روہت اور رام دھاری باغ میں داخل ہوتے ہیں)

رام دھاری:- لو کھیلن نہ بیٹھیو۔ جلدی آنا۔ تم بہت اچھو ہے۔

(رام دھاری چلا جاتا ہے۔ روہت پھول توڑنے لگ جاتا ہے۔ گلاب کے بوٹے سے زہریلا ناگ پھنکار مار کر نکلتا ہے)

روہت:- اُو..... ہائے..... میا میا (سانپ ڈس لیتا ہے۔)

(دور فوآرے سے ایک لڑکی آواز سن کر)

پریم کانتا:- شیلا شیلا! دوڑ ری سامنے........ بچے کو کیا ہو گیا!

شیلا:- ہیں۔ چلو دوڑو۔ سب چلو (سب روہت کے قریب آتی ہیں۔ روہت تڑپ رہا ہے)

پریم کانتا:- شیلا پاؤں دباؤ۔

روہت:- (چیخ مار کر) میا۔ میا

شیلا:- کیا ہوا منا؟

روہت:- میا۔ میا میرے پھول...... تھانب تھانب میا میا (پران دے دیتا ہے)

شیلا:- ہائے بالک پربھو کے پاس (لاش کا سر اٹھا کر بھرائی آواز میں) کانتا دیکھو کتنا سندر ہے یہ بالک۔

لیلا:- (لاش کو بغور دیکھ کر) ری ہائے بہن۔ یہ تو اُسی غریبنی کا بالک ہے جو سیٹھ رام کشور کی داسی ہے۔

شیلا:- تو جاؤ۔ لیلا اس کی ابھاگن ماتا کو کہہ دو کہ........ (لیلا چلی جاتی ہے)

چوتھا سین

(شیویا روہت کی لاش کے پاس بیہوش پڑی ہے)

کانتا :- (شیویا کو ہلاکر) بہن! بہن! دھیرج کرو۔

شیویا :- (تڑپ کر) روہتاس ..... روہتاس ۔ بیٹا ۔۔ رو ۔۔ ہتا ۔۔۔۔۔ بس۔ نہیں سُنتے ٹھہرو ٹھہرو۔

شیلا :- (کانتا سے) چلو ابھاگن کو دِل کی بھڑاس نکالنے دو۔ اب ہمارا ٹھہرنا ٹھیک نہیں (سب چلی جاتی ہیں)

شیویا :- پھول ، سیٹھ ، پھول۔ روہتاس! (لاش کا سر اُوپر اُٹھاکر) کہنا ضرور کہنا اپنی کہانی پربھو کو روہتاس۔ بیٹا جا بیشک جا پر تو سُن ..... سُن ..... سیٹھ جی کی ..... اُس پاپی کی دولت اُور اِیشور پر تھوک کر جا ۔ مَیں نہیں روکتی ..... تو بھی نہیں رُک سکتا ..... تیرا گھر ..... اب دُور ..... بہت دُور تو پردیسی ......

پھوٹے بھاگ غریب کے پھوٹ گیا پتوار
ناؤ جھکولے لیت ہے ۔ کون اُتارے پار
کِت سوئے ہو کھیون ہار ۔ نیا ڈوبت ہے
کِت سوئے ہو کھیون ہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تجھ پر نربھر جیون میرا ۔ تجھ بن ہے سنسار اندھیرا
جات سمیہ اسے پنتھی بٹیا ۔ سُن دُکھیا کی چیخ پکار

نیا ڈوبت ہے
کِت سوئے ہو کھیون ہار

(دیوانگی کی حالت میں) روہت ٹھہر ٹھہر بیٹا ..... ٹھہر تاکہ میں تیری شادی کے سُہاگ کے گیت گاؤں۔ آؤ سب آؤ ۔ تو کیوں چھپتی ہے؟ ..... موت تو بھی آجا ..... سب گاؤ گیت ..... ہا ہا ہا ..... ہا ہا ہا! روہت کا بیاہ ہے ..... موت سے۔ ہا ہا ہا! تو ..... کیوں چلی گئی موت؟ تو پھر چھوڑ دے میرے لال کو ..... مَیں تجھ سے نہیں بیاہتی ..... مَیں کنوارہ ہی رکھ لوں گی۔ جا ..... بیشک جا ..... پر ہائیں روہت تو بھی ساتھ جا رہا ہے؟ آہ! آہ!! (مورچھت ہو جاتی ہے۔)

سین پانچواں!

(سیٹھ رام کشور کا گھر)

سیٹھانی :- (شیویا سے) مرگیا ہے۔ تو کیا؟ کونسا راجہ کا بیٹا مرا ہے! مَیں تو کہتی ہُوں۔ بھگوان تو بھی مرے اُور میرا پنڈ چھوٹے۔

شیویا :- (روکر) نہ کلپا بہن نہ کلپا۔ دُکھی دل کی آہ نہ لے۔

سیٹھانی :- (دھکا دیکر) چل ۔۔۔ جس کا کھاوے اُسی کا بُرا مانگے

شیویا :- (پاؤں پڑ کر) لکشمی ...... بہن لکشمی - اب مجھے روہت کا انتم سنسکار کرنے جانے دے ...... اگر دے سکتی ہے تو کفن کے لئے آدھ گز کپڑا دے بھگوان تجھے بہت دیں گے تو دودھوں نہائے گی اور پوتوں پھلے گی۔

سیٹھانی :- (منہ بنا کر) ٹھیک - پہلے گالی دیو ہے پھر مانگے - ارے کون سا تیرو باوا کما دے ہے جو روز دیتے رہیں۔

شیویا :- بھلا ہو گا !

سیٹھانی :- مجھے ناہی چاہیئے۔

شیویا :- (رو کر) تو کس کے پاس جاؤں ؟ کسے کہوں ؟

سیٹھانی :- جس کے لاڑ لاگی وہ مرو تو ناہیں - اسے کہہ جا کے ۔!

شیویا :- وہ بھی میری طرح ...... (چپ ہو جاتی ہے)

سیٹھانی :- تو پھر جا کو پ بہت ہیں - جا کر کود مر ...... ہمارا بھی پنڈ چھوٹے (اندر کمرے میں چلی جاتی ہے)

شیویا :- (نراش ہو کر ...... روہت کی لاش کو دیکھ کر) چل اٹھا گے (غصے سے) یہ دنیا یہ سنسار مجھے کفن تک بھی نہیں دیتے - بھارت میا ...... چھپا لے غریب کے بچے کی لاش کو - اس چکرورتی بچے کی لاش تو ہی اپنی چھاتی میں چھپا لے - تاکہ یہ لاش تیرے ایشور یہ پر ہنسی نہ اڑائے - جس کا وشال ہردیہ لاکھوں کو ان - کروڑوں کو کپڑا دیا کرتا تھا اسکے جگر کا ٹکڑا بے کفن جا رہا ہے - (لاش کو اٹھا لیتی ہے)

سین چھٹا

(شیویا روہت کی لاش کو اٹھائے لے جا رہی ہے - گھور اندھکار ...... دور کوئی کھرتالوں پر گا رہا ہے)

دھرم کے بندھن بہت کڑے ۔ کرم گتی ٹارے نہ ٹرے

دھرم کے بندھن بہت کڑے

گئے راجن کے راج انیکوں ۔ گئے بھگتن کے سیس انیکوں

دھرم ندھی برلا ہی ترے ۔ دھرم کے بندھن بہت کڑے

شیویا :- (گانا سن کر) دھرم ندھی ! ٹھیک اس کو پار کرنا اتی کٹھن ہے - ہم تینوں اس ساگر میں کود ے - سوامی ہاتھ پیر مارتے دور نکل گئے - میں اور روہت منجدھار میں رہ گئے - لیکن روہت نے ساہس کیا - مجھے اور سوامی کو بھی پیچھے چھوڑ کر مکتی پد کو پراپت کر گیا (لاش کا منہ چوم کر) دھنیہ ہو بیٹا - تو دھرم مارگ میں پورا اترا - ہم پاپی تھے جو پیچھے رہ گئے۔

(بیابان جنگل سامنے ندی ٹھاٹھیں مار رہی ہے - اسی طرف کاشی کا مرگھٹ ہے - دور مرگھٹ میں جلتی چتاؤں کے شعلے نظر آ رہے ہیں ۔)

شیویا :- (لاش کو کنارے پر رکھ کر) سنسار کی دھن دولت سب دیرتھ نکلے - کوئی بھی پتر کے کام نہ آیا - اب پرم پتا کے مرتنجے جل سے جو ہر ایک کے لئے ہے اور جس پر نردھن بھی اتنا ہی حق رکھ سکتے ہیں جتنا کہ دھنوان - یہ نرمل ہے - اس میں کسی کی کمائی کا خون نہیں - بس یہی ٹھیک ہے اسی سے انتم اشنان کر کے پتر کی آتما پربھو کے دربار میں اپستھت

ہو سکے گی۔ (لاش کو اشنان کرا کر وہی پھٹا ہوا کُرتا پہناتی ہے) لے جاتی بار بھی پھٹا کُرتہ جو راج تیاگ کے سمیہ تمہارے ساتھ آیا تھا جس کو پہن کر تُو نے دھرم ویدی پر بلیدان ہونے کی پرتگیا کی تھی اسی کو پہن کر جا۔

بیٹا جس پرکار یُدھ کے سپاہی کی لاش جنگی کپڑوں میں انتم سنسکار کرا کے اپنے کُرتا تر دھرم کی شان سمجھتی ہے۔ اسی پرکار تُو نے بھی اپنی شان سمجھنا۔

(پھر پاگل سی ہو جاتی ہے) نہیں یہ انیائے ہے۔ چکرورتی راجہ کا پُتر بے کفن جائے .... پرتھوی تو پھٹ کیوں نہیں جاتی۔ ندی ...... ندی تُو طوفان بن کر اس کپٹ نگری کو کیوں غرق نہیں کرتی نہیں ...... کوئی نہیں سنتا .... تُو چل پُتر میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں .... تُو انجان ہے - بھولا ہے ...... پربھو سے انیائے کی شکایت نہیں کریں گے۔

(آتم ہتیا کے لئے ندی میں کودنے لگتی ہے)

آتما کی آواز:- یہ کیا دھرم کی گلتی .... آتم ہتیا کا پریاس؟ ——— کس کی آگیا سے؟ ...... کچھ سوچا بھی؟ ساوِتری ہاں تُو بِک چکی ہے۔ بکی ہوئی چیز کا کوئی ادھیکار نہیں چل ہٹ پیچھے۔ تجھے آتم ہتیا کا ادھیکار کس نے دیا؟ ...... (رُک جاتی ہے)

سین ساتواں!

(کاشی کا مرگھٹ۔ ہرلیشچندر پہرہ دے رہے ہیں)

ہرلیشچندر:- (چونک کر) ہیں؟ یہ رونے کی آواز کیسی؟ ...... میرا کلیجہ کیوں پھٹا جاتا ہے؟ ہردیہ میں کیوں ہلچل پیدا ہو گئی؟ آج تک لاکھوں یہاں روتے آئے اور پیٹتے گئے۔ پرنتو اس سے پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا!

آواز:- آ گئی ...... آ گئی! تیری سکھ کی سیج۔ یہاں کوئی تجھے نہ ستا سکے گا۔

(ہرلیشچندر لٹھ سنبھال کر ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ شیویا بالکل نزدیک آ جاتی ہے)

ہرلیشچندر:- کون ہے اس سمیہ؟

شیویا:- ایک ابھاگن۔

ہرلیشچندر:- تو اس سمیہ اکیلی کیوں آئی؟

شیویا:- مجھے اکیلا ہی آنا تھا۔

ہرلیشچندر:- اکیلا ہی آنا تھا! کس لئے؟

شیویا:- اس لئے کہ جس نے میرے ساتھ آنا تھا۔ وہ پہلے ہی مجھے اکیلا چھوڑ گئے ہیں۔

ہرلیشچندر:- یہ لاش کس کی ہے؟

شیویا:- (رو کر) میرے جیون کے آخری سہارے جگر کے ٹکڑے کی۔

ہرلیشچندر:- دیوی کیا تیرے سوامی نہیں ہیں جو خود ہی لاش لیکر اس سمیہ اکیلی چلی آئی؟

شیویا:- سوامی ——— میرے سوامی، ہاہاہا۔ پتہ نہیں!

ہرلیشچندر:- (اپنے آپ سے) پُتر کے دُکھ میں پاگل ہونے کے کارن ٹھیک اُتر بھی نہیں دے سکتی۔ (شیویا سے)

اچھا لاکفن اُور شمشان کا لگان!

شیویا:۔ (بھرائی آواز میں) ان دونوں میں سے میرے پاس کچھ نہیں۔

ہرشیچندر:۔ تو پھر لاش کو کس طرح جلا سکے گی؟

شیویا:۔ کیول آپ کے رحم اُور دیا سے۔

ہرشیچندر:۔ میں لاچار ہوں۔

شیویا:۔ اِلیشور کے لئے......

ہرشیچندر:۔ میرا الیشور میرا سوامی ہے۔

شیویا:۔ آپ کا الیشور آپ کا سوامی........ الیشور سے سوامی کیا بڑا ہوتا ہے؟ ہا ہا ـــــ

ہرشیچندر:۔ ہاں جب پربھو کی آگیا سے۔ جب پربھو کے اٹل ودھان سے میں نے اُس کی سیوا قبول کی ہے وہ چانڈال ہوتا ہُوا بھی میرے لئے الیشور سے بڑا ہے۔؟ الیشور نے مجھے اُس کی آگیا میں رہنے کا ادھیکار دیا ہے۔

شیویا:۔ (آسمان کی طرف روتے ہوئے ہاتھ پھیلا کر) ـــ پرماتمن! دیا کرو! چکرورتی راج پُتر ـــ

ہرشیچندر:۔ ہائیں ـــ تو کون؟ (نزدیک آکر) کون؟ ـــ میری شیویا ـــ اُور یہ پیارا روہت.....

شیویا:۔ (پاؤں پر گر کر) پربھو ـــ میں آپ کی ابھاگن شیویا۔

ہرشیچندر:۔ پربھو (چیخ نکل جاتی ہے) اُٹھا لے۔ اِس پاپی کو۔ آنکھو! کیا تُم نے کچھ اُور دیکھنا ہے؟ پِتا کے جیتے جی پُتر مر تک لوک سدھارے....... نہیں..... نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا...... میں...... میں آخری...

آواز:۔ گئے راجوں کے راج انیکوں ـــ کٹے بھگتن کے سیس انیکوں

دھرم ندھی برلا ہی ترے ـــ دھرم کے بندھن بہت بڑے

کرم گتی ٹارے نہ ٹرے

ہرشیچندر:۔ (دیوانگی کی حالت میں) ہائیں! دھرم ـــ اس کے بندھن...... نہیں ـــ نہیں میں سنسار کو دکھا دُوں گا کہ ہرشیچندر آخری دم تک دھرم پر دڑھ رہا۔ مجھے دُکھ سے کیا۔ اب سُکھ سے کیا واسطہ؟ سب فضول ـــ سب ویرتھ۔ میں آزاد ہُوں۔ سنسار کے دُکھ اُور سُکھ کا کشن بھنگ رنگ مجھ پر سے اُتر گیا...... میں.... میری آتما اِن اُور لوں سے مکت ہے۔ اب میں آزاد ہُوں! مکت ہُوں۔ مجھے کسی کا ڈر نہیں ـــ کسی کا دُکھ نہیں ـــ شوک نہیں (زور سے چلا کر)

شیویا۔ شیویا! لے جاؤ فوراً لے جاؤ۔ اگر شمشان کا لگان اُور کفن نہ ملے۔ تو کسی میدان میں اِس کی لاش کو پھینک دینا۔ جہاں گیدھ اُور کُتے اسے کھا کر ہماری بے بسی کا نہیں نہیں ہماری درڑھتا کا درشیہ پربھو کے سامنے پیش کریں۔ ـــ میں اب اس کا باپ نہیں۔ شیویا! چانڈال کا سیوک ہوں۔ میرا ادھیکار نہیں کہ سوامی کا لگان وصول کئے بغیر کسی کی لاش کو جلنے دُوں۔

شیویا:۔ (غصے سے) تو پھر کیا ناتھ۔ دھرم اب بھی ہمارا پیچھا نہ چھوڑے گا؟

ہرشیچندر:۔ دھرم تو چھوڑتا ہے۔ پرنتو ہم دھرم کو نہیں چھوڑیں گے۔ پرلے آجائے اسنسار اُلٹ پلٹ جائے۔ پرنتو دھرم میں اُور ہم میں وچھید نہیں ہو سکتا ہے۔

شیویا (ہاتھ جوڑ کر) تو ناتھ! سوچیے کیا ہم اتنے نرلج ہیں کیا ہمارا دل پتھر ہے پربھو۔ کیا ماتا پتا کا یہی کرتویہ ہے؟ بتائیے؟ میں جواب چاہتی ہوں اس کا۔

ہرشچندر:- شیویا دیکھ! ستیہ اور دھرم کے پیچھے ہم نے راج تیاگا۔ بازاروں میں نیلام ہوئے۔ انیک کشٹ سہے اگر اس سمیہ ہم پھسل گئے تو کلنکت ہو جائیں گے۔ ورتھ رہنے پر جب تک یہ پرتھوی اور آکاش رہے گا اتہاس ہماری ستیہ کی کتھا کو سنہری اکشروں میں لکھ کر ہمارے ابھیمان کو امر رکھے گا۔ سوریہ کی پہلی کرن پرتھوی پر پڑتے سمیہ ہرش اور شیویا کا نام لکھا کرے گی۔ ہم امر ہو جائیں گے۔ جنم مرن کے چکر چھوٹ جائیں گے۔ بتنا! دو مارگ ہیں۔ کس طرف جانا چاہتی ہے۔

شیویا:- (سر جھکا کر) پربھو آپ نے گیان چکشو کھول دیئے۔ آپ دھنیہ ہیں۔ اچھا (ساڑی کو پھاڑتی ہے) لو یہ کفن ــــــ

پرتھوی کانپنے لگتی ہے۔ آکاش تھرتھرانے لگتا ہے۔ ذرہ ذرہ، پتہ پتہ میں تھرتھری سی دوڑ جاتی ہے اچانک بڑے زور کی دھونی ہوتی ہے۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش اور وشوامتر پرگٹ ہوتے ہیں۔ آکاش سے پھولوں کی ورشا ہونے لگ جاتی ہے۔ دیو اور گندھرب دُندبھی بجاتے ہیں۔ روہت زندہ ہو کر ماتا پتا سے چمٹ جاتا ہے۔ برہما، وشنو۔ مہیش یک زبان ہو کر ارشاد فرماتے ہیں:-

"وتس ہرشچندر! جاؤ! اب تم سنساری مایا کی اگنی پریکشا سے اُتیرن ہو گئے۔ دکھ سکھ دو ندآتمک بھوساگر کے اتال۔ وکرال تھپیڑوں کو چیر کر نکل آئے ہو۔ سمتا ایک رس اور نرلیپ اوستھا کی پرم پوتر سطح پر اس لئے جاؤ۔ ہماری آگیا سے جا کر راج پاٹ کا کام سنبھالو اور پرجا کا پالن کرو۔ اس سنسار میں کنول کی مانند رہو۔ تم جیون مکت ہو۔ سنسار میں امر کیرتی کا دھن اکٹھا کرو۔ یہی ہمارا آدیش ہے اور یہی ہے ہماری اچھا"

یہ کہہ کر سب دیوتا انتردھیان ہو گئے اور فضا اس جیکارے سے گونج گئی۔

"بولو ستیہ وادی ہرشچندر کی جے" "ادم شم"

کیا دیکھا کیا نہ دیکھا

از قلم جناب سیف صاحب موانوی"

بیان کیا ہو کہ ہم نے دُنیا میں کیا تو دیکھا ہی کیا نہ دیکھا
وجود پر اپنے جب نظر کی تو کوئی خود سے بُرا نہ دیکھا

اگر گنہگار ہیں تو اُس کے جو ہم نکوکار ہیں تو اُس کے
کوئی بہر شکل ہم نے بندہ خدا سے ہرگز جدا نہ دیکھا

مسافرانِ رہِ حقیقت ہیں محوِ شوقِ مقامِ منزل
جو دِل مُبرّا ہے ماسوا سے اُسے بھی بے مُدعا نہ دیکھا

ہیں دوست جتنے کبھی اُنہیں کو جفا پہ آمادہ پاتے ہیں ہم
خدا سے بڑھ کر جہاں میں ہمنے کوئی بھی اہلِ وفا نہ دیکھا

بشر کی صورت میں ہو کے پنہاں ہیں کرتے نظارہ آپ اپنا
بہت سے خود بیں نظر سے گذرے اس آن کا خود نما نہ دیکھا

نہ بھول خالق کو کھا نہ دھوکا خلافِ چل نفس کے وگرنہ
پھنسا جو حرص و ہوا میں اُسنے خدائی کا کچھ مزا نہ دیکھا

نہ نورِ حق بینی ہے نظر میں نہ عشقِ صادق کا جوش دل میں
کہ مثلِ منصور ہو کے بیخود کسی کو حق پر مِٹا نہ دیکھا

جھکا کے گردن خودی مٹا کر خود اپنے اُوپر نظر وہ ڈالے
یہ جس کے دِل میں بھری ہو حسرت کہ ہائے میں نے خدا نہ دیکھا

وجودِ عالم ہے ایک گلشن ہیں خار بھی اسمیں اور گل بھی
یہ کہہ سکے کون ہمنے اِسکا بُرا تو دیکھا بھلا نہ دیکھا

جہاں ترقی وہیں تنزل جہاں تنزل وہیں ترقی
ہے ایسا کوئی قمر کو جس نے بڑھا تو دیکھا گھٹا نہ دیکھا

جفائے گل کے بہت سے شکوے زبانی بلبل کی سنتے ہیں ہم
ریاضِ الفت میں لیکن ابتک وفا کا غنچہ کھلا نہ دیکھا

پہنچنا ممکن نہیں خدا تک بتاؤ جبتک نہ اسکو ہادی
رہِ حقیقت میں حق تو یہ ہے کہ دِل سا اک رہنما نہ دیکھا

جو اُس نے دیکھا وہ خاک دیکھا جو کچھ بھی پایا وہ خاک پایا
کہ جس نے دُنیا میں آکے اے سیفؔ روضۂ مصطفےٰ نہ دیکھا

हरिश्चन्द्रको भगवद्दर्शन

بول

افسانہ شری جگن ناتھ جی پربھاکر
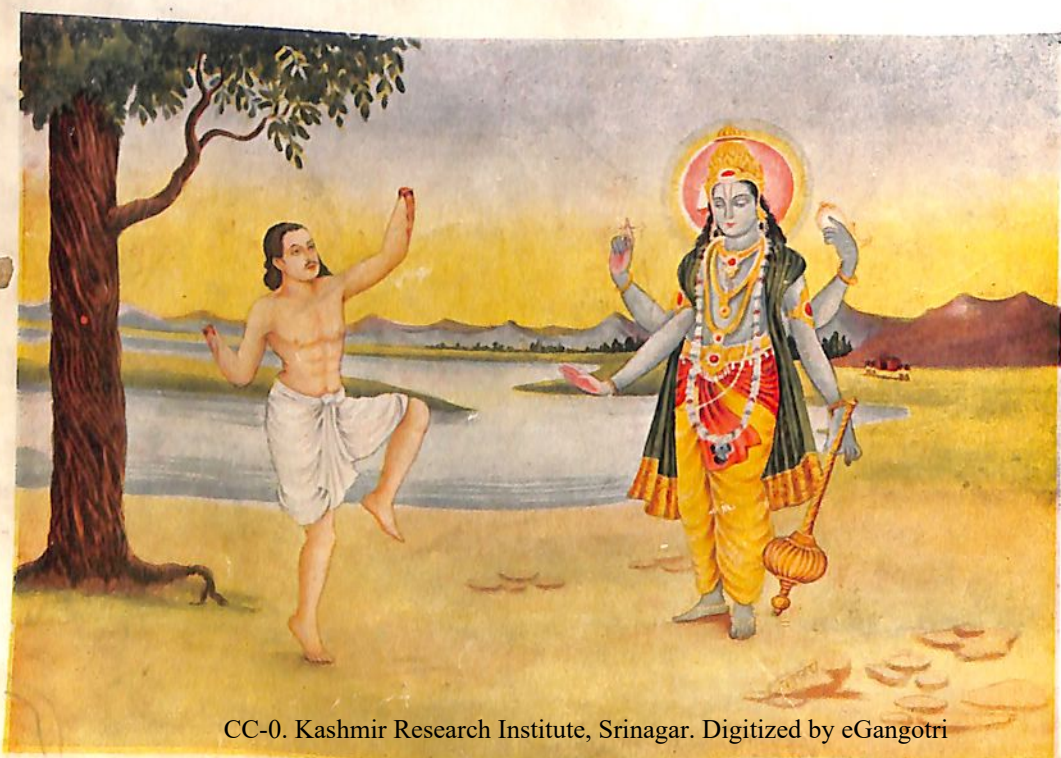
"رے منوا نام ہری کا بول

نام ہری کا بول رے منوا ، نام ہری کا بول

نام ہری کا ہے رس بھینا ۔ منہ سے لگا جائے نہیں چھینا

جیون کے ہر سُور بندو میں

یہی امرت رس گھول رے منوا ، نام ہری کا بول !"

دُور گھنے برکشوں کی اوٹ سے اُس سنوپن بھری چھایا کے ساتھ لپٹے ہوئے گمبھیر سناٹے کو گدگداتی ہوئی یہ سُور لہری اُٹھی اور بے خودی میں جھومتے ہرے بھرے کھیتوں پر سے نِرت کرتی ہوئی آ کر اُس پریمی کے سینے میں تیر کی طرح اُتری اور بجلی کی مانند رگ رگ میں دوڑ گئی ! اُس کے اُٹھتے ہوئے قدم تھم گئے ۔ اُس کے سانس کی ان تھک روانی رُک رُک جانے لگی ! اُس کے دل کی گہرائیوں میں چھُپ کر رہنے والی کسک چونک سی گئی ۔ اُس کے پہلو کو اندر ہی اندر آہستہ آہستہ کریدنے میں لگا ہوا میٹھا میٹھا درد پاگل ہو اُٹھا ! جگر کے داغوں سے پریم رس کی دھارائیں بہہ نکلیں جذبات کے سمندر میں جوار بھاٹا سا آ گیا اور آنکھیں ساون بھادوں کی گھٹا کی طرح برسنے لگیں وہ بیخودی کے جوش میں ذرا ناچ ہی اُٹھا تھا کہ اُس کے کانوں پر ہتھوڑے کی طرح دھڑام کی سی آواز پڑی اور ساتھ ہی اُسے محسوس ہوا کہ وہ ایک لاثانی سرور و مستی اور بے حد آنند و سرخوشی کے نامعلوم مگر انتہائی بلند عالم کی جانب اُڑا جاتا ۔ اچانک پھر نیچے آ گرا ہے ۔۔۔ اس خاکی سطح پر ۔۔۔ انہیں ارضی مناظر کے درمیان ۔ اُس نے دیکھا کہ وہی لوٹا کما جسے وہ بوچڑ خانہ سے سر پہ اُٹھائے لئے آ رہا تھا ۔ اب اُس کے قدموں میں گرا پڑا ہے اور گوشت کے لوتھڑے اِدھر اُدھر بکھر گئے تھے ۔ وہ دل میں ایک کشمکش سی لئے انہیں پھر اُٹھا کر ٹوکرے میں ڈال لینے پر غور کر رہا تھا اتنے میں پھر وہی سنگیت لہری اُسے انہیں بلندیوں پر لے اُڑنے کے لئے کانوں میں گونج اُٹھی ۔۔۔

"لے ہردیہ کی پیاس مٹا لے ۔ بھر بھر پی جا پریم پیالے

بکھر گئی مستی کی دولت

ہیرے موتی رول رے منوا ، نام ہری کا بول"

فطرت کی دشال گو [illegible] تیری نام کے ہیرے موتی

رولنا چھوڑ کر وہ پریمی گوشت کے اُن ناپاک ٹکڑوں کو کب اکٹھا کرنے لگا تھا؟ بلکہ اب کہ اس غیر معمولی سحر آفریں سنگیت لہری کے ہردیہ سے چھُوتے ہی اس کے بحرِ جذبات میں پریم بھکتی کی اس طرح طوفانی ترنگیں اُٹھیں، جس طرح پورے جوبن پہ آئے ہوئے چاند کے آسمان پر جلوہ گر ہوتے ہی پانی کے سمندر میں اُٹھا کرتی ہیں۔ وہ پاگل پریم ترنگیں ضبط و قرار کے سب بند خس بخس کر کے اس پریمی کے سنکلپ و کلپ۔ سُدھ بُدھ۔ پندار و خودی ـــــ غرضیکہ اس کی ساری دُنیا اپنے ساتھ بہا لے گئیں وہ بے اختیار ناچنے لگا۔ کسی بے نام مقناطیسی طاقت کے زیرِ اثر مقناطیسی قوّت سے معمور ہو کر اس کی آتما ناچ رہی تھی۔ جسم ناچ رہا تھا۔ رگ رگ میں لہو کا ہر ہر قطرہ بھی ـــــ حتےٰ کہ وہ سراپا مورتمان نرت نظر آنے لگا ـــــ رقص کی جیتی جاگتی تصویر!

پاس سے گذرنے والے لوگوں میں سے اکثر اس پر پھبتیاں اُڑاتے چلے جاتے۔ کوئی آوازے کستا۔ کوئی اسے پاگل سمجھ کر قہقہوں کا موضوع بنا ڈالتا۔ بعض شرارت پسند دیوانہ جان کر اس پر مٹی کنکر پتھر پھینکے بغیر اپنی راہ نہ لیتے۔ بعض اسے حقارت کی نگاہوں سے گھُور گھُور کر آگے بڑھ جاتے۔ کئی اُس پہ پاکھنڈی۔ دھُورت راج اور جانے کن کن بھدی اُپادھیوں (خطابات) کی بارش کر جاتے۔ کئی اُسے حیرت سے دیکھتے اور حیرت لے کر اپنا راستہ پکڑتے۔ کوئی اس کے متعلق نہائیت عجیب اور ناقابلِ حل معمہ دل میں لئے دُور تک محویت کی سی حالت میں اُلجھا چلا جاتا۔ اسی طرح جانے کتنے آئے اسی راہ سے اور چلے گئے اپنی اپنی منزلِ مقصود پر لیکن وہ تب بھی ناچ رہا تھا۔ ناچ ناچ کر جب جسم تھک کر چوُر ہو گیا اعضا میں برداشت کی سکت نہ رہی۔ تو زمین پہ آرہا ہے۔ لیکن اس کا انتر آتما اب بھی ناچ رہا تھا اور تھرک رہے تھے پریم کے نورانی آنسو اُس کی پلکوں پر۔ کچھ دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا۔ جب ذرا ہوش آیا تو اُس نے دیکھا کہ جو گوشت وُہ بوچڑ خانے سے اپنی دوکان پر بیچنے کی خاطر لے کر چلا تھا۔ اس میں سے کچھ تو کوؤں، چیلوں اور کتوں کی ضیافت میں کام آچکا تھا اور بچا کھچا گرد میں لتھڑ پتھڑ کر بیکار ہو چکا تھا۔ لیکن اس سے اُس کے دل پہ ذرا بھی ملال نہ آیا۔ وہ بڑے اطمینان سے اُٹھا اور سرور انگیز انداز سے خالی ٹوکرا لے کر چل دیا۔ آج بھی اُس کی دوکان سے گاہکوں کو مایوس لوٹنا پڑے گا۔ کتنے بگلے اور الاہنے اُسے سہنے ہوں گے۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہ تھی اُس کے لئے اور نہ ہی اُس کے گاہکوں کے لئے۔ اکثر اوقات ایسا ہو جایا کرتا تھا۔

وُہ قصائی تھا سماج کی آنکھوں میں پنچ اور ادنےٰ طبقہ سے۔ لیکن بھگوان کے حضور میں اُس کا کتنا اونچا درجہ تھا۔ اس بات کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ اُس کا نام تھا سدن۔

سدن بیشک اس خاکی جسم سے ایک قصاب کے ہاں پیدا ہُوا۔ اس کی پرورش تنگ و تاریک، متعفن، بدبُودار اور حقارت آمیز ماحول میں ہوئی۔ ذرا بڑے ہوتے ہی اُسے باپ دادا کا سنگدلانہ پیشہ اختیار کرنا تھا اور وہی اُس نے کیا بھی۔ گندے میلے کچیلے کپڑے پہننے کو۔ لہو اور مجھا سے لتھڑا ہُوا اڈا دن بھر بیٹھنے کو۔ چاروں طرف مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ چھری سے ماس کاٹ کاٹ کر بیچنے کے سوا اس کا کوئی اور دھندہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہُوا ہی۔ پوتر تا کی وہاں بُو باس کہاں؟ صفائی کس بلا کا نام ہے۔ وہاں کون جاننے لگا تھا؟ لیکن اس کے باوجود بھی اُس کے اندر ایک نہائیت پوتر آتما تھی۔ اس کے پاس بھکتی رس کا چشمہ چھپائے ہوئے سینہ۔ درد بھرا دل۔ سوز و ساز سے آشنا طبیعت، خاموش پکار کرتا ہُوا کلیجہ اور پریم کے آنسو برسانے والی آنکھیں تھیں۔ اسے حسنِ اتفاق کہئیے یا قدرت کا معجزہ۔ قصائی ہوتے ہوئے بھی کسی بے زبان کے گلے پہ چھُری چلتے دیکھ کر اُس کا کلیجہ کانپ جاتا تھا۔ دِل رحم سے بھر آتا تھا۔ اُسے اپنے پیشے سے

نفرت تھی لیکن جیون نبھانے اُور بسر اوقات کے لِئے اُسے اپنانے کے لِئے مجبُور تھا۔ وہ خود کسی جانور کو ذبح نہیں کیا کرتا تھا۔ بُوچڑ خانے ہی سے مانس لے آتا اُور دوکان پر سارا دِن بیٹھ کر بیچ لیتا۔ چند پیسے بچ جاتے۔ اُسی سے گذران کر لیتا وُہ جنم ہی سے پربھو پریمی تھا۔ جُوں جُوں بڑا ہوتا گیا۔ یہ عشق حقیقی دیوانگی اُور سرشتگی کا رنگ پکڑتا گیا۔ دِن بھر ہاتھوں سے کام کرتا۔ لیکن دِل کی زبان سے بھگوان کو درد بھری آواز سے پکارا کرتا۔ طبیعت میں اس قدر سوز وگداز تھا کہ ہری نام کیرتن کی دُھونی کانوں پڑتے ہی آنکھوں سے پریم کی گنگا بہہ نکلتی۔ اُور وُہ دفورِ مستی سے ناچنے لگتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وُہ محبوبِ حقیقی بھگت وتسل بھگوان بھی اُس کے لِئے انتہائی کشش رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ بھگوان سدا اس کے گھر میں رہتے تھے۔ ایک عجیب رُوپ اُور نام کی چادر اوڑھے۔ سدن انہیں چھُوتا، اُن سے گوشت تول تول کر بیچتا۔ بسا اوقات نمک کے ڈھیلے۔ گڑ کے بھیلے وغیرہ بھی توڑ لیا کرتا۔ لیکن اُسے کیا معلوم کہ جس سے وُہ اتنے کام لیتا ہے یہ سالگرام کے رُوپ میں خود بھگوان ہی ہیں۔ اس کی نگاہ میں یہ ایک بٹہ تھا پتھر کا بالکل معمولی اُور بے قیمت لیکن بھگوان اس رُوپ سے بکھرے میں پڑے اُسے جھانک جھانک پرسن ہوتے تھے۔ جب سدن انہیں مانس تولنے کے لِئے اُٹھاتا تو اس کے ہاتھوں کے سپرش سے جوشِ محبت میں تھکنے کے لِئے تیار ہو جاتے۔

(۲)

ایک دِن ایک سادھو سدن کی دُکان کے پاس سے گذرا۔ اچانک اس کی نگاہیں سدن کے اس بٹے پر پڑیں۔ وُہ پہچان گیا کہ یہ تو شری شالگرام جی کی سندر مُورتی ہے۔ اِس قصاب کے ہاں کیسے آگئی؟ اُف! پُوجا پرتشٹھا کی چیز اُور اس الپوتر اوستھا میں۔ سادھو سے نہ رہا گیا اُور اُس نے سدن سے یہ بٹہ مانگا۔ سدن کو سادھوؤں کی عزت کا بڑا پاس رہتا تھا۔ ایک معمولی سا بٹہ دے کر بھگوان کے ایک بھگت کو خوش کرنے کا موقعہ غنیمت جان کر سدن نے خوشی خوشی یہ بٹہ سادھو کے حوالہ کیا۔

سادھو اپنی کُٹیا میں پہنچا۔ بھگوان کی یہ سندر مُورتی ہاتھ لگنے سے پھُولے نہیں سماتا تھا۔ اُس نے اِسے گنگا جل سے نہلایا دھویا اُور دھُوپ دیپ، سگندھی۔ پُشپانجلی وغیرہ سے شردھا پُورک پُوجا ارچنا کی۔ بھکتی رس میں ڈوبے ہوئے دِل سے کی پرارتھنا بھی۔ لیکن رات کے وقت جب وُہ سادھو سو گیا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ شالگرام کی سُندر مورتی اسے کہہ رہی تھی ——

"یہاں کہاں لے آئے ہو مُجھے۔ اے سادھو! اُس پریم کے الوکھے اُور شاداب برندابن سے کھینچ کر اُس میٹھے میٹھے درد بھرے پریم کے آنسوؤں سے بھیگی بھیگی من لبھاونی فضاؤں سے نکال کر؟ مجھے تو سدن —— اس پریمی دیوانے ہی کی نزدیکی میں آنند ملتا تھا۔ جہاں اُس کے دِل کی دھڑکن کی آواز میرے ہردیہ میں امرسنگیت کی امرت بھری جھنجھری ڈالتی رہتی تھی۔ جہاں اُس کی مستانہ نگاہیں میرے دیدار کی تڑپ لئے ہوئے ادھر اُدھر بکھر کر مجھ سے ٹکرا جایا کرتی تھیں۔ اُور میرے اندر ایک لذیذ بیقراری پیدا کر دیتی تھیں، وہ مانس تولنے کے لئے جب مجھے اُٹھاتا تھا تو مجھے اس کے شیتل ہاتھوں کے سپرش میں نہایت لذت آمیز ہم آغوشی کا لطف ملتا تھا۔ وُہ خریداروں سے جو بھی باتیں کرتا تھا اُن میں سے مجھے اُس کی پریم کے درد میں سموئی ہوئی پکار ہی سنائی دیتی تھی۔ وُہ جب بیتابِ عشق کی بیخودی میں گاتا ہوا ناچ اُٹھتا تھا۔ تو اُس وقت میں بھی اُس کے ہردیہ کے مدھوبن میں ناچ ناچ کر بیخود ہو جاتا تھا اس کے پریم آنسوؤں میں بھیگ کر جو آنند ملتا تھا وہ تمہارے پنچ امرت میں نہا کر مجھے نہیں

بلا۔ اس نے جب شوق وصال کی شدت سے مضطرب ہوئے ایک ہی بار "مجھے جیون دھن پربھو" کہہ کر پکارا تو مجھے اس کی پکار میں برہمانڈ کی تمام پکاروں کا درد اور بیقراری سمٹی ہوئی محسوس ہوئی۔ نیز اس میں وہ کشش دیکھی کہ سنسار کے تمام سورج۔ چاند۔ ستاروں کی مجموعی کشش بھی اس کے سامنے ہیچ ہے۔ اس کشش سے میں کھچ کر اس کی رگ رگ میں خون کے ساتھ دوڑا کرتا۔ مجھے وہیں پہنچا دو، سادھو! اسی بھگت سدن کے پاس۔ جہاں میرے لئے بیحد پریم ہے، تڑپ ہے، بیقراری ہے۔ محویت ہے۔ سنگیت ہے، نرت (رقص) اور ہے بے بیاں کشش بھی! مجھے اس کی دوری سے یہاں ایک پل بھی چین نہیں۔ راحت نہیں۔ سکھ نہیں، شانتی نہیں، آنند نہیں۔ چلو، ابھی چلو سادھو! وہیں میرے اس پریمی کے پاس۔ مجھے لے چلو، اسی وقت، اسی لحظہ۔ اسی آن ۔۔۔۔"

سادھو کی آنکھ کھل گئی اور سب سے پہلے اس کی نگاہیں شالگرام کی اس سندر مورتی پر پڑیں۔ اس نے دیکھا کہ مورتی کا وہ وستر جو اسے اوڑھا گیا تھا۔ باہر سے آنے والے ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکوں سے اڑ رہا ہے۔ اسے جان پڑا جیسے بھگوان شالگرام اپنے پریمی کے پاس اڑ کر چلے جانے کو تیار ہو رہے ہیں۔ اور پورب کی طرف سے آج رات رہتے ہی سورج کی نکھی پرکھر پرکاش پنج کرنیں اندھکار کا سینہ چاک چاک کئے جا رہی ہیں۔ تاکہ پریمی سدن کی جدائی کی رات جلد کٹ جائے۔ سادھو اٹھا اور اسی وقت ہی شالگرام کی مورتی کو اٹھا کر لے چلا۔ بھگت سدن کے گھر کی جانب۔

سادھو سدن قصائی کے ہاں پہنچتے ہی اس کے قدموں سے لپٹ گیا۔ سدن حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے سادھو کو اوپر اٹھایا اور دیکھا سادھو کی ۔۔۔۔ آنکھوں میں آنسو چھلک رہے ہیں۔ اور ان آنسوؤں میں چھلک رہا ہے، شدھ پربھو پریم۔ وہ سادھو سے لپٹ گیا۔ دونوں پر محویت سی طاری ہو گئی۔ سدن کی بیخودی کا یہ عالم کہ سادھو سے اتنا بھی نہ پوچھ سکا کہ ۔۔۔۔ یہ سب معاملہ کیا ہے۔ آخر سادھو نے ہی زبان کھولی اور اپنے خواب کی ساری داستان سنا کر شری شالگرام جی کی مورتی سدن کے حوالہ کر دی۔

سدن اپنے پربھگوان کی اس بے انداز کرپا کی کہانی سن کر ایک عجیب کیفیت میں کھو گیا جس کو وہ پتھر کا ایک معمولی سا بٹہ سمجھا کرتا تھا۔ وہ ساکشات بھگوان ہی نکلے۔ اس کی باطنی آنکھیں کھلیں۔ بھگوان کی سروویاپکتا اور ہمہ گیری کا بھید اس پر کھل گیا۔ اسے ذرہ ذرہ میں ایک سندر جیوتی، ایک حسین نور کا موہ لینے والا جلوہ نظر آنے لگا۔ اس کی نگاہوں میں شالگرام کی پیاری مورتی پتھر سے جیوتی اور نور کا پتلا بن گئی ۔۔۔۔ اسے معلوم ہو گیا کہ جس محبوب حقیقی کے دیدار کے لئے شب و روز "ترپا" کرتا تھا۔ وہ سرکار تو کب سے اس پاس ۔۔۔۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر رہتی تھی۔ اس احساس کے ساتھ اس کے اندر جیون بھر کا جمع کیا ہوا پربھو پریم اس جوش سے امڈ پڑا کہ انتہا نہ رہی۔ سدن کی آنکھوں سے گنگا جمنا کی طرح نہ رکنے والی آنسوؤں کی دھارا بہہ نکلی۔ اس کے جسم میں ایک بجلی سی رقص کرنے لگی اور روم روم وفور سرور سے کھل اٹھا۔ دل کے اندر ایک عجیب لذت لہرا رہی تھی۔ اور تڑپ رہی تھی ایک اندیکھی جیوتی۔ پریم کی عملداری میں بندھن کہاں؟ مسکراہٹ۔ انقباض اور محدودیت کیسی؟ میں تو کے جھگڑے، مایا کے دھندے، گھر بار کی فکر کس لئے؟ سدن پر یہ سب پرپنچ ختم ہو گیا۔ سب بہہ گئے پریم بھگتی کے بے پناہ پرواہ میں۔ وہ آزاد ہو گیا ۔۔۔۔ مکت ہو گیا ۔۔۔۔ اسی جیون میں ۔۔۔۔ جیون مکت۔ اب اسے اس محدود گھر سے کیا کام؟ یہ وشال سنسار ۔۔۔۔ یہ غیر محدود عالم اس کے لئے آغوش کشا تھا۔ جہاں جی چاہے پریم کی مستی چل نکلے۔ اس کے سامنے رکاوٹ ہی کیا تھی۔

وُہ چل دیا ——— ایک عجیب سرُور۔ ایک بے بیاں کیف و مستی میں جھُومتا ہوا۔ جی میں لہر اُٹھی ——— پرشوتم کیشتر شری جگن ناتھ پُوری کے درشن کیئے جائیں۔ بس اِسی میں بہہ نِکلا۔

(۳)

شام ہو گئی۔ آفتاب مغربی اُفق کی گہرائیوں میں گُم ہو چلا۔ مشرق سے تاریکی کا طُوفان سنسار پر چھا جانے کے لیئے اُمڈ پڑا۔ سدن کا سفر جاری تھا۔ اچانک جی میں آیا۔ کہیں شب بھر ٹھکانہ کر لُوں، سامنے ہی ایک گاؤں دکھائی دیا اسی کی طرف بڑھ چلا۔ سوچا سبھی گھر اپنے ہیں کہیں بھی ٹھیر سکتا ہُوں۔ وُہ گاؤں میں داخل ہُوا۔ چند ایک گھروں سے بھکشا کی۔ تھوڑا بہت جو کچھ کھانے کو مِلا اس سے پیٹ کی اگنی کو شانت کر لیا۔ اور ایک گرہستی پریوار کے ہاں شب باشی کے لیئے ٹھیر گیا۔ اُسے ایک الگ کمرہ دے دیا گیا جہاں اُس نے ڈیرہ کر لیا

سدن بے حد خوبصُورت تھا۔ ابھی عمر بھی زیادہ نہیں ہو پائی تھی۔ چہرے سے جلال اور جوان سالی کی دلکشیاں ٹپک رہی تھیں۔ بڑی بڑی آنکھیں نہ اُترنے والی مستی لیئے ہُوئے۔ گھونگھریلے بال لہرا لہرا کر انسانی دِلوں کو خواہ مخواہ پھانس لینے والے۔ چوڑی پیشانی نور برساتی ہوتی۔ مکھ منڈل پر بشاشت اور جاذبیت کا جمگھٹا۔ ایک ہی نظر سے دیکھتے ہوئے گھر والی نے سدن کی یہ موہنی صورت ہردیہ میں بسا لی ——— جذبات کی بے روک ہلچلوں کے درمیان اُس کا دِل گھائل ہو چکا تھا ایک نامعلوم تیر کھا کر۔ آدھی رات گذر چلی تھی لیکن اس نازنین حورِ پیکر کو چین کہاں؟ بستر کانٹوں سے پٹا ہُوا معلوم دیتا تھا۔ دمبدم کروٹیں بدلتی تھی اور ہر کروٹ کے ساتھ نِکل جاتی آہ دِل کی گہرائیوں سے۔ رہ رہ کر سدن کی صُورت اس کی نگاہوں میں پھر جاتی۔ وُہ اُٹھی آئینہ کے پاس گئی۔ بال سنوارے۔ عطر میں لبسائے۔ آنکھوں میں کاجل ڈالا۔ نگاہوں میں بجلی بھری۔ رخساروں میں جوانی کا شعلہ رکھے۔ لبوں میں گلاب کی سُرخی۔ نرمی اور شگفتگی ڈال لی۔ جسم کے ہر اعضاء میں شرنگار رس کی رُوح پھونک لی۔ اداؤں میں فتنہ جگا لیا۔ کام آدا ہن کیا۔ اور آنکھوں کو چکا چوند کر ڈالنے والے جلوہ کے جلو میں اپنے کمرہ سے نکلی ——— نکلی اور چُپکے سے سدن کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ کمرے کی فضا یکایک جگمگا اُٹھی۔ نازنین آہستہ آہستہ پاؤں کی تھرک سے رقص کرنے لگی۔ پازیب کی میٹھی میٹھی جھنکار سے کمرے میں ایک عجیب سنگیت لہری چھا گئی ساتھ ہی اُس کے نرم اور خوش آئیند گلو سے محبت میں ڈوبے نغمے نِکلے اور انوکھا سماں باندھ گئے۔ آہستہ آہستہ سدن کی بھی آنکھیں کُھل گئیں۔ نہائیت ہوش رُبا منظر سامنے پایا۔ اُسے اپنی بیداری کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اُسے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ عالم خواب میں کسی پرستان یا اندرپوری کے جلوے دیکھ رہا ہے۔ وہ نازنین پری چہرہ اپنی قیامت خیز اداؤں سے سدن کے رُوحانی سکُون میں نفس امّارہ کا فتنہ اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کام دیو اپنی کمان پر چِلّہ چڑھائے سدن کے دِل کو چھید ڈالنے پر تُلا ہُوا نظر آتا تھا۔ وہ کوئی معمولی فطرت کا انسان تو تھا ہی نہیں جو ڈگمگا جاتا لہٰذا غور کرنے پر سمجھ گیا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔

اس نازنین نے بالکل قریب آ کر نہائیت محبّت اور منّت بھری موہنی آواز میں سدن سے ساتھ لے چلنے کی التجا کی لیکن سدن نے عقیدت سے سر جھُکا کر بڑے ملائم لہجہ میں کہا ——— "ماں! تُو نے مجھے رجھانے کے لیئے اتنا کشٹ کیوں اُٹھایا؟ میں تو پہلے ہی سے اپنے آپ پربھو کے پریم کی نہ اُترنے والی مستی میں سدا سرشار رہتا ہُوں۔ میرے دِل کے اندر ہی خوشی و آنند کا ایک چشمہ اُبلتا رہتا ہے۔ ماں! میرے لیئے تو سبھی جگہ ذرّہ ذرّہ سے انہد شبد کی امر سنگیت بھری دھونی آ رہی ہے۔ میرے کانوں میں پرکرتی کی ہر ادا اور ہر شئے، دِل وِل اور نس نس میں نرت نرت کرنے والے

اِس لیلا میں سلونے نٹ کھٹ کے نُو پُروں کی مدُھر جھنکار ہر لحظہ گونجتی رہتی ہے! میرے لیئے یہ ساز سجانے کی کیا ضرورت تھی سجنے پرم پو ہجنیا ماں! مَیں تو پر بھُو کا ایک تُچھ سیوک ہُوں۔ مجھے اپنے چرنوں کی ذرا دھُولی دے اپنے ماتھے پر چڑھا لوں۔ تو میری ماں ہے۔ مجھے تیرے پاؤں میں سر رکھنے کا ادھیکار ہے۔ لیکن ـــــ ہاں تُو نے جو ساتھ چلنے کے لیئے کہا وہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ساتھ تو میرے میرا اپنا شریر بھی نہیں جائے گا۔ جا سکتے ہیں اچھے بُرے کرم لیکن میں تو وُہ بھی بھگوان کے ارپن کر چکا ہُوں میرے ساتھ کچھ نہیں جائے گا۔"

اس کام میں اندھی اور بہری عورت کو سُنائی اور سوجھائی کیا دینا تھا وہ سدن کی لمبی چوڑی تقریر سے من ہی من میں صرف یہی سمجھی کہ اُس کے پتی (خاوند) کے ڈر سے سدن اس کی پرارتھنا ماننے کے لیئے معذور ہے۔ وہ چپکے سے اِس کمرے سے باہر آگئی اور کچھ دیر بعد دوڑی دوڑی پھر لوٹ آئی۔ آتے ہی اُس نے سدن کے سامنے خون سے لتھڑا ہُوا سر رکھدیا۔ سدن چونک سا گیا۔ حیران تھا کہ یہ کیا عجیب کانڈ ہے! یہ عورت ہے یا کوئی جادُوگرنی ـــــ پشچانی یا ڈاکنی۔ وہ ابھی کشمکش و پیچ کی حالت ہی میں تھا کہ وُہ عورت بولی:۔

"لو! اب ہمارا راستہ صاف ہے ـــــ بالکل نشکنٹک۔ یہی تھا ہمارے سُکھ اور منوہر منو کامنا کے راستے میں ایک کانٹا۔ اس کا سر قلم کرکے لائی ہوں ـــــ یہ میرا نام کا پتی تھا۔ لیکن حقیقت میں میرے دِل اور جسم کے سوامی تمہیں ہو۔ آج تم مِل گئے دونوں جہان کی دولت مِل گئی۔ سُکھ، چین، آنند سبھی کچھ مِل گیا۔ آؤ ـــــ بے فکر ہو کر میرے ساتھ آؤ۔ محبت کی دُنیا میں کھو جائیں۔ جیون اور جوانی کے لُطف اُٹھائیں۔ لو! میرا حُسن و جمال، شباب، محبت۔ تمنّائیں وار ہاں جسم و جاں سب کچھ تمہارے آغوش میں ہیں"۔ اِتنا کہہ کر خواہشات نفسانی سے اندھی اور بے لبس ہو کر یہ عورت سدن سے لپٹ جانے کے لیئے لپکی۔

سدن تڑپ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور کڑک کر بولا ـــــ "دُشٹ بے حیا عورت! دُور رہ، کمبخت، تُو جب حُسن کی ایک دُنیا کو اپنی صُورت میں سمیٹ کر لائی تھی۔ محبت اور ملائمی تیرے ساتھ تھیں کام کریڈا اور رتی کا جل جلو تیرے ہمراہ تھا تب بھی میں تیرے فریب میں نہ آسکا۔ اب کیسے آسکتا ہوں جب کہ تو ایک پشچانی، ڈاکنی اور چانڈالنی کا حقارت آمیز رُوپ بھر کر آئی ہے۔ جا کنارا کر۔ ان تلوں میں تیل نہیں۔ اِس دِل و دماغ، اِس جسم اور خون میں دُنیاوی آلائشوں اور وِکاروں کی اب رمق بھی باقی نہیں۔"

سدن کی اِس کراکری ڈانٹ نے عورت کی آنکھیں کھول دیں۔ اس کی اُمیدیں ہی کیا وہ خود بھی خاک میں مل گئی لیکن پھر بھی عورت۔ عورت ذات کا چرتر شاید بھگوان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اِس نے اب نیا رنگ بدلا۔ یکلخت رونا پیٹنا چلّانا شروع کر دیا۔ رات کا وقت دُور دُور تک اُس کی دل ہلا دینے والی چیخ و پکار کام کر گئی۔ آس پاس کے سوئے ہوئے سب لوگ گھبرا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور بھاگے بھاگے اُس جگہ پہنچ گئے۔ عورت نے سدن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لوگوں کو کہا ـــــ "اِس دُشٹ ڈاکو نے پہلے میرے پتی کو قتل کر ڈالا اور پھر میری عزّت پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی۔ میں ماری گئی لوگے۔ اِس خُونی کو کوئی پکڑیو ـــــ اور تھانے میں دیجیو۔"

سدن نے اس سارے کانڈ پہ ذرا دھیان نہ دیا اور مست ہو کر بھگوان کی یاد میں مگن رہا۔

اگلے دِن ـــــ

سدن ایک قاتل کی حیثیت سے وہاں کی عدالت میں کھڑا تھا۔ اِس دُشٹ عورت نے ساری من گھڑت واردات

مُنصف کو کہہ سُنائی اور زار زار رونے لگ گئی۔

سدن خاموش سب سُنتا رہا۔ اُس نے کچھ کہنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ وہ جس عالم میں رہتا تھا وہاں اُس سنسار کی کوئی چیز نہ تھی۔ نہ یہ عدالت تھی۔ نہ مُنصف تھا۔ نہ وہ عورت اور نہ وہ تھا خود ہی ایک مجرم کی حیثیت سے۔ وہاں تھا ایک ادویت اکھنڈ۔ ست چت آنند گھن اور بس۔ وہاں عدالت، مُنصف، مُدعی، مدعا علیہ وغیرہ۔ لمبا چوڑا پرپنچ کیا دوئیت۔ مغائرت یا کسی دوسری ہستی کا سان وگمان اور وہم وخیال بھی نہ تھا۔ پھر سدن کس سے کیا کہتا؟

مُنصف نے سدن سے چند سوال کئے۔ لیکن سدن خاموش تھا۔ جیسے وہ وہاں موجود ہی نہیں۔ البتہ اُس کے چہرے پر بشاشت اور مُسکراہٹ کھیل رہی تھی مُنصف کے دل میں جانے کس نے پریرنا کر دی۔ اُس نے سدن کو موت کی سزا دینے کی بجائے اُس کے دونوں ہاتھ کٹوا ڈالے اور چھُٹی دے دی۔ لیکن سدن کی کیف ومستی، بشاشت و انبساط کی حالت میں تل بھر بھی فرق نہ آیا۔ جیسے کچھ ہُوا ہی نہیں بلکہ دونوں ہاتھ کٹ جانے سے اُس نے اندر ہی اندر ایک بے بیاں لذت محسوس کی اور ناچ اُٹھا جیسے کہ اُس کی عادت تھی۔

سدن جا رہا تھا۔ ناچتا۔ گاتا۔ تھرکتا۔ اور پریم کے آنسوؤں کی جھڑی لگاتا ہُوا اپنی منزل شری جگن ناتھ پوری کی جانب۔ بھگوان بھکت کی یہ اوستھا دیکھ کر پگھل گئے۔ سدن کے بھاگ جاگ رہے تھے۔ وہ قدم قدم پر جس اعلےٰ ترین بلندی پر اُٹھا جا رہا تھا۔ اُسے خود بھی معلوم نہ تھا۔ اُس کی اس مستی، اس نرت، اس پربھو گائن میں وہ تاثیر تھی کہ کائنات کا ذرہ ذرہ بھکتی رس میں شرابور ہُوا جا رہا تھا۔ جسمانی اذیت سے سدن میں جسمانی سکت تو ایک طرح سے ختم ہو چکی تھی لیکن اس کی بیتاب تمنا اور امر پریم اُسے بمعہ جسم کھینچ بھگوان جگن ناتھ جی کے چرن میں لے ہی آیا۔ سدن نے بھگوان کی مُورتی کے سامنے ڈنڈوت ہو کر پرنام کیا اور ہاتھوں کے بجائے اُس کے بازوں کے بہتے ہوئے لہو نے بھگوان کے چرنوں کی بلائیں لیں کچھ عرصہ تک اسی ان تھک پریم اور نہ ختم ہونے والی شردھا کے ساتھ سدن بھگوان کا کیرتن، بھجن اور نرت کرتا رہا ہے ایک دن بھگوان نے اس کو کشات درشن دیئے اور سدن نہال ہو گیا۔ "اوم شم"

ریویو

کویراج ہرنام داس جی نے "ہدایت نامہ غذا" ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں یہ مشورہ دیا گیا ہے کہ صحت تندرستی اور اور طاقت کے لئے کونسی غذاؤں کا استعمال کرنا چاہیئے۔ بڑی قابلیت سے کویراج جی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔ اس کتاب میں کھانے پینے میں کام آنیوالی قریباً ہر ایک چیز کے گُن اور طاقت و تندرستی بڑھانے کے طریقے درج ہیں۔ کتاب نہایت مفید ہے۔ اور ہر ایک گھر میں رکھنے لائق ہے۔ ۲۰۰ صفحات مضبوط جلد۔ کاغذ لکھائی چھپائی عُمدہ

قیمت بارہ آنے (۱۲/) علاوہ محصولڈاک

کتاب ہذا مصنف اور دفتر رسالہ اوم لاہور سے بھی مِل سکتی ہے۔

(ریویو)

اِلیشوری سندیش (ہندی) مصنفہ سوامی اونکارہ آنند آتم درشی یہ بیک صد صفحات کی پُستک ہے۔ اسمیں۔ دُکھ۔ اشانتی۔ بھرانتی روگ شوک سنگٹ چنتا کو نشٹ کرنے کے رہسیہ بتانے گئے ہیں روزانہ نت نیم کرم کی فلاسفی اور ودھی درج ہے منگلا چرن شوچ وودھی۔ داتن۔ سُرما۔ تیل کی مالش۔ ورزش۔ سنان۔ بھوجن وویک وچن۔ پُرشارتھ وغیرہ وغیرہ مختلف مضامین ہیں جو کہ عملی زندگی بنانے اور صحت کو قائم رکھنے کے لئے نہائیت مفید ہیں۔ قیمت رعائیتی صرف چار آنے علاوہ محصولڈاک

منیجر رسالہ "اوم" لوہاری منڈی لاہور سے مِل سکتی ہے۔

مدالسا رانی

شریمان لالہ دولت رام جی سچدیو

منش کے اندر ایک ایسی ادبھت ستا موجود ہے کہ جو کچھ بھی اس کے آدرش ہے اُسی کو پُورا کر سکتی ہے۔ وہ خود ایشور سروپ ہونے سے سرب شکتی مان ہے۔ اُس کے لئے کچھ بھی اسمبھو نہیں۔ یہ بات نیچے لکھے ایک ابلا ناری کے ورتانت سے صاف ظاہر ہے جس وجہ سے کئی یگوں کے بعد آج اُس کا نام عزت کی نگاہ سے لیا جاتا ہے۔ اُس نے ایک کٹھور پرتگیا کی تھی اور اُس کو پُورا کر کے دکھا دیا تھا۔

بہت پراچین کال کی بات ہے کہ شری ویاس بھگوان نے ویدوں کے گوڑھ رہسیہ کو سُگم کر کے سادھارن جنتا میں اُن کا پرچار کرنے کے لئے اٹھارہ پرانوں کو رچا تھا اور اُن کے اندر کئی گاتھا دے کر آتم تتو کو نروپن کیا تھا۔ گاتھا تو محض سمجھانے کے لئے درشٹانت رُوپ سے کہی جاتی ہے۔ تاہم یہ تو اس کا کیول اُس کے دوارا دی گئی سِکھشا سے ہوتا ہے۔ اُن اٹھارہ پُرانوں کے اندر ایک مارکنڈے پُران ہے۔ جس کے اندر پرسنگ وش مدالسا رانی کا اتہاس آتا ہے۔ یہ رانی جیسی کرم گن سبھاؤ اور رُوپ میں اُجول اور پرسدھ تھی ویسے ہی اپنے آتم تتو کے درڑھ نشچے اور گیان میں بھی لاثانی تھی۔ جب اس کی شادی راجہ رتو دھوج سے ہوئی تھی۔ تب ہی اُس نے اُن اپنے پتی دیو کے آگے اپنا پرن پرگٹ کر دیا تھا کہ میرے کسی کام میں بھی آپ کبھی رُکاوٹ نہ ڈالیں کیونکہ میری یہ اٹوٹ اور کٹھور پرتگیا ہے کہ میں ایسے بچوں کو جنم دُوں گی جو میرے گربھ میں آنے کے بعد کسی دُوسری ماتا کے گربھ میں کبھی نہ جائیں گے یعنی میرے بچے کیولیہ بھاو کو ضرور پراپت ہوں گے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اُن بچوں کی تعلیم و تربیت میں خود کروں اور آپ کسی طرح بھی اِس پرن میں سدّراہ نہ ہوں۔ راجہ رتو دھوج نے اُس کی بات کو بڑی پرسنتا سے سویکار کر لیا۔ اور اُن کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہُوئی۔ اس کے بعد دونوں پتی پتنی بڑے آنند سے اپنا جیون گذارنے لگے۔

ہنسی خوشی میں وقت گذر رہا تھا۔ دونو پتی پتنی آپس میں دو قالب ایک جان تھے۔ سمے پر اُن کے ہاں ایک بچّہ پیدا ہُوا۔ جب تک بچّہ گربھ میں تھا تب تک تو ماتا نے اُن دِنوں میں اُس کو شُبھ خیالات کے ذریعے تعلیم دی اور جب کہ وُہ اِس لوک میں ظاہر ہُوا تو اُس کی تعلیم اب اپنا اُپدیش باتی سے کرنے لگی۔ پتا نے بڑے چاؤ سے لڑکے کا نام وِکرانت رکھا (جس کا مطلب ہے بے روک ٹوک سب جگہ جانے والا) ماتا نے اپنے دُودھ کے ساتھ اُس بالک کو یہ تعلیم دی۔

शुद्धोऽसि बुद्धोऽसि निरञ्जनोऽसि,
संसारमाया परिवर्जितोऽसि ।
संसार स्वप्नस्त्यज मोहनिद्रां,
मदालसा वाक्यमुवाच पुत्रम् ॥

ارتھ:- مدالسا نے اپنے پُتر سے یہ واکیہ کہا کہ ہے بیٹا تمہارے اندر مایا اودیا کی ذرا بھی لیش نہیں۔ تم شُدھ سروپ ہو۔ تم گیان سروپ ہو اور نرنجن ہو۔ تُم سنسار رُوپی مایا سے اسنگ ہو۔ یہ سنسار ایک سوپنا ہے تم اس اودیا کی نیند سے

جاگو اور اپنے سروپ کا انوبھو کرو۔

یہ لوری جب ماتا کے دودھ کے ساتھ بچے کو سُنائی جاتی تھی تو وہ اس طرح اُس کے دل کی صاف تختی پر نقش ہو جاتی تھی جیسے پتھر پر لکیر۔ اُدھر اُپدیش کرنے والی پرم ہتکارنی ماتا۔ اِدھر بالکل شُدھ چیت اور اس کا روزانہ بلاناغہ شروع اور اُس پر بھی لوری کی میٹھی سُر۔ بچے کو یہ بہت ہی سہانا معلوم ہوتا اور جیسے بچے کو اپنا نام، اپنے پتا ماتا بھائی بہن کی پہچان اور اسی پر درڑھ نشچے عام طور پر ہوتا ہے۔ اُسی طرح اُس صاف دل بچے کو یہ درڑھ ہونے لگا کہ مَیں جمنے مرنے والا نہیں بلکہ اجنما امر شُدھ بُدھ مُکت سبھاؤ سدا آنند گھن اناد اننت برہم سروپ ہوں۔ مَیں پران نہیں پھر مجھے بھوک پیاس کیسے؟ مَیں من، بُدھی نہیں مجھے شوک موہ راگ دویش کیسے۔ مَیں اہنکار نہیں، اور نہ ہی مَیں جیو ہوں۔ پھر مجھ کو بندھ اور موکش کہاں؟ وہ کبھی کبھی بے خود ہو کر کہنے لگتا۔ کہ

नाऽहं देहो जन्म मृत्यु कुतो मे ।
नाऽहं प्राणाः क्षुति पिपासा कुतो मे ॥
नाऽहं चेतः शो मोहौ कुतो मे ।
नाऽहं कर्त्ता बन्ध मोक्षौ कुतो मे ॥

کبھی کبھی وہ اپنی ماں سے وارتالاپ کرتا کیونکہ اب وہ کچھ سیانا ہو گیا تھا اور لوگوں کو دیکھ کے دُکھ سُکھ سے دُکھی سُکھی ہوتے اور اُسی میں اہنگ بُدھی کرتے دیکھتا تھا اور تعجب کرتا تھا کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ اُس نے ماتا جی سے پوچھا ماتا جی یہ لوگ اپنے کو دیہہ مان کر کیسے اس کے دُکھ سُکھ میں ورتتے ہیں اور پھر وہ دُکھ نورتی اور سُکھ پراپتی کے لئے پرماتما کو مخاطب کر کے پرارتھنا بھی کرتے ہیں وہ کون پرماتم دیو ہے، جس کی یہ پرارتھنا کرتے ہیں۔ ناظرین اوم اُس کے اور اُس کی ماتا کے سوال وجواب کو جاننے کے لئے اوشیہ ہی اِچھا رکھتے ہوں گے۔ لو ہم خود ہی اُن کو بتائے دیتے ہیں۔

بچہ کہتا ہے۔ دیو کون ہے؟ ماں کہتی ہے यो मनः साक्षी, یعنی جو تیرے من آدی اسٹول سوکشم کارن سنگھات کا ساکشی ہے، پھر وہ کہتا ہے मनो मेदृश्यते मया, یعنی میں تو خود اپنے من آدی کو پرکاشتا اور جانتا ہوں۔ پھر جواب مِلتا ہے तर्हि देवः त्वमेवासि, یعنی پھر تو تو ہی دیو ہے یعنی پرماتم دیو تو ہی ہے۔ پھر حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ ہے ماتا جی لوگ تو کہتے ہیں کہ دیو تو شو برہما یا وشنو یا رام کرشن آدی ہیں۔ ماتا کہتی ہے کہ سب دیوتا واستوک دیوتا نہیں۔ اِن کا جو شُدھ سروپ تیرا ہی اپنا آپ ساکشی آتما ہے۔ وہ ہی واستوک دیو ہے کیونکہ شرتی کہتی ہے۔ کہ دیو ایک ہی ہے۔ एको देवः इति श्रुतेः, یعنی شوتیا شوتر اپنشد کہتی ہے۔ کہ एको देवः सर्व भूतेषु गूढः सर्व व्यापी सर्व भूतान्तरात्मा । کہ ایک ہی دیو سب کے اندر ساکشی روپ سے موجود ہے۔ یہ تمام سوال وجواب ایک ہی شلوک میں آسکتے ہیں:۔

को देवः यो मनः साक्षी, मनोमेदृश्यते मया ।
तर्हि देवः त्वमेवासि एको देवः इति श्रुतिः ॥

اس قسم کی ہر روز کی وارتالاپ اور ماتا کے اُپدیشوں سے اب وِکرانت کا چِت اپنے شُدھ سروپ کا ٹھیک ٹھیک انوبھو کرنے لگا۔ جگت کے وشے اب اُس کے لئے کچھ لطف نہیں رکھتے تھے اور جب اُس نے سوچا کہ اِس پرانند کی دھارا کو پورے طور پر جاری رکھنے کے لئے یہ راجیہ بھی ایک بڑی بھاری روکاوٹ ہو گی اور اُس پرانند سروپ کے مقابلہ میں یہ کوئی وقعت بھی نہیں رکھتا تو جیون مُکتی کا لطف اور سُکھ بھوگنے کے لئے وہ سولہ سال کی عمر میں

ہی گھر کو چھوڑ کر چلتا بنا اُور اُس نے وہ وقت سنیاس لے لیا۔

ماتا کے چت میں تو بڑی پرسنتا تھی کہ مری کٹھن اُور کھٹورہ پرتگیا پُوری ہُوئی اُور اس نے اپنے پتی دیو کو دھیرج بھی دیا اُور سمجھایا کہ نیاے ماتا پتا پُتر کے کلیان میں کبھی بادھا نہیں ہُوا کرتے اُور اب وکرانت بڑا ہوگیا ہے اُور ورکت بھی ہے اس کو باندھ کر نو راجیہ کا کام سونپا نہیں جائے گا اُور ابھی آپ کا شریر بھی اچھا ہے اُور پرجا پالنے کے یوگیہ ہے۔ اسی لئے آپ کو اُس کی مرضی انوسار ہی چلنا چاہیئے اُور راجہ بھی رانی کی نیک سمت کو مان گیا۔

اس کے بعد رانی کے پیٹ سے یکے بعد دیگرے دو بیٹے اُور اُتپن ہُوئے دُوسرے کا نام راجہ نے سباہو رکھا۔ اُور تیسرے کا نام اری مرون۔ سباہُو کے معنی ہَیں بڑی بھجا والا اُور "اَری مرون" دشمنوں کے ناش کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔ رانی انکے نام کرن سنسکار کے وقت بھی بے خود ہو کر ہنس پڑی۔ راجہ نے پُوچھا کہ رانی میں تو شاستر مریادا کے انوسار اپنے پُتروں کا نام رکھتا ہوں اُور تُو ہنس دیتی ہے اس کا کیا کارن ہَے؟ رانی جو کہ پُوری گیانوان تھی۔ بولی کہ پتی دیو! آتما کے کوئی بھی انگ یا اَویو نہیں۔ آپ اس کو انگوں والا کیسے بتاتے ہَیں اُور اُس میں بڑی بھجا کا آروپ کرتے ہَیں اُور پرماتما اُور آتما ایک ہونے سے اُس میں کوئی سجاتی وجاتی سوگت بھید نہیں۔ آپ اس کو نہ جان کر کیسے اس میں دشمن اور دوست کی کلپنا کرتے ہَیں۔ وہاں تو کوئی من بانی نہیں جاتے تو اُس کو آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں اُور وُہ تو سب کا ادھشٹان ہَے اُس میں دوست اُور دشمن کہاں۔ یہ بچے ظاہرا ہمیں اپنے پُتر دکھائی دیتے ہَیں اُور ہم اپنے آپ کو ان کے ماتا پتا مانتے ہیں۔ یہ سب کچھ شریر درشٹی وظاہری نظر سے ہے جو کہ سوپن کی طرح مقیا ہی ہے آتما میں اُتپتی اُور مرن کبھی ہُوا نہیں۔ اُور نہ ہے اُور نہ ہوگا۔

اس کے متعلق تو وید کہتا ہے۔ کہ

न जायते म्रियते वा विपश्चिन्नायं कुतश्चिन्न बभूव कश्चित् ।
अजो नित्यः शाश्वतोऽयं पुराणो न हन्यते हन्यमाने शरीरे ॥

ارتھ:۔ یہ آتما جو کہ سوئم پرکاش اُور چیتن ہے۔ نہ جنمتا ہے نہ مرتا ہے۔ لعینی کسی بھی وکار سے وکاری نہیں۔ یہ کسی سے نہیں اُتپن ہُوا لعینی کسی کا کاریہ نہیں اُور اس کا بھی کوئی کاریہ نہیں لعینی کارن کاریہ بھاؤ سے رہت ہے یہ اجنما ہَے۔ نِیتہ ہے۔ لازوال ہے۔ سناتن اُور انادی ہے اُور دیہہ آدی کے مرنے سے یہ کبھی مرتا بھی نہیں۔

مدالسا یہی تعلیم اپنے بچوں کو اپنے دودھ کے ساتھ دُوسرے دو بچوں کو بھی دیتی رہی اُور اُس کا بھی یہی پھل ہُوا کہ وُہ بھی سمے پر گھر بار تیاگ کر تیاگی ہو گئے۔

اب اُس کے ہاں جب ایک اُور بچہ اُتپن ہُوا۔ اُس وقت بھی راجہ اس کا نام کرن سنسکار کر کے اس کا نام رکھنے لگا۔ تب بھی رانی ہنسی اُور راجہ نے پھر اُس کو پوچھا۔ پریہ! تُو ہر بار ہنس دیا کرتی ہے۔ کیا تجھے یہ نام پسند نہیں آتے؟ وُہ تو گھر بار چھوڑ کر تینوں بالک چلے گئے۔ اب تو ہی اس کا نام رکھ۔ رانی نے پتی کی آگیا کو بسر و چشم قبول کر کے اُس کا نام الرک رکھا۔ راجہ ہنسا کہ یہ تو بالکل بے معنی نام ہے۔ رانی نے کہا کہ آتما تو نام اُور رُوپ سے اتیت ہے اُور شریر کے بیوہار کے لئے ہی سب نام کلپنا کئے جاتے ہیں۔ کلپت ہونے سے سب نام سمان ہی ہَیں۔ اِس لئے میں نے بھی اس نام کی کلپنا کر دی ہے۔

راجہ نے کہا کہ اگر تیری وہی تعلیم اب اس بچّے کو بھی ملی تو یہ بھی پہلے تین بھائیوں کی طرح جنگل کو چلا جائے گا اُور تخت خالی

رہ جائے گا اور اب ہم بوڑھے بھی ہو چکے ہیں۔ بہتر ہے کہ اس کو تو راج نیتی کی تعلیم دے۔ مدالسا نے کہا کہ آپ ہی کی آگیا کا پالن ہوگا۔ اگرچہ میری پرتگیا ہو چکی ہے۔ کہ میرا کوئی بھی بچہ میرے گربھ میں آنے کے بعد پھر کسی گربھ میں نہ آئے گا۔ خیر آپ کی ہی آگیا کا پالن کروں گی اور اس نے اسکو یہ لوری دینی شروع کی۔

لوری لگی دین گود میں بٹھائے کے
سپھل کریں مانکھ داجنم پائے کے
ویدپڑھو بیٹا ست سنگ کیجئے
شترؤں کو نہ یدھ میں پیٹھ دیجئے
دیش اپنے سے دشٹوں کو نکالئے
رعیت نوں پتر ال سمان پالئے
یگ دان کرو گئو برہمن لو جیئے !
گورو پتا مات کی سیوا میں ہو جیئے !

اب کہ یہ پتر جب بڑا ہوا تو راج نیتی میں خوب چتر ہوا۔ اور پرجا کا ٹھیک ودھی سے پالن کرنے لگا۔ راجہ نے سارا راج اس کو سونپ کر خود تپسیا کے لئے جانا چاہا۔ کیونکہ شاستر کی آگیا ہے کہ پتر سیانا ہو جانے پر سارا گھر اس کو سونپ کر خود بان پرست لے لینا چاہیئے۔ مدالسا بھی ساتھ ہی تیار تھی اور اس نے پتر کو بلا کر اس کا مستک چوما اور اپنے ہاتھ سے اس کے بازو پر ایک تعویذ باندھ کر کہا کہ سخت مصیبت کے وقت اس کو کھول کر دیکھنا۔

راجہ اور رانی بان پرستھی ہو کر بن کو چلے گئے اور الرک راج کاج میں لگ گیا۔

وقت پاکر الرک کے بھی پتر آدک کی اتپتی ہوئی اور راج دھن استری پتر کے موہ میں پڑا ہوا راج سکھ کے نشے میں چور اپنے دن گذار رہا تھا۔ وہ تینوں بھائی اپنی جیون مکتی کے آنند میں مست تھے۔ ایک دن وکرانت نے سوچا کہ میرا چھوٹا بھائی ابھی تک سنسار بندھن میں ہے اس کو بھی چھوٹنا چاہیئے۔ اس نے کاشی کے راجہ کے ساتھ صلاح کر کے اور اس کی فوج کی امداد سے اپنے دونوں بھائیوں کو بھی ساتھ ملا کر اس کی نگری پر حملہ کر دیا۔ اور اس سے اپنا راج واپس طلب کیا کیوں کہ بڑے بھائی کا ہی راج پر حق ہوتا ہے۔ اس لئے تم یہ ہم کو دیدو۔ غرض اس کی یہ تھی کہ دکھ کے دیکھے بنا اس کو ویراگ نہیں ہوگا اور بنا ویراگ کے اسکو گیان نہیں ہوگا اور اس طرح ماتا کی پرتگیا بھی ادھوری رہ جائے گی۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ الرک کو اکیلے جان بچا کر بھاگنا پڑا اور وہاں جاکر اس کو ماتا کی نصیحت یاد آ جانے پر اس نے تعویذ کھولا اس میں ماتا نے کیا لکھا تھا۔

سرب سنگ تیاگو جو تاں نہیں تیاگو جی — صرف ایک سنتن کے سنگ لاگو جی !
سنگ دوش کی دوائی نہیں آن جے — مکتی کا ہیتو ایک برھم گیان جے
سرب کامنا کو من سے بسارئیے — نہیں تیاگ سکو مکتی کو دھارئیے
سرب کامنا کے دوش کو نوارے ہے — مکتی کی کامنا جو چیت دھارے ہے

وکرانت جانتے تھے کہ ماتا نے اس کی سبھ گتی نے لئے انتظام کیا ہوا ہے۔ اب تو اس کو بھوگوں سے اندر ویراگ ہو گیا اور مکتی کی خواہش سے گھر کو چھوڑنے اور سنیاس لینے کی اچھا پیدا ہوئی۔ بھائیوں کے پاس آیا اور کہا کہ سارا راج

پاٹ سنبھالئے۔ مجھ کو اسکی چاہ نہیں ہیں تو اب مہاتماؤں کی سنگت کر کے کیول مکتی کی تلاش کروں گا۔ بھائیوں نے اب سیدھے راستے آتا دیکھ کر اُس کو بتایا کہ نہ تو ہمیں راج کی اچھا ہے اور نہ کچھ اور ہی ہمیں چاہیئے۔ ہم تو فقط تم کو جگانے اور مکتی کے لئے گیان کا اُپدیش کرنے آئے ہیں۔ بالآخر اُنہوں نے اپنے اُس بھائی کو سمجھایا کہ تُو تو شدھ بدھ مکت سوبھاؤ ہے۔ تیرا دیہہ آدی اناتم سنگھات سے کوئی سمبندھ نہیں۔ یہ اسّت جڑ دکھ اور پرچھن ہے۔ اور تو ست چیت آنند سروپ ہے۔ تجھے مکت ہونا نہیں بلکہ سدا سے ہی مکت ہے کیول ایسا جاننا ہی ہے اِسی گیان سے تجھے پھر جنم مرن میں نہیں آنا ہوگا اور ماتا کی پرتگیا بھی پوری ہو جائیگی۔

تھوڑے کال کے ہی وچار اور ابھیاس سے اب الرک بھی پورن گیانی ہوگیا اور راج پاٹ اپنے وزیروں کی سرپرستی میں پُتروں کو دیکر خود جیون مکتی کا سکھ بھوگنے کے لئے تپوبن میں چلا گیا۔

دھنیہ ہے یہ بھارت دیش کہ جہاں ایسی ماتائیں پیدا ہوئیں اور دھنیہ ہیں وہ جیو جنکو ایسی ماتا نصیب ہوئی جو اُن کو سدا کے آواگون کے چکر سے چھوڑا کر کیولیہ سبھاؤ کو پراپت کرا گئیں۔

کاش کہ آجکل کی ماتائیں بھی اپنے پُتروں کی سدگتی کی اچھا اور اُس کے انوسار پریتن کر کے مدالسا بنکر بھارت کے نام کو اونچا کریں۔

"اوم شم"

ریویو

آتم ساکشاتکار کے ابھیاس

یہ کتاب مہاتما جاگ مل جی ساہنی کی پانچویں تصنیف لطیف ہے اور پہیلیوں کی مانند بصیرت افروز اور اچھوتے خیالات کا نادر خزینہ ہے۔ اس کا گہرا مطالعہ آپ کے رنج و غم کو حقیقی خوشی میں ناکامیابی اور مایوسی کو شادکامی اور کامرانی میں بدل دے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ کاروبار کی اصل غرض بھی پوری ہوتی رہے اور ساتھ ہی تمہیں روحانی سرور بھی حاصل ہوتا رہے تو اس بے نظیر کتاب میں بتائے ہوئے قدرتی اور ویدک سچائیوں پر مبنی ابھیاسوں کو کریں۔ کچھ عرصہ کی مشق و عشق سے آپ حقیقی ایشور درشن سے بہرہ ور ہو کر بے ساختہ کہہ اُٹھیں گے۔

یہ خدا مجھ سے جدا ہوتا نہیں — جو جدا ہوگا خدا ہوتا نہیں!

یں ہوں اُسمیں وہ ہے مجھ میں رات دن — اسطرح گذرے ہیں میرے سال و سن"

جو شخص بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ ضرور ہی اپنے تجربہ سے اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا — "مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار گوید"۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلےٰ سائیز $\frac{20\times30}{16}$ ۔ قیمت صرف چار آنے (۴ر)

ملنے کا پتہ :- مینیجر دفتر رسالہ اوم، لوہاری منڈی۔ لاہور

نرک، سورگ اور مکتی

از قلم شری جے. این صاحب پڑھاکر
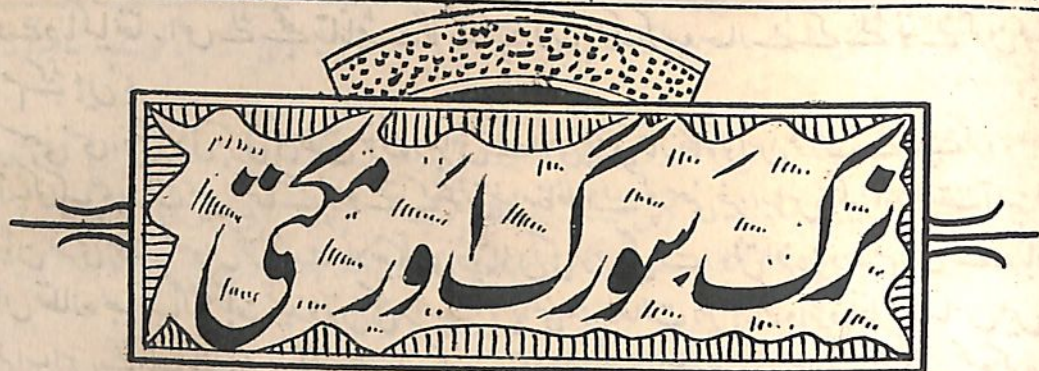
نوٹ :- اس گاتھا کے واقعات پر نہ جایئے۔ بلکہ اس کی سطح سے نیچے اُتر جایئے۔ نہایت گہرائی میں جا کر اس کی چمکتی ہوئی حقیقت کا مشاہدہ کیجئے۔ اس کو افسانہ کے بہانہ پیشِ نظر کیا گیا ہے۔ نرک، سورگ اور مکتی کے گوڑھ رہسیہ کو کس خوبی سے دلنشیں گاتھا میں کھول کر رکھ دیا گیا ہے۔ جس سے ایک عام فہم شخص بھی مستفید ہو سکتا ہے (ایڈیٹر)

"تو نے منش دیہہ پا کر اس امولیہ جنم میں کوئی نیک کام بھی کیا ہے؟" دھرم راج نے بڑے دبدبہ بھرے دیوتائی لہجہ میں پوچھا۔

"بتا، بتا نادان! میری آواز کو ہمیشہ ٹھکرا دینے والی غرور کی پُتلی کیا جواب ہے تیرے پاس اس استفسار کا؟" اس کی ضمیر نے ملامت آمیز الفاظ میں پوچھا۔

دھرم راج کی یہ منصفانہ اور مختارانہ جواب طلبی اور بداعمالیوں کے تاریک مآل سے آگاہ کرنے والی اپنی ضمیر کی حقیقت آمیز ملامت اس پر بجلی سی گرا رہی تھی۔ وہ ایک گنہگار عورت تھی۔ وہ بیدِ مجنوں کی طرح تھر تھر کانپ رہی تھی رنگ فق، مارے خوف کے لب بستہ۔ یہ روز اس کے لئے روزِ جزا تھا۔ اس کے ارد گرد کچھ سیاہ فام گرانڈیل خوفناک صورت دوُت ہاتھوں میں بڑے بڑے گُرز لئے کھڑے تھے۔ وہ اسے مات لوک سے مضبوط کال پاش میں جکڑ لائے تھے۔ اس وقت وہ دھرم راج کے دربار عالی وقار میں اُسے پیش کر کے سرکار حق مدار کے کسی دوسرے حکم کا انتظار کر رہے تھے ؛

دھرم راج بیش قیمت جواہرات و یاقوت سے مرصع و منوّر تختِ انصاف پر غیر معمولی ٹھاٹھ کے ساتھ براجمان تھے۔ انہوں نے اس عورت کے اعمال نامہ کو ہاتھ میں لیا۔ اور پھر ایک بار غور سے مطالعہ کے بعد کہا —— "اے عورت! دیکھ یہ وقت اب پچھتانے، سوچنے اور گھبرانے کا نہیں ہے۔ اس سب سے اعلیٰ و آخری عدالت میں ہر ایک کو اپنے قول و فعل۔ کردار و گفتار یعنی ذہنی، باطنی اور جسمانی اعمالِ نیک و بد کا جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ تجھے کچھ عرصہ کے لئے کرم بھومی —— یعنی دنیا میں سب سے بہتر اشرف اور ذی شعور یونی —— انسانی چولے میں بھیجا گیا تھا۔ پانچ گیان اندریاں، پانچ کرم اندریاں، من اور بُدھی جیسے حیرت انگیز شکتیوں کے کیندر، طاقتوں کے خزینے دے کر نہایت آزادگی کے ساتھ تجھے اپنے لوک پرلوک کو خوبصورت، خوشنما اور رفیع الشان بنانے کا

اختیار دے دیا گیا تھا ۔ اس لئے تجھے بتانا پڑے گا ۔ کہ اپنے لوک پرلوک کو سدھارنے کے لئے تو نے کون کون سے نیک کام کئے ہیں" ؟

سہمی سی، دبکی ہوئی ہرنی کی طرح خوف وہراس سے الجھی ہوئی تارِ نگاہ کو اس عورت نے اپنے گرد وپیش دوڑایا وہ اپنے آپ کو ایک ہی وقت میں سینما کے پردے کے تلون خیز مناظر ایسے کچھ معنی خیز، ہراس انگیز اور حقیقت آمیز نظاروں کے درمیان گھری ہوئی محسوس کرتی ہے ۔ ادھیکاری دیوتاؤں کی موجودگی سے رونق افروز دھرم راج کے دربار دُربار کا درخشاں نظارہ بھیانک گرز بکف یمدوتوں کی حراست میں اپنی ملزمانہ حالت اس کے دائرۂ نظر واحساس میں تو تھی ہی ۔ مگر اب اس نے ایک پلک ماری تو کثیر التعداد، مکروہ ۔ قابلِ نفرت و ذلیل صورت مخلوق کے ایک مجمع کو اپنا دامن گیر پایا ۔ سخت گھبرائی ——" ہائیں! یہ کون ؟"

وہ دل ہی دل میں چلّا اٹھی ——" اُف! میرے ہی کئے ہوئے اپنے اعمال —— بدکاریاں، گناہ اور قباحتیں مجسم شکل اختیار کر کے عدالتِ عالی میں میری تر دامن زندگی کی شہادتیں بن کر آئے ہیں —— ! یہ کس قدر خوبصورت، دلکش، محبوب و سرمایۂ راحت معلوم ہوتے تھے مجھے اُس وقت سراب انگیز دنیا —— جہانِ فانی میں ۔ مگر .... مگر یہاں —— اس دھرم پوری میں اُف! کتنے بھیانک ڈراؤنے دکھلائی دیتے ہیں ۔ کیا —— کیا یہ وہی .... سامنے وہ سامنے جو مجھے گھور رہی ہے ۔ میری اپنی ہی خوبصورتی ہے ؟ —— جسے میں پہروں آئینہ میں دیکھ دیکھ کر نہال ہو جایا کرتی تھی ۔ جس کا غرور مجھے آسمان پر چڑھائے رکھتا تھا جس کی برق افروز جھلک صدہا دلوں کو تڑپا دیا کرتی تھی ۔ جس کے بے شمار نوجوان، صاحب مال ومنال غلام رہا کرتے تھے ۔ جس کے جلو میں چاند ستارے چلتے معلوم ہوتے تھے ۔ جس کی مٹھی میں قارون کا خزانہ رہتا تھا ۔ وہی خوبصورتی —— چھی —— چھی، اب کتنی گھناؤنی، بھیانک، عاجز، پامال، قابلِ نفرت، مکروہ اور داغدار ہے .... یہ کیا ؟ —— میرا دل .... ہقورح .... ہقورح —— گندہ، ناپاک، وفا سے خالی، مکر و فریب سے بھرا ہوا، بدکاری کا پرکالہ اور گناہوں کا اڈہ "، وہ ان نظاروں میں اِن حالات وخیالات سے محو تھی جب پھر ایک بار اُس کے کانوں میں وہی استفسارانہ آواز آئی ——" اے عورت! بتا تو نے اپنی زندگی میں کوئی بھی اچھا کام کیا ؟"

وہ عورت ان نظاروں کی تاب نہ لا سکی ۔ اُس نے دونو ہاتھوں میں منہ چھپا لیا ۔ اور تھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی ——" بھگوان! بھگوان!! میں نیچ، پاپن، سخت گناہگار ہوں ۔ میں ویشیا —— ایک بازاری عورت ہوں ۔ کوئی نیک کام ؟ —— نہیں مجھ سے کوئی بھی نیک کام نہیں ہو سکا ۔ آہ! تمام عمر بدکاری میرا شیوہ اور عصمت فروشی میرا کام رہا ۔ نفسانیت کی آگ اور بے حیائی کے شعلوں میں اخلاق کا سرمایہ جلا جلا کر اپنا دل گرم کرتی رہی ۔ نکمے، حیاسوز غور و فکر کی خرافات کو میں نے اپنے دماغ کا کیڑا بنائے رکھا ۔ سیاہ کاری اور بدمعاشی سے اپنا باطن از بس تاریک بنا کر میں نہایت بے خوف ہو کر جو چاہتی کر گزرتی ۔ سمجھتی تھی ۔ کہ کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں ۔ کاش! میں جانتی کہ ایک نہ ایک دن مجھے اس اپنے ایجادہ کردہ دوزخ میں جانا ہوگا ۔ پربھو! دھکیل دیجئے —— بہت جلد دھکیل دیجئے، نرک کے خوفناک کنڈ میں ۔ میرے لئے یہی سزا ٹھیک ہے —— بلکہ کم ہے"!

"نہیں، نہیں، اتنی جلدی نہیں۔" دھرم راج نے دُہرایا ــــ "ذرا سوچ لے۔ یاد کرلے۔ شاید تو نے کوئی نیک کام کیا ہو۔"

"میں شرمندہ ہوں انتریامی!" عورت نے ہاتھ جوڑ کر کہا ــــ "نیک کام ــــ نیکی میں جان ہی نہیں سکی، جانے کسے کہتے ہیں؟ .... ہاں ــــ ایک کام مجھے یاد آرہا ہے۔ جو میری تمام زندگی میں اپنی قسم کا صرف ایک ہی ہے۔ جو میرے اعمال سے جداگانہ حیثیت رکھتا ہوا مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید وہ نیکی ......"

"......... ہاں! ہاں کہو وہ کیا ہے؟" دھرم راج نے بات کاٹ کر کہا۔

"شام ہو چکی تھی۔" اس عورت نے یوں سلسلہ کلام پھر جاری کیا ــــ "سہاونا وقت تھا۔ میں اپنے آشناؤں اور آرزومندوں کے ساتھ ایک ہی کشتی پر گنگا کی سیر و تفریح کے لطف اٹھا رہی تھی۔ کشتی بہاؤ کی طرف جا رہی تھی۔ مجھے وقت کا راگ چھیڑنے کی فرمائش کی گئی۔ میں نے منظور کرتے ہوئے اپنی ملاک فریب آواز سے فضا میں بے خودی کے ترنم بھر کر دئے۔ سُننے والے جھوم جھوم کر داد دے رہے تھے۔ میرے ایک چاہنے دوست نے پھولوں کا ایک ہار پیش کرتے ہوئے کہا ــــ "پیاری! لو یہ ہار! ہے تو پھولوں کا ہی۔ مگر اس میں غیر فانی محبت کی رُوح آباد ہے، میں نے اس ہار کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اچانک میرے دل میں اندھیری رات کے وقت جنگل میں ٹمٹماتے جگنو کی مانند ایک خیال اٹھا۔ میں نے یہ کہتے ہوئے ــــ "پیارے! آج تک میں نے پوجا پاٹھ سے قطعاً تعلق نہیں رکھا۔ تو بھی میرا جی چاہتا ہے۔ کہ جس محبت سے تم نے مجھے یہ ہار پیش کیا ہے۔ اُسی محبت سے اِسے میں پربھو کا نام لے کر ماتا گنگا کو شردھانجلی کے طور پر بھینٹ کر دوں، اس ہار کو گنگا کی پوتر گود میں چھوڑ دیا۔ اور ایشور کی سُتتی کا ایک گیت گا دیا۔ برسات کا موسم تھا۔ گنگا کی لہریں طغیانی کے بھیانک جوش میں اچھلنے لگیں۔ ہماری کشتی ان پاگل لہروں پر ناچتی ہوئی بے قابو ہو کر ایک چٹان سے جا ٹکرائی۔ اور پاش پاش ہو گئی۔ ہم سب دریا میں غرق ہو گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ ہم کیا جانیں بھگوان اس اگم کی بات کو۔ لیکن شاید یہی ایک واقعہ ہے۔ میری حقیر اور نفرت بھری زندگی میں، جسے نیکی سے شاید کچھ نسبت ہو!"

"اچھا جا!" دھرم راج نے مربیانہ لہجہ میں اُسے کہا۔ "اس ہار کے ایشور ارپن کرنے کے بدلے چند برسوں کے لئے تجھے سورگ اُدیان ــــ باغ بہشت میں رہنے کا سُکھ بخشا جاتا ہے۔ مگر اس کے بعد نرک ہی کی ہوا کھانا ہوگی۔"

یمدوت اس عورت کو سورگ میں لے گئے۔ جب وہ سورگ کے باغ کے پھاٹک پر پہنچی۔ تو اُس کے دل میں کئی خیالات چکر لگانے لگے۔ ایک نئی روشنی سی ہردیہ مندر کے اندر جھلکی جانے لگی ــــ گھور اندھیری رات میں جیسے پورن چندر طلوع ہو کر آکاش منڈل کو جگمگا دیتا ہے۔ وہ بے بیان بھگتی کے جذبات میں اپنا آپ بھول سی گئی۔ اور اس کی زبان سے اپنے آپ ہی دل سے اُمڈا ہوا ایشور سُتتی کا پرداہ بہہ نکلا ــــ "دیوؤں کے دیو! ــــ مہادیو!! میں بڑی گنہگار ہوں۔ پاپن ہوں۔ نیچ ہوں۔ حقارت کے قابل ہوں۔ یہ آپ ہی کی اپار کرپا ہے۔ کہ مجھے ایک معمولی سے اُپہار ــــ تُچھ بھینٹ، پھولوں کے ہار کے بدلے سورگ کے باغ کی بے بیان راحت بخشی گئی ہے۔ حالانکہ اس پھولوں کے ہار میں بھی میرا اپنا کیا تھا۔ وہ بھی تو آپ ہی کا انعام تھا۔ مگر جگدیشور! میں اس قابل نہیں۔ کہ اتنی سی بات کے لئے مجھے اتنا مہان سُکھ دیا جائے۔ بھگوان! یہ آپ کی

بعید از قیاس فراخدلی ہے ۔ مَیں آپ کی اِس پرم دیا کے سامنے اپنے بُرے کرموں کے لئے شرم اور ندامت سے پانی پانی ہوئی جاتی ہوں ۔ پربھو! مجھے آخری موزوں سزا ہی دیجئے ۔ مجھے نرک کنڈ میں ہی ڈال لیئے ۔ میں ہرگز سوُرگ کی راحتوں کے قابل نہیں ــــ آہ! ان آنکھوں نے بدی کے سوا سنسار میں کچھ نہ دیکھا ۔ ان کو کیوں نہ جلتی ہوئی سُرخ سلاخوں سے داغ دیا جائے ۔ پربھوُ! یہ دل ہمیشہ ناپاک خیالات اور پاپ وچاروں کا گھر بنا رہا ۔ اسے تیز دم چھُری کی نوک سے نکال کر لال انگاروں پہ کیوں نہ تڑپایا جائے ۔ اس زبان سے بھُول کر بھی آپ کا نام نہیں نکلا ۔ دین بندھوا! اس میں کیل کیوں نہ جڑ دیئے جائیں!! یہ تمام جسم ناپاک ہے ۔ چیلوں اور کتوں کے نوچ نوچ کر کھانے کے لئے چھوڑ دیجئے ۔ یہ سوُرگ کے یوگیہ کہاں؟ ــــ آہ پربھو ــــ مہا وشنو! یہ سورگ کے باغ کی راحتیں جو آپ نے مجھے بخشی ہیں ۔ اسے میں سچے دل سے آپ کے ہی ارپن کرتی ہوتی ہوں ۔ اسے قبول کیجئے ــــ اس تچھ بھینٹ کو سویکار کیجئے پربھوُ!"........ یہ کہتے کہتے وہ پریم میں زار زار رونے لگی ۔ جیسے اس کا ذرہ ذرہ پگھل پگھل کر محبّت میں تحلیل ہو جائے گا ۔

اسی اثنا میں اچانک تڑاقے کی سی آواز اس کے کانوں میں آئی ۔ شائد اس کے پاپوں کے تمام بندھن ٹوٹ جانے سے ۔ اور ہزاروں بجلیاں کوند گئیں اس کی نگاہوں کے سامنے ، شائد تمام پرکاشوں کے پرکاش مہا پرکاش سوروُپ آتم ساکشات کار سے ۔ اُسے محسوس ہوُا ۔ کہ ایک دویہ وِمان سامنے آموجود ہوُا ہے ۔ اور وشنو بھگوان کے پارشد اُسے اِس پر بیٹھ جانے کا اشارہ کر رہے ہیں ۔ یہ نظارہ تھا گویا اِس کی آتما کے پاپ وُ مکت ہو کر اوپر اُٹھنے کا ۔ وہ اس وِمان میں بیٹھ گئی ۔ اور دم زدن میں وشنو لوک ــــ پرم دھام ــــ عالمِ نجاتِ اَبدی میں جا رہی ۔ وہ سوُرگ و دیگر دیو لوکوں کو پیچھے چھوڑ کر سب سے اوپر اٹھ گئی ــــ پرم مکتی کے مقام پر ــــ

تاریک پہلو

"لیجئے بھگوان! حاضر ہے ۔ دُشٹ کاہن دت ڈاکو ۔ جو اپنے جیون بھر میں ہزاروں گھر تباہ کر چکا ہے ۔ سینکڑوں جانیں موت کے گھاٹ اُتار چکا ہے ۔" یمدوُتوں نے ایک گرانڈیل بدصورت انسان کو دھرم راج کے پیش کر کے کہا ــــ "اس کی سفاکی سے سارا بھوُلوک نالاں تھا ۔ قتل و غارت گری، لوٹ مار سے دُنیا کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس نے بھگوان!"۔

دھرم راج نے بھیانک لہجہ میں ڈاکو کو مخاطب کر کے کہا ــــ "ابے نالائق! دُشٹ! سنسار میں کوئی دھرم کا کام بھی کیا تو نے؟"

کاہن دت مارے خوف کے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا ۔ دل بیٹھا جاتا تھا ۔ طاقت اور سفاکی کی رشیخی کرکری ہو رہی تھی ۔ جسم تھر تھرا رہا تھا ۔ بار بار لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا ــــ "جی نہیں! میں نے دھرم کا کام نہیں کیا ۔ مار دھاڑ، راہزنی، غارت گری ہی سے کہیں فرصت نہیں ملی .... ہاں ایک بار کا ذکر ہے ۔ کہ میں لوٹ مار کر کے واپس گھر آ رہا تھا ۔ اچانک میری نگاہ ایک مکڑی کے کیڑے پر پڑی ۔ نامعلوم میرے دل میں کیا [illegible] آگئی ۔ میں اس خیال سے کہ بچارا ننھا سا کیڑا میرے پاؤں تلے سرمہ

نہ ہو جائے۔ راستہ سے وزا برطرف ہو کر اُسے زندہ چھوڑ کر اپنی راہ لگا۔ یہ کام میں نے ضرور دھرم اور نیکی کا کیا ہے۔"

دھرم راج نے کہا —— "کیا ٹھیک کہتا ہے تو؟"

"جی ہاں، رتی بھر فرق نہیں"۔

"اچھا جا"۔ دھرم راج نے حکم دیا۔ "تجھے اس نیکی کے عوض میں سورگ کا سُکھ کچھ عرصہ کے لئے دیا جاتا ہے"۔

اسی اثنا میں سامنے مکڑی کے جالے کی ایک چمکتی ہوئی تار اوپر سے نیچے کی جانب لٹکتی ہوئی دکھائی دی۔

دھرم راج نے ڈاکو سے کہا —— "لے، یہ سامنے والی تار کو پکڑ کر اوپر چڑھ جا۔ سورگ میں پہنچ جائے گا۔"

کاہن دت کی خوشی سے باچھیں کھل گئیں —— "اچھا ہوا۔ نرک سے بچے۔ ورنہ نامعلوم کیا گزرتی۔ چلو سورگ کے اندر آنند لوٹیں۔ آگے جو ہوگا۔ دیکھا جائے گا۔" ان خوشی سے معمور خیالات میں مست کاہن دت تار کو پکڑ کر اوپر چڑھنے لگا۔ حیران تھا۔ کہ نیکی کا ایک باریک سا تار کیوں کر اس کے گرانڈیل جسم کو برداشت کئے ہوئے ہے۔ اتنی مضبوطی اور طاقت اس میں کہاں سے آگئی۔ خیر! اس طرح وہ اس کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا۔ کافی اوپر جا چکا تھا۔ تو اچانک اس کی نگاہیں نیچے کی طرف دوڑ گئیں —— بلندی سے پستی کی جانب۔ ان نگاہوں کے ساتھ ہی بہہ گیا اس کا دل بھی۔ اس نے دیکھا۔ بہت سے اور لوگ بھی اسی تار کے سہارے اوپر چڑھے آرہے ہیں وہ جھنجلا کر چلا اٹھا —— "ارے احمقو! کس سے پوچھا تم نے؟ یونہی منہ اٹھائے اوپر چڑھے آرہے ہو۔ معلوم نہیں کیا! یہ تار میرا ہی ہے۔ اور میرے ہی لئے مخصوص ہے۔ میرے ہی شبھ کرم، میرے ہی نیک کام کا یہ سنہری ثمر ہے۔ کسی کو کوئی حق نہیں۔ کہ وہ بھی اسی راستے سے چلا آئے۔ جاؤ —— جاؤ، فوراً نیچے اتر جاؤ۔ مَیں نہیں چاہتا۔ میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ جو راستہ میری محنت سے میرے نیک اعمال کی بنا پر تیار ہوا ہو۔ اُسی راستے سے سب کوئی چلا آئے۔ اُتر جاؤ —— سب اُتر جاؤ۔ نہیں تو ——" یہ الفاظ ابھی اس کے منہ ہی میں تھے۔ کہ وہ تار ٹوٹ گیا۔ اور وہ ڈاکو نرک کے گہرے کنڈ میں جا پڑا۔ جس میں بچھو تھے، زہریلے سانپ تھے۔ تیز دھار چھریاں تھیں۔ لہو، پیپ اُبل رہے تھے۔ گندگی اُچھل رہی تھی۔ بس کیا کہیں اتنی خوفناک پُر خطر اور گھناؤنی جگہ تھی۔ کہ انسان اُسے دیکھ کر کانپ اٹھے۔ اس قسم کے گھور نرک میں نہ معلوم کب تک وہ ڈاکو سڑتا اور گلتا رہا۔ محض ایک چھوٹے سے ابھیمان کی خاطر۔ جسے چھوڑ کر وشیا مکت ہو گئی۔ اور جسے اپنا کر یہ ڈاکو پھر پستی کی جانب ذلت کا شکار ہو گیا۔

فنا

ہے گرم ہر اک سمت بازارِ فنا۔ ہے دارِ حیات سر بسر دارِ فنا

لیکن یہ کیونکر جہاں کو فانی سمجھوں۔ ذرّہ کو بھی نہیں ہے اقرارِ فنا

میں کیا ہوں

نتیجۂ فکر جناب منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی

فریب خوردۂ رنگِ بہارِ دنیا ہوں
میں انقلابِ زمانہ ہوں، دورِ دنیا ہوں
طلسمِ حسن ہوں، نیرنگ دو جہاں کا ہوں
کیا ہے گم مجھے کچھ ایسا میری ہستی نے
نمودِ بود ہوں، ہستی ہے لا فنا میری
بھری ہوئی ہے ضیا مجھ میں حسنِ فطرت کی
محیطِ عالمِ کل ہے ہر ایک موج مری
عیاں ہے نشانِ احد صاف میری صورت میں
نوائے دردِ دل ہوں مضرابِ غم نہ چھیڑ مجھے
لئے ہوئے ہے جو اثراتِ نور ہر ذرہ
بنا ہوا ہوں جو تصویرِ حسنِ بے پردہ
عیاں ہیں مجھ میں تو ذات و صفات کے جلوے
میں خود ہی مستیٔ عرفان خود ہی بادہ پرست
نگاہِ ناز سے جس کی جہاں ہے گردش میں

فنا کا گلشنِ ہستی میں اک تماشا ہوں
جہانِ فانی کا بگڑا ہوا سا نقشہ ہوں
کرشمہ سازیٔ قدرت کا میں تماشہ ہوں
سمجھ میں کچھ نہیں آتا میں کون ہوں کیا ہوں
مرقعِ حسنِ ازل کا، ابد کا نقشہ ہوں
حجابِ دیدۂ جاناں ہوں رُخ کا پردہ ہوں
کنارہ جس کا نہیں کوئی میں وہ دریا ہوں
جمالِ شاہدِ معنی ہوں، حسنِ یکتا ہوں
شکستِ ساز کا اپنے خموش نغمہ ہوں
زمینِ وادیٔ ایمن ہوں۔ خاکِ صحرا ہوں
کسی کا نورِ مجسم ہوں میں سراپا ہوں
فروغِ عالمِ ہستی ہوں نورِ یکتا ہوں۔
میں خود ہی ساغر و مینا ہوں خود ہی صہبا ہوں
میں تیر خوردۂ انداز اس کا کشتہ ہوں

کیا ہے حسن نے کس کے یہ بیخودِ جلوہ
خبر نہیں مجھے رونقؔ میں کس کا شیدا ہوں

(جناب پروفیسر ہیرالال صاحب چوپڑا ایم۔اے سناتن دھرم کالج لاہور)

کپل وستو کے شہزادے سدھارتھ کی شادی اپنے وقت کی ایک نہایت حسین شہزادی یشودھرا سے ہوئی۔ اور میاں بیوی کچھ عرصے تک اپنی زندگی عیش و عشرت سے بسر کرتے رہے۔ اسی شہزادے سدھارتھ کو لوگ اُس کے خاندانی نام گوتم سے پکارتے ہیں۔ اور یہی اپنی روحانیت کی بیداری اور گیان کی روشنی کی وجہ سے بدھ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

اگرچہ تاریخ اس بات پر خاموش ہے۔ کہ گوتم بدھ نے اپنی شادی شدہ زندگی کے پہلے دس سالوں میں کیا کچھ کیا۔ لیکن اس کے فوراً بعد کے واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کے دل میں ایک کسک سی رہتی تھی۔ اور دنیا کے دُکھوں اور مصیبتوں کا بڑی دُور اندیش نگاہوں سے جائزہ لیتا تھا۔ یا یوں کہیئے۔ کہ ابھی سے ہی اُس کے دل کے اندر کسی غیب کی طاقت سے احساس ہو گیا تھا۔ کہ وہ دُنیا کے بھلے کے لئے اوتار کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔ لیکن یہ بات کہ یہ خیال کیونکر ظاہر ہوا۔ اور اس کو عملی شکل کیونکر دی جائے گی۔ اس کا اُسے علم نہ تھا۔

گوتم بدھ کے باپ نے اس کے آرام کے لئے کھلے ہوئے غنچوں سے بھرپور ہرے بھرے باغوں کے درمیان ایک ایسی جگہ مقرر کر دی۔ جہاں دُنیا کے غم اور تکلیفوں کا دخل ہی ناممکن تھا۔ صاف اور شفاف پانی کے چمکدار حوض شہزادے کے نہانے کے لئے بنائے گئے۔ جن کے نیچے تو سیمیں فرش تھے۔ اور اُوپر آبشاریں اور جھرنے۔

ایک شام گوتم کے جی میں سیر کی دُھن سمائی۔ اور اس نے اپنے سارتھی چنا سے رتھ جوتنے کو کہا۔ رُوپہلی پہیوں کا سنہری رتھ چار نقرئی گھوڑوں سے جوتا گیا۔ اور جس سمت سے شہزادے کی سواری جاتی۔ لوگ اظہار عقیدت کے لئے دست بستہ کھڑے ہو کر سر کو جھکاتے اور آداب بجا لاتے۔ اچانک سڑک کے درمیان اور رتھ کے عین سامنے ایک بوڑھا آدمی لڑکھڑا رہا تھا۔ اُس کی کمر بڑھاپے کی وجہ سے دوہری ہو گئی تھی۔ اور وہ ایک لکڑی کے سہارے اپنے آپ کو سنبھالے ہوئے کھڑا تھا۔ اس کے سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ شہزادے نے ایسی صورت کبھی نہ دیکھی تھی۔ فوراً اپنے سارتھی چنا سے پوچھا۔ کہ اس میں اور دوسرے لوگوں میں اتنا فرق کیوں ہے؟ چنا نے جواب دیا۔ کہ شہزادے! یہ ایک بوڑھا آدمی ہے۔ اس نے کافی سالوں تک زندگی بسر کی ہے۔ اور ہر وہ شخص جو زیادہ سالوں تک زندہ رہتا ہے۔ اس کی ایسی ہی صورت ہو جاتی ہے۔

کچھ آگے بڑھ کر اُس نے ایک اور شخص کو دیکھا۔ جو سڑک کے کنارے درد سے کراہ رہا تھا۔ اور اس کی آہ و پکار دل کے پار ہوئی جاتی تھی۔ گوتم نے رتھ میں سے چھلانگ لگائی۔ اور اس رونے چلّانے والے مریض کے پاس جا پہنچا۔ چنا سے پھر پوچھا

گیا۔ کہ یہ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ یہ شخص بیمار ہے اور بیماری کی شدّت سے چلّا رہا ہے۔ عین ممکن ہے۔ کہ ہم بھی کسی نہ کسی دن کسی ایسی ہی بیماری میں مبتلا ہو جائیں۔ شہزادہ سوچنے لگا۔ کہ جب ایسی ایسی ہولناک بیماریاں لوگوں کو پھانسنے کے لئے جال بچھائے موجود ہوں۔ تو ایسی دُنیا کے سب عیش و آرام بے بنیاد ہیں :۔

کچھ فاصلہ اور آگے بڑھنے پر اُس نے دیکھا۔ کہ لوگ ایک بیجان اور خاموش لاش کو کندھوں پہ اُٹھائے ہوئے چلے جا رہے ہیں عورتیں بال بکھیرے ساتھ ساتھ رو پیٹ رہی ہیں۔ شہزادے نے خوف اور حیرت سے چنّا سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے؟ اور یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ چنّا نے جواب دیا۔ کہ شہزادے! اس دنیا میں ہر ایک آدمی ایک نہ ایک دن ایسی ہی بے جان لاش کی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ **موت** ہے۔ شہزادے کے دماغ میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور وہ بے اختیار آہ کھینچتے ہوئے یہ کہنے لگا۔ کہ دنیا کی تمام مسرتیں فانی ہیں۔ اور دنیاوی شان و شکوہ ایک خواب ہے۔ یہ خوشیاں ایسی کلیاں ہیں جو کھلنے سے پہلے ہی مُرجھا جاتی ہیں۔ گویا کہ شہزادے کے دل و دماغ پر ایک ایسا دھکا لگا۔ جس سے وہ طرح طرح کے خیالات میں محو ہو گیا۔ اور دنیا کے روشن اور تاریک پہلوؤں پہ ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے ان کا آپس میں مقابلہ کرنے لگا :۔

واپس لوٹتے ہوئے شہزادہ اپنے خیالات کی دنیا میں منہمک بیٹھا تھا۔ کہ اس کی نگاہ ایک عجیب و غریب انسان پر پڑی۔ وہ گیروے رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اور اُس کے سر کے بال اور داڑھی کے بال مُنڈے ہوئے تھے۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں گھر گھر کی مانگی ہوئی روٹیوں کے ٹکڑے جمع تھے۔ شہزادہ اُس شخص کی شانتی اور دھیرج سے اس قدر متاثر ہوا۔ کہ اُس نے چنّا سے اس شخص کی بابت بھی پوچھا۔ چنّا نے جواب دیا۔ کہ یہ شخص ایک نیک اور راست رو آدمی ہے۔ اس نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے۔ اور بھیک مانگ کر اپنا گزارہ کرتا ہے :۔

شہزادے نے رتھ سے اُتر کر اُس سادھو سے ایک دو باتیں کیں۔ جس سے شہزادے کی تمام بدگمانیاں دُور ہو گئیں۔ اور اُس نے بھی اپنے دل میں یہ پکّا ارادہ کر لیا۔ کہ اُس کا بھی آئندہ کا طریقہ یہی ہو گا۔ دل میں اُس نے کہا۔ کہ مَیں بھی دُنیا کو چھوڑ کر جنگلوں میں گھومتا پھروں گا۔ شانتی حاصل کر کے گیان اور معرفت کا راستہ طے کروں گا۔ جس سے بنی نوع انسان کو یہ سبق دوں گا۔ کہ یہ فانی زندگی کس طرح کامیابی سے بسر کی جاتی ہے :۔

گھر واپس پہنچنے پر خادموں نے حسب معمول شہزادے کو بڑے سلیقے سے سجایا۔ شہزادہ خاموشی سے ان تمام تکلفات کو برداشت کرتا گیا۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ زیب و زینت آج آخری بار ہو رہی ہے۔ جونہی کہ یہ شاہی داب و آداب ختم ہوئے اُسے یہ پیغام پہنچا۔ کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے۔ شہزادے نے دفعتاً سوچا اور کہا۔ کہ اب گرہ کا کُھلنا کٹھن ہے۔ یہ میرے راستے کا ایک روڑا ہے۔ لیکن مکمل انسان وہی ہے۔ جو درمیان کی حائل شدہ رکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتا ہوا ساحل کامیابی پر جا پہنچتا ہے۔ اس کے لئے یہ روڑے کوئی اہمیت نہیں رکھتے "گوتم بدھ کے باپ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو اُس نے اپنے پوتے کا نام ہی "راہل" رکھا۔ جس کا مطلب ہی روڑا ہے :۔

شہر میں اس تقریب کے سلسلے میں جابجا خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ شادیانے بج رہے تھے۔ اور گانے بجانے کی خوش آئند آوازوں سے تمام محل گونج رہے تھے۔ ناچنے والی دوشیزہ لڑکیاں پاؤں میں گھنگرو باندھے چپّے چپّے پر نیا سماں باندھے کھڑی تھیں۔ سب لوگ نئے نئے لباس پہنے اس قومی خوشی میں شریک ہو رہے تھے۔ ہر شخص شہزادے کی واپسی کا بیتابی سے انتظار کر رہا تھا۔ کہ اُس کو مبارک دے سکے۔ عورتیں اپنی سلطنت کے حسین شہزادے کے انتظار میں اپنے مکانوں کی چھتوں پر ہاتھوں میں پھول اور مالائیں لئے کھڑی تھیں۔ تاکہ بازار میں گزرتے ہوئے رتھ پر وہ پھولوں کی

بارش کر سکیں۔ اور شہزادے کے گلے میں مالائیں ڈال سکیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھیں۔ کہ بچے کے پیدا ہونے کی خوشی باپ کے چہرے پر کس غیر معمولی رونق سے عیاں ہوتی ہے۔ غرضیکہ در و دیوار پر حُسن کھیل رہا تھا۔ اور کپل وستو کا سارا شہر جگمگاتا ہوا بہشت کا نمونہ بنا ہوا تھا۔

گوتم بدھ ان تمام باتوں سے بے نیاز اپنے خیالات میں منہمک تھا۔ اور آخر اپنی بچاروں میں کھو کر سوگیا۔ گانے بجانے والے اس بات کے منتظر بیٹھے تھے۔ کہ شہزادہ بیدار ہو۔ اور وہ اسے اپنے راگ رنگ سے مسرور کریں۔ لیکن انتظار کرتے کرتے ان پر بھی نیند غالب آگئی ؛

کوئی آدھی رات کے وقت گوتم بدھ جاگا۔ اور آہستہ آہستہ پھونک پھونک کر قدم بڑھاتا ہوا اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچا۔ نہایت ہوشیاری سے باریک آواز میں اس نے چنا کو بیدار کیا۔ اور گھوڑے پر زین کسنے کو کہا ادھر چنا گھوڑا تیار کرنے کے لئے رخصت ہوا۔ ادھر شہزادے کے دل میں پیار اور محبت کا ایک تلاطم برپا ہوگیا۔ اور اس کے خیالات اپنی رانی یشودھرا کے کمرے میں چکر لگانے لگا۔ اس کا جی چاہا۔ کہ ایک دفعہ اپنے بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کرے۔ قدم خود بخود بڑھے چلے جارہے تھے۔ کہ اچانک یشودھرا کے کمرے کے دروازے پر آکر ٹھٹک گئے۔ شہزادے نے اندر جھانکا۔ شمع کی مدھم سی روشنی میں اس نے دیکھا۔ کہ اس کی بیوی پھولوں کی سیج پر اطمینان سے سو رہی ہے اور اس کا ایک ہاتھ ننھے بچے کی گردن میں حمائل ہے۔ گوتم نے سوچا۔ کہ اگر میں اس کے ہاتھ کو پرے کردوں۔ تو وہ بیدار ہوجائے گی۔ اور مجھ کو گھر سے جانے نہ دے گی۔ اس خیال سے اس نے بچے کو چھوا تک نہیں۔ اور وہیں پتھر کی مورت بن کر کچھ دیر تک دونوں کو کھڑا دیکھتا رہا۔ زندگی کے فرائض قدموں کو باہر کی طرف کھینچتے تھے۔ اور حسن وعشق کی کشش دل کو اندر کی طرف۔ اسی کشمکش میں وہ آگے کو جھکا ہوا اور پیچھے کو کھچا ہوا کچھ دیر تک اضطراب میں کھڑا رہا۔ اور دل کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے خود فراموشی اور بے اختیاری کی حالت میں اس نے سوئی ہوئی بیوی کے پاؤں کا ایک ہلکا سا بوسہ لیا۔ اور حیرت میں اسی طرح وہیں کھڑا رہا۔ آخر زبردست قوتِ ارادی سے اپنے دل پر قابو پاکر اس نے اپنے منہ کو ادھر سے پھیرا اور باہر چلا گیا ؛

باہر نکلا تو چنا گھوڑے پر زین کسے تیار کھڑا تھا۔ اور دونوں مالک اور نوکر گھوڑوں پر سوار ہوکر سنسان گلی کوچوں میں گزرنے لگے۔ روایت ہے۔ کہ دیوتاؤں نے اس رات پھولوں کی اس کثرت سے بارش کی۔ کہ گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز تک پیدا نہ ہوسکی۔ راجدھانی کے دروازوں کے قریب پہنچنے پر گوتم کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ تاروں بھرے آسمان سے کوئی نہایت حسین صورت نیچے اتر رہی ہے۔ وہ حیران ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہ صورت اس کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ بدی کی روح تھی۔ جو گوتم کو اپنے نیک اور پاک ارادوں سے گرانا چاہتی تھی۔ اسے گمراہ کرنے کے لئے اس نے کئی قسم کے چکمے دیئے۔ گوتم کا راستہ روک کر اس کے آگے کھڑی ہوگئی۔ اور کہنے لگی۔ بھگوان۔ ٹھہرو۔ آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہفتہ کے اندر ہی اندر تمام دنیا کی بادشاہت تمہارے سپرد کردوں گی"۔ لیکن گوتم نے بڑی مردانگی سے یہ جواب دے کر اسے آگے سے ہٹ جانے کو کہا۔ کہ گوتم دنیا کی بادشاہت نہیں چاہتا ہے۔ وہ دل کی سلطنت کھوجیگا۔ بدھ بنے گا۔ اور تمام دنیا کو دکھوں سے نجات کی خوشخبری کا پیغام دیگا ؛

کپل وستو کے دروازے اتنے بھاری بھرکم تھے۔ کہ کئی کئی آدمیوں کی کوششوں سے مشکل سے کھلتے تھے۔ لیکن آج رات گوتم کی آمد سے خود بخود کھل گئے۔ اور گوتم اور چنا دونوں ایک وسیع میدان میں آنکلے۔ جہاں قدرت اپنے ہر ساز سے ان کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار تھی۔ درختوں کی تمام پتیاں ہمہ تن چشم منتظر تھیں۔ ہوا دم روکے ہوئے نہایت خاموشی سے ایک ہونے والے اوتار کی راہ دیکھتی تھی۔ چاند ایک آگنے والے سورج کے استقبال کے لئے رات کے سیاہ کپڑے اتار کر اسے چاندنی کی تاریں پہنا رہا تھا۔ سورج ایڑیاں اٹھا اٹھا کر مشرق سے کسی

مدِ مقابل کو جھانکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ کہ یکایک گوتم بدھ کی آمد کے ساتھ ہی ہوا نے پتوں میں سے گزر کر اپنی سرسراہٹ سے ایک ایسے دل لبھانے والے ترانے کا آغاز کیا۔ جس سے تمام فطرت مسحور ہو کر ناچنے لگی۔ کلیاں چٹک چٹک کر پھول بن گئیں۔ اور ڈالوں میں جا بجا شگوفے اور کونپلیں دکھلائی دینے لگے ؛

ساری رات سفر کرنے کے بعد جب صبح نمودار ہوئی۔ تو گوتم اور چنا ایک ندی کے کنارے پہنچے۔ گوتم نے گھوڑے کو ٹھیرایا۔ اور اپنے شاہی لباس اور دیگر آرائش کی چیزوں کو اتار کر چنا کے حوالے کرتے ہوئے اُسے کپل وستو واپس جانے کی ہدایت کی۔ چنا نے بہت دفعہ یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ وہ اپنے آقا کے ہمراہ چلنا چاہتا ہے۔ لیکن گوتم نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ تم واپس لوٹ کر میرے باپ اور دیگر رشتہ داروں کو مفصل اطلاع دو۔ کہ میں نے دل میں کیا ٹھانی ہے۔ میں کس چیز کی تلاش میں اپنے گھر۔ مال و منال۔ بیوی اور بچے کو چھوڑ کر جنگلوں میں گھومنے کے لئے نکلا ہوں۔ وہ کون سے بلند ارادے ہیں۔ جنہوں نے مجھے اس دنیا کے عیش و آرام کو خیر باد کہنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ جاؤ اور تم میرے باپ سے کہو۔ کہ گوتم بنی نوع انسان کی بھلائی کرنے کے لئے شاہی جنجالوں سے آزاد ہو رہا ہے۔ وہ تنہائی کے کونے میں بیٹھ کر دنیا کے دُکھی لوگوں کے واسطے سُکھ کا سندیش لانا چاہتا ہے۔ غرض یہ سب باتیں کہہ کر میرے باپ کو سمجھاؤ۔ کہ یہ موقع غم کا نہیں۔ بلکہ خوشی کا ہے۔ یہ کہتے ہوئے گوتم نے تلوار کھینچ لی۔ اور اپنے سر اور ڈاڑھی کے لمبے بالوں کو کاٹ دیا۔ اور اپنے شاہی لباس کو ایک غریب راہگیر کے پھٹے پرانے کپڑوں سے تبدیل کر لیا ؛

چنا آہیں بھرتا ہوا اپنے آقا کو ایک سادھو کے چیتھڑوں میں ملبوس چھوڑ کر روتا دھوتا کپل وستو کو واپس چل دیا ؛

نوٹ :- یہ مقالہ آل انڈیا ریڈیو کے لاہور اور پشاور اسٹیشن سے نشر کیا گیا تھا۔ باجازت ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو شائع کیا گیا ہے۔

کس کو کس پر ناز ہے

کسی کو ناز ہے اپنی قیادت پر سیادت پر
کسی کو حُسن پر ہے ناز یا حُسنِ نزاکت پر

کسی کو ناز ہے جُود و سخاوت پر امارت پر
کسی کو ناز ہے اپنی شرافت پر لیاقت پر

کسی کو ناز ہے دُنیا میں طاقت پر صداقت پر
کسی کو ناز ہے اپنی عبادت پر طہارت پر

کسی کو ناز ہے اپنی لیاقت پر فراست پر
کسی کو ناز ہے اپنی فصاحت پر بلاغت پر

مجھے بھی ناز ہے لیکن پربھو! تیری خلافت پر
تری بخشش تری رحمت تری چشمِ عنایت پر

کرشن چندر

فلسفۂ روح

از شریمان لالہ بالکشن صاحب بترہ ایم بی۔ اے ایل ایل بی

خاص مکتی انک کیلئے

آ، اِدھر اے طالبِ حق کس لئے چنتا میں ہے
رُوح لافانی ہے دنیا میں فنا ہوتی نہیں
رُونما ہوتا نہیں اس پر اثر تلوار کا
کسقدر بھی تیز تر پانی ہو گل سکتی نہیں
یہ وہ جوہر ہے کبھی نذرِ قضا ہوتا نہیں
جس طرح انساں بدل دیتا ہے پارینہ لباس
بس یُونہی اے طالبِ حق رُوح ہر جاندار کی
روز و شب شام و سحر جاری یہی ہے سلسلہ
باگ ڈور اس کی مگر اس دستِ بازیگر میں ہے

آ، بتاؤں فلسفہ جو رُوح کا گیتا میں ہے
ہر گھڑی بیدار خوابِ مرگ میں سوتی نہیں
توپ کا، بندوق کا یا ناوکِ خونخوار کا
آگ کی شعلہ زنی میں بھی یہ جل سکتی نہیں
ٹوٹ جاتا ہے قفس طائر رہا ہوتا نہیں
اور کر لیتا ہے زیبِ تن کوئی اچھا لباس
چھوڑ کر اک جسم اپنا دوسرے میں جا بسی
ایک آیا چل بسا اور دوسرا پیدا ہوا
سب کا جو پرماتما مشہور بحر و بر میں ہے

اب ہم کو اک اسی سے لو لگانا چاہیئے
اپنے جیون کو سپھل یونہی بنانا چاہیئے

بسنت کی پربھات۔ چاروں طرف بسنتی انوار کی دلنشیں ضوفشانیاں۔ فضا گوناگوں جلوہ ہائے جاذب نظر سے معمور۔ نسیم سحر نشۂ کیفِ بہار میں مخمور۔ تاحدِ نظر مستی میں جھومتے ہوئے پھولوں کا حیات افزا منظر کھینچا ہوا تھا۔ اور آرہی تھی کانوں میں نغمات بہار آفرین کی دنیائے جذبات میں ایک ہل چل سی مچا دینے اور خفتہ ارمانوں میں بیداری کی رُوح پھونک دینے والی صدائے جانگداز۔ ہنسی خوشی۔ مذاق و دل لگی۔ اٹھکھیلی و ٹھٹھولی۔ طرب و سرود کا دَور کپل پوری کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چل رہا تھا۔ اسی کے راہ گذار میں حسب معمول کشکول گدائی لئے ہوئے دربدر بھکشا کر رہا تھا۔ وُہ اور اس کے جلو میں تھی اُس کے شِشوں (چیلوں) کی ایک منڈلی۔ ان کی نگاہیں پُر سکوں اور شانت چہرہ پُر نور اور نیک آثار روش نہایت سنجیدہ اور متانت آمیز۔ اُن کے درشنوں کے لئے گرد و پیش زن و مرد کا ایک جم غفیر ٹھٹ لگائے کھڑا تھا۔ گھوڑا گاڑی کی آمد و رفت قطعاً بند۔ سڑک کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بھیڑ کو چیر کر تیر کا نکل جانا بھی ایک قلم ناممکن تھا۔ پھر تھا کیا؟ —— دُور —— دُور تا حدِ نظر سڑک کے دونوں سروں سے انسانی سروں کا اُمنڈ چلا آتا ایک سیلِ بے پناہ اور بس ——

یشودھرا نے اپنے محل سے اس بھیڑ زدہ راہگزر کی جانب دیکھا۔ اس کا پریتم سنیاسی کے بھیس میں در در پہ الکھ جگاتا بھکشا کر رہا تھا۔ اور اس کے ہمراہ تھا۔ سنیاسیوں کا ایک گروہ۔ یہ نظارہ دیکھ کر اس کا دل اندر ہی اندر رو اُٹھا اور آنسوؤں کے چند بڑے بڑے قطرے گوشۂ چشم سے تڑپ کر رخساروں پہ بہہ نکلے۔ لپک کر راہل کو اس نے آغوش محبت میں کھینچ لیا۔ اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بیٹا"

راہل نے ماں کی جانب نگاہ اٹھا کر کہا۔ "ماں"

"بیٹا راستے کی طرف دیکھو نا"

راہل نے سڑک کی جانب بیتابانہ انداز میں دیکھا۔ اُن کثیر تعداد سنیاسی بھکشوؤں کے درمیان دَوڑتی ہوئی نگاہ سنیاسی قافلہ کے سالار سے دوچار ہوتے ہی دل کسی نہ معلوم کشش کا گرویدہ ہو گیا۔ آنکھیں بے جھپک۔ نگاہیں ساکت لبوں پر مہر سکوت —— ایک عجیب عالمِ محویت طاری ہو گیا۔ اس پر یشودھرا اس کی پیشانی پہ دستِ شفقت پھیرتی ہوئی بولی ——

"وُہی تیرے پتا ہیں بیٹا!"

راہل اُسی وقت شیر کے بچے کی طرح نہایت بیخوفانہ وبیباکانہ انداز میں محل سے نیچے اُتر گیا۔ پیچھے سے اس کی ماں نے آواز دی ——

"اپنا پتری دھن (دولتِ پدری) لے کر آنا بیٹا!"

یہ الفاظ راہل کے کانوں میں آکر گونجنے لگے۔ مگر اس نے مُڑ کر نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی وہ رُکا دم بھر کہیں راستے میں۔ —— پلک مارتے ہی وہ شاکیہ سنگھ کے پاس پہنچ گیا۔ اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ "بابا! تمہارا سایہ نہایت ہی راحت آگیں اور مدھر ہے؟" سنیاسی نے محبت بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہ اس کے دل کی لطیف ترین کیفیات تک کی ترجمانی کر رہی تھی۔ جس نے بھی یہ نظارہ دیکھا۔ اس کی آنکھیں آنسو بہائے نہ رہ سکیں۔ راہل کا فرطِ محبت میں گلا بھر گیا۔ اور بولتے بولتے یک لخت رُک گیا۔ سناٹے کے عالم میں —— چاروں طرف ٹھٹ لگائے کھڑے تماشائیوں کی خاموش نگاہوں کے درمیان دیر تک لب بستہ رہنے کے بعد اُس نے پھر طلسمِ سکوت کو توڑا —— "بابا! میرا پتری دھن مجھے دے جاؤ نا!"

سنیاسی نے کہا —— "تو چلو۔"

راہل باپ کا ہاتھ پکڑ کر چل دیا۔ اس نے آج پتری دھن حاصل کرنے کے لئے تہیہ کر لیا۔ اس کے پیچھے تھی وسیع مملکت، شاہی تخت وتاج، احباب واقربا، پیاری ماں، محترمہ دادی اور ضعیف العمر داداجان —— داداجان جسے وہ اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھتا تھا۔ جب سے اس کا باپ گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ تبھی سے دادا کی تمام و کمال محبت کا واحد وہی مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کے دل میں داداجان کی محبت گھر کر چکی تھی۔ آج اسی داداجان کے سینۂ مہرِ پدری پر پتھر رکھ کر باپ کے نقشِ قدم پر گامزن ہو رہا ہے —— اس بات کا احساس راہل کو نہ ہو سکا۔ تاہم کسی نامعلوم وجہ سے اس کے عمیق دل سے ایک درد سا ضرور اُٹھ رہا تھا۔ پتری دھن کے شوقِ حصول وجوشِ تمنا نے اسے اس قدر محو و بےخود بنا دیا تھا کہ محسوس کرنے کی اس میں تاب ہی نہ تھی:-

دُور —— بہت دور آبادی سے نکل آنے پر راہل باپ کے ہاتھ کو اپنی گرفت سے آزاد کر کے اُن کے پہلو بہ پہلو چلنے لگا۔ سامنے تھا وسیع مرغزار اور اس کے سینے پر ایک پگ ڈنڈی سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی تا دُور جا کر افق میں محو ہو گئی تھی۔ اس وقت شفق کے تختِ زرنگار پر خورشیدِ جہاں آرا کا جلوہ آئینہ کی مانند شفاف و دلکش تھا۔ باپ بیٹا بھکشوؤں کے ہمراہ کشاں کشاں منازل طے کئے جا رہے تھے۔ دو رویہ دھان کے کھیتوں کی لامحدود وسعتیں اُن کے بسنتی پیراہن کی نمائش سے گویا حُسنِ بے عدیل کے جلوؤں سے معمور ہو گئیں:-

راہل کے دل میں پھر ٹھاکر دادا کی یاد آ گئی۔ ٹھاکر دادا کو ساتھ لا سکتا تھا۔ تو اسے کیوں نہیں لایا؟ اس طرح ٹھاکر دادا کی رفاقت کا اس نے پاس نہیں کیا۔ کیوں آج اتنی بھول ہو گئی —— اس کی وجہ اسے معلوم نہ ہو سکی۔ آج وہ کسی نایاب منتر —— دلفریب کشش سے ٹھاکر دادا کو فراموش کر کے فقط پتری دھن کی دُھن میں مست چلا جا رہا ہے۔ لوٹ کر آنے پر وہ اس کی جواب دہی کرے گا۔ ان خیالات میں ہمہ تن محو وہ قدم بڑھاتا چلا جا رہا تھا۔ اچانک بُدھ دیو نے اس کی طرف دیکھ کر آواز دی —— "راہل!"

راہل کے خیالات کا سلسلہ یک لخت منقطع ہو گیا۔ اور چند لمحہ سراسیمگی کی حالت پر قابو پانے کے بعد اس نے جواب دیا۔ "بابا"

"وہ دیکھو ہمارا آشرم" بدھ نے کہا۔
راہل نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ وہاں برگد کے بڑے بڑے درخت جمگھٹا بنا کر کھڑے ہیں۔ اور ایسا معلوم دیتا ہے۔ کہ وہ ان کی جانب خاموش نگاہوں سے ٹکٹکی لگائے دیکھ رہے ہیں۔ سامنے جنگل ہی جنگل کا نظارہ ہے۔ بیچ بیچ میں جہاں تہاں سادھوؤں کی کٹیا اور آشرم دکھائی دیتے ہیں۔
بھکشو لوگ اپنی اپنی کٹیا میں چلے گئے۔ سنیاسی سردار نے راہل کو ایک الگ کٹیا میں قیام دیکر خود اپنی گندھ میں چلا گیا
راہل نے اس غیر مانوس کٹیا اور اپنے راج محلوں میں زمین و آسمان کا فرق محسوس کیا۔ تاہم آشرم کو بے رونق اور عزیب الشان کہنا اس کے دل نے قطعاً منظور نہ کیا۔
اسے معلوم دیتا تھا۔ کہ جیسے اس میں کسی نہ کسی طرح کی یکسانیت وہمسری کی خصوصیت ضرور پائی جاتی ہے۔ اس گلستانِ سکوتِ مطلق میں گویا دلنشیں گویائی کے غنچے کھل رہے ہوں۔ فطرت جیسے تمام و کمال احسن کے ساتھ یہاں زندہ جاوید ہے۔ تو بھی نہ جانے اس کا دل کیوں رو اٹھا۔ ایک بار پھر پتری دھن کی بات اسے یاد آگئی۔ وہ پتری دھن کے حصول کی تمنا میں معصوم بچہ کی مانند خاموش بیٹھا رہا۔
آج اس کی طفلانہ چلبلاہٹ و شوخی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز سے کماحقہ واقف، تجربہ کار اور برگزیدہ انسان کی صورت سنجیدہ و متین مزاج بنا ہوا تھا۔ آج آشرم کی آب و ہوا نے اس کی کایا پلٹ دی۔ زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ گویا چند لمحے پہلے کا راہل نہیں رہا۔ بلکہ وہ تھا اب پُر اسرار پوشیدہ دولت کا متلاشی زاہد۔
نزدیک ہی سے گھنٹہ بجنے کی آواز کانوں میں آئی۔ راہل نے نگاہ متحیر گرد و پیش ڈالی۔ اور دیکھا بھکشو چپ چاپ ایک کٹیا کی جانب جا رہے ہیں۔ ماجرا کیا ہے۔ اس کا اندازہ کرنے میں اسے دیر نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس نے بھی ان کی تقلید کی۔ کٹیا میں پہنچ کر دوسرے بھکشوؤں کے ساتھ اسے بھی پیٹ پوجا کے لئے کچھ مل گیا۔ قسم قسم کے لذیذ شاہی کھانوں اور اس فقیرانہ آہار میں غضب کا بھید تھا مگر اس کے لئے اس کے دل میں ذرا بھی نفرت کے جذبات پیدا نہیں ہوئے۔ آج اسے یہ من بھاتا دیکھ پڑتا تھا۔ کھا پی چکنے کے بعد بھکشو اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ راہل بڑ کے درخت کے زیر سایہ آکر بیٹھ گیا۔
دوپہر ہو گئی۔ سورج اپنی نصف منزل طے کر چکا تھا۔ سائے قدموں میں کھیل رہے تھے۔ سنیاسی سردار اپنی گندھ کٹیا سے نکل کر صحن میں راہل کے سامنے آسن جما کر بیٹھ گیا۔ اور آنکھیں موند لیں۔ راہل بڑے اطمینان اور خاموشی کے ساتھ ان کی جانب دیکھتا رہا۔ آہستہ آہستہ سندھیا ہو گئی۔ پرندوں کا شور و غل تھم گیا۔ چاروں طرف سکوتِ مطلق طاری ہو گیا۔
سنیاسی نے ناگہاں مُہر خاموشی کو توڑتے ہوئے آواز دی "راہل"
یہ آواز تپوبن میں لاجواب سنگیت کی مانند گونج گئی۔ فضا میں موسیقی کی لہر دوڑ گئی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی من لبھا شیرینی تپوبن کے سینے میں ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو گئی ہے۔ راہل نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف ان کے چہرے کی جانب خاموشی کے ساتھ تکتا رہا۔ سنیاسی نے ایک بار پھر دُہرایا ــــ "تجھے کیا پتری دھن چاہیئے راہل؟"
"راہل نے کہا۔" ہاں بابا! پتری دھن لئے بغیر گھر لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔"
سنیاسی نے ہنس کر کہا "یہ سارا عالم (دشو) تیرا گھر ہے۔ یہ تمام جیو تیرے احباب واقربا ہیں۔ اپنے ہی گھر میں بیٹھ کر تو پتری دھن حاصل کرے گا۔ پھر گھر لوٹ کر جانے کے کیا معنی؟ دیکھو بھئی! میں سنیاسی ہوں۔ دنیا میں تل بھر زمین پر بھی میرا ادھیکار نہیں۔ تو بھی میں نردھن و مفلس نہیں ہوں۔ یہ لنگوٹی اور کمنڈل میرا ظاہری دھن ہے۔ اس کے

علاوہ طویل عرصہ کی سادھنا و تپسیا سے جو دھن میں نے باطن میں جمع کیا ہے۔ تجھے اُسی دھن سے مالا مال کرنا چاہتا ہوں راہل"۔

راہل نے نہایت مسرت آمیز لہجہ میں کہا۔"وُہی مجھے دیجئے" بابا"

"تو لے یہ بھیس بنا کر تو بھی میری طرح سنیاسی بن جا۔ شاہی کرّوفر، زر و جواہر میں تجھے یہ تری دھن نہیں ملے گا"۔

راہل نے کہا"منظور ہے"۔

ہوا کے حیات افزا جھونکوں سے یک دم جنگل کا جنگل لہرا اٹھا۔ دلنشیں صداؤں سے فضا معمور ہو گئی۔ الیسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جیسے بے شمار ارگنوں کے ساتھ بن کی دیویاں تحسین و آفرین کے گیت گا رہی ہوں؛" اوم۔ شم"

غزل

سورج نرائن صاحب مہر

بدلا ہے رنگ عالم اے نو بہار کیسا ـــــــ گلزار بن گیا ہے ہر کوہسار کیسا

خوش ہو اگر طبیعت تو انتشار کیسا ـــــــ حاصل ہو وصل جاناں پھر انتظار کیسا

جو جاں نہ عشق میں دے وُہ جان نثار کیسا ـــــــ منصور تو نہیں ہے سودائے دار کیسا

مستِ الست بیخود روزِ ازل سے دیکھے ـــــــ اے نشۂ محبت تجھ میں خمار کیسا

ہم نے تری گلی کی جب سے ہوا ہے کھائی ـــــــ سر ہو گیا ہے قاتل گردن کو بار کیسا

بے خود ہوئے ہیں پی کر ہم ساغرِ محبت ـــــــ یہ نشہ اور شے ہے اس میں خمار کیسا

اے عشق نذر دل لے اے عشق نذر جاں لے ـــــــ کیا شے سکون و تسکین صبر و قرار کیسا

یاری کے ہیں یہ معنی مہر و وفا ہو دل میں
عیّار جو ہو ثابت وُہ مہربار کیسا

نروان مارگ کے دو انوکھے راہی

بودھ گا تھا!

مہاتما مہاکشیپ

شری جگن ناتھ شرما پربھاکر!

(۱)

وسیع سبزہ زار کے بیچوں بیچ ایک ندی بہہ رہی تھی ــــ نہایت میٹھی میٹھی من لبھاؤ روانی کے ساتھ! نسیم سحر کے نرم نرم جھونکے اس کی سیمیں سطح پر تھرکتے اور جھلملی ہل چلیں پیدا کرتے ہوئے سرگرم سفر تھے ــــ دُور جانے کن دیسوں کی جانب؛ ہلکی ہلکی لہریں اٹھ اٹھ کر ساحل سے ہمکنار ہو رہی تھیں۔ اور کل کل چھل چھل کی دلنشیں صدا فضاؤں میں گونج رہی تھی۔ ندی کے اُس پار مشرق میں طلوع آفتاب کا نہایت تجلی خیز منظر کھلا تھا۔ افق سے روشنی کا ایک بے پناہ طوفان زمین و آسماں پر محیط ہوتا ہوا اُمڈا چلا آرہا تھا۔ ندی کی لہروں پر کھیلتی ہوئی سنہری کرنیں پانی میں عجیب رنگینیاں تڑپا رہی تھیں۔ جب زنانہ گھاٹ پر ایک نوخیز لڑکی عجیب ادا سے بے حس و حرکت کھڑی جیسے انہیں دلکش قدرتی نظاروں کے دیکھنے میں ہمہ تن محو تھی ــــ ایک تصویر کی مانند۔ اس کا سڈول جسم سانچے میں ڈھلا ہوا دمکتا سا! سر سے پاؤں تک معصوم جوانی کی نورانی موہنی چھائی ہوئی! چہرے پر برق حُسن کی تابشیں! اسے دیکھ کر ایسے معلوم ہوتا تھا۔ کہ صبح کے ان تمام فطرتی مناظر کی تمام و کمال دل آویزیاں سمٹ انسان ہو گئی ہیں۔ اور سورج کی کرنیں رگ و ریشہ کی صورت اس میں سما گئی ہیں؛

ندی کے اس جانب پاس ہی ایک قصبہ آباد تھا۔ نام ــــ "ساگل"۔ سارے مدھو پردیش (متھرا کے علاقہ) کو اس کی خوبصورتی و رونق پر ناز تھا۔ اس کی اونچی اونچی اٹاریاں اس کی شان کا پتہ دے رہی تھیں۔ اس کے فلک بوس مندروں کے سنہری کلس صبح کی حیات افروز روشنی میں اپنی چمک سے دُور دُور تک نگاہوں کے دامان جھلملا دیتے تھے۔ اُس کی فضا سنکھ و گھڑیال کی ترنم ریز صدا اور آرتی کی سنگیت بھری سُر لہری سیلوں تک کانوں میں امرت رس ٹپکائے جا رہی تھی۔ اسی قصبہ کی چار دیواری سے نکل کر ایک ادھیڑ عمر عورت چلی آ رہی تھی۔ اسی زنانہ گھاٹ ہی کی جانب۔ ابھی چند قدم دُور ہی تھی۔ کہ اس کی نگاہیں مذکورہ بالا نوعمر حسین لڑکی سے ٹکرا کر تڑپ گئیں۔ وہ مارے غصے کے بڑبڑا اٹھی ــــ "شریر لڑکی ــــ ابھی ابھی میں اسے نہلا دھلا کر سجا سنوار کر باہر نکلی ہوں۔ کہ یہ پہلے ہی سے گھاٹ پر کھڑی ہے۔ مالک دیکھ لیں تو کیا کہیں ــــ آیا اچھی ماماگیری کرتی ہے!"

وہ تیز تیز ڈگ بھرتی ہوئی اس لڑکی کے پاس آئی۔ اور ڈانٹنے لگی ــــ "شیطان چھوکری! یہاں کیسے کھڑی ہے؛ کس نے کہا تھا تجھے صبح صبح گھاٹ پر چلے آنے کے لئے؟ ہائیں! پھر کبھی.........." اتنا کہہ کر اُس نے مارے غصہ کے

لڑکی کے مُنہ پر چپت جما ہی تو دی ــــ پھر کیا تھا ؛ ہاتھ نرم نرم پُرحیات گالوں کی بجائے ٹھنڈے ٹھنڈے سخت بے جان چہرے سے ٹکرا کر پلپلا اُٹھا۔ وہ حیرت سے کبھی اپنی اور کبھی لڑکی کی جانب دیکھ دیکھ کر ہکی بکی رہ گئی ــــ سوچنے لگی ــــ "اُف یہ کیا ؛ ــــ کہیں خواب تو نہیں ؛ ــــ نہیں خواب کیوں ہوگا" اس نے پھر غور سے دیکھا ــــ یہ حسین لڑکی جاندار لڑکی نہ تھی ــــ تھی دھات کی بنی ہوئی بے جان سنہری مُورتی ــــ مورتی اس قدر خوبصورت ! اس قدر نظر فریب !! اس قدر قرین حقیقت !!! کہ اس کے لبوں پر جنبش آئی کہ آئی ! تبسم کی کلیاں کِھلیں کہ کِھلیں ! انگ انگ میں جیون جیوتی مچل اٹھی کہ اٹھی ! اور ذرہ ذرہ میں سپھرتی کی بجلی دوڑی کہ دوڑی ! وہ عورت ابھی اس ہوش رُبا مورتی کے سامنے بظاہر تصویر بنی کھڑی اور اندر ہی اندر حیرت و استعجاب، ندامت و نظر فریبی کے طِلسم سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اِس کے پاس کی جھاڑیوں سے چند اجنبی شخص نکل کر اس کی جانب آتے دکھائی دیئے۔ اب اس کی حالت اور بھی دگرگوں ہو گئی۔ اُسے یقین ہو گیا ــــ یہ معاملہ محض پُر اسرار ہی نہیں، بے ڈھب بھی ضرور ہے۔ اس کی نظر کا دھوکا ــــ غصہ میں اپنے مالک کی لڑکی سمجھ کر اس طلائی بُت کو چپت رسید کر دینا یہ سب کچھ اُسے خطرناک طور پر مہنگا پڑے گا۔ وفورِ خوف سے اس کے ہوش گم، جان ہوا، رنگ فق، ــــ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں ــــ

لیکن ــــ

اِس انوکھے واقعہ کے پیچھے کام کرنے والی اور صحیح ذمہ دار، رُوداد اس سے بھی زیادہ عجیب تھی ــــ عجیب اور بے ضرر ــــ

"نہیں" ہرگز نہیں، مَیں شادی نہیں کراؤں گا۔ گرہست کے مایاوی جیون کا مَیں پچھلے جنم میں خوب آنند لے چکا ہوں اب کے اس سنہری فریب میں نہیں آؤں گا۔ اس بار یہ میٹھا زہر منہ نہیں لگاؤں گا۔ اور نہ آواگون کے چکر میں پھنسا رکھنے والے اس طِلسمی جال میں ہوں گا گرفتار ہی ــــ سنسار کے بندھنوں کو توڑ توڑ کر نکل جاؤں گا ــــ آزاد ــــ سُکھ دُکھ سے پرے مُکتی کے بالکل آزاد، وسیع، پُرسکون سامراجیہ میں۔ لیکن ماتا پتا کی ہٹ کا علاج ؛ بیاہ کی بات کو لے کر روز روز کی دانتا کلکل کب تک ؛ ماتا پتا کا کہنا مان لُوں تو ضمیر کا خون، رُوحانی گراوٹ، سنساری بندھنوں میں گرفتاری اور نہ مانوں تو نافرمانبرداری، گستاخی، بزرگوں کی ناقدری، مریادا کا النگھن، فرض سے کوتاہی۔ مجھ پر یہ مثال ٹھیک ہی صادق آ رہی ہے ــــ "سانپ کے منہ میں چھچھوندر نگلے تو اندھا، اُگلے تو کوڑھی۔ مجھے کوئی ایسی تجویز سوچنا ہوگی۔ کہ سب پہلو رہ جائیں۔ لاٹھی بھی نہ ٹوٹے اور سانپ بھی مر جائے" ــــ کافی رات چلی گئی تھی۔ مگر وہ اپنی خوابگاہ میں اپنی خیالوں سے اُلجھے بیٹھے تھے ؛

وہ خوبصورت تھے۔ جواں تھے۔ ان کا نام تھا ــــ "پتلی" ــــ وہ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ ناز و نعمت میں پلے ہوئے۔ ان کا جنم مگدھ دیش کے "مہاتیت" گاؤں میں ایک معزز براہمن کے ہاں ہُوا تھا ــــ غالباً اس وقت جب بھگوان بُدھ اپنے دھرم کا پرچار کرتے کرتے راج گرہ پہنچ گئے تھے۔ ان کے پتا کا نام تھا ــــ "کپل"۔ پتلی نے جوانی کی رنگین منزلوں میں قدم رکھا ہُوا تھا۔ ان کے پتا نے ان کا بیاہ کر دینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر پتلی نے صاف انکار کر دیا تھا۔ اور انہیں کہا تھا ــــ "جب تک آپ کا سایہ سر پر موجود ہے۔ آپ کی سیوا کرتا رہوں گا۔ اور اس کے بعد سنساری جال سے نکل کر سنیاسی بن جاؤں گا"

لیکن ان کی ماتا پتا پر قرار تھی۔ کہ کب اپنے اکلوتے بیٹے کا دھوم دھام سے کاج رچائیے۔ جی بھر کر شگن منائیے

کب باجے گاجوں سے نئی نویلی بہو گھر آئے! یہ سُونی بے کیف سی فضائیں جگمگا اٹھیں اور وہ منہ پر صندل کے چھاپے لگائے۔ ماں باپ
کو چِنتا لگی رہتی —— کہ بیٹے کا جلد بیاہ ہو جائے۔ اور وہ جیتے جی پوتے کا منہ دیکھ لے۔ تاکہ اپنی نسل کی ترقی کا ارمان لے کر نہ
مرے۔ چنانچہ ماتا پتا نے 'پپلی' کو بیاہ کرا لینے کے لئے جب بار بار مجبور کرنا شروع کر دیا۔ تو 'پپلی' کے سامنے 'نہ پائے ماندن
نہ جائے رفتن' کی الجھن کھڑی ہو گئی —— اور اسی الجھن سے چھٹکارا پانے کے لئے انہیں رات دن فکر رہتی تھی۔ آخر آج
'آدھی رات' ہونے کو آئی تھی۔ لیکن ان کی آنکھوں میں نیند کہاں؟ وہ اسی الجھن کو سلجھا رہے تھے۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا
تھا۔ آخر سوچ سوچ کر تھک گئے۔ اور گہری مایوسی میں ڈوب گئے۔ معاً اُن کے ذہن میں خیال مچل اُٹھا۔ وہ اچھل پڑے
—— "بس ٹھیک ہے یہ تجویز۔ خوب کارگر رہے گی۔ کل ہی لیجئے۔"

ان کے چہرے پر مسرت جھلکیاں لینے لگی۔ انہیں محسوس ہوا۔ ان کی طبیعت سے چنتا کے گھٹا ٹوپ بادل چھٹ گئے
دل ودماغ سے بڑا لادینے والا بھاری بوجھ اُٹھ گیا۔ اور اب انہیں قلبی رستگاری حاصل ہوئی۔ چنانچہ وہ اٹھے۔ اور
پُرسکون طبیعت سے بستر پر جا لیٹے۔ کئی دنوں سے ذہنی بیقراری کے کارن بے خوابی سی تھی۔ آج آنکھ جھپکتے ہی وہ
نیند کی گہری وادیوں میں کھو گئے۔

صبح ہوتے ہی 'پپلی' اپنی گذشتہ شب کی تجویز کو عملی صورت دینے میں لگ گئے ——

اور چند ہی دنوں کے بعد ——

'پپلی' نے عورت کی ایک نہایت خوبصورت سورن مورتی بنوائی۔ اور اُسے اچھی طرح آراستہ پیراستہ کر کے
اپنے ماں باپ کے پیش کیا۔ ماتا پتا دیکھ حیران رہ گئے۔ انہیں کیا معلوم یہ کیا ماجرا ہے؟

'پپلی' نے کہا —— "پتاجی! آپ جب سخت مجبور کرتے ہیں۔ تو میرے لئے حکم ماننے بغیر کوئی چارہ نہیں رہتا۔
لیکن شرط یہ ہے۔ کہ ایسی ہی خوبصورت اور نقش و نگار والی لڑکی مل جائے تو مجھے بیاہ لینے میں عذر نہیں ہو گا۔"

"پپلی" کو یقین تھا۔ کہ نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی —— نہ ایسی خوبصورت لڑکی کہیں سے ملے گی۔ اور
نہ ہی انہیں بیاہ کے بندھن میں بندھنا پڑے گا۔ لیکن ان کی ماتا کی نگاہیں دور تک کام کر گئیں۔ اُس نے سوچا —— "میرا
بیٹا بڑا نیک اور دھرماتما ہے۔ اسی چھوٹی عمر میں اس کا من سنیاسی ہو جانے کی دھن رکھتا ہے۔ اس نے پچھلے جنم
میں بہت سے اچھے اچھے کام کئے ہوں گے۔ تو اس کی سنگنی بھی ضرور کوئی دھرماتما عورت ہی ہو گی۔ چنانچہ اتنے نیک
کاموں کی بدولت، وہ عورت اتنی خوبصورت نہ ہو گی کیا؟ —— یقیناً ہو گی۔ لیکن اُسے ڈھونڈنا چاہیے۔"

اسی خیال سے 'پپلی' کی ماتا نے ان کی شرط منظور کر لی۔ اور آٹھ براہمنوں کو بلوا کر ان سے اپنے خاندان کے قابل اور
اس مورتی ایسی خوبصورت لڑکی کی تلاش کرنے کی پرارتھنا کی۔

براہمن سونے کی اس کنیا کو ایک سندر رتھ میں سجا کر چل پڑے —— دور دوسرے دیسوں کی طرف۔
جب وہ مدھو پردیش کے 'ساگل' گاؤں میں آئے۔ تو انہوں نے وہ طلائی مورتی ندی کے کنارے زنانہ گھاٹ پر کھڑی کر دی
اور خود پاس ہی کی جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ بس یہی وہ سورن مورتی تھی۔ جس کا شروع ہی میں ذکر کیا گیا ہے۔
جسے "ساگل" گاؤں کی ایک عورت نے اپنے مالک کی لڑکی سمجھ کر تھپڑ مار دیا تھا۔ مگر بعد میں اپنی بھول پر سخت نادم اور
حیران ہونا پڑا تھا۔ جب براہمنوں کو جھاڑیوں سے نکل کر اپنی جانب آتے دیکھا تو اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں پایا تھا۔ لیکن ان
براہمنوں نے اس عورت کو تسلی دی تھی۔ اور اس سے پوچھا تھا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور اس نے کیا سمجھ کر مورتی کو تھپڑ مارا

تھا۔ عورت نے کہا تھا ـــــ "میں اس گاؤں کے ایک معزز کوشک براہمن کے ہاں ماماگیری کا کام کرتی ہوں۔ ان کی ایک لڑکی ہے۔ بہت ہی خوبصورت ـــــ ٹھیک اس سونے کی مورتی ایسی ہی۔ اس کا نام ہے "بھدر کپلانی"۔ آج میں نے اس کو صبح ہی نہلا دُھلا کر اچھی طرح سنوارا۔ اور آپ گھاٹ پر نہانے چلی آئی۔ یہاں اس خوبصورت سونے کی مورتی کو دیکھ کر مجھے 'بھدر کپلانی' کا دھوکا ہُوا۔ اور مجھے اس کے اس طرح اپنے آپ اکیلے گھاٹ پر چلے آنے پر بہت غصہ آیا۔ پھر کیا ہُوا؟ ـــــ وہ آپ نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اب میں شرمندگی اور حیرانی سے زمین میں گڑی سی جاتی ہوں"۔

براہمنوں نے آیا کی باتوں پر بڑی خوشی ظاہر کی۔ انہوں نے جان لیا۔ کہ یہیں ان کا گوہر مقصود ہے۔ 'پپلی' کے لئے جس یوگیہ کنیا کی تلاش تھی۔ وہ مل گئی۔ وہ آیا کے ہمراہ کوشک براہمن کے ہاں گئے۔ اور اس سے سارا حال کہہ سنایا۔ کوشک نے خوشی خوشی اپنی لڑکی پپلی سے بیاہ دینا منظور کر لی۔

(۲)

کپل براہمن اور ان کی دھرم پتنی مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ ان کے بیٹے کی خواہش کے مطابق یوگیہ کنیا کا رشتہ طے پا جانے کی خوشخبری ان براہمنوں نے آکر دی تھی۔ اور اب وہ بڑی بے تابی سے بہو کی ڈولی گھر لانے کی شبھ گھڑی کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن 'پپلی' کے لئے یہ خبر بہت ہی شاق گزری۔ ان کی سب امیدیں رائگاں گئیں۔ اور پھر گیا تجویزوں پر پانی بھی ـــــ وہ اندر ہی اندر جھلا اُٹھے ـــــ اب کیا کیا جائے؟ وہ بڑی شد و مد سے سوچنے لگے۔ آخر انہوں نے ایک چھٹی 'بھدر کپلانی' کے نام لکھی ـــــ

"دیکھو کپلانی! مجھے گرہست سے ذرا بھی دلچسپی نہیں۔ میں بہت جلد سنیاسی ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے تم کوئی اور ور تلاش کر لو۔ ایسا نہ کرنے سے تمہاری زندگی برباد ہو جائے گی۔ اور تمہیں عمر بھر پچھتانا پڑے گا۔ ان باتوں کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی۔ بلکہ تم پر۔ میں پہلے ہی سے کہے دیتا ہوں۔ آگے تمہاری مرضی ہے"۔

پپلی نے یہ چھٹی اپنے ماں باپ سے چوری ایک برہمن کے ہاتھ 'بھدر کپلانی' کو بھیج دی۔ ادھر 'بھدر کپلانی' کو جب یہ پتہ چلا۔ کہ اس کے بیاہ کا پربندھ ہو رہا ہے۔ تو اسے بہت سخت رنج ہُوا۔ اس کے دل میں تیاگ کا قدرتی جذبہ بھرا پڑا تھا۔ وہ بھی سنساری بندھنوں میں پھنسنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے بھی ایک براہمن کے ہاتھ 'پپلی' کو چھٹی لکھ بھیجی ـــــ

"اے پپلی! آپ کو میں یہ بات بتا دینا چاہتی ہوں۔ کہ آپ کوئی دوسری استری کھوج لیں۔ تاکہ آپ کو بعد میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ میں گرہست اختیار نہیں کروں گی۔ اور شیگھر ہی سنیاسنی بن جاؤں گی ـــــ"

دونو طرف سے براہمن یہ چھٹیاں لے کر چل پڑے۔ ایشور کا کرنا ـــــ ان دونوں کا راستے میں ہی میل ہو گیا۔ اور ایک ہی پڑاؤ پر رات بسر کرنی پڑی۔ باتوں باتوں میں دونوں نے اپنے سفر کا مقصد ایک دوسرے پر کھول دیا نتیجہ یہ ہُوا کہ 'پپلی' اور 'بھدر کپلانی' کے اس باہمی نامہ و پیام پر انہیں شبہ سا گزرا۔ اور دال میں کچھ

کالا کالا دکھائی پڑا۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے دونو چھٹیاں کھول ڈالیں۔ اور ایک دوسرے کو پڑھ کر سنائیں۔ دونو ہی چھٹیوں کا مضمون ایک جیسا تھا۔ دونو کے تھے خیالات بھی ایک ہی سے۔ ایک ہی سی آرزو۔ اور ایک ہی سے ارادے ——— لیکن دونو ہی والدین کی امیدوں کا خون کرنے کے لئے ——— دونو ہی ماتا پتا کی تمناؤں کو کچل ڈالنے کیلئے ———

اِن چھٹیوں کو پڑھ کر براہمنوں کو بہت دکھ ہوُا۔ انہوں نے دونو ہی چھٹیاں پھاڑ ڈالیں۔ اور ان کی بجائے دوسری چھٹیاں لکھ لیں۔ جن میں دونو طرف سے بیاہ کرنے کی خواہش ظاہر کی گئی۔ یہی چھٹیاں ہر دو جگہوں پر مطلوبہ ہاتھوں میں پہنچا دی گئیں۔

بیاہ ہو گیا ——— پِپلی اور بھدر کپلانی کا۔ لیکن نام ہی کو۔ وہ آپس میں بولتے بھی نہ تھے۔ بیوی کو خاوند سے کچھ کام نہ تھا۔ اور خاوند کو بیوی سے کوئی مطلب نہ تھا۔ جب تک پپلی کے ماتا پتا زندہ رہے۔ تب تک پپلی اور بھدر کپلانی نے گرہست کے جیون کو چھوُا بھی نہیں۔ اپنی اپنی دُھن کے پکے رہے۔ اور ارادوں کے اٹل!...... پپلی نوشحال تھے۔ جوان تھے۔ صحت مند تھے۔ اور تھے غضب کے خوبصورت بھی ——— کامدیو سے سوا۔ ادھر کپلانی کی جوانی ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔ وہ نازک اندام تھی۔ گل فام تھی۔ نور کی پُتلی تھی۔ حسن میں لاثانی ——— رتی کام دیو کی استری، سی۔ لیکن ——— پپلی نفسانی خواہشات سے تالاب میں کنول سے بے لوث رہے۔ اور "کپلانی" اچھوتی رہی ان وِدھ موتی سی۔ وہ سورج کے پرکاش سے پاک رہے۔ اور وہ پوتر چاندنی سی۔

جب پپلی کے ماتا پتا سُورگ سُدھار گئے۔ تو انہیں گھر بار کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر لینا ہی پڑا۔ حساب لگانے سے معلوم ہوُا۔ کہ اُن کے ہاں کروڑوں روپیہ، بتیس ۳۲ گاؤں۔ بہت سے ہاتھی، گھوڑے اور رتھ وغیرہ موجود تھے۔ دونوں سُکھ سے رہنے لگے۔

ایک دن ———

"پپلی" نوکروں کے ساتھ اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے گھر سے نکلے۔ ایک کھیت پر پہنچے۔ ہل چل رہا تھا پپلی نے دیکھا، ہل چلنے سے زمین کی تہ اُلٹ پلٹ ہونے کے ساتھ نیچے سے کئی طرح کے کیڑے مکوڑے اُوپر آ رہے تھے جنہیں کوّے کھا رہے تھے۔ "پپلی" کو اس نظارے سے بہت دُکھ ہوُا۔ انہوں نے نوکروں سے پوچھا ——— "اس جیو ہتیا کا قصور کس کے سر ہوگا؟"

نوکروں نے جواب دیا ——— "مہاراج! جو ہل جُتوائے وہی اس کا ہوگا ذمہ وار بھی۔ کسان نوکر ٹھہرے۔ انہیں تو مالک کا حکم بجا لانا ہے۔"

پپلی کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا ——— "ایسی ملکیت سے آج ہی ہاتھ اٹھاؤں گا۔ ساری جائداد، مال و ثروت، بھدر کپلانی کے سپرد کر کے خود سنیاس دھارن کر کے جنگلوں میں ڈیرہ جماؤں گا!"

اتفاق کی بات ہے۔ گھر بیٹھی "کپلانی" کے دل میں بھی اسی قسم کے خیالات اٹھ رہے تھے۔ اس کے سامنے بھی ایسا ہی عبرتناک منظر کِھچا ہوُا تھا ——— کچھ اناج دھوپ میں سُکھانے اور گھُن ڈھورہ نکال ڈالنے کے لئے بکھیر رکھا تھا۔ دھوپ کی شدت سے وہ کیڑے تڑپ تڑپ کر جان توڑ رہے تھے۔ اور ساتھ ہی کوؤں کی دعوت بھی اُڑ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر کپلانی کا دل مسوس اٹھا۔ اس نے داسیوں سے پوچھا ——— "ان جیوؤں کی ہتیا کے دوش کا بھاگی کون ہوگا؟"

داسیوں نے وہی جواب دیا۔ جو بیلی کو کھیت میں نوکروں سے ملا۔ کپلانی نے سوچا —— "مجھے کیا چاہیئے گز بھر کپڑا اور مٹھی بھر چاول۔ صرف اتنی سی بات کے لئے اس قدر جیو ہتیا! اتنے پاپ کے بھاگی ہو کر کیسے آواگون سے چھوٹ سکوں گی؟ بس میں سارا گھر پتی دیو کو سونپ کر سنیاسی بنوں گی"۔

"بیلی" گھر آئے۔ کھانے کا وقت تھا۔ دونو —— پتی پتنی ساتھ ساتھ کھانے بیٹھے۔ بیلی نے کہا ——
"کپلانی! دیکھو یہ گھر بار، دھن دولت، جائداد سب تمہارے حوالے۔ میں آج سے سنیاسی ہونا چاہتا ہوں ..."
کپلانی بیچ میں ہی بول اُٹھی —— "یہی تو میں بھی کہا چاہتی تھی۔ چلئے ہم دونوں ہی جنگلوں کی راہ لیتے ہیں"۔

دونو نے جھٹ سے سنیاسیوں کا بانا پہن لیا۔ ڈنڈ کمنڈل ہاتھوں میں لے کر گھر سے نکلے۔ کسی نوکر نے بھی چھچلتی نگاہوں سے انہیں نہ پہچانا اس بھیس میں۔ لیکن جب وہ گاؤں میں سے گذر کر باہر جانے لگے۔ تو ان کی آسامیوں نے انہیں پہچان ہی لیا۔ وہ لوگ رونے لگے —— "مالک ہمیں منجدھار میں چھوڑ کر کدھر کی تیاری کر لی۔ اتنی بڑی جائداد کا کیا بنے گا۔ آپ کے آشرت بھوکوں نہ مر جائیں۔ ہمیں اپنے سایہ سے کیوں محروم کئے دیتے ہیں؟"
"بیلی" نے کہا —— "بھئی روتے کیوں ہو؟ اگر میں تمہیں ایک ایک کر کے تمہارے بندھنوں سے آزاد کرتا۔ تو برسوں لگ جاتے۔ اس لئے میں تمہیں ایک ساتھ ہی آزاد کرتا ہوں۔ مُکت کرتا ہوں اپنے تمام قرض سے۔ اب تم اپنی اپنی زمین کے خود مالک ہو۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔ ہم جس کلیان مئے نرواں مارگ کی جانب جا رہے ہیں۔ اُس سے مت روکو.... "

یہ سُن کر ان لوگوں نے شکر گزاری ادا کرتے ہوئے دونوں کے قدم چھوئے۔ دل پر پتھر رکھا۔ اور پُرنم آنکھوں سے انہیں الوداع کہی۔ دونو گاؤں سے چل دئے —— بہت دُور تک آگئے۔ اچانک ——
بیلی نے سوچا —— "اگر بھدر کپلانی سی نہایت ہی خوبصورت استری میرے ساتھ ساتھ رہے گی۔ تو دیکھنے والے کیا کہیں گے؟ —— یہ لوگ سنیاسی نہیں۔ جو اب بھی ساتھ ساتھ ہی رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جانے کیا کیا خیالات ہمارے متعلق اُن کے دلوں میں گھر کریں گے۔ گو اس سے ہمارا تو کچھ بگڑنے کا نہیں۔ لیکن ان کے من کے پاپ سے اُن کا نقصان ضرور ہوگا۔" چنانچہ 'بیلی' نے 'بھدر کپلانی' سے اپنے من کی کہہ ڈالی۔ کپلانی نے بھی ان کے وچار کی تائید کی ——

"سوامی! اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ہمارے اکھٹے رہنے سے ہمارے بھائی بہنوں کے اندر پاپ ورتی کا سنچار ہوگا۔" اتنا کہہ کر بھدر کپلانی نے بیلی کی تین بار پرکرما کی اور ڈنڈوت پرنام کر کے پھر بولی —— "سوامی! بے شمار جنموں سے جو ہمارا پوتر سمبندھ رہا ہے۔ وہ بھی آج ٹوٹ گیا۔ آپ بڑے ہیں۔ میرے پوجیہ ہیں۔ اس لئے آپ سیدھے ہاتھ کی سڑک پر چلئے۔ اور میں آپ کی داسی ہوں۔ بائیں ہاتھ کی سڑک پر چلی جاؤں گی۔ اپنے ہردیہ پٹ سے میرا آخری نقش بھی مٹا ڈالنا۔ ہم جس طرح پوترتا سے ایک دوسرے سے ملے تھے۔ اُسی پوترتا اور شدھتا سے جُدا ہو رہے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے —— "

دوسروں کو پاپ وچاروں سے بچانے کے لئے یہ جنم جنمانتر کے پریمی ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ جُدا ہوتے وقت جانے کیوں دونو کی آنکھوں سے چھلک پڑے آنسو —— آنسو جن میں اُن جنم جنمانتر کے اٹوٹ پریم کے نورانی

پوڑ کی جھلک تھی ـــــ تڑپ تھی ـــــ پاکیز گی تھی ۔ اور تھا میٹھا درد ـــــ پیاری پیاری یاد!
وہ چلے گئے ـــــ الگ الگ راستے پر ـــــ قدم بہ قدم ایک دوسرے سے دُور ـــــ دور ـــــ بہت دُور ـــــ ایکدوسرے کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے ۔ اُنکے مہان تیاگ سے کائنات کے اندر تھرتھری پیدا ہوئی ۔ اور پھر سناٹا چھا گیا ۔"

(۳)

ٹھیک اسی وقت ـــــ
اِدھر بھگوان بدھ نے اپنے آسن پر بیٹھے ہوئے ایک تھرتھری محسوس کی ۔ اور آپ نے اس کا کارن دھیان کے ذریعہ جاننا چاہا ـــ آپ کو معلوم ہوا ۔ کہ اس وقت دو نہایت پوتر مہان آتمائیں ایک دوسری سے بچھڑ رہی ہیں ۔ لہذا بھگوان بدھ اپنا کنڈل لے کر خود اُن کا سواگت کرنے کے لئے چل پڑے ۔ آپ راج گرہ اور نالندہ کے بیچ ایک بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے ۔

اتنے میں "پپلی" بھی اِدھر ہی آنکلا ۔ اُنہوں نے دُور ہی سے دیکھ لیا ۔ کہ ایک بڑے تیجسوی مہاتما بڑ کے درخت کے نیچے براجمان ہیں ۔ آپ کے چہرے سے نور کی کرنیں نکل رہی تھیں ۔ انہوں نے سمجھ لیا ۔ کہ یہی مہاتما ان کے گرو ہونگے ۔ پاس پہنچ کر پپلی نے بھگوان بدھ کو پرنام کیا ۔ اور بڑی شردھا سے پرارتھنا کی ـــــ "بھگوان! آپ ہی میرے گورو ہیں ۔ اور میں آپ کا سیوک ہوں ۔ مجھے چرنوں میں جگہ دیجئے ۔"
بھگوان بدھ نے اُنہیں "کشیپ" نام سے بلایا ۔ اور انہیں اُپدیش دیا ۔ پھر بھگوان بدھ اور کشیپ (سابق پپلی) دونو وہاں سے چل دئے ۔ راستے میں بھگوان بدھ نے ٹھہرنا چاہا ۔ تو کشیپ نے اسی وقت اپنا کوٹ اتار کر اس کو تہ کرکے آپ کے بیٹھنے کے لئے بچھا دیا ۔
بھگوان بدھ نے کہا ـــــ "کشیپ تمہارا کوٹ تو بڑا خوبصورت ہے ۔"
کشیپ نے پرارتھنا کی ـــــ "اگر آپ اسے سویکار کریں ۔ تو میں کرتارتھ ہوں گا ۔"
"پھر تم کیا پہنو گے؟" بھگوان بدھ نے دریافت کیا ۔
"اگر مہاراج اپنا کوٹ مجھے پردان کر دیں ۔ تو میرا جنم سپھل ہو جائے گا ۔" کشیپ نے عرض کی ۔
بھگوان بدھ بولے ـــــ "کشیپ! کیا تم اسی پھٹے چیتھڑے کو پہن سکو گے؟ دیکھو ۔ جب میں نے اسے داسی پنا کے مرتک شریر سے اتار کر پہنا تھا ۔ تو سارا برہمانڈ سکتہ میں آگیا تھا ۔ اور اب یہ تتھاگت (بدھ) کے پہنتے پہنتے چیتھڑا ہو گیا ہے ۔ اس کو کوئی کم شکتی والا منش نہیں پہن سکتا ۔ اسے وہی بھکشو پہن سکتا ہے ۔ جس نے کوڑے کرکٹ میں پڑے ہوئے کپڑے نکال کر پہننے کا برت پورا کیا ہے ۔" ان الفاظ کے ساتھ بھگوان بدھ نے ہنستے ہنستے اپنا کوٹ کشیپ کو دے دیا ۔
کشیپ نے ایسے ہی کپڑے پہنے ۔ یوگ سادھن کے دوسرے کٹھن اصولوں کی پابندی کی ۔ اسی طرح کی گھور تپسیا اور یوگ سادھن سے چند ہی دنوں میں "ارہنت پد" کے ساتھ سب سدھیوں (کمالات) کو حاصل کر لیا ۔ اس وقت بدھ نے اُن کو "مہا کشیپ" کہہ کر اُن کا نام لیا ۔ اُن کی بڑی تعریف کی ۔ آفرین کہی ۔ اور سب بھکشوؤں کی موجودگی میں اُنہیں یوگ کرنے والے سب بھکشوؤں کا پردھان مقرر کیا ۔ آپ نے یوگ درشٹی سے دیکھا ۔ کہ آپ کے ششیہ مہاتما "ساری پتر" اور "موگلانا" تو ان سے پہلے ہی نروان حاصل کریں گے ۔ مگر مہاتما مہا کشیپ بہت دنوں تک زندہ رہیں گے ۔ اِس

دئے بھگوان بدھ نے آگیا دی۔ کہ آپ کے نروان کے بعد سب لوگ مہا کشیپ کو ہی بدھ کی جگہ سمجھیں۔ اور ان کا حکم مانیں مہا کشیپ بھگوان بدھ سے اجازت لے کر ہمالیہ کی گپھاؤں میں جا کر گھور تپسیا میں مگن ہو گئے۔ اور اسی وقت باہر نکلے۔ جب انہیں یوگ ورشٹی سے بھگوان بدھ کے نروان حاصل کرنے کا پتا چلا۔ اس کے بعد انہوں نے بھگوان بدھ کی جگہ پرچار کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بہت سا لٹریچر بھی پیدا کیا۔ سوا سو برس کی عمر پا کر نروان پد کو پراپت ہو گئے ؛ اوم شم!

خاص مکتی انک کیلئے

نہیں رہتی ہے جب خواہش کوئی دنیا و عقبےٰ کی،
تو مٹ جاتی ہے بیتابی پریشانِ تمنا کی

میانِ طالب و مطلوب جب پردہ نہیں رہتا
سوائے جلوۂ ذاتی کوئی جلوہ نہیں رہتا

بس اپنی بیخودی میں آدمی مسرور رہتا ہے
دل اُس کا آرزوئے دو جہاں سے دور رہتا ہے

مساوی جانتا ہے رنج اور راحت زمانے کے
اُسے انداز آجاتے ہیں سب کچھ بھول جانے کے

قدم پر اُس کے خم کرتے ہیں سر اپنا جہان دونوں
بجا لاتے ہیں تعظیمیں زمین و آسماں دونوں

کروڑوں دیوا اُسکی دید صبح و شام کرتے ہیں
برہما اور وشنو بھی اُسے پرنام کرتے ہیں

کسی حالت میں بھی اُس کی نشاطِ دل نہیں گھٹتی
اسی کا نام ہے ترُیہ اسی کا نام ہے مکتی

وہی ہے عارفِ کامل وہی آتم گیانی ہے
کہ جس نے اپنی ہستی کی حقیقت خوب جانی ہے

جینیوں کے چوبیس تیر تھنکر مانے جاتے ہیں۔ مہابیر سوامی ان میں سے آخری تیر تھنکر ہیں۔ آپکو وردھمان (ورتمان) یعنی موجودہ زمانے کے تیر تھنکر بھی کہتے ہیں :

آپ ہندوؤں میں ایک بلند پایہ فلاسفر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور جینیوں کے آرادھیہ دیو ہیں۔ قوم کے کشتری تھے اور مشہور اکشواکو خاندان کے فرد تھے۔ رگھوکل کے رتن تھے۔ آپ کا ظہور پارشوناتھ سے اڑھائی سو برس بعد قریباً چھ سو سال قبل مسیح کنڈل پور (صوبہ بہار) میں ہوا تھا۔ آپ کے پتا راجہ تھے۔ ان کا نام تھا سدھارتھ۔ آپ کی ماتا نیک بخت کا نام ترشلا تھا۔ مبارک تھے وہ ماتا پتا جن کے یہاں آپ سا گوہر بے بہا پیدا ہوا تھا۔ آپ اپنے ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تو نہ تھے۔ مگر تاج و تخت کے وارث ہونے کی قابلیت رکھتے تھے۔ لیکن پرماتما کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ نے عیش و آرام پر فقیری کو ترجیح دی۔

آپ کے پیدا ہونے سے جتنی خوشی ماں باپ کو ہوئی تھی۔ وہ بیان سے باہر ہے۔ باپ نے آپ کا نام بڑے چاؤ سے بردھمان رکھا۔ مگر دنیا کی مذہبی تاریخ میں مہابیر سوامی کے نام سے بہت مشہور ہیں۔ آپ بہت خوبصورت تنومند ہاتھی کے الیابل، بیل سے خوبصورت اونچے مضبوط کندھے۔ اعضا سانچے میں ڈھلے ہوئے۔ جسم کیا تھا۔ نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ عالم، فاضل، تیر انداز، خنجر کش، سپاہ گری کے فن میں لاثانی۔ شاہسواری کے ہنر میں یکتائے روزگار تھے۔ اکھاڑے میں کبھی کسی نے آپ کی پیٹھ نہیں لگائی۔ پہلوانوں میں پہلوان۔ مہابیر سوامی ہر طرح مکمل بن کر سنسار میں آئے تھے۔ اور آخر مکمل ہو کر زندگی کے منتہائے مقصود و روحانی بلند ترین معراج یعنی نروان پراپت کر کے امر ہو گئے :

مہابیر سوامی سنسکرت اور پراکرت کے زبردست عالم تھے۔ باپ کی خواہش تھی۔ کہ آپ تخت شاہی پر متمکن ہو کر عنان سلطنت ہاتھ میں لیں۔ کیونکہ آپ ہر طرح سے قابل تھے۔ اور سلطنت کی ترقی آپ کی توجہ کا انتظار کر رہی تھی لیکن مہابیر سوامی کا بچپن ہی سے میلان بیراگ کی طرف تھا۔ سادھوؤں کی سنگت میں آپ کو بہت ہی آنند حاصل ہوتا تھا۔ یوگ اور گیان کی گتھی خوب اُلجھاتے تھے۔ آپ کا یہ شغلہ آپ کی زندگی کا اہم عنصر تھا۔ آپ کے پتا کو خوف لاحق ہوا۔ کہ ان کا یہ عزیز فرزند کہیں بیراگ ہی نہ لے لے۔ انہوں نے آپ کو مایاوی جال میں پھنسانا چاہا۔ موہ مایا کا سب سے پہلا جال یہ تنا گیا۔ کہ آپ کا بیاہ کر دیا گیا۔ بیوی نہایت خوبصورت ملی۔ اس کا نام تھا یشودا۔ آپ نے گرہست بھی کیا۔ آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جو انوجرجا اور پریہ درشنا کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ

گرہست میں کھُبے نہیں۔ اور نا ہی گرہستیوں کی رسوم و رواجات کے چکر میں پڑے۔ اپنی لڑکی کی شادی اپنے ایک قابل شاگرد کے ساتھ کر دی۔ اور اس اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ؛

جب آپ اٹھائیس برس کے ہوئے۔ تو دل سنسار سے یکسر اچاٹ ہو گیا۔ اور آپ نے ویراگ کا مارگ اختیار کر لیا۔ آپ کو بہت سمجھایا گیا۔ راج پاٹ پیش کیا گیا۔ مگر آپ کی لگن اُس مہان آتما جگت پتا سے لگ چکی تھی۔ جس کے سامنے سنسار کے سب قیمتی پدارتھ اور موہ مایا ہیچ ہیں۔ گھر والے دُکھی ہو گئے۔ بیوی نے دامن پکڑ کر روکنا چاہا۔ ماں روئی باپ رویا۔ بھائی بہن نے محبت کے آنسو بہائے۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سُنی۔ آپ کے دل میں ایک شور تھا۔ ایک غلغلہ تھا۔ آتما کی آواز کا — بھگوان کی محبت کے نالے کا۔ بقول ؎

ہُوا عشق خدا کا خیال مجھے!　　تو نہ دل میں کسی کا خیال رہا
نہیں عیش و خوشی کی مجھے پرواہ　　نہیں نام کو فکر ملال رہا

آپ گھر سے چلے گئے۔ سنیاس لے لیا۔ سنسان جگہ میں بیٹھ گئے۔ دو برس تک اتنی سخت ریاضت کی۔ کہ سُن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ کھانا، پینا، سونا حرام ہو گیا۔ بہت دنوں تک کچھ نہ کھایا۔ ناک کی نوک پر نظر جما کر یوگ میں مگن رہے۔ چپ چاپ نہ کسی سے بولے نہ چالے۔ بارش کا موسلا دھار پانی برس گیا۔ سورج نے آپ پر آگ برسائی۔ اوس، سردی اور ژالہ باری نے آپ کا کڑا امتحان لیا۔ لیکن آپ ذرہ بھر نہیں ڈگمگائے۔ آخر تپ کا نتیجہ برآمد ہُوا۔ ایک یکش نے ظاہر ہو کر درخواست کی — "مہاپربھو! آپ کا تپ پورا ہوا۔ اب آپ دیش کو پدھاریئے۔ اور دھرم مریادا قائم کیجئے۔

کچھ دنوں بعد آپ راج گرھ لوٹے۔ دھرم کا پرچار شروع کر دیا۔ آپ کی باتیں ہر دل میں گھر کرنے لگیں۔ آپ پرچار کرتے ہوئے شراوستی اور ویشالی نگری میں آئے۔ وہاں امرت ورشا کی۔ ہزاروں آدمیوں کو حقیقت کا راستہ بتایا۔ پھر کشانتی شہر میں وارد ہوئے۔ یہاں شتانیک راجہ حکمران تھا۔ اسکو دھرم کی پیاس تھی۔ وہ آپ کی صحبت میں آیا۔ اور نہال ہو گیا۔ وہ آپکا چیلا بن گیا۔ انکے ساتھ ہزاروں آدمی آپکے پیرو بن گئے۔ آپ کا دھرم سیلاب کی طرح پھیلنے لگا۔ آپ زیادہ عرصہ تپسیا میں خرچ کرتے تھے۔ اور تھوڑا عرصہ دھرم اپدیش میں ؛

مہابیر سوامی کے سدھانت بھی اپنا خاص فلسفہ رکھتے ہیں۔ آپکا خیال ہے۔ کہ اندریوں کے کمزور ہونے سے گیان کا ناش نہیں ہوتا۔ کرم کی ستّا ضرور ماننے کے قابل ہے۔ پاپ پنیہ کرم کے آدھار پر رہتے ہیں۔ جیو کی فردیت لازمی ہے۔ اگر یہ نہ ہو۔ تو پاپ پنیہ کا پھل کون بھوگے۔ پرلوک کا اصول صحیح ہے۔ پرم دھرم صرف اہنسا ہے۔ انسان تپ کرے۔ مگر تپ ایسا ہو۔ کہ زیادہ کلیش نہ ہونے پائے۔ شریر سے زیادہ کام کرنا چاہیئے۔ مگر اسطرح سادھن کیا جائے۔ کہ شریر قابو میں رہے۔ وہ بے قابو نہ ہونے پائے۔ جھوٹ بولنا مہا پاپ ہے۔ سچ بولنا پُنیہ ہے۔ مکار، چغلخور، چور، بےرحم موکش کے ادھیکاری نہیں ہیں۔ یہی مایا جال ہیں۔ اور ان کے جال سے بچنے کی کوشش میں لگا رہنا چاہیئے۔

مہابیر سوامی نے تیس برس سنسار کا سُکھ بھوگا۔ بارہ برس تپسیا کی۔ تیس برس تک دھرم اُپدیش دیا۔ آپ کی عمر بہتّر برس تھی جب آپ نے نروان حاصل کیا۔ آپ کو نروان پد پائے لگ بھگ اڑھائی ہزار برس سے کچھ کم سمہ ہو چلا ہے۔ مگر آپ کا نام آج تک زندہ ہے۔ اور آپ کی امر کیرتی کیش کا جھنڈا آج تک لہرا رہا ہے۔ اوم شم!

"دل میں اہلِ دل کے قایم ہے نشیمن ویر کا"

(شر یمان بابو دگمبرداس جین مختار و سیکرٹری جین پریم وردھنی سبھا سہارنپور)

فی الحقیقت وید کے قابل ہے تن من ویر کا
دلربا ہے جسم اور من ہے مرزین ویر کا

دل میں اہلِ دل کے قایم ہے نشیمن ویر کا
تا ابد تازہ رہے گا پاک گلشن ویر کا

پھر رکاوٹ کوئی دنیا میں نہیں اُس کیلئے
آگیا ہے جس کسی کے ہاتھ دامن ویر کا

اُس کے دل سے ویر کی اُلفت نکل سکتی نہیں
اِک نظر بھی ہو گیا ہے جسکو درشن ویر کا

اُسکے دل میں جلوہ گر ہے نورِ عرفاں کی جھلک
ہر بُرائی سے رہیگا پاک دامن ویر کا

پاکبازوں پر کسی صورت نہیں آتا زوال!
نجمِ قسمت ہر گھڑی ہے جلوہ افگن ویر کا

کسطرح اسکی دگمبر کر سکے حمد و ثنا
ہے ستائش گر زمانہ پاک باطن ویر کا

زردشت

از جناب لالہ مالک رام صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی
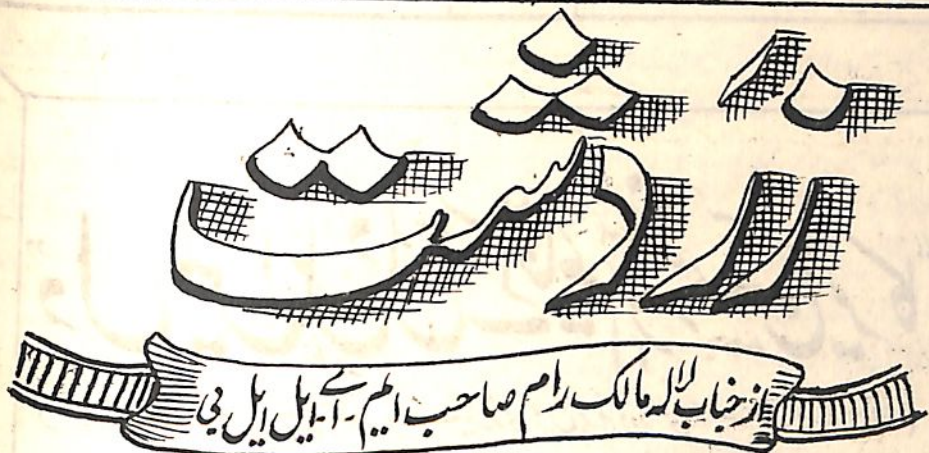
زردشت کی سوانح حیات پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ ابھی تک یہ فیصلہ بھی نہیں ہو سکا۔ کہ ان کا زمانہ کون سا ہے محققین پانچ سو برس قبل مسیح سے لے کر چودہ سو برس قبل مسیح تک مختلف اوقات بتاتے ہیں۔ مگر درست یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ پانچ چھ سو برس قبل مسیح ہوئے۔ اور ان کا زمانہ وہی ہے۔ جو مہاتما بدھ اور حضرت لاؤزو کا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ ایران میں پیشدادیوں کی حکومت کا چراغ گُل ہو چکا تھا۔ اور کیانیوں کی شمع جلوہ افروز انجمن تھی۔ مگر ملک میں ہر طرف ظلم و جور کا دور دورہ تھا۔ اور رعایا پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا تھا۔

حضرت زردشت شاہی خاندان میں ہی جناب پوراسپ کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ زردشت کے معنی ہیں خشمگیں (زرد۔ دلاور خشمگیں اور شت شتر) اس زمانہ میں ایسے ناموں کا رواج تھا۔

حضرت زردشت شروع سے ہی عبادت گزار اور عزلت گزین تھے۔ آپ اپنی جائے پیدائش رے (فارس) کے قریب پہاڑ پر جا کر یاد الٰہی میں مصروف رہا کرتے۔ تیس برس کی عمر میں آپ نے دعوئے نبوت کیا۔ اس پر سخت مخالفت شروع ہوئی۔ یہ ہراسپ و گشتاسپ کا زمانہ تھا۔ کئی ایک معجزات دیکھنے کے بعد آخر گشتاسپ ایمان لایا۔ اس وقت سے اس مذہب کو ترقی ہوئی۔ اور لوگ جوق در جوق آپ کے پیرووں میں شامل ہونے لگے۔ ورنہ پہلے تیرہ برس تک صرف ایک ان کا چچیرا بھائی ان پر ایمان لایا تھا۔ کاہنوں اور ساحروں سے مقابلے ہوئے۔ اور حضرت زردشت نے تائید الٰہی اور اپنے معجزات سے ان کا زور توڑا۔ آپ نے تبلیغ کے لئے باختر اور سیستان کا بھی سفر کیا۔ اگرچہ وہاں کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ آپ کے شاگردوں میں دو خاص طور پر مشہور ہیں۔ فراشوشتر اور جاماسپ۔ رشتہ میں فراشوشتر اور جاماشپ بالترتیب آپ کے سسر اور داماد تھے۔ آپ نے اپنی عمر میں تین شادیاں کیں۔ ۷۷ برس کی عمر میں جاماشپ کے سپہ سالار نے جو آپ کا سخت مخالف تھا۔ آپ کو عبادت (سمادھی) کی حالت میں قتل کر دیا۔

حضرت زردشت کے نزدیک خدائے واحد سب سے اول موجود تھا۔ وہ اسے اہورمزد کا نام دیتے ہیں۔ وہی سب اشیا کا خالق ہے۔ اور اسی کی چشم دوربین اس دنیا کا انتظام کر رہی ہے۔ وہ یہ سب کام اپنے ملائکہ کے ذریعے سر انجام دیتا ہے۔ جن کی تعداد سات ہے۔ یہ خیال کہ زردشت کے مذہب میں نیکی اور بدی کے دو خدا ہیں۔ غلط ہے البتہ نیکی اور بدی پر آمادہ کرنے والی دو طاقتوں کا ضرور بیان ہے۔ ان کے نام یزدان اور اہرمن ہیں۔ اور دنیا کی ساری تاریخ ایک طرح سے یزدان و اہرمن کے جنگ کا بیان ہے۔ یہ دونو طاقتیں انسان کو اپنے قبضۂ اقتدار میں کرنے کی

کوشش کرتی ہیں - انسان اپنے افعال میں مختار ہے - وہ جو چاہے کرے - مگر اعمال کے لئے وہ خداوند کے سامنے ذمہ وار ہے - اہرمن اپنی پوری قوت سے انسان کو یزداں پرستی سے منحرف کرنا چاہتا ہے - لیکن اس کی طاقت کم کرنے کے ذرائع پر عمل کیا جائے - تو اس کی شکست یقینی ہے - اعلان حق، راست گفتاری، کرداری اور جسم و روح کو پاکیزہ رکھنے سے طاغوتی قوتیں کمزور ہوتی ہیں - اور قوا رحق بلند ہوتی ہیں - یہی راستہ نجات ہے -

انسانی زندگی کے دو حصے ہیں - اس دنیا میں اور عاقبت میں - آخرت کی حیات کا فیصلہ اس دنیاوی زندگی کے اعمال پر منحصر ہے - بدی کو خدا بھی نظر انداز نہیں کر سکتا - توبہ سے گناہ معاف نہیں ہو سکتے - ہاں یہ ہو سکتا ہے - کہ اعمال حسنہ اور سیئہ کے یکساں ہونے پر ایک معلق حالت میں چھوڑ دیا جائے - جہاں وہ یوم حشر تک رہے گا - اور اس دن فیصلہ ہوگا - کہ اسے جنت و دوزخ میں سے کہاں بھیجا جائے - ورنہ یوں جس طرح کے اعمال ہوں گے - اسی کے مطابق موت پر فیصلہ ہو جاتا ہے - اس قانون کو نہ قربانیاں بدل سکتی ہیں - اور نہ رحمت الٰہی - انسان کا فرض ہے - کہ وہ خدا کے احکام کی پابندی کرے - شیطان (اہرمن) کی ترغیب میں نہ آئے - اہورمزد کی عبادت کرے - جسم و روح کو پاک رکھے - اور گائے کی حفاظت کرے - اس کے نتیجہ میں جنت ملنا یقینی ہے - جنت میں قرب خداوندی (سامیپیہ یا سالوک مکتی) نور اور مسرت ہے ❊ اوم شم!

نغمۂ وحدت

ہر جادۂ نظر میں نزدیک دور تو ہے
آوارۂ تمنا دنیائے جستجو ہے!

ذرہ کر خیال میں بھی دور از نگاہ تو ہے
تو جلوہ گر ہے جس میں وہ بزم آرزو ہے

آنکھوں میں تیرا جلوہ دل میں تیرا تصور
رونق فزائے بزم خواب خیال تو ہے

پہلو میں ڈھونڈتی ہیں ہر دم تجھے نگاہیں!
حسرت بھری نظر کو جلوے کی جستجو ہے

میں دیکھتا ہوں تجھ کو تیری تجلیوں سے
میری نگاہ تو ہے میرا خیال تو ہے

کثرت میں دیکھتی ہے وحدت کی آنکھ تجھ کو
ہے سب خدائی تیری لیکن نظر میں تو ہے

خاموشیاں ہیں تیری اک راز دلبری کا
ہر اک ادا میں پنہاں انداز گفتگو ہے

"وحدت نواز"

دسمبر کی ۲۵ تاریخ ہر سال اُس پیغمبر کی ولادت کی یاد تازہ کرتی ہے جو کہ دُنیا میں امن اور محبت کا دلیوتا تھا اور جس کی وساطت سے ہر سال اس موسم میں کئی قسم کے نقش و نگار کا اضافہ ہوتا ہے اور جو ان تمام آرائشوں میں چھُپ کر اپنی عظمت کا اظہار کرتا ہے۔ آج اُس کے قدموں میں ہم بھی اپنا خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دو ہزار سال تک اس ساکن و جامد دُنیا میں اُس نے اپنی روشنی بخش کر تمام راہ گُم کردہ اور بھُولے بھٹکے مُسافروں کو راستہ دِکھلایا ہے۔ آؤ آج اُس کی یاد میں زندگی کے چند لمحے مُبارک کرلیں۔

خوشنما دُنیا میں وہ حاجت روا مینا ہیں
روشنی سے جن کی ملاحوں کے بیڑے پار ہیں

(۱)

مُمکن ہے کہ خداوند یسوع مسیح کو اُس کے ہمعصر یہودی ایک جادوگر تصوّر کرتے ہوں۔ تالمُود کے مطابق شعبدہ باز مانا جاتا ہو یا کئی فلاسفروں کے مطابق اُسے انسانوں میں بہترین انسان کا درجہ دیا جاتا ہو لیکن سوامی ویویکا نند کے قول کے مطابق خداوند یسوع مسیح کو اگر ماننا ہے اور اگر اُس کی پرستش کرنا ہے تو اُن کے الفاظ میں ہمارے لئے بطور ہندو کے ایک ہی راستہ کھُلا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند مسیح کو خدا کا درجہ دیکر مانیں۔ اگر ہم اس کو عام انسان کا درجہ دے کر اور انسانوں میں افضل اور اعلیٰ شمار کر کے قابلِ عزت و احترام سمجھیں تو یہ ہماری غلطی ہے کیونکہ یہ ہماری مُتبرک کُتب میں آتا ہے کہ ربانی نور کے گہوارے میں پلے ہوئے یہ شیر خوار بچے جو خود اُسی یزدانی نور کے مظہر ہیں اگر ہم اُن کی پرستش کریں تو وہ ہم میں سے ایک ہوجاتے ہیں اور ہم اُن میں سے ایک۔ خداوند مسیح کے اقوال کا مطلب بھی یہی ہے جبکہ وُہ ارشاد کرتے ہیں کہ "جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وُہ مجھے نہیں بلکہ اُسے جس نے مجھے بھیجا ہے قبول کرتا ہے" یا "مَیں اور میرا باپ ایک ہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسیحی صوفیائے کرام نے اپنی زندگی کا نصب العین ہی یہی رکھا ہے۔ کہ تمہاری زندگی ہمارے لئے دلیل راہ ہے"
یسوع عبرانی زبان کا ایک لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے "دُنیا کو گناہوں سے نجات دلانے والا" مسیح ایک درجہ ہے جو بادشاہ اور پیغمبر کو عطا کیا جاتا ہے۔ خداوند مسیح کی زندگی کا زیادہ حصّہ گوشۂ تنہائی میں ہی گذرا ہے۔ اور پبلک زندگی کے مختصر سے عرصہ نے اُس کی ذات، اُس کی زندگی اور اُس کی تعلیم میں خدا کا ظہور دِکھلایا ہے۔ ہماری زیادہ سے زیادہ کوششیں اور کاوشیں خدا کے جلووں کا ادھورا اندازہ بھی لگانے سے قاصر ہیں جو کہ اِن خدائی انسانوں کی زندگیاں ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں اور اسی مسیحی صوفیوں کے ساتھ ہی ہمیں بھی کہنا پڑتا ہے کہ اِن لوگوں کی... زندگیاں ہمارے لئے بھی شمعِ ہدایت اور دلیلِ راہ ہیں۔

(۲)

خداوند مسیح کی ولادت ایک خدائی معجزہ تصوّر کیا جاتا ہے لیکن اس کی طفلی اور جوانی کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے۔ انجیل سے ہمیں محض یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے کہے پر چلتا رہا اور ساتھ ہی ساتھ عقل و فراست، قد و قامت اور خدا اور انسان کی نگاہوں میں بڑھتا رہا۔ یہ ضروری ہے کہ اُس نے اپنے باپ کی تجارت کو فروغ دیا ہوگا تاکہ وہ اپنی ماں اور بھائیوں کی پرورش کر سکے۔ اگرچہ اُس کو درسی تعلیم زیادہ نہ دی گئی تھی لیکن یہ ظاہر ہے کہ وہ لکھ پڑھ سکتا تھا اور پیغمبروں کی مقدس کتابوں اور زبور سے خوب واقف تھا۔ اُس کے اقوال سے یہ صاف ٹپکتا ہے کہ اُسے قدرت کا کیسا عمیق مطالعہ تھا، ہر درجے کے انسان کے رسم و رواج سے گہری واقفیت تھی، اور سوچ بچار اور ہوشمندی اُسے قدرت کی طرف سے باافراط بخشی گئی تھی۔ اُس بچے" کی آئیندہ کی عظمت لوقائی انجیل کے ایک چھوٹے سے واقع سے کس قدر ظاہر ہے کہ وہ بچہ" علماء کے ساتھ بیٹھ کر سوالات پوچھ رہا ہے اور ہمہ تن گوش ہو کر اُن کے جوابات سُن رہا ہے۔ اُس کے والدین جب اُسے ڈھونڈتے ہوئے وہاں آنکلتے ہیں تو یسوع کے وہ جوابات بھی کس قدر حیرت خیز ہیں جو اُس کی عمر کے بچوں سے امّید نہیں کئے جا سکتے۔ سنِ بلوغت کو پہنچ کر یسوع اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوتا اور یوحنّا سے بپتسمہ لیتا ہے جو کہ توبہ اور پشیمانی کی تعلیم دے رہا ہے۔ خداوند مسیح کا اُس کے حلقے میں شامل ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ اگرچہ معصوم اور بے گناہ تھا لیکن وہ اُس کے حلقۂ تلمذ میں اس لئے شامل ہوا کہ وہ کسی قانون کو توڑنے کی غرض سے دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ قانون کی تکمیل کے لئے آیا ہے۔ مسیح براہِ راست خدا کے پیغام کا حامل تھا اور پرانے مذاہب کے پس منظر پر اُس کی نئی تعلیم بہت اچھی طرح سے کھلی۔ انسان کی روحانی ارتقا کی تاریخ میں اسی چیز کا تجربہ کئی دفعہ کیا گیا اور بھگوان کرشن، بھگوان بدھ اور بھگوان شنکر آچاریہ اسی زمرے میں سے تھے۔

بپتسمہ کی رسم نے مسیح کی زندگی میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ اُس کے سامنے بلند ترین معیار رکھا گیا تاکہ اُس معیار سے لغزش کی گنجائش کو کبھی بھی روا نہ رکھا جائے۔ روحانی زندگی کے اس نئے باب نے اُسکو ایکانت سے لطف اندوز کیا۔ اور اُس نے یزدانی اور جاودانی روشنی سے پہلے روح کی تاریک رات کا بھی مشاہدہ کیا۔ جسمانی ٹھکاوٹ روحانی تکبّر" اور ہوا و ہوس اُس کے دل پر کچھ اثر نہ کر سکتے تھے اور وہ ان تمام کے درمیان سے ایک فاتح کی حیثیت میں نمودار ہوا جہاں ربّانی کرم اُسکا شریکِ حال تھا۔ پھر مسیح کو اُس کے بارہ شاگرد آ کر ملے۔ اُس نے اپنے تبلیغی دوروں میں کئی معجزے دکھلائے اور کئی تشنگانِ آبِ حیات کو روحانیت بخشی۔ اُس نے معجزوں کا آغاز ایک ضیافت میں پانی کو شراب میں تبدیل کرنے سے کیا۔ پھر یروشلم کے مبارک مندر کو یہودیوں کے میلے کے دِن ایک قدیم پیشگوئی کے مطابق ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کیا جس سے ممکن تھا کہ یہودیوں کے بچاری طیش میں آجائیں اسلئے وہ یروشلم سے اپنے شاگردوں کو بپتسمہ کی قدرت اور اجازت بخش کر یہودیہ چلا گیا۔ یوحنّا کی اسیری کے بعد مسیح گلیل گیا۔ جہاں سے پھر کبھی اپنے آبائی وطن میں واپس نہ لوٹا۔ اب اُس کی تعلیمات کا پرچار معبدوں میں کھلم کھلا ہونے لگا۔ اور وہ محض اپنا ہاتھ رکھنے سے کئی لاعلاج مریضوں کو شفا بخشنے لگا۔ جہاں جاتا وہ لوگوں کو شفا بخشتا اور اُن کو اپنی اس قدرت کو صیغۂ راز میں رکھنے کی تلقین کرتا لیکن شفایاب لوگ مارے خوشی کے اُسے مخفی نہ رکھ سکتے اور اُس کی جسمانی و روحانی عوارض کی شفا بخشی کا شہرہ فوراً ہی سیریا کی حدود تک پھیل گیا۔

(۳)

مشہور Sermon on the Mount. (پہاڑی وعظ) سے پیشتر اُس نے بارہ شاگردوں کا انتخاب کیا۔
وہ تمام کے تمام گلیل کے رہنے والے تھے۔ ماسوائے (یہودہ) کے جس نے اپنے آقا کے ساتھ محض تین روپے کی رشوت
لیکر بیوفائی کی اُن تمام کو خداوند مسیح نے رسولوں کا درجہ دیا۔ جس طرح ارجن کے دل کا غم بھگوت گیتا کا محرک تھا اور آج وہ بھگوت
گیتا تمام دُنیا کو ڈھارس دینے والا سبق ہے اور جلے دلوں کے لئے باعث اطمینان و امتنان ہے۔ اسی طرح
Sermon on the Mount. (پہاڑی وعظ) محض اُن شاگردوں کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ تمام دُنیا کو امن و آشتی کی تعلیم
دینے والا ہے۔ اُس کا اختصار، ہمہ گیری، وثوق، نفوذ، عظمت اور ربانی بلند خیالی نے محض سُننے والوں کو تسخیر ہی نہیں کیا بلکہ
انہیں بقائے دوام بھی بخشی۔ خداوند مسیح نے وہ زمانہ افلاس، جفاکشی، سادگی اور دیہات میں گھومنے میں گذارا جہاں وہ
سنیاسیوں کی طرح خدا اور انسان کی عظمت کا پرچار کرتا رہا اور اپنے رحم کے کارناموں سے لوگوں کے دلوں پر شانِ ربانی
کے سکے بٹھاتا رہا۔ اُس کے ہمعصر یہودی تو ایمان اسی کو سمجھتے تھے کہ معبدوں میں رسوم کو مکمل طور پر پورا کیا جائے ورنہ
زندگی میں صالح افعال کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یسوع نے اُن کے اس ایمان کی ذہنیت کو بدلنے پر زور دیا اور
اپنے اخلاقی اور روحانی چلن سے نیز اپنی ذاتی عظمت سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا۔ اِس سے اُن کی زندگی میں ایک نئے
باب کا اضافہ ہُوا اور وہ یہودیوں کی طرف سے مخالفت اور نفرت کا باب تھا۔ جس کے لئے اُس کے بھائی اور ماں اُسے منع
کرنے بھی گئے لیکن وہ اپنے سچائی کے اصولوں پر ایک چٹان کی مانند مضبوط رہا۔ اور اپنے مشن میں اُسی طرح سرگرمی سے کام
کرتا رہا جس طرح وہ پہلے کرتا تھا۔ اُس نے اپنے پروگرام میں دہر کے روندے ہوئے، دُنیا کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کی بہتری
اور بہبودی کو بھی رکھا۔ وہ اُن کے ساتھ مِل کر اُنہیں اچھا کرتا اور نیک زندگی کی طرف مائل کرتا۔ کئی لوگ اُس پر یہ اعتراض
کرتے کہ یسوع سوسائٹی کی حقارت کے معتوب لوگوں کے ساتھ کیوں شامل ہوتا ہے۔ جس کا وہ یہ جواب دیتا کہ تندرست
آدمیوں کو حکیم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ البتہ بیماروں کو اس کی اشد ضرورت ہے۔ مَیں نیک آدمیوں کو توبہ کی ہدائیت کرنے
کے لئے نہیں آیا ہُوں بلکہ گناہگاروں کو گناہوں سے بچانے کے لئے۔ مسیح رحم کو قربانی پر ترجیح دیتا۔

(۴)

ہمارے ہندو عقیدوں کے مطابق پیغمبروں کا ظہور بھی اُسی وقت ہوتا ہے جب کہ دھرم اور مذہب اپنی روائیتی شان
سے ڈگمگا جاتا ہے اور لوگ لامذہبیت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ گیتا میں بھی بھگوان کرشن کا ارشاد ہے:-

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत ।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदाऽत्मानं सृजाम्यहम् ॥
परित्राणाय साधूनां विनाशाय च दुष्कृताम् ।
धर्म संस्थापनार्थाय सम्भवामि युगे युगे ॥

جس علامہ فیضی نے یوں ترجمہ کیا ہے ؎

چو بنیادِ دیں سست گردد بسے - نمایم خود را بہ شکلِ کسے

اور جس وقت خداوند یسوع مسیح کا ظہور ہُوا۔ اُس وقت بحیرہ رُوم کے تمام ممالک میں کِس قدر پستی چھائی ہوئی تھی۔ سلطنت
روم کی رعایا جن میں اہلِ یہود بھی شامل تھے بداخلاقی اور وہم و گمان کا شکار ہو رہے تھے اور مذہب یہود خود رسوم و رواج

کی پابندی اور عیاری اور مکاری کے دام فریب میں گرفتار ہو چکا تھا۔ مذہب اور سلطنت کی ناگفتہ بہ حالت اس کی دلیل تھی کہ شاید کوئی مسیح اس وقت پیدا ہو کر اُن کی نجات کا باعث ہو لیکن یہودی یہ لو لگائے بیٹھے تھے کہ کوئی جابر بادشاہ اس وقت برسر اقتدار ہو کر دشمنوں کی سرکشی فرو کر دے گا اور لوگوں کو روپے پیسے سے مالا مال کر دے گا۔ اسی لئے وہ روپے پیسے کے بھکاری اس روحانیت کے بادشاہ خداوند یسوع مسیح کی عظمت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ اور چونکہ وہ پرانے قانون کی لکیر کے فقیر تھے اسی لئے مسیح کی جسمانی اور روحانی شفابخشی کی قدرت کو وہ شعبدہ بازی سے تعبیر کرنے لگے۔ اُن کی پیہم مخالفت کی وجہ سے مسیح کو جلدی ہی یروشلم چھوڑنا پڑا، فریسی جاسوس ہمیشہ مسیح کے تعاقب میں رہتے تاکہ موقع پا کر اس کو اپنی گرفت میں لے سکیں۔ مسیح اپنی آنیوالی موت سے باخبر ہو کر گلیل میں آوارد ہوا۔ یوحنا کی بیرحم موت اُس کی آنکھوں میں تاریک اور خوفناک مناظر پیش کرتی اور اس دوران میں اکثر اوقات اُسے پہاڑیوں وغیرہ کے دامن میں چھپ کر دعا میں مشغول رہنا پڑتا تاکہ ایکانت میں اپنی روح کے ساتھ کچھ لمحے گذار سکیں۔ اُس کے دشمنوں کا غم و غصہ بہت بڑھ جاتا جب وہ دیکھتے کہ مسیح خدا کے باپ ہونے اور بنی نوع آدم کا آپس میں بھائی بھائی ہونے کے دعووں کی تعلیم دے رہا ہے کیونکہ مروجہ مذہب کے مطابق ہر ایک فرقے کو اپنے اپنے خاندانی دیوتا پر ایمان لانا واجب تھا اور وہ خداوند مسیح کے معجزوں کو شیطان کی طاقت سے منسوب کرنے لگے جس کا جواب مسیح نے انہیں موزوں طریقے سے دیا۔ ایک فریسی کے گھر میں جب مسیح نے اُن کے پجاریوں کی مکاریوں کو بے نقاب کیا تو اُن کے غصے کی آگ مشتعل ہو گئی۔ اور مسیح گلیل سے مزاں بعد چلتا بنا۔

(۵)

اب مسیح ہندو سنیاسیوں کی طرح دن بھر تو شہروں میں تبلیغ و اشاعت کرتا اور شام کو شہر سے باہر جا کر آرام کرتا۔ ان ایام میں اُس نے شاگردوں کو ایثار۔ عاجزی۔ انکساری، سادگی، اطمینان اور خدمتِ خلق کی تربیت دینی شروع کی۔ ایک موقع پر ایک تقریب کے سلسلہ میں شاگردوں کے غرور کو فرو کرنے کے لئے اُس نے سب کے پاؤں دھوئے۔ اس واقعہ سے بھگوان کرشن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ جب اُنہوں نے بھی یدھشٹر کے راجسویہ یگیہ میں مہمانوں کے پاؤں دھونے کی خدمت اپنے ذمہ لی تھی۔ شب کی تاریکی میں پہاڑ کے دامن میں اُس نے اپنے شاگردوں میں سے پطرس، یوحنا اور یعقوب سے کہا تھا کہ میرا دل اُداس ہے اور اُس میں موت کی اُداسی چھائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ تھوڑی دُور جانے پر وہ زمین پر دعا کرنے کی غرض سے گر گیا اور پھر اُس نے دیکھا کہ اُس کے تمام شاگرد سو رہے ہیں۔ پھر ایک ہجوم مشعلیں روشن کئے ہاتھوں میں تلواریں اور لاٹھیاں لئے وہاں آوارد ہوا۔ وہاں اُس کے شاگرد یہودہ نے ایک بوسہ دے کر اُس سے بیوفائی کی۔ مسیح گرفتار کر لیا گیا اور آدھی رات کے وقت ایک بیقاعدہ عدالت لگا کر اُسے موت کی سزا دی گئی۔ اُس نے اپنے قاتلوں کے لئے دعا مانگی اور اپنی روح باپ کے حوالے کر دی۔ لکھا ہے کہ اس اندھیر گردی اور ناانصافی کی وجہ سے اس وقت دُنیا میں زلزلے اور بھونچال آئے اور قدرت نے خدا کے اس بیٹے کے شہید ہونے پر ماتم کیا۔ اس واقع کے تیسرے دن یسوع کشتوں کے پشتوں میں سے اُٹھا اور چالیس دن تک اپنے پیاروں کو دیدار دیتا رہا۔ جو ان پیاروں کے لئے زبردست طاقت اور یکجہتی کا پیغام تھا۔

(۶)

زندگی کے اس مختصر سے خاکے میں مسیح کی عظمت ایک خاص طور پر نمایاں ہے۔ شریمد بھگوت میں جو کچھ بھگوان کرشن

کے متعلق لکھا ہے بالکل وہی خداوند مسیح کے بارے میں ٹھیک بیٹھتا ہے اگرچہ وُہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگیا ہے
لیکن ہماری رُوحوں کو وجد میں لانے والا جذبہ وہ ہمارے لئے چھوڑ گیا ہے، روحانی افعال اور حکیمانہ اقوال کا بیش بہا
خزانہ جو اُس کی طرف سے ہمیں ورثے میں ملا ہے آئیندہ کی نسلوں کو تاریکی کے قعر میں سے نکلنے میں ممد و معاون ہو
سکے گا اور اس کا نام سطح زمین پر روشن کریں گے۔ مسیح انسانی مراعات کو نگاہ میں نہ لاتا تھا بلکہ ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ
رکھتا تھا لیکن وہ ایک لامحدود اور لاتناہی خزانہ روحانیت ہے اُس کی تعلیم کا راز خدا پر کامل یقین اور توکل میں مضمر تھا
دُعا اور فاقے جسم اور جان کو ضبط اور قابو میں رکھنے کے ڈھنگ تھے۔ خدائیت کے ٹھیکہ دار فریسیوں سے وُہ گریز کرتا
تھا۔ کیونکہ وہ کہتا تھا کہ یہ لوگ لمبی لمبی قباؤں میں چلنے کے خواہشمند، مجلسوں میں صفِ اوّل کے خواہاں، ضیافتوں
میں مدعو کئے جانے پر مُصر، بیواؤں اور یتیموں کے جان و مال پر نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی طویل دعائیں مصنوعی اور
بے تاثیر ہوتی ہیں۔ اِن سے پرہیز لازم ہے۔ وہاں عام انسانوں کی پوشاک پہن کر گھومتا تھا اور وہی کھاتا تھا جو عام لوگ
کھاتے تھے کیونکہ وُہ اپنے اِس اصُول سے آگاہ تھا کہ یہ مت دیکھو کہ کسی کے اندر کیا جاتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ وُہ باہر کیا نکالتا
ہے یعنی وُہ کیسی حکمت کی باتیں نکال کر لوگوں کے سامنے رکھتا ہے۔ وہ اس بات کی تلقین کرتا تھا کہ تمام مستند قوانین تمام
پیغمبروں اور اولیا کا احترام ہر ایک کے لئے لازم ہے۔ وہ مذہب کی علمی مباحث میں پھنس کر رہ جانے والا نہیں تھا بلکہ
عملی طور پر اخلاقی اور رُوحانی زندگی کا قائل تھا اور اس بات کی منادی کرتا تھا کہ انسان کو خدمت کرانے کے لئے نہیں بلکہ کرنے
کے لئے آنا چاہیئے جس کو گیتا میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ جو سب سے پیش پیش رہنا چاہیں اُنہیں ہر ایک کی خدمت لازم ہے
دراصل روحانی حالت کو پانے کے لئے ہر ایک کو ضبط اور شریعت کی بھٹی میں سے نکلنا پڑتا ہے۔ تیاگ اس پیغام کا لبِ لباب
ہے۔ ایک نوجوان سے وہ خطاب کرتا ہے کہ جاؤ اپنا سب کچھ بیچ دو اور روپیہ پیسہ غریبوں میں تقسیم کر دو۔ تمہیں آسمان میں خزانہ
ملے گا۔ صلیب لے کر میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ محبت اُس کے دین کی بنیاد ہے۔ ایک ہمسائے سے ایسی محبت کرو جیسی تُم اپنے آپ
سے کرتے ہو یہ اُس کے ایسے اقوال ہیں جو نہایت لطیف اور شگفتہ معانی کے متحمل ہیں۔

(۷)

اگر بنظرِ تحقیق دیکھا جائے تو خداوند مسیح نے قبل از پیدائش، بوقت پیدائش، زندگی کے دوران میں، موت کے وقت
اور موت کے بعد ایسے حقائق بسریہ کا انکشاف کیا جو اُس کی پیغمبری پر دلالت کرتی ہیں، اُس کی پیدائش، زندگی اور
موت عام لوگوں کی سی ہی تھیں اور عام لوگوں سے الگ بھی۔ یعنی وہ دُنیا کے لوگوں کا ساتھی تھا اور اُن سے کچھ اُوپر بھی۔ جس طرح
پیغمبر خدا اور انسان کے درمیان ایک زینہ ہوتے ہیں اسی طرح مسیح انسان بھی تھا اور خدا بھی۔ بطور مشرقی کے مجھے اُس کے خدا
ماننے میں ذرا بھی تامل نہیں اور بطور مغربی میں اُسے انسانی تکمیل کی آخری حد کہوں گا۔ اُس کی بشارت کا مقصد ہمیشہ اپنی
طرزِ زندگی سے سبق دینا تھا نہ کہ سبق سے زندگی بنانا۔ اِس لئے اپنی ساری زندگی میں اُس نے ایک ہی دفعہ اہلِ عالم کو سبق کے
لغوی معنوں میں سبق دیا اور وُہ "سرمن آون دی مونٹ" (پہاڑی وعظ) ہے۔ ماسوائے اس کے اُس نے
سوائے اپنی زندگی کے واقعات کے کبھی کسی کو اُستادوں کی طرح بیٹھ کر سبق نہیں دیا۔ مسیح کا پیغام امیروں، دولتمندوں، غریبوں کا
خون چوسنے والوں کے لئے دل ہلا دینے والا ہے اور غریبوں، مسکینوں، اپاہجوں، لنگڑوں، لُولوں اور کوڑھیوں کے دلوں کو ڈھارس
بندھانے والا۔ وُہ جانتا ہے کہ ے

نصیب اچھے" یہ میں نے جانا۔ بُرا بھی مُجھے تو نے دل سے جانا - بھلوں سے کرتے ہیں سب بھلائی کسی بُرے کا بھی کچھ بھلا کر

اسی لئے وُہ اپنا پیغام بشیتر غریبوں اور راہ گم کردہ مسافروں کو دیتا ہے۔ تاکہ وُہ روحانیت کی روشنی دیکھ کر راہِ راست پر آسکیں۔ وہ تو ہر ایک کا بھی خواہ یہانتک کہ اپنے قاتلوں کے لئے بھی یہ دُعا کرتا ہے کہ اے باپ تو اُن لوگوں کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہیں کہ کیا کر رہے ہیں۔

زندگی کے معیار کے بارے میں اُس نے بلند ترین معیار قائم کیا ہے جسکو پُورا کرنے کے لئے کوئی رعائیت مدِنظر نہیں رکھی گئیں۔ تاکہ لوگ شروع سے ہی اُس بلندترین معیار کے مختلف مراحل کو پُورا کر سکیں کسی قول یا فعل کی آلودگی کو برداشت نہ کرتا ہوا وہ خیال کی آلودگی کو بھی دُور کرنے پر مصر ہے۔

(۸)

آج اُنیس صدیاں گذرنے پر کیا ہم یہ پُوچھ سکتے ہیں کہ اُن قوموں نے جنہوں نے اُس کے نام کو فروغ دینے میں سب سے زیادہ کوشش کی کیا اُنہوں نے خود اِس پیغمبر محبّت کے پیغام کو سمجھا اگر سمجھا تو کیا آج بھی ایسے ایسے خُونی جنگ و جدال کی ضرورت ہے؟ شاید عنقریب ہی اُن میں سے عقل و ہوش والے بزرگ لہُو کی ندیوں میں سے تیر کر اور حرص و آز کے پنجوں سے رہائی حاصل کر کے مشرقی تہذیب و تمدّن اور اُلفت و محبت کے علمبردار خداوند مسیح کے پیغام کو سمجھ کر خود بھی اطمینان و امتنان حاصل کریں اور دُنیا کو بھی صُلح و آشتی بہم پہنچا سکیں۔ اخیر میں مَیں اپنشدوں میں سے ایک دُعا پڑھ کے اس مقالے کو ختم کرتا ہُوں۔

असतो मा सद्गमय । तमसोमा ज्योतिर्गमय । मत्योर्मा अमृतंगमय ।

یعنی خدا ہم کو ناراستی کی طرف سے راستی کی طرف لے جائے، تاریکی سے نکال کر اُجالے میں لے جائے تاکہ ہم اِن ہادیوں کے پیغام کو سمجھنے کے اہل ہو سکیں

جیون مُکت کے اوصاف!

جو تاریکی میں مثل برق چمکے اور ضیا کر دے
فنا کے مُدعی کو واقف رازِ لقا کر دے
جو طُوفانی تلاطُم کے جگر کو چیر کر نکلے
جنُونِ فتنہ زا کو سونپ دے پھر دشتِ پیمائی
جگا کر جذبۂ جوشِ عمل کو رُوح کے اندر

جو زنگ آلود ہتھیاروں کو رگڑے اور جلا کر دے
جہالت کی فضاؤں کو حقیقت آشنا کر دے
جو گرداب بلا کو کشتیوں کا ناخُدا کر دے
شعُور و عقل کو ناواقفِ بیم و رجا کر دے
سکوں کی بستیوں میں ایک ہلچل سی بپا کر دے

محبّت کے ترانے چھیڑ کر نفرت کی بستی میں!
اُٹھا لے پستیوں سے آدمی کو دیوتا کر دے!!

از جناب لالہ مالک رام جی ایم۔اے۔ایل ایل بی

حضرت محمد (صلعم) ۵۷۰ء مکہ کے خاندان قریش میں پیدا ہوئے۔ آپکا خاندان کئی نسلوں سے خانۂ کعبہ کا متولی تھا۔ مگر اب "مقام ابراہیم" کی بجائے دنیا کا سب سے بڑا بتکدہ بن چکا تھا۔ اور قریش بھی دوسرے اہالیان عرب کی مانند عجیب طرح کے توہمات کے چکر میں ٹامک ٹوئیے مارے رہے تھے۔ آپ کی ولادت سے قبل ہی آپ کے والد جناب عبداللہ وفات پا چکے تھے۔ والدہ کا سایہ بھی صِغر سنی ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ اور اس طرح آپ کی غور و پرداخت کی ذمہ واری پہلے آپ کے دادا جناب عبدالمطلب اور ان کے بعد چچا جناب ابوطالب کے کندھوں پر آپڑی۔ آپ شروع سے ہی سنجیدہ مزاج اور خلوت پسند تھے۔ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے مشرکانہ عقاید اور جاہلانہ رسوم کو دیکھ کر آپ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے۔ آپ کا یہ زمانۂ حیات اس حسن و خوبی سے بسر ہوا۔ کہ لوگوں میں آپ "امین" کے لقب سے معروف ہو گئے ؛

ان دنوں عرب کا ذریعہ مُعاش تجارت تھی۔ چنانچہ آپ بھی بزرگوں کی سُنت پر عمل پیرا ہو کر بہ سِلسلۂ تجارت سفر پر تشریف لے گئے۔ مکہ میں ایک متمول خاتون خدیجہ تھیں۔ انہوں نے آپ کی امانت اور معاملہ فہمی کا شہرہ سُنا تو اپنا مالِ تجارت آپ کی تحویل میں بھیجا۔ اور جب آپ سفر سے واپس آئے۔ تو آپ سے نکاح کر لیا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس تھی۔ حضرت فاطمہ بتول حضرت علی جن سے آنحضرت (صلعم) کا جسمانی سِلسلہ چلا۔ حضرت خدیجہ کے بطن سے تھیں ؛

آپ چالیس برس کے تھے۔ جب آپ نے دعوٰی نبوّت کیا۔ آپ نے بُت پرستی کی مذمت کی۔ اور لوگوں کو خدائے واحد کی پرستش کرنے کی تلقین کی۔ شروع شروع میں چند قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے سوائے کِسی کو پتہ نہ چلا۔ مگر جونہی خبر عام ہوئی۔ چاروں طرف آگ لگ گئی۔ اور مخالفت کا ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا۔ جب مخالفین کی تمام کوشش بے کار گئی۔ اور کوئی بڑی سے بڑی ترغیب آپ کے پائے ثبات کو ڈگمگا نہ سکی۔ تو مخالفوں نے آپ پر اور آپ کے پیرآوں پر سختی شروع کی۔ اس سِلسلہ میں وہ ناگفتہ بہ مظالم ڈھائے گئے۔ کہ تاریخ عالم پر اور کہیں اِس کی نظیر نہیں ملتی۔ مکہ والوں سے نا اُمید ہو کر آپ دینِ اسلام کی تبلیغ کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ مگر اِن شقیوں نے پہلے سے ہی اپنے آدمی دَوڑا دئے۔ اور وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے سخت وحشیانہ سلوک کیا۔ آپ خداوند تعالیٰ سے اِن لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لئے دُعا مانگتے ہوئے مکہ لوٹے۔

مگر اب یہاں عرصۂ حیات تنگ ہو رہا تھا۔ آخر ۶۲۲ء میں مدینہ والوں کی دعوت پر آپ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے۔ مگر کفارِ مکہ نے یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور بار بار حملے کئے۔ لیکن ہر بار ناکام رہے۔ اسلام دن بدن لوگوں میں پھیلتا گیا۔ آخر وقت آیا۔ کہ آپ نے دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی۔ کعبہ میں توحید کا علم گاڑ دیا۔ فتح مکہ کے بعد ان تمام لوگوں کو معاف کر دیا۔ جنہوں نے دوران قیام مکہ و مدینہ میں آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے بدسلوکی کی تھی۔ آپ خدا کے سچے عابد تھے۔ آپ کو خواب میں کئی بار خدا کے نور کا دیدار ہوا تھا۔ بارہا آپ پر استغراق کی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ آپ پر فرشتے نے نازل ہو کر خدا کا پیغام دیا تھا۔ اور آپ کو خدا کی طرف سے رسول قرار دیا تھا۔ اسی خدائی حکم سے آپ نے تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔ اور سب کو خدا کا پیغام سنایا تھا۔ ۶۳۲ء میں وصال الٰہی کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ اس وقت سارا عرب آپ کی تعلیم کا حلقہ بگوش ہو چکا تھا

خدا

حرم اور دَیر کو چھوڑیئے وُہ کہاں پہ جلوہ نما نہیں !

جو کہیں ہو اور کہیں نہ ہو کوئی اور ہے وہ خُدا نہیں
پھرا چار سُو اُسے ڈھونڈھتا وہ کہیں بھی مجھکو ملا نہیں

یہ سِتم ظریفی تو دیکھیئے کہ وُہ یک گھڑی کو جُدا نہیں
جسے ہوش ہو وہ کہے یہ کیوں کہ وہ شوخ ہوش رُبا نہیں

نہ ملے تو ہوش کی جا نہیں جو ملے تو ہوش بجا نہیں
کوئی چیز ہو تو جُدا کروں مگر اِس خودی کو میں کیا کروں

یہی اک حجاب ہے درمیان جو مرے اٹھائے اٹھا نہیں
نہ وہ شکل ہے کہ دکھا سکے نہ صدا ہے وہ کہ سُنا سکے

انہیں کیسے کوئی دکھا سکے وہ جو کہتے ہیں کہ خُدا نہیں
میری بیکسی کو تو دیکھیئے میری ابتری کو نہ دیکھیئے !

جو قبول ہو وہ دُعا نہیں جو حصول ہو وہ دَوا نہیں

"خدا پرست"

از جناب پرکاش انوراگی وششٹ

نیرو ایک جولاہا تھا۔ بنارس میں رہا کرتا تھا۔ ایک دن اُسے وہاں کے ایک تالاب لہرتارا کے کنارے پر نوزائیدہ بچہ پڑا ملا۔ کہتے ہیں وہ بچہ جگد گورو رامانند سوامی کے آشیرواد سے ایک بیوہ برہمنی کے یہاں پیدا ہوا تھا۔ جسے وہ مارے شرم کے راتوں رات وہاں سنسان جگہ پاکر چھوڑ گئی تھی۔ نیرو اتفاق سے وہاں پہنچا۔ اس کی نظر یہ بچہ پڑ گیا۔ اور اُسے بہت پیارا لگا۔ وہ اُسے اٹھا کر گھر لے آیا۔ اُسے پالا پوسا۔ وہی بچہ بڑا ہو کر کبیر کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ ہے ایک کہاوت۔ جو کبیر کے جنم کے متعلق بہت مشہور ہے۔ تاہم اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کہاوتیں زبان زد خلائق ہیں ؛

کچھ کبیر پنتھیوں کا یقین ہے۔ کہ کبیر صاحب کا ظہور کاشی کے لہرتارا تالاب میں کمل کے ایک خوبصورت پھول کے اُوپر بالک رُوپ میں ہوا تھا۔ ایک قدیم غیر مطبوعہ قلمی نسخہ میں تحریر ہے۔ کہ کسی بڑے یوگی کے ویریہ سے اور "پرتیچی" نامی دیوانگنا (سورگ کی جنس لطیف) کے گربھ سے بھگت راج پرہلاد ہی کبیر کے رُوپ میں سمت ۱۴۵۵ جیٹھ شکلا ۱۵ کو پرگٹ ہوئے تھے۔ "پرتیچی" نے انہیں کمل کے پتے پر رکھ کر لہرتارا تالاب میں تیرا دیا تھا۔ اور نیرو نیما نامی جولاہا شوہر بیوی جب تک آکر اس بالک کو نہ لے گئے۔ تب تک "پرتیچی" ان کی حفاظت کرتی رہی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ کبیر صاحب جنم سے مسلمان تھے۔ مگر انہیں بڑے ہو کر شری رامانند جی کی صحبت نصیب ہوئی۔ جس سے ہندوانہ بھگتی کا رنگ چڑھ گیا۔ بہر حال اُن کا جنم خواہ کیسے بھی ہوا۔ مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ وہ تھے کوئی غیر معمولی آتما ہی ؛

یہ بھگوان کی بڑی دلچسپ لیلا ہے۔ کہ جس شخص کی پیدائش اسی طرح نامعلوم حالت میں ہوئی۔ جسے نہایت کس مپرسی کی حالت میں لاوارث پڑا پایا گیا۔ اور جس کی پرورش نہایت ادنیٰ سی فضا میں ہوئی۔ اس کے اندر بدھی کا اتنا وکاس تھا۔ اس کے اندر روشن ضمیری اور خداشناسی کا وہ چمتکار پایا گیا۔ کہ ایک زمانہ محو حیرت رہ گیا۔ اور آج تک دنیا میں اس کا نام بڑی عزت و شردھا سے لیا جاتا ہے۔ نیز اس کے روحانی کلام کو مزے لے لے کر پڑھا جاتا ہے

کبیر صاحب نے ہوش سنبھالا۔ اُن کی قدرتی رغبت بھگوت بھجن کی طرف تھی۔ ایشور پراپتی کی لگن انہیں بیتاب سی رکھتی تھی۔ مگر بغیر گورو دیو کے کون سیدھا راستہ بتائے۔ یہ کمی تھی۔ جسے کبیر صاحب اندر ہی اندر محسوس کیا کرتے تھے۔ آخر انہیں جگد گورو شری رامانند سوامی جی سے مہاپُرش سے دیکشا لینے کا فخر حاصل ہوا۔ اِس سلسلہ

میں بھی ایک روایت ہے۔ کہ :۔

ایک دن کبیر صاحب پچھلی رات ہی پنچ گنگا گھاٹ کی سیڑھیوں پر جا کر پڑے رہے۔ وہیں سے شری رامانند جی اشنان کرنے کے لئے اترا کرتے تھے۔ لہٰذا اس دن جب وہ اُترے۔ تو ان کا پاؤں کبیر صاحب پر پڑ گیا۔ رامانند جی جھٹ "رام رام" بول اٹھے۔ کبیر صاحب نے اپنی پوتر شبدوں کو گورو کی زبان سے نکلا ہؤا دیکھشا منتر مان لیا۔ اور شری رامانند جی کو اپنا گورو کہنے لگے۔ سوامی جی بھی ان کی شردھا بھگتی کو دیکھ کر ان پر مہربان رہنے لگے۔ کبیر صاحب بھی خود فرماتے ہیں

"ہم کاشی میں پرگٹ بھئے ہیں، رامانند چیتائے!"

مسلمان کبیر پنتھیوں کی رائے ہے۔ کہ کبیر صاحب نے مشہور صوفی مسلمان فقیر شیخ "تقی" سے دیکھشا لی تھی۔ مگر کبیر صاحب کا اپنا کلام اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ گورو رُوپ سے جتنی انہوں نے شری رامانند جی سے شردھا پرگٹ کی ہے۔ اتنی شیخ تقی سے نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ کہ کبیر صاحب بہت آزاد خیال شخص تھے۔ ذات پات و محدود مذاہب و فرقوں کی حدود سے بالاتر رہتے تھے۔ نیز تعصب و مذہب و ملت کی قید و بند سے پاک رہ کر بلا امتیاز ہندو و مسلمان سنتوں، فقیروں اور اوتاروں و پیغمبروں کی عزت کرتے تھے :۔

ان کی زندگی کے حالات صحیح طور پر نہیں ملتے۔ روایت کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ گرہستی بھی رہے۔ اُن کی بیوی کا نام "لوئی" تھا۔ ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ لڑکے کا نام تھا "کمال" اور لڑکی کا "کمالی"

کبیر صاحب کپڑے بُننے کا کام کیا کرتے تھے۔ نہایت شدھ اور پوتر کمائی سے اُن کی ضروریاتِ زندگی پوری ہؤا کرتی تھیں۔ ہاتھ جب کپڑا وغیرہ بُننے کے کام میں لگے ہوتے۔ تو دل بھگوت چرن کملوں کا بھونرا بنا ہوتا۔ اور زبان ہری نام کے اُچارن کے مزے لیتی۔ اس طرح کی نہایت پاکیزہ کمائی سے کمایا ہؤا بھوجن وہ کھاتے اور اُن کا من زیادہ سے زیادہ پاک اور صاف ہوتا گیا۔ گرہستی ہونے کی حیثیت سے وہ سادھو سنتوں کی مہمان نوازی اور ٹہل سیوا میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے۔ کمائی کوئی زیادہ نہ تھی۔ مگر آئے ہوئے سادھو سنت کی سیوا میں کمی نہ آنے دیتے تھے اس لئے ان کے ہاں سادھو سنتوں کا اکثر جمگھٹا رہتا تھا۔ اور کبھی کبھی مہمانوں کی زیادتی سے انہیں فاقہ مستی کا مزا بھی مل جایا کرتا تھا :۔

کبیر صاحب کے دوہے اور چوپائیاں ہر اُس شخص کی زبان پر رواں ہیں۔ جس کو ذرا بھی پربھو کی لگن ہے۔ ان کے کلام میں بڑی مٹھاس اور قیامت کی تاثیر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے کلام کے ایک ایک شبد کو جاودانی حاصل ہے۔ اور ایک ایک شبد میں ان کی رُوح جذب ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی یہ کم حیرت کی بات نہیں۔ کہ کبیر صاحب کچھ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ جیسے وہ خود ہی فرماتے ہیں۔

"مسی کاغذ چھوؤ نہیں، قلم گہو نہیں ہاتھ"

یعنی سیاہی کاغذ کو چھؤا نہیں اور نہ ہی ہاتھ شناسا ہیں قلم سے۔

یہ عالم تھا ان کی لکھائی پڑھائی کا۔ لیکن ان کے اندر قدرتی شاعری بولتی تھی۔ بھگوان کی بھگتی کی برقی تاثیر سے۔ باطن کی پاکیزگی اور بھگتی کے پرتاپ سے ان کے چہرے پر جلال کھیلتا تھا۔ لوگ انکی صحبت سے بیحد لطف اٹھاتے تھے ہر شخص دیکھتے ہی ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ انکا کلام اکثر سماج کی بغاوت سے پُر ہے۔ کیونکہ وہ کئی بار تو ہمات ظاہری

پاکھنڈ اور شردھا ہین، پوجا اور یاترا کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ وہ حقیقت کے پجاری تھے۔ اور سنسار کو بھی مجاز سے اٹھا کر حقیقت سے شناسا کرنیکی تمنا رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے کلام میں بعض شبد تلخ سچائی پیش کرتے ہوئے بھی وہ تاثیر رکھتے ہیں۔ کہ مخالف دلوں کی تہ تک پہنچے بغیر نہیں رہتے۔ یہ صرف اسی لئے ہے۔ کہ وہ جس بلند مقام پر پہنچ کر جو کچھ بولتے تھے۔ وہ آکاش بانی سے کم نہ تھا۔

کبیر کی بانی کا مجموعہ "بیجک" کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے تین حصے ہیں۔ رمینی، سبد اور ساکھی۔ اسمیں ویدانت تتو، ہندو مسلمان کو انکے پاکھنڈ، اندھ وشواس اور متھیا چار کے لئے پھٹکار، دنیا کی بے ثباتی، باطن کی پاکیزگی، مایا، چھوت چھات، بھجن وغیرہ کئی موضوعات پائے جاتے ہیں۔ انکے کلام کی بھاشا کھچڑی سی ہے۔ یعنی پنجابی، راجستھانی، کھڑی بولی، اودھی، پوربی، برج بھاشا اور ملتانی وغیرہ کئی بھاشاؤں کی شمولیت ہے۔ اس سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کبیر صاحب نے یا تو ہندوستان بھر کے تمام صوبوں کی یاترا کی ہوگی۔ یا انہوں نے ہر صوبے کے سنتوں یا لوگوں کی صحبت کا موقع پایا ہوگا۔

کبیر صاحب کو پُر سکون زندگی زیادہ مرغوب تھی۔ وہ اہنسا، ستیہ اور سداچار وغیرہ نیک اوصاف کے بڑے پجاری تھے۔ انہوں نے بھگوت سادھنا میں پرماتما کو دوست، ماتا پتا اور خاوند وغیرہ کے رُوپ میں دیکھا۔ اور پُوجا کی۔ کبھی وہ یہ کہتے ہوئے بیخود ہوتے ہیں۔ "ہری مور پیو، ہیں رام کی بہوریا" اور کبھی یہ گا کر مست الست ہوتے ہیں۔ "ہری جننی، ہیں بالک تورا"

کبیر کے کلام، اس کی تاثیر اور بھگتی رس کی دُھوم مچ گئی۔ انکے پاس ست سنگیوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ پیش کیرتی کی ان پہ بارش ہونے لگی۔ جہاں تک کہ بڑھاپے میں وہ اس سے تنگ آ گئے۔ کیونکہ انہیں اپنی اتنی بڑائی، عزت اور جیون کے لمحوں میں ہل چل پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ مگھر چلے گئے۔ ایک سو انیس برس کی عمر میں ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ کبیر صاحب کے آخری کلام انتہائی عقیدت مند بھگت کے نقطۂ نگاہ سے کتنے بیش قیمت ہیں ―― "دل کا ظالم شخص اگر کاشی میں مرے۔ تو بھی اُسے مکتی نہیں مل سکتی۔ اور اگر ہری بھگت مگھر میں بھی مرے۔ تو بھی یم کے دُوت اس کے پاس پھٹک نہیں سکتے۔ کاشی میں جسم چھوڑنے سے لوگوں کا گمان ہوگا۔ کہ کاشی میں رہنے ہی سے کبیر کی مکتی ہوئی۔ میں نرک میں بھلے ہی چلا جاؤں۔ بھگوان کے چرنوں کا ایش (بڑائی) کاشی کو نہ دُوں گا"۔

اودم شم!

ریویو **شریمد بھگوت گیتا** (ہندی) مترجمہ آر۔ ایس نارائن سوامی شاگرد الرشید شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج۔

یہ پُستک دو جلدوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں ۸۶۲ صفحات ہیں۔ پہلے صفحات میں مہابھارت یُدھ کا سنکھپت برتانت بھی دیا گیا ہے۔ سنسکرت شلوکوں کے ساتھ ہندی کا نہایت سرل ترجمہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب خوبصورت کپڑے کی جلد میں ملبوس ہے۔ دوسرے حصے کے صفحات ۷۹۰ ہیں۔ مکمل دونو حصوں کی قیمت سات روپیہ۔ اور ایک حصہ کی تین روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ ڈاک خرچ علاوہ۔ جو کہ کتاب کے حجم ابڑ صبا کاغذ اور چھپائی کے لحاظ سے بہت ہی سستی ہے۔ آپ اس پُستک کو منگوا کر پرسن ہوں گے۔ گیتا کا ایسا سرل اور سندر ترجمہ آپکو کہیں سے نہیں ملیگا۔ یہ پُستک **دفتر رسالہ اودم لوہاری منڈی لاہور** سے مل سکتی ہے:

(مینیجر)

श्रीश्रीचैतन्य

श्रीकबीर

THE GITA PRESS. GORAKHPUR.

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

کون وہ زبان ہے جو شری چیتنیہ مہا پربھو کا نام لے کر مت رس کا آنند نہیں لیتی ہوگی ؟ آپ نے بھگتی کا وہ پرواہ جاری کیا کہ سارے بھارت ورش کی پیاس مٹا ڈالی اور بے شمار ناستک سے ناستک دلوں کے اندر ایشور وشواس اور پربھو پریم کی جوت جگا دی۔ آپ کا جنم سنگ سمت ۱۴۰۷ کی پھاگن شکلا ۱۵ کو بنگال کے ایک گاؤں نو دویپ میں ہوا۔ آپ کے باپ کا نام جگن ناتھ مشر اور ماں کا نام شچی دیوی تھا۔ آپ بھگوان کرشن کے بے مثال بھگت تھے۔ اکثر لوگ آپ کو شری رادھا کا اوتار مانتے ہیں کیونکہ آپ کی بھگتی میں رادھا کا سا سوز و ساز، بیقراری، دیوانگی اور محویت تھی۔ لیکن بنگال کے وشنو سمپردائے کے لوگ تو آپ کو ساکشات برہم ہی سمجھتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے آخری چھ سال تو رادھا بھاو ہی میں گزرے۔ اُن دنوں آپ کے اندر غیر معمولی بلند جذبات کا ٹھٹ لگا ہوا تھا کہ آپ کے رگ و ریشہ میں ایک عجیب بجلی سی دوڑ رہی تھی عشقِ الٰہی کی۔ آپ جب کرشن کی فرقت میں بیقرار و بیخود ہو کر آہ و زاری کرتے اور گریبان چاک چاک کر ڈالتے تھے تو اس وقت سوز و ساز کا وہ عالم بپا ہو جایا کرتا کہ پتھر بھی موم کی طرح پگھلنے لگتے تھے۔ آپ کے اندر ہجر کی آگ لُو کے لگاتی تھی۔ لیکن آپ کو اس آگ میں جلنے سے عجیب لطف حاصل ہوتا تھا۔ بقول

مشق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذتِ فراق ۔۔۔ تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

آپ بھگوان کی جدائی میں درد بھرے گیت گیا گایا کرتے تھے کہ شعلے اور نشتر اُگلا کرتے تھے جو کہ ہر دل میں اتر جاتے تھے۔ جو ہر ہر سینے میں ایک نہ بجھنے والی آگ لگا دیتے تھے۔ جہاں تک کہ فضائیں محبت کے پُر درد اثرات سے بھیگ جاتی تھیں۔ اور ذرہ ذرہ غم میں ڈوب جایا کرتا تھا۔ آپ کی دیوانگی اس درجہ کمال پر پہنچ گئی تھی کہ اس پر دنیا بھر کی فرزانگی نثار ہوتی تھی۔ جو بھی آپ کی سنگتی میں آتا آپ ہی سا ہو کر رہ جاتا۔ واسدیو سارو بھوم اور پرکاشانند سرسوتی ایسے خشک مزاج ادویت ویدانتی بھی آپ کی چند لمحے کی صحبت سے کرشن پریم کے رنگ میں ایسے رنگے گئے کہ وہ محسوس کرتے۔

"ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی ۔۔۔ کچھ ہماری خبر نہیں آتی"

یہ تھی مستی۔ یہ تھی بیخودی۔ یہ تھی مدہوشی جو مہا پربھو لٹایا کرتے۔ دن رات اور صبح شام اس مستی کا یہ پربھاو تھا کہ دشمن بھی آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

شری چیتنیہ مہا پربھو چوبیس سال کی عمر تک گرہستھ آشرم میں رہے۔ بھگت تو آپ تھے ہی مگر وِدوان بھی بے مثل تھے۔ نیائے شاستر میں آپ اس زمانے میں یکتا تھے۔ اس کے باوجود بھی آپ بڑے فراخدل تھے اور غرور سے خالی۔ اس سلسلے میں آپ کی فراخدلی، ایثار اور وشو پریم کی یہ مثال بہت مشہور ہے کہ آپ نے نیائے شاستر پر ایک بہت ہی گراں قدر گرنتھ تصنیف کیا

اس پر آپ نے بڑی عرقریزی سے کام لیا تھا۔ لفظ لفظ پر آپ نے گویا دل ہی نکال کر رکھ دیا تھا۔ اس گرنتھ کی خوبیوں کو دیکھ کر آپ کے ایک دوست کے سینے پر سانپ لوٹنے لگ گیا۔ وہ حسد کی آگ میں جل اُٹھا۔ اسے معلوم تھا کہ آپ کے گرنتھ کے طبع ہونے پر اُس کی نیائے شاستر کے متعلقہ کتابوں کی خاک بھی قیمت نہیں رہ جائے گی۔ اس امر کا پتا جب شری مہاپربھوجی کو لگا تو آپ نے اپنے عزیز اور امولیہ گرنتھ کو بغیر کسی رنج کے گنگا میں بہا دیا تاکہ آپ کے ایک دوست کی امیدوں کا خون نہ ہو جائے۔

اسی طرح آپ کے سنیم کی یہ بہت ہی بلند لیکن آپ کے معیار کے مطابق ایک ادنےٰ سی مثال ہے کہ آپ کا بیاہ تو ہوا لیکن آپ کا بیاہ تو ہوا لیکن آپ کا اپنی پتنی کے ساتھ ہمیشہ پوتر بھاؤ رہا بھگوان کی بھکتی کا پرواہ جب آپ کے صبر و قرار اور ہوش و حواس کے پیمانہ سے چھلک کر بہنے لگا۔ تو آپ نے چوبیس برس کی عمر میں شری کیشو بھارتی نامی ایک سنیاسی مہاتما سے سنیاس کی دیکشا لے لی۔ آپ نے سنیاس اس غرض سے نہیں لیا تھا۔ کہ دنیا کے بندھنوں سے آزاد ہو کر جنگلوں میں اپنی ہی آتما کے سدھار کے لئے تپ کریں۔ بلکہ آپ کا مقصد تھا کہ بھگوت پریم کی پوتر ترنگیں جو آپ کے ہردیہ ساگر میں اٹھ رہی تھیں۔ ان میں ایک عالم کو بہا دیں۔ اور عشق حقیقی کا جو نور آپ کے باطن کو تجلی زار بنا رہا تھا۔ اس نور سے سنسار کا ہردیہ جگمگا دیں۔ غرضیکہ آپ نے سنیاس لیا تھا۔ خود جیون مُکت ہو کر پاپی سنساری دلوں کو بھکتی کے امرت سے دھو دھو کر شدھ کرنے کے لئے۔ تاکہ سب پرانی اپنے اپنے ہردیہ مندر میں بھگوان کے درشن کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے اس پوتر مقصد کو خوب نبھایا۔

سنیاس لینے کے بعد آپ نے سب تیرتھوں کی یاترا کی۔ اور بھگوت بھکتی کی امرت ورشا سے سنیاسیوں کے خشک ہردیوں کو سرشار کر دیا جہاں پہلے وہ سنیاسی مہاتما کوری ویدانت چرچا ہی میں لگے رہتے تھے۔ وہاں پھر اس چرچا میں بھکتی کا رس غالب آنے لگا۔ وہ جھوم جھوم جانے لگے پربھو کے پوتر نام پر۔

شری چیتنیہ مہاپربھوجی کے جیون میں کئی نہایت غیر معمولی گھٹنائیں ہوئیں۔ جو آپ کی مافوق البشر شکتی کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ کیونکہ آپ بھگوان کے دھیان۔ چنتن اور تصور میں اس قدر سرگشتہ ہو گئے تھے کہ بھگوان ہی کا روپ ہو گئے تھے گویا آپ جیتے جی ہی سالوکیہ اور سایجیہ مکتی سے بھی بلند اٹھ کر کیولیہ پر براجت کر رہے تھے۔ اس امر کے لئے ثبوت آپ کی غیر معمولی لیلا اور الیشوری چمتکار سے ملتے ہیں۔

آپ نے ایک بار شری ادویتاچاریہ کو وشورُوپ کا درشن کرایا۔ اور نیتا نند پربھو کو ایک بار شنکھ، چکر، گدا، پدم، شارنگ دھنش اور مرلی لئے ہوئے چھ بھجا والے نارائن کے رُوپ میں نیز دوسری بار دو ہاتھوں میں مرلی اور دو ہاتھوں میں شنکھ چکر لئے ہوئے چتربھج رُوپ میں اور تیسری بار دو بھج شری کرشن جی کے روپ میں درشن دیتے تھے۔ آپ کی ماتا شچی دیوی ایک بار آپ کے یک جان و یک دل شری نیتانند پربھو اور آپ کو " بلرام " اور شری کرشن کے رُوپ میں دیکھ کر نہال ہو گئی تھیں گوداوری کے تٹ پر رائے رامانند کے سامنے آپ رس راج (شری کرشن) اور مہا بھاؤ (شری رادھا) کے یگل رُوپ میں پرکٹ ہوئے تھے۔ اس جلوۂ پرنور کی تاب نہ لا کر رائے رامانند بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ اس طرح آپ نے کئی آتماؤں کو پوتر کیا۔ بے شمار لوگوں کا اُدھار کیا۔ اور بھارت ورش میں بھکتی کا ڈنکا بجایا۔

آپ نے زندگی کا آخری حصہ نیلاچل میں بسر کیا۔ ایک بار آپ بند کمرے میں سے باہر نکلے تھے تو آپ کے جسم کے اعضا کھل گئے۔ اس سے آپ کے اعضا بہت لمبے لمبے نظر آنے لگے تھے۔ ایک دن آپ کے اعضا کچھوے کی مانند سکڑ گئے۔ اور آپ مٹی کے

تودے کی طرح زمین پر پڑے رہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار آپ نے چمتکار دکھائے۔

شری چیتنیہ چرتر امرت میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے بے شمار کوڑھیوں کو شفا بخشی اور بیماروں کو چنگا بھلا کر دیا۔ دکشن میں جب آپ بھگت نرہری سرکار ٹھاکر کے گاؤں شری کھنڈ میں پہنچے۔ تو نیتا نند پربھو کو شہد کی ضرورت پڑی۔ اس وقت آپ نے ایک تالاب کے جل کو شہد میں تبدیل کر دیا تھا جس سے وہ تالاب آج تک "مدھو پشکرنی" کے نام سے مشہور ہے

الغرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ بھگوان اور جیون مکت بھگت پربھو کے بھکت کی مہما اپار کیا۔ بھگوان اور بھکت کی شکتی میں کوئی بعید نہیں۔ دھنیہ ہیں وہ آتمائیں جو پربھو پریم کے مارگ میں بلند اٹھ کر ان شکتیوں سے بہرہ ور ہوتی ہیں۔ اور آخر بھگوان میں مل کر کیولیہ پد پراپت کرتی ہیں۔

(اوم شم)

جیون مُکت کی آرزو

میرے دِل کا مالک تو ہی ہو تو ہی ہو
تو ہی ایک راحت تو ہی زِندگی ہو

میرا جسم دُنیا میں رہتا کہیں ہو ۔ یہ فرحت میں ہو یا بحالِ حزیں ہو
مگر تجھ سے ہی آنکھ میری لگی ہو ۔ تیرے بن نہ دِلدار میرا کوئی ہو

ہو سردی کہ گرمی کہ بارش جھڑی ہو ۔ ہو پربت سمندر کہ نالا ندی ہو
ہو بستی کہ بن یا محل جھونپڑی ہو ۔ لگن ایک تجھ سے ہی میری لگی ہو

میرے پاس دولت ہو یا مفلسی ہو ۔ کوئی وَیر رکھتا ہو یا دوستی ہو
مِلے عُمدہ کھانا کہ فاقہ کشی ہو ۔ تجھی ایک میں رُوح لبس رم رہی ہو

ہو عزّت جہاں پہ کہ بے عزّتی ہو ۔ خوشی ہو کہ مصیبت ہو جاں کندنی ہو
نہ تجھ سے مری بیوفائی کبھی ہو ۔ وہی ہو پتا جس میں تیری خوشی ہو

جیون مُکت گورو تیغ بہادر جی

موکش مارگ کا عملی پہلو!

(از شری سنت نارائن سنگھ جی)

ہم سری گورو نانک دیو جی کے کلام میں سُنتے ہیں:

"بانی برہم ساتھ بھیو میلا ٭ بھنگ دُویت ہوں سدا اکیلا
مان اپمان دوؤ جر گئے ٭ جو دُو تھے سوئی اِن بھئے"

جب توحید کے نغمہ کی آواز کان میں پڑی تو دوئی کے پردے ٹوٹ پڑے - ایک ہی ایک نظر آیا - وہاں بڑائی چھٹائی کی سامگری جل کر راکھ ہو گئی اور وہی کچھ رہ گیا جو پہلے سے تھا۔ پھر سُنتے ہیں - "یہ جگت ہر کا رُوپ ہے ہر رُوپ ندری آئیا" - واقعی یہ جگت ہری کا جسم ہے - اور ایسا ہی (پُورن گورو کے پرساد سے) ہمیں دکھلائی دیتا ہے۔

جو مہانو بھاو جگت کو برہم رُوپ جان کر بیوہار کرتے ہیں اور سرب بھوت پرانیوں کو اپنے انگ جان کر اُن سے پریتی پُوربک برتاؤ کرتے ہیں وہ ہی جیون مُکت کہلاتے ہیں۔ جیون مکت پُرش کے لکشن ذہن نشین کرانے کی خاطر ہم شری گورو تیغ بہادر جی کے جیون سے چند ایک واقعات مختصر طور پر ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

۱ = جوت وِکاس

خالصہ پنتھ کے چھویں گورو شری ہرگوبند صاحب جی کے گھر ماتا نانکی جی کے شکم سے ان کا جنم ۱۶۲۱ء میں امرت سر میں اتوار کے دن آدھی رات کے وقت ہوا - یہ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے - ان کا عقد ماتا گوجری سے ہوا - لیکن بہت طویل عرصہ تک ان کے گھر اولاد پیدا نہ ہوئی - بچپن سے ہی خاموشی اختیار کر رکھی تھی - پتا کے حضور میں چُپ چاپ بیٹھے رہتے نہایت باادب اور سنجیدہ مزاج تھے - ہر وقت دھیان انترمکھ رہتا تھا - کسی سے میل جول کم رکھتے - گھر کے رشتہ داروں سے بھی ضرورت سے زیادہ کلام نہیں کرتے تھے۔

۲ - نربان پراپتی

شری گورو ہرگوبند جی نے ۱۶۴۴ء میں پرلوک گمن کی تیاری کا اعلان کیا - اور بر سر دربار سنگت میں بآواز بلند فرمایا کہ ہم دریائے ستلج کے کنارہ پر بیٹھ کر مہا سمادھی میں بیٹھیں گے اور ایک ہفتہ کے بعد برہم نربان کو پراپت ہو جاویں گے - اس وقت تمام سیوک اور سمبندھی آخری درشن کو جمع ہو رہے تھے - تو ماتا نانکی جی اپنے صاحبزادے (سری تیغ بہادر جی) کو لے کر مہاراج جی کے چرنوں

میں جب حضور بھوجن کی خاطر محل میں آئے تو دست بستہ کھڑے ہو کر عرض کی کہ میرے پُتر اب تیس برس کے ہو چکے ہیں۔ آج تک انہوں نے جگت کا کوئی بیوہار انگی اکار نہیں کیا۔ یہ نہایت غریب لوگوں کی طرح رہتے ہیں۔ سرل سُبھاؤ اپنے سبھاؤ میں مست ہمیشہ ایکانت سیون کرتے ہیں۔ جو شردھالو باہر سے گورو کی کار بھینٹ جمع کر کے لاتے ہیں انہیں سے کسی سے ملتے جلتے نہیں۔ نہ انہیں گھر کی خبر ہے نہ باہر سے کوئی تعلق۔ آپ کے ہوتے تو ہمیں کوئی فکر نہ تھی۔ کیونکہ ہماری سب ضروریات کو پورا کرنے والے آپ موجود تھے۔ لیکن آپ کے بعد ہمارا رکشک کون ہوگا؟ آپ ان کے سُبھاؤ کو دیکھتے ہیں۔ آٹھوں پہر اندر بیٹھے دھیان میں مگن رہتے ہیں۔ بینتی سُن کر سری گورو بولے۔ آپ ان کی چنتا مت کیجئے۔ یہ جگت کے پوجنیہ پرگٹ ہوئے ہیں۔ انہیں کھان پان کی کچھ پرواہ نہ ہوگی بلکہ ان کے آسرے ہزاروں دوسرے لوگ گذران کریں گے۔ اتنا کچھ سمجھانے پر بھی ماتا جی کو دھیرج نہ ہوا۔ پھر دوبارہ عرض کی۔ مہاراج آپ نے گوریائی کی گدی تو اپنے پوتے کو بخش دی ہے اب کیرت پور میں تو سری ہر رائے جیو گورو ہو کر براجیں گے اور کرتار پور میں دھیرمل جی گورو گرنتھ صاحب جیکو قبضہ میں لے کر ڈیرے جمائے بیٹھے ہیں۔ وہاں وہ کسی کو داخل ہونے نہیں دیتے۔ ماتا جی کو بصورت (دُکھی) دیکھ کر دین دیال جی نے فرمایا کہ اگر گوریائی زور سے آپ لینا چاہتے ہیں تو یہ لو ہمارا رومال اور مالا ہے۔ اِسے اپنے پاس رکھیں۔ وقت پا کر آپ کے نورِ چشم گورو ہوں گے۔ اسوقت یہ چیزیں اُن کے حوالہ کر دیں۔ لیکن اس گوریائی سے آپ کے صاحبزادے کے سر پر بڑے کشٹ آئیں گے۔ ایسا کہہ کر اپنا رومال وغیرہ سری نانکی جی کی جھولی میں ڈال دیا۔ وہ پرسن چت ہو کر مہاراج جی کے چرنوں میں نمسکار کر کے رومال لے کر چلے گئے۔ لیکن سری تیغ بہادر جی کے دل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اُن کی برتی ایک رس رہی۔ گوریائی کا بردان پا کر ذرا بھی پرسن نہ ہوئے۔

اپنے پتا جی کے جوتی جوت سما جانے کے پشچات سری تیغ بہادر جی کی برتی یوگا روڈھ ہوتی چلی گئی۔ پورے بیس برس کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی۔ پردہ پوشی۔ خاموشی۔ فراموشی اور خلوت آغوشی یہ چاروں سہج یوگ کی سدھیاں ہر دم دست بستہ حضور میں رہتی تھیں۔ دُنیا میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ موجودہ وقت میں سامنے ہو رہا ہے۔ اس سارے کھیل پر برہما کار ورتی کا پردہ ڈال دیا یعنی اس جگت جال کو برہم پھیلاو دیکھا اور برف (جگت) کا پانی (برہم) سے جدا نظر آنا اسے مکمل طور پر فراموش کر دیا۔ یہ جان کر کہ برف کو پانی دیکھنا ہی یعنی (برف کی صورت اور نام کو فراموش کرنا ہی) گیان ہے اور سب کچھ بھول گئے۔ باہر اندر وہی ایک نظر آنے لگا اور جو کچھ بول چال کہنا سننا جگت بیوہار میں ہو رہا ہے اُسے شبد ماتر آکاش رُوپ جان کر مون ہو گئے۔ اُس عالی مقام پر جسے اپنشد میں "کوٹستھ" کہا گیا ہے۔ جا براجمان ہوئے۔ وہ تتو سب میں بیاپک اور سب سے پرے ہونے کے کارن سب سے دُور ہے۔ اس لئے اُسے سدا ہی ورتی کو شوہل غلافوں کے اندر چھپا ساہوا انبھو جوتی بندو پا کر اس میں تدرُوپ ہو کر پرم ایکانت سیوی ہو گئے۔ گوربانی میں ہم سُنتے ہیں۔"

سب تے نیڑے سب ہوں تے دُور ۔۔۔۔ نانک آپ الپت رہیا بھرپور

نہایت قلیل مقدار میں غذا لے کر تنہائی اختیار کر کے ایک علیحدہ گُپھا میں ابھیاس کرتے۔ ابھیاس کے لئے جو سنجم لازمی ہے اس پہ پورے طور پر مستقل مزاجی سے قائم رہتے۔ زبان جسم اور دل پر قابو رکھ کر حواس کی دل لگی کا تمام شوق چھوڑ کر تمام خواہشات دُنیاداری کو دریائے وحدت میں غرق کر کے جُبّہ خود نمائی (ڈنبھ یا دکھلاوا) کو دُور پھینک۔ انانیت اور تکبر کو خاک میں ملا کر غصہ اور جوش کو حلم کی بُوٹی میں کشتہ کر کے مسکینوں کی مانند گذارہ کرتے۔ نہ کسی سے محبت۔ نہ کسی سے نفرت۔ بیگانگی اور یگانگی کی دورنگی کثافت کو دل سے دھو کر۔ لطیف اور کثیف محسوسات سے بے تعلق ہو کر بُدھی کو برہم اگنی میں پاک کر کے ہر دم (رات دن) تصورِ محبوب (پربرہم) میں مشغول اور عشقِ حقیقی (پرابھگتی) میں مسرور رہتے! برہم ابھیاس کی تعریف گوربانی میں

اِس طرح کی گئی ہے۔

"برہم وِیسے برہم سُنشڑ یے۔ ایک ایک وکھانڑ یئے - آتم لپارا اگر نڑ ہارا۔ پربھ بنا ہیں جانڑ یے"

یعنی ایک برہم تتو کا ابھیاس کرنا۔ جو کچھ آنکھوں سے "رُوپ" دِکھلائی پڑتا ہے اور جو کچھ کانوں سے سُنائی پڑتا ہے۔ غرضیکہ پانچوں گیان اندریوں سے جو گیان ہوتا ہے وہ برہم ہی کا گیان ہے۔ وہ خود ہی اپنا رُوپ دیکھتا اور اپنا شبد سُنتا ہے۔ پھر جو واک زبان سے نکلتا ہے یعنی جو کرم زبان، اور دوسری کرم اندریوں سے عمل میں آتا ہے۔ وُہ تمام برھم کرم یعنی برہم کی اپنی لیلا ہے۔ القصہ۔ یہ تمام لپارا بھوتنگ رچنا۔ برہم کا کھیل ہی ہے۔ اِسمیں کیول برہم ہی سوُرج ہوکر اپنی پنچ رنگی شعاؤں (پنچ تن ماترا) کو پھیلا کر تمام وسعت میں ہر سُو۔ ہر جا ہر وقت۔ ہر شے بن کر اپنے آپ میں مست ہو رہا ہے۔ جو کچھ اُوپر کی سطروں میں رقم ہُوا۔ یعنی جیون مکت (برہم نربان) آوستھا میں پراپت ہو کر یوگی کی جو دشا ہوتی ہے۔ اُس کا خاکہ شری گورو تیغ بہادر جیو کی اپنی سری مُکھ واک بانی میں یوں دیا گیا ہے جیسا کہ ہم شری گورو گرنتھ صاحب میں سُنتے ہیں۔ گوڑی محلہ ۹

سادھو رام سرن بسراما۔ بید پُران پڑھے کو اہ گُن سمرے ہر کو ناما - رہاؤ

لوبھ موہ۔ مایا ممتا۔ پھُن۔ اُو بکھین کی سیوا - ہرکھ سوگ۔ پرسے جہ ناہن۔ سو مُورت ہے دیوا۔
سُرگ۔ نرک۔ امرت بکھہ۔ اے سبھ۔ تیوں کنچن اُور پیسا - اُستت نندا۔ اے سم جا کے۔ لوبھ موہ۔ پُن تیسا۔
دُکھ سُکھ۔ اے باندھے جہ ناہن۔ تہ تم جانو گیانی - نانک مُکت تاہ تم مانو - اہ بدھ کو جو پرانی۔

ارتھ:- اے معرفت کے شائقین! دیا ایک برہم (ہریتی رام) کی سرن میں (سمائی کرنے۔ پناہ لینے میں) شانتی ہے! مذہبی کتابیں (وید پران۔ قرآن۔ انجیل وغیرہ) پڑھنے کا مدعا صرف اتنا ہی ہے کہ ہمیں ہری سمرن (اپنے آتما کے اصلی سروپ کی یاداشت ہو) حاصل ہو۔ نہیں تو بے فائدہ مغز خوری ہی ہے۔ کتابوں کو پڑھنے سے حصول گیان کا مطلب ہے۔ یوں تو پنڈت (عالم) لوگوں کو گیانی کہا جاتا ہے۔ مگر نہیں وُہ تو محض واچک گیانی ہوتے ہیں۔ حقیقت میں گیانی پُرش وُہ ہے جسمیں یہ لکشن پائے جائیں۔ اوّل اُس میں مالیک پدارتھوں کو جمع کرنے کا طمع نہ ہو۔ دوم۔ پدارتھوں کو پاکر اُن کی اُلفت میں ہری سے غافل نہ ہو جائے۔ سوم کسی شے کو اپنی ملکیت تصور نہ کرے۔ سب کچھ ہری کا جانے۔ چہارم۔ لذات دنیوی کی قید سے دِل کو آزاد رکھے اور خوشی اور غم سے بے لوث رہے ایسا پُرش یقیناً برہم رُوپ ہے۔ پنجم جو یوگی بہشت اور دوزخ سے لاپرواہ۔ زندگی اور موت کو مایا کا کھیل جانتا ہے اور سونا اور تانبا یا لوہا مٹی کے مانند دیکھتا ہے۔ مدح اور ذم کو سم خیال کرتا ہُوا دُکھ سُکھ سے بندھائمان نہیں ہوتا۔ وہی عارف ہے اور وُہی مکت ہے۔ وہی سنت ہے وہی سادھو ہے۔ اُسمیں اور ایشور میں کوئی بھن بھید نہیں ہے۔

۳ - نربان سنگھاسن

اپنے پتا جی کے سما جانے کے بعد سری تیغ بہادر جی اپنی والدہ کو ہمراہ لیکر بابا بکالہ میں جا کر آباد ہُوئے۔ اس بیس برس کے سادھن کے سمے اندر سری گورو نانک دیو جی کی گدی پر دو گورو بیٹھ چکے تھے۔ پہلے سری گورو ہر رائے جی جو سری گورو ہر گوبند جی کے پوتے تھے اور دوسرے جو کہ سری گورو ہر رائے جی کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ اِن کا نام سری گورو ہر کرشن دیو تھا۔ اُنہوں نے دہلی میں شریر چھوڑتے وقت فرمایا تھا کہ "بابا بکالے" یعنی ہمارے بعد ہمارا جانشین بکالا شہر میں ملے گا۔ جب یہ خبر موضع بکالا میں پہنچی تو دھیرمل وغیرہ بہت سے سوڈھی۔ اپنے اپنے گھر علیحدہ علیحدہ بائیس ۲۲ مسندیں لگا حسب حیثیت شان و شوکت

بناکر گورو بن بیٹھے۔ مگر یہ گورو جن کے واسطے خاص وصیت ہوئی تھی خاموش اپنے گھر میں گوشہ نشیں ہوکر اپنی جبلی عادت کے موافق ہر وقت مراقبہ اور مکاشفہ میں مشغول رہتے اور کسی سے کچھ سروکار نہ رکھتے۔ پنتالیس ۴۵ سال پورن برہم چرج دھارن کر کے سناتن رشیوں کا عہد پورا کیا اور برہم بزبان کے سنگھاسن پر شوبھا یمان ہوئے۔ گدی گورایائی کا خیال مطلق نہ کیا مگر سچائی پرگٹ ہوکر ہی رہتی ہے۔ لاکھوں بار سیاہ بادل جمع ہوکر سورج کو چھپانے آئے مگر سورج کے تیج سے کافور ہو گئے۔ نقلی گوروؤں کی چالبازیوں سے عقیدت مند لوگ نہائیت تنگ آ گئے اور حقیقی گورو کی تلاش میں سرگرداں پھرتے تھے۔ آخر کار پار برہم پرمیشور کی درگاہ میں عاجز بندوں کی پکار سُنی گئی! اسی اثنا میں جب ایک سکھ مکھن شاہ نامی قوم لبانہ ساکن ٹانڈہ ضلع جہلم (جس کی بابت یوں روائیت ہے۔ کہ اُس کا جہاز سوداگری کے مال سے لدا ہوا کہیں سمندر میں اٹک گیا تھا۔ مگر جب اُس نے پانصد اشرفی گورو صاحب کی منت مانی تو اُس کا جہاز چل پڑا) ایک کثیر رقم لیکر بکالہ پہنچا۔ تو یہاں گھر گھر گورو دیکھ کر نہائیت شش و پنج میں ہوا۔ آخر اپنے دل میں ٹھان کر کہ جو اصل گورو ہوگا وہ خود مانگ لے گا۔ سب کے سامنے ایک ایک دو دو اشرفی نذر گذارتا گیا۔ جب کسی نے کچھ نہ کہا تو اُس نے حیران ہوکر لوگوں سے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی گورو باقی ہے۔ تب کسی نے کہا۔ کہ ہاں ایک اور بھی "مست تیغا دیوانہ اس جگہ رہتا ہے۔ چنانچہ اُس نے وہاں بھی جاکر ایک اشرفی نذر کی۔ لیکن اُنہوں نے فرمایا کہ بھائی! ہماری منت تو پانصد اشرفی تمہارے ذمہ ہیں تم ایک کیوں دیتے ہو۔ یہ الفاظ سُنتے ہی وہ چشم پُر آب ہوکر ان کے قدموں میں گر پڑا اور حسب اقرار پانصد اشرفی بھینٹ کر کے ملتمس ہوا کہ مہاراج! آپ نے اپنے تئیں پوشیدہ کیوں کر رکھا ہے۔ تمام سکھ سنگت آپ کی تلاش میں حیران اور سرگرداں ہو رہی ہے۔ آپ اپنے آپ کو کرپا کر کے ظاہر کریں۔ اور بیچارے سکھوں کے پژمردہ دلوں کو شاد کر کے ان جھوٹے گوروؤں کے عذاب سے پناہ دیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ گورو ہونے کا بوجھ ہمیں بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے ہم تنہائی میں گوبند کے گُن گا کر خوش رہتے ہیں۔ مگر وہ صادق سکھ فوراً کوٹھے پر چڑھ کر باواز بلند پکار پکار کر کہنے لگا کہ "گورو لادھو۔ گورو لادھو۔" یعنی حقیقی گورو آج مجھے مل گیا ہے۔ آؤ درشن کر لو۔ درشن کر لو! جس کو سُنتے ہی بے شمار لوگ جمع ہو گئے اور اُس سے ساری سرگذشت سُن کر ان کو لباکھ ۸ سمت ۱۷۲۱ میں حسب قاعدہ گورایائی کی گدی پر بیٹھا دیا گیا اور انہی کو اپنا سچا گورو ماننے لگے۔ اسوقت ان کی والدہ شری متی نانکی جی نے وہ اشیاء جو گورو ہرگوبند صاحب دے گئے تھے (مالا، رُمال وغیرہ) ان کے حوالہ کر دیں۔ اب ہر چہار سمت سے سنگت درشنوں کو آنے لگی اور پوجا پرتشٹھا بھینٹ افراط سے چڑھنے لگی۔ جسکو دیکھ کر دھیر مل وغیرہ جھوٹے گوروؤں نے مارے حسد کے جمع ہوکر ان پر حملہ کر کے تمام اسباب لوٹ لیا۔ اور ان پر بندوق کا نشانہ بھی سر کیا۔ مگر قدرت الٰہی سے گولی ان کے پاس سے نکل گئی۔ اور ان کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔ ان کا ایک سیوک البتہ مارا گیا۔ اس واقعہ سے گورو جی کے دل پہ ذرا اثر نہ ہوا۔ وہ اسی طرح شانت چت ایک رس اپنے گھر آکر بیٹھ رہے اور اسی طرح گدی کے سنگھاسن پہ بیٹھ کر درشن دینے لگے۔

اس موقعہ پر گورو جی نے ایک شبد اُچارن کیا۔ بسنت محلہ ۹

مائی میں دھن پائیو ہر نام - من میرو دھاون تے چھوٹیو کر بیٹھو بسرام!
رہاؤ۔ مایا ممتا تن تے بھاگی اُپجیو نرمل گیان ۔ لوبھ موہ اِہ پرس نہ سا کے گہی بھگت بھگوان
جنم جنم کا سنسا چوکا۔ رتن نام جب پایا ۔ ترسنا سکل بناسی من تے نج سکھ ماہنہ سمایا
جاکو ہوت دیال کرپا [illegible] کہو نانک [illegible] گورمکھ پاوے

ارتھ :- اے سنتو! اب میں نے ہری نام دھن کو پالیا ہے۔ وُہ دھن کیسا ہے۔ جس کو حاصل کر کے من کا باہر جانا بند ہو کر سہج سمادھ رہتی ہے۔ جھُوٹی مایا کا موہ رُوپ بادل نرمل گیان سُورج کے اُدے ہونے سے اُڑ گیا ہے۔ اَور نام رتن کی روشنی میں جنم جنمانتروں کا اندھیرا دُور ہو گیا ہے۔ ترشنا کے مِٹ جانے سے اب اپنے سروُپ میں قیام ہُوا ہے۔ . . . .
(اِس شبد میں سنساری دھن اَور آتمک دھن میں مقابلہ کیا گیا ہے)

سری دھیرمل وغیرہ کی اسقدر زیادتی پر بھی گوروجی نے اسکا اس کا انتقام لینا نہ چاہا۔ لیکن سکھوں نے جب اپنے گورو کی یہ حالت دیکھی تو اِن کے دِلی جوش اَور حق خادمانہ نے انہیں بالکل چُپ بیٹھے رہنے نہ دیا۔ فوراً مکھن شاہ کی سرکردگی میں اتفاق کر کے دھیرمل کی سرکوبی کے لِئے امادہ ہو گئے اَور اس کی خُوب گت سنواری۔ یہاں تک اُس کا سب مال و اسباب چھین کر وہاں سے نِکال دیا مگر گوروجی نے سارا اسباب واپس کر دینے کا حُکم دیا۔ یہاں تک کہ اپنے گھر کی اشیاء اَور نقدی وغیرہ لینے سے بھی اِنکار کر دیا

۴ - ماکھن، گورد یو سنباد

اب ہم جو سنباد گوروجی اَور مکھن شاہ کے درمیان ہُوا مختصر طور پر سُناتے ہیں :-

سب وستو کو دیکھ کر کرپا سِندھ بولے مکھن شاہ! یہ چیزیں کیسی ہیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو؟ اَور باہر یہ شور کیسا ہو رہا ہے؟ آج شام کو تم ہتھیار باندھے ہُوئے کیسے یہاں آئے ہو؟ دینا ناتھ کے مدھر وچن سُن کر مکھن شاہ بولا۔ جگت گورو! جس نِندک اَور پاپی مسند نے آپ کا اَپمان کیا تھا۔ جن دُشٹوں نے گورو گھر کا سارا اسباب لُوٹ لیا تھا۔ میں اُن کو ڈنڈ دے کر باندھ لایا ہوں اَور تمام مال اُن سے چھین کر حضور کے سامنے لا کر رکھا ہے۔ دھیرمل نے اگرچہ بڑی ہنیا کی ہے لیکن میں نے اُسے گورو کُل سے پیدا شُدہ جان کر قتل نہیں کیا۔ ورنہ سزا وا جبی اُس کے لِئے یہی تھی۔ اے ناتھ! میں گورو گھر کا سکھ ہو کر حضور پر گولی کا وار سُن کر کب برداشت کر سکتا تھا۔ وُہ سکھ نہیں جو گورو کا ایمان سہار ے۔ سکھ کا دھرم ہے کہ گورو کا اپمان دیکھ کر اپرادھی کا مقابلہ کر کے اُسے جان سے مار دے یا لڑتا ہُوا مر جائے۔ جب مجھے اِس واقعہ کی خبر مِلی۔ میں نے بغیر کسی دیر کے دھیرمل کا بھاری قصُور دیکھ کر (ہتھیار سنبھال) ہلّہ بول دیا۔ آپ اب اپنی وستو سنبھال لیویں۔ انہوں نے بلاوجہ آپ کی آوگیا کی ہے۔ اِس لِئے اب اُن کو حضور کے حوالہ کرتا ہوں۔ آپ کرپا کر کے اپنی تمام چیزیں گھر میں رکھیں اَور اپرادھی کو مناسب سزا دیویں۔ تاکہ آئیندہ کے لِئے مسندوں کو گورو گھر کی ہتک کرنے کی جراٗت نہ ہو۔ مکھن شاہ کے بچن سُن کر کِرپا کے پُنج ستگورو بولے۔ مکھن شاہ! یہ تم نے کیا کیا؟ جن دُشٹوں نے کام اَور کرودھ کے بس ہو کر اپرادھ کیا۔ اُن کے مانند تم لوگوں کو ہونا نہیں چاہئیے کیونکہ اِس میں بڑا دوش نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ ترشنا (طمع) کے سبب سے ہُوا کرتا ہے کام اَور کرودھ۔ لوبھ وغیرہ ترشنا سے اُتپن ہوتے ہیں۔ یہ جنم مرن کے دینے والی بلا ہے۔ ترشنا ہی سکل وکاروں کا مُول کارن ہے اِس کی جڑ کاٹنے سے تمام وکار خود بخود کٹ جاتے ہیں۔ اسواسطے مہان پُرش ترشنا کے دُور کرنے کا اُپائے کرتے ہیں۔ جب یہ کارج سِدھ ہوا تو موکش کی سِدھی پراپت ہوتی ہے۔ ترشنا کا بیج جل جانے سے دوبارہ اُگ نہیں سکتا۔ یعنی ترشنا کو ناش کرنے سے آتم دیو کا درشن ہوتا ہے۔ تم گورو نانک نرنکاری کے گھر کے سکھ ہو کر یہ خیال مال اَور اسباب کے متعلق دِل سے دُور کر دو اَور یہ ساری چیزیں دھیرمل کے گھر میں واپس لے جا کر پہنچا دو بلکہ جو دھن سکھ سنگت نے گورو ارپن کیا ہے وہ بھی ان کے ساتھ ہی لے جاؤ اَور اب اسی وقت اپنے دِل کا جوش ٹھنڈا کر کے دھیرمل کے پاس چلے جاؤ۔ بعدہٗ تمہیں ستھ اَور اسٹھ کا وویک دیا جائے گا جس کو پا کر سرب کلیشوں کا ناش ہوتا ہے۔ گورودیو کے بچن سُن کر مکھن شاہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔ ہے دیا بندھو! جن لوگوں نے اِسقدر اپمان

کیا کہ آپ کا پران لینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ ایسے کمُتی دُشٹ۔ کٹھور اَور اسادھو لوگوں پر نرمی اَور رحم کرنے سے دیاوان پُرش کے اُدار کارج اسطرح نشٹ ہو جاتے ہیں جس طرح پارہ اگن کی حرارت سے اُڑ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ایسے کھماونت پُرش کا ہر کوئی اپمان کرنے لگ جاتا ہے۔ اَور بے دھڑک ہو کر لوگ اُسے دُکھ دینے لگ جاتے ہیں اَور اس کا دُنیا میں نرادر ہوتا ہے لوگ اُسے آلسی اَور دارِدری کہتے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر اپرادھی کو اپنے قصور کی سزا نہ ملے تو وہ بے ڈر ہو جاتا ہے اَور آئندہ کے لئے نہ صرف وہ خود اس پر حملہ کرنے کا حوصلہ کرتا ہے۔ بلکہ کئی اَور اپنے ساتھیوں کو بھی ایسا کرنے پر آمادہ کر لیا کرتا ہے۔ اپرادھی کو دنڈ دینا بھگوان کی مریادا کے خلاف نہیں ہے دیکھئے مہاراج! مریادا پرشوتم سری رام جنہوں نے سمُندر پر پُل باندھ کر کپی سینا کو پار کیا۔ اگر وہ کھما کا تیاگ نہ کرتے تو سیتا ماستونتی کو کس طرح واپس لے آتے اَدھ مہاں بلی یودھا راون کے اُپکاروں سے دین۔ دُکھی پرجا کو کس طرح آزاد کرتے؟ پھر بھگوان کرشن نے جب دیکھا کہ دریودھن کے دُوتوں نے راج سبھا کے اندر نراپرادھ دروپدی کا اپمان کیا ہے تو انہیں کھما کا تیاگ کرنا پڑا تاکہ پاپیوں کو دنڈ دیا جاوے۔ مہابھارت کا سنگرام ٹھٹ کر اٹھارہ اکشونی سینا کا سنگھار کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی یادو کُل کے لوگوں کو دھرم سے بھرشٹ دیکھ کر برہمن کے شاپ سے آپس میں کلہ وِواد سے فنا کر دیا۔ تاکہ بھُومی سے بھار دُور ہو اَور راجہ پرجا سُکھ سے اپنا جیون ہری بھگتی میں لگا کر جنم کو سپھل کر سکیں۔ اسطرح ہے نربگیہ گوردیو! البعض اوقات کھما دہرم کے پالن میں اُگر دوشوں اَور مہاوگھنوں کی پراپتی ہُوا کرتی ہے۔ اکھما میں بہت گن اَور لابھ ہُوا کرتے ہیں اَور کھما میں کئی ایک نقصان مثلاً بدنامی اَور ناکامیابی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر حضور اسطرح پر کھما ہی کرتے رہیں گے تو پاپی لوگ پھر بھاری اوگیا کرنے پر تُل جائیں گے۔ جب پاپ کا دنڈ نظر نہ آوے گا۔ تو نت ہی وہ لوگ دُشٹ کرم کرنے پر اُدیت (تیار) رہیں گے۔ لوگ بیخوف ہو کر کمزور لوگوں پر ظلم برپا کریں گے اَور دھرتی پر پاپ پھیل جائیگا۔ اگر راجہ دنڈ دینے سے پرہیز کرے تو پرجا میں ہرجا فتنہ بپا ہو جائیگا۔ دینا ناتھ گورو! آپ کیوں خواہ مخواہ پاپی دُشٹوں سے اپنا اپمان کرواتے ہیں۔ اب تک مجھے سمجھ میں نہیں آیا ہم کس طرح دھیرمل کی چیزیں واپس کر دیں اَور کس طرح گولی چلانے والے پاپیوں کو بغیر دنڈ کے چھوڑ دلویں۔ اس میں بڑا انیائے ہے کہ ایسے اپرادھی سزا سے بالکل بچ جاویں۔!

گورو جی نے ان بچنوں کو بڑے پریم سے سُنا اَور مکھن شاہ کو شانت مے اپدیش دے کر دھیرج دیا:۔ اے مکھن! کان لگا کر سُنو! "لوگ جو کام سُکھ کے لئے کرتے ہیں! انہیں سے دُکھ پیدا ہوتے ہیں۔ اندریوں کے وَش ہو کر وشئی باتیں سُن سُن کر کامنا کو دھارن کرتے ہیں۔ جب کامنا کی پُورتی کے لئے اُدّم کرتے ہوئے رُکاوٹ پیش آتی ہے تو کرودھ پیدا ہوتا ہے۔ پھر لوگ۔ الوگ کی سُوجھ نہیں رہتی۔ کرودھ کے بس میں ہو کر کُکرم کرتے ہیں۔ اَور بُدھی کا ناش ہو کر دہرم کا ناش ہوتا ہے۔ کرودھ کے غالب ہونے سے انسان ماتا۔ پتا اَور گورو کی ہتک کر بیٹھتا ہے۔ یہاں تک پران لینے سے بھی نہیں چُوکتا۔ اَور کرودھی کو چین نہیں آتا یہاں تک کہ رات کو نیند بھی نہیں آتی حسد کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔ اَور جیتے جی نرک میں پڑ کر دُکھی اَور دین ہوتا ہے" دھیرمل کو سزا دینے کے لئے مکھن شاہ وغیرہ نے بہت کچھ پرارتھنا کی لیکن مہاراج نے فرمایا کہ کھما کرنی چاہیئے۔ "ایشور اوگن ہار پُرشوں کے اوگن نہیں دیکھتے اَور کھما کرتے ہوتے ہوئے سب کو سب کچھ دیتے ہیں۔ اسی طرح سادھو کو بھی کھما کا دان اپرادھی کو دینا لازم ہے۔ کھما کے سمان کوئی تپ نہیں۔ کھما کے سمان کوئی تیرتھ نہیں۔ کھما کے سمان کوئی دہرم نہیں۔ کھما میں پرماتما کا نواس ہے۔ پرماتم دیو کھما سُروپ ہیں۔ شری مُکھ واک۔ کبیر۔

"جہاں گیان تہ دھرم ہے۔ جہاں جھُوٹھ تہ پاپ - جہاں لوبھ تہ کال ہے جہاں کھما تہ آپ"

۵ = گورو دیو جننی سنباد

اسطرح سے جس وقت شری گورو دیتغ بہادر جی مکھن شاہ کو تمام اسباب لوٹا دینے کے لئے سمجھا رہے تھے تو مہاراج کی ماتا سری نانکی جیو وہاں آگئیں۔ دل اُن کا بہت دُکھی تھا۔ ماتا جی کہنے لگیں۔ "دھیرمل نے دیکھو کیسا اپرادھ کیا ہے۔ پھر بھی اُن کا بھلا چاہتے ہیں۔ جس شخص نے بندوق کا نشانہ آپ کو کیا اور آپ کے پران لینے پر آمادہ ہو گیا اور ہمارے گھر کا سارا اسباب بھی لوٹ لیا۔ وہ واقعی ڈنڈ دینے کے یوگ ہے۔ مہاراج جی ماتاجی کے بچن سُن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ مکھن شاہ کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔ اسری گورو ہر گوبند جی کے پانچ صاحبزادے تھے جن میں یہ سب سے چھوٹے ہیں۔ باقی چاروں نے چھتری دہرم اختیار کیا وہ شستر دھاری ہوئے لیکن ان کو کوئی بیوہار دنیا کا اچھا نہیں لگتا۔ یہ ہر وقت ایکانت میں بیٹھے رہتے تھے۔ کسی سے کلام تک نہیں کرتے۔ کسی سے لین دین مطلق نہیں رکھتے۔ ہمارے شریکوں میں سے دھیرمل ان سے بہت ورودھ رکھتا ہے۔ دیکھو اُس نے اپنے گھر میں کتنا بھاری سماج بنا رکھا ہے۔ ادھر ہمارے گھر کی گذران بھی بمشکل ہوتی ہے۔ تم لوگ سب حال آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ اِن کے سنتوش کی طرف ذرا خیال کرو کہ اپنے گھر کا مال بھی واپس دیئے جاتے ہیں۔ دھیرمل کے گھر میں تو ترشنا کی آگ لگ رہی ہے اُنہیں چاہیے کوئی کتنی دولت دے دیوے اُن کا چت شانت نہ ہوگا۔ اچھا مکھن شاہ اگر یہ ہم لوگوں کی بات نہیں سُنتے تو جاؤ۔ یہ سب مال و دولت دھیرمل کے گھر میں جا کر چھوڑ آؤ۔ ایسا کہہ کر جننی نے اپنی آنکھوں کو آنسوؤں میں ڈبا کر نیچے کر لیا اور خاموش ہو گئیں۔ دل میں سوچ کرتی ہیں کہ ایسے اکرت گھن پُرشوں کے ساتھ بھی میرے پُتر بھلا ہی کرتے ہیں! اس طرح بچن بلاس کرتے ہوئے بہت رات گذر گئی! جننی کے بچن سُن کر پھر گُشماندھی بولے! مکھن شاہ! دیر مت کرو۔ دھیرمل کے گھر جاؤ۔ اس کی تمام چیزیں معہ ہمارے گھر کے دھن کے وہاں پہنچا دو۔ اسپر سری نانک نرنکاری کے وچنوں کو سمرن کرتے ہوئے مدھر مدھر سے کہنے لگے۔

شری مکھ واک محلہ پہلا

"اچھل چھلائی نہ چھلے نہ گھاؤ کٹارا کر سکے۔ جیوں صاحب راکھے تیوں رہے۔ اس لوبھی کا جیو ٹل پلے"

ارتھ:- یہ لچھمی نہایت چنچل ہے۔ ٹھہر نہیں رہتی۔ جس وقت آتی ہے تو دا سکھ کا جھلکارا دکھلاتی ہے لیکن جاتے وقت دُکھ کی آگ لگا کر جاتی ہے۔ لوبھی نر اس کے لئے بے شمار پاپ کرتے ہیں اور اسی طرح پاپ کرتے ہوئے انت کال نرک کو پراپت ہوتے ہیں۔

یہ مایا کسی سے چھلی نہیں جاتی۔ اس مایا کو کسی ہتھیار سے کاٹا نہیں جا سکتا بلکہ یہ سب کو کاٹ دیتی ہے۔ لوبھی کے من کو ہر وقت اپنے مالک سے بے مکھ رکھتی ہے۔ ہر کوئی یہی مانگتا ہے۔ کہ مجھے دوسرے سے زیادہ دولت ملے۔ اس کے سنچن پالن اور ناش کے اندر دُکھوں کی قطاریں دکھائی پڑتی ہیں۔ مکھن شاہ دھیرمل کے بارہ میں سوچتے کیا ہو۔ جو چیزیں لے آئے ہو انہیں اسی طرح جا کر واپس دے آؤ۔ مست ہاتھی جس طرح سنگل سے بندھا جاتا ہے مکھن شاہ گورو بچنوں سے بندھا گیا۔ سب سُنا کر کہنے لگے۔ بھائیو! "جسطرح گورو کی رجائے" ہمارا زور چل نہیں سکتا۔ پھر گورو جی کے چرنوں میں نمسکار کرکے بولا۔ ہے ستگورو! جس طرح آپ کی آگیا ہے ہم لوگ اُس کے انوسار ہی باہیں گے۔ پھر گورو جننی کے سامنے اپنے نوکروں سے کہنے لگا۔ یہ تمام چیزیں اور نقدی اُٹھا کر لے جاؤ اور دھیرمل کے پاس پہنچا دو۔ جا کر اس کو کہو۔ دھیرمل! "تم

ذرا وچار کرو! جس طرح گورو دیو پر تم نے گولی چلائی اُنہوں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ آئیندہ تمہیں چاہیئے کہ دُرآچاری پرُشوں کے ساتھ مل کر گورو دیو کے ساتھ دشمنی نہ رکھو بستگورو کی بڑائی اور عظمت کو دیکھو کہ دیا دھارن کرتے ہوئے تمہارے اپرادھ کا خیال نہیں کیا۔ تمہاری چھینی ہوئی وستو بہت اپنے دھن کے تمہیں واپس دے رہے ہیں۔ اگر ہم لوگ تمہاری طرح شستروں کا استعمال کرتے تو آج تم بمعہ اپنے ساتھیوں ملک عدم کی راہی ہوتے۔ یہ سب کچھ سری گورو تیغ بہادر جی کی کرپا سے ہوا ہے۔ اسلئے ایسے کرپالو گورو کی شرن لو اور ان کا دھنیہ باد کرو!"

مکھن شاہ کے سپاہی وستوؤں کو اُٹھا کر دھیرمل کے پاس لے گئے اور اپنے سوامی کا سندیش اُسے جا کر سُنا یا دھیرمل کا دل ان بچنوں سے بیدھن ہو گیا۔ اوپر آنکھ اُٹھا کر دیکھ نہ سکا۔ خاموش بیٹھا بچارنے لگا۔ کہ واقعی گورو تیغ بہادر ہیں! ان کی بہادری کی مثال دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی!

مکھن کے آدمی چیزیں دیتے تھے اور سندلے لے کر رکھتے جاتے تھے مگر دھیرمل دریائے شرمندگی میں غرق ہوا جاتا تھا۔ دل میں کہتا تھا کہ دیکھو میں نے ان کا کس قدر اپرادھ کیا۔ اُن کی جان لینے سے بھی نہ ٹلا پھر بھی انہوں نے میرے ساتھ بہت ہی کیا ہے! اُن کی کوئی کو پہنچ نہیں سکتا۔ سری نانک نرنکاری کی گدی پر وُہی بیٹھنے کے قابل ہیں۔ دنیا میں دُوسرا ان کے سمان نہیں ہے۔ ہم نے برکیشوں کی وارت سُنی تھی کہ سنت برکشوں کی مانند ہوا کرتے ہیں مگر یہ بات آج سری گورو تیغ بہادر جی میں دیکھنے میں آئی ہے۔ اُپکاری پر اُپکار کرنا انہیں کا کام ہے۔ ان کی مہما انہی کو بن آئی ہے۔ اس طرح سوچتے ہوئے اپنے قصور پر پچھتانے لگا اور من ہی من میں اپنے تئیں دھکار کہنے لگا۔ مگر انسان کا سوبھاؤ مرتے دم تک ساتھ ہی رہتا ہے۔ پھر اس کے دوستوں نے اُسے سوتے ہوئے کو آجگایا۔ اپر کھا کی آگ بدستور بھڑک رہی

۶۔ ہری مندر یاترا

بکالہ میں سوڈھیوں کی اِیرکھا دیکھ کر مہاراج نے اس جگہ کو چھوڑنا چاہا۔ مکھن شاہ نے ایک دن عرض کی۔ ہے ستگورو آنند کے ندھان! میں نے سُنا ہے کہ شری امرت سر جی کا تیرتھ شری گورو ارجن دیو جی نے اپنے پتاجی کے آگیا اُنوسار پرگٹ کیا تھا۔ اب لساکھی کا پرب نزدیک آگیا ہے۔ میرا چت کرتا ہے کہ وہاں جا کر اسنان کر آؤں۔ اُس تیرتھ کی مہما بہت کہی گئی ہے۔ آپ کی آگیا ہو تو کچھ دن کے لئے چلا جاؤں۔ پھر وہاں سے واپس آپ کی سیوا میں پہنچ جاؤں گا۔ تو مہاراج بولے۔ کہ امرتسر کچھ دور نہیں ہے۔ ہم بھی ہری مندر کا درشن کریں گے۔ مل کر ہی جائیں گے اور مل کر ہی واپس آجاویں گے۔ مہاراج نے تیاری کرنے کا حکم دے دیا۔ یہ سُن کر مکھن شاہ بہت ہی پرسن ہوا۔ اُس نے چت میں بچار کیا کہ گورو دیو کے سنگ مل کر یاترا کرنے سے مجھے ادھک لابھ ہوگا۔ اس اوسر کو مہاں اُدتم جانا اور بھاگ دھن جان کر طیاری کروانے لگا۔ ایک گھوڑی پر جس کا رنگ سفید تھا بسندر زین ڈال کر مکھن شاہ لے آیا اور اُس پر گوروجی سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ سب سے آگے گوروجی کی سواری۔ پیچھے اسباب سے لدا ہوا رتھ۔ سب سے پیچھے مکھن شاہ بمعہ اپنے سواروں کے چلے جاتے تھے۔ سفر ختم کر کے سری رامداس پوری کے نکٹ جا پہنچے مندر کے پجاریوں نے جب مہاراج جی کا آگمن سُنا تو سوچنے لگے ایسا نہ ہو ہمارے ساتھ ان کا بگاڑ ہو جائے۔ یہ لساکھی کا میلہ دیکھنے کو امرت سر آگئے ہیں۔ جب یہ مندر کی آمدنی دیکھیں گے تو ضرور ہی ہم سے روپیہ طلب کریں گے۔ اس وقت مکھن کے سوار ان کے ہمراہ ہیں۔ اس لئے مقابلہ کرنا بھی ان کا مشکل نظر آتا ہے۔ سنا ہے کہ مکھن نے دھیرمل کا (جو اسوقت تمام سندوں سے بڑا ہے) ڈیرہ بھی لوٹ لیا ہے۔ جب اُس کا حال یہ ہوا ہے تو ہمارے ساتھ کب اچھا سلوک ہو سکتا ہے۔ ان

کا اس موقعہ پر یہاں آنا محض اس لئے ہے کہ یہاں سے بہت دھن پاکر اپنی گوریائی کو سکھوں میں قائم کریں! اسلئے آؤ. ہم سب آپس میں اتفاق کرکے اُن سے جاکر بالکل نہ ملیں اور اپنے اپنے استھانوں میں چھُپ رہیں! ان کا بچپن سے ہی یہی سبھاؤ رہا ہے کہ کسی مسند سے ملتے تک نہیں. سب سے نرالے ہوکر علیحدہ بیٹھے رہتے ہیں. اگرچہ مکھن وغیرہ نے مل کر انہیں گورو پرگٹ کیا ہے تو بھی کوئی مسندان کو جاکر نہیں ملتا اور کار بھینٹ بھی سکھوں سے کم ہی آتی ہے. یہ یہاں اسی خیال کو لے آکر آئے ہیں کہ پہلے سری ہرمندر جی کے پجاری ان کے ساتھ مل جائیں تو بعدہ ان کی گوریائی اچل ٹک جائے گی. اب تک تو شک ہی تھا مگر اب یہ گورو بن کر گدی نشین ہو چکے ہیں. سری گورو ہرگوبند صاحب جی کے صاحبزادے ہونے کی حیثیت میں اور سری گورو ہرکرشن دیو جی کی پیشین گوئی کے مطابق ان کا دعوی تمام مسندوں پر ہو سکتا ہے. اس لئے ان کے ساتھ ملنا نہائیت خطرناک ہے. کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہری مندر پر قابض ہو جاویں. اس طرح آپس میں مشورہ کرکے چاروں دروازے سری ہرمندر جی کے بند کرکے اور ساتھ ہی درشنی دروازہ کو بھی قفل لگاکر بند کر دیا. تاکہ گورو جی اندر نہ جانے پائیں. جب گورو جی مندر کے درشن کے لئے آئے تو انترجامی نے پوجاریوں کی منشا کو جان لیا. اس وقت مکھن سے کہنے لگے. دیکھو ان پجاریوں نے باہر سے آئے یاتری جنوں کا آدر نہیں کیا. لالچ کے آدھین ہوکر دروازے بند کر چھُپ رہے ہیں. آج سری کیرتن بند ہے. شبد کی دھنی مندر سے نہیں آتی! سری گورو دیو جی کے بچن سُن کر مکھن شاہ نے بنے کی. ہے ناتھ! آپ اگر مجھے آگیا کریں تو ان کو دھیرمل وغیرہ کی مانند دنڈ دیا جاوے. آپ جگت گورو ہیں. اسوقت سری گورو نانک نرنکاری کی گدی کے آپ مالک ہیں. تمام سکھی منڈل کیلئے آپ پوجنیہ ہو. یہ تمام مسندر آدی آپ کے سہتاپن کئے ہوئے. آپ کے ہیں. ان دُرجنوں نے آپ کا جان بوجھکر اپمان کیا ہے. آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بھینٹا حاضر نہیں کی اور آپ کا یوگ سنمان نہیں کیا. اس لئے ان بے مکھ چوروں کو جب تک تاڑنا نہ کی جائے گی ان کی مت ٹھکانے نہیں آئے گی. کیونکہ گوربانی میں لکھا گیا ہے

"تے ہر کے چور بے مکھ مُنہ کالے جن گُر کی بھیج نہ بھائے"

دُوصر بحا چور ہیں اور مسند متی دُشٹ بے مکھ ہیں جو گورو کی شان کو دیکھ کر جلتے ہیں! مگر کیا کیا جائے. آپ کشما وان پُرشوں میں پردھان ہیں. جہاں دنڈ دینا اُچت ہے وہاں آپ ہمیشہ دھیرج سے کام لیکر اپرادھی کو چھوڑ دیتے ہیں. مکھن کے اصرار کرنے پر بھی گورو جی نے پجاریوں کو اُن کے اپنے حال پر چھوڑ دیا.

مہاراج مندر کو نمسکار کرکے چلے آئے اور سروور میں اسنان کرکے. سری اکال بنگہ کے متصل ایک درخت (بیر صاحب) کے نیچے جو آجکل تھڑہ صاحب کے نام سے مشہور ہے جا بیٹھے اور تھوڑی دیر کے بعد امرتسر سے مشرق کی طرف دو کوس کے فاصلہ پر موضع بلہ میں تشریف لے گئے. وہاں بے شمار لوگ حسب حیثیت نذر و نیاز لے کر جا پہنچے اور گورو جی کے قدموں میں حاضر ہوکر اپنی بہبودی کے خواہاں ہوئے. ہر سال ماگھ کی پندرہ کو اب تک انہی یادگار میں میلہ لگتا ہے. ہری مندر کی یاترا سے واپس آکر بکالہ کو چھوڑ دینے کا آخری فیصلہ ہو گیا. وہاں سے اپنے متعلقین کو ہمراہ لے کر راستہ کے لوگوں کو اپنے پُر درد اپدیش سے فیض یاب کرتے ۱۶۶۵ء میں کیرت پور پہنچے. یہاں پر تمام مالوہ کے سکھ لوگ ان کی تشریف آوری کی خبر سُنتے ہی زیارت کے لئے آنے لگے. تھوڑے دنوں میں نقد و جنس اسقدر چڑھا کہ لنگر اور خزانہ رونق پکڑ گئے. مگر چونکہ وہاں کے شری سورج مل جی سوڈھی وغیرہ اُن سے رشک رکھتے تھے. انہوں نے دریائے ستلج کے کنارہ پر موضع ماکھووال کی اراضیات کی ملکیت خرید لی اور وہاں جاکر اس کی آبادی کو رونق دینے لگے اور اس کا نام سری انند پور رکھا. ادھر دھیرمل سوڈھی نے روز بروز ان کی ترقی اور اقبال کو دیکھ کر سری رام رائے (صاحبزادہ سری گورو ہرکشن جیو) کو چمکا کر بادشاہ دہلی کے

گے پاس گوریائی حقوق کا دعویٰ دائر کردیا۔ مگر کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ جب یہ خبر گورو جی کو پہنچی تو معہ قبائل پُوربُ کی طرف تیرتھ یاترا پر روانہ ہو گئے اُور رستہ میں لوگوں کو اپنے پُرتاثیر اُپدیشوں سے نہال کرتے ہوئے کیتھل میں ٹھہر کر بھاٹنسر پہنچے۔ وہاں سے کرنانک پورہ میں تلوک داس بیراگی کو اپنے امرت بچنوں سے تسکین دی۔ یادگار کے طور پر وہاں گورو جی کی ایک پوتھی اُور کھڑانواں ابتک موجود ہیں اُور ایک گوردوارہ بنا ہُوا ہے۔

پھر گورو جی متھرا۔ آگرہ وغیرہ کی سیر کرتے اُور بنارس اُور گیا جی گئے۔ جہاں پر گوردوارے اُن کی یاد آج تک موجود ہیں۔ یہاں پر راجہ جے نگر جے پوری گورو جی کے قدموں میں حاضر ہُوا۔ اِسی طرح راجہ لشن سنگھ بھی قدمبوسی کو آیا۔ یہ دونوں مہاراج کے اُپدیش سن کر کرتارتھ ہو گئے۔ ان راجگان کے ہمراہ آسام دیس کی سیر کی اُور پھر کلکتہ۔ جگنناتھ۔ اڑلیسہ سے گھومتے ہوئے پٹنہ میں پہنچے۔ جہاں پر اُن کی یاترا کے دوران میں سمت ۱۷۲۳ بکرمی میں گورو گوبند سنگھ جی نے اوتار دھارن کیا تھا۔ پٹنہ میں کچھ دن جنم اُتسو منا کر پھر قصبہ کیرت پور میں اپنا اصلی جائے سکونت پر واپس تشریف لائے یہاں آکر اپنے لختِ جگر اُور عیال کو منگوالیا۔ اپنے نونہال کو علوم گورمکھی۔ سنسکرت۔ فارسی اُور ہر قسم کے ہُنر سپہ گری میں تعلیم دلوانے کا مکمل طور پر انتظام کیا۔

۷۔ آتم بلی دان

اُدھر جب اورنگ زیب بادشاہ نے تعصّب کی تلوار چلانی شروع اُور ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنے لگا یہاں تک کہ گاؤں کے گاؤں مسلمان کرڈالے تو ہندوؤں نے گورو جی کے پاس آکر فریاد کی اُور پناہ کے خواہاں ہوئے۔ جس پر انہوں نے اپنے آپ کو تصدق کرنا چاہا۔ اُور ہندوؤں کو یہ ہدایت کی کہ تم سب لوگ مِل کر بادشاہ کے پاس اِس مضمون کی ایک عرضداشت بھیجدو کہ اگر حضور۔ ہمارے گورو سری تیغ بہادر صاحب کو مسلمان بنالیں۔ تو ہم سب خود بخود آپ کے دین میں آجائیں گے۔ جس پر اورنگ زیب نے اِن کو دہلی میں طلب کر بھیجا۔ رستہ میں دیر لگ جانے کے باعث اِن کی گرفتاری کا عام اشتہار دے دیا گیا۔ دہلی پہنچنے پر انہیں کوتوال نے زیرِ حراست بادشاہ کے حضور بھیجدیا۔ وہاں جاکر شاہی حکم سے کوتوالی میں معہ اپنے پانچ پیاروں (بھائی دیالا۔ بھائی اُودا۔ بھائی جیتا۔ بھائی گوردتا۔ بھائی متی داس) کے نظر بند کئے گئے۔ بادشاہ نے دوسرے دن اپنے روبرو بلوا کر ان کو کہا کہ تو کرامات دِکھلاؤ ورنہ دینِ اسلام قبول کرو۔ بعدازاں روپیہ وغیرہ کا بہت کچھ لالچ بھی دیا۔ اسپر گورو صاحب نے فرمایا کہ خدا کا کوئی مذہب نہیں ہے اگر کوئی اُس کا مذہب ہے تو راستی ہے۔ خدا نے تمہیں بادشاہت عطا کی ہے تو تمہیں عدل و انصاف کا پابند ہونا چاہیئے اُور جبراً کسی کو مسلمان نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ یہ سلطنت مغلیہ تباہ ہوجائے گی۔ باقی رہا کرامات کا سوال۔ سو کرامات دِکھلانا حکمِ خدا میں دست اندازی کرنا ہے۔ فقیر لوگ مالک کی رضا کے شاکر ہوتے ہیں اُن کا یہ کام نہیں کہ اُس کا مقابلہ کریں۔ اُن کا آنا دُنیا میں مالک کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے ہے ۔۔۔ اُور اُن کا فرض اپنے خالق کی عظمت اُور شان قائم رکھنے کا ہے۔ نہ کہ اپنی بزرگی دِکھانے کا۔

غرض بادشاہ نے بہت کچھ کہا۔ مگر گورو جی نے اس کی کوئی بات نہ مانی اُور کہا کہ تم دو مذہبوں کا ایک کرنا چاہتے ہو۔ مگر خدا دو کو تین کرنا چاہتا ہے۔ جب اورنگ زیب نے اُن کا ہٹ دیکھا تو اِن کے قتل پر تل گیا۔ گورو جی کو ایک آہنی پنجرے میں ڈالا گیا اُور پانچ پیاروں میں سے بھائی متی داس جی کو آرے سے چروا ڈالا اُور بھائی دیالا کو آہنی دیگ پانی سے بھر کر بیچ میں ڈالا گیا اُور اس کے نیچے کئی من لکڑی جلا کر انہیں جان بحق کیا گیا۔ پھر گورو مہاراج کا دانہ پانی بند کرکے طرح طرح کی اذیتیں اُور ایذا دینے شروع کردیئے مگر اُن کے لبوں پر ذکرِ ربّانی جاری تھا۔

گوروواک = جے لوتہ پریم کھیلن کا چاؤ سر دھر تلی گلی موری آؤ!

ات مارگ یہ پیر دھر تیجے ۔ سر دیجیے کانڑھ نہ کیجے !

دہلی کے جیل خانہ میں لوہے کے پنجرے میں عشق الٰہی میں سرشار شری گورو دیو نے جو شلوک اُچارن کئے اُنمیں سے چند ایک ناظرین کے پیش کرتے ہیں ۔ یہ شلوک وُہ ہیں جو شری گورو گوبند سنگھ جی کو آخری سندیش اپنے پوجنیہ پتا جی کی طرف سے دیا گیا ۔

۸ ۔ موکش گیتا ۔

سری مکھ واک محلہ ۹

۱ ۔ پانچ تت کو تن رچیو جانو چتر سجان ۔ جہ تے اُپجیو نانکا ۔ لین تاہ مہہ مان ۔

۲ ۔ گھٹ گھٹ میں ہر جیو بسے سنتن کہیو پکار ۔ کہو نانک تہ بھج منا ۔ بھو ندھ اُترہ پار ۔

۳ ۔ سُکھ دُکھ جہ پر سے نہیں ۔ لوبھ موہ ابھمان ۔ کہو نانک سُن رے منا ۔ سو مورت بھگوان ۔

۴ ۔ اُستت نندا ۔ ناہ جہ ۔ کنچن لوہ سمان ۔ کہو نانک سُن رے منا ۔ مکت تاہ تے جان ۔

۵ ۔ ہرکھ سوگ جا کے نہیں ۔ بیری میت سمان ۔ کہو نانک سُن رے منا ۔ مکت تاہ تے سمان

۶ ۔ بھے کاہو کو دیت نہ ۔ نہ بھے مانت آن ۔ کہو نانک سُن رے منا ۔ گیانی تاہ بکھان

۷ ۔ جہ پرانی ہومے تجی ۔ کرتا رام پچھان ۔ کہو نانک ۔ وہ مکت نر ۔ اہ من ساچی مان

۸ ۔ جو پرانی نِس دِن بھجے ۔ روپ رام تہ جان ۔ ہر جن ۔ ہر انتر نہیں ۔ نانک ساچی مان

۹ ۔ جہ گھٹ سمرن رام کو ۔ سو نر مکتا جان ۔ تہ نر ہر انتر نہیں ۔ نانک ساچی مان

ترجمہ :۔ ۱ ۔ تمام اجسام ہوا ۔ آگ ۔ پانی وغیرہ پانچ عناصر سے ترکیب پاتے ہیں ۔ دانا انسان کو جاننا چاہیے ۔ کہ یہ ماترا برہم میں کلپت ہیں ۔ گیان ہونے پر ۔ اُسی میں لین ہو جاتی ہیں ۔

۲ :۔ تمام اجسام کے انتر باہر برہم کے سوائے اور کچھ نہیں ۔ ایسا تمام گیانیوں کا منانت ہے اور یہی ڈھنڈورا قدیم سے سُنا جاتا ہے ۔ بھرم جال کے بھے نورتی کے لئے اسی سرب مے برہم کی بھاونا کرنی اچت ہے ۔

۳ :۔ جس خدا کی طلب ہو رہی ہے اسکو دیکھنے کے لئے آسان طریقہ کہتے ہیں ۔ وُہ انسان مجسم خدا ہے ۔ جسے سُکھ دُکھ ۔ اہنکار ۔ موہ ۔ لوبھ کا اثر نہیں ہوتا ۔ یہ سب کچھ غیریت میں ہوا کرتا ہے ۔ یعنی جو انسان دُوئی سے پاک ہے وہ برہم رُوپ ہے ۔

۴ :۔ جو انسان کسی کی اُستت ۔ نندا کی پرواہ نہیں کرتا یعنی جسے اپنے آپ میں آتما ۔ چڑھاؤ اور زوال نظر نہیں آتا ۔ اور زر و سیم کو خاک کے برابر سمجھتا ہے ، وہی نربان پُرش ہے ۔

۵ :۔ نفع و نقصان اور دوست و دشمن کی تمیز جس کے اندر نہیں ۔ وہ نربان پُرش ہے ۔

۶ - جو نہ کسی سے ڈرتا ہے اُور نہ کسی کو ڈراتا ہے - ایسا انسان گیانی (یا مُکت) کہا جاتا ہے -
۷: - جس آدمی کے دل سے (کرتا اُور بھوکتا) کا ابھمان دُور ہوگیا ہے یقیناً وہ نربان پُرش ہے -
۸: - جو پرانی رات دِن آتم دیو کے ساکشات کار میں لین ہے وُہ یقیناً برہم رُوپ ہے کیونکہ برہم اُور برہم وِیتا ایک ہی رُوپ ہیں -
۹: - جس گھٹ میں آتم رام کا سمرن نرنتر ہو رہا ہے - وہ یقیناً آتم رام کا سروپ ہی ہے -

ناچار جب اورنگ زیب نے دیکھا - کہ یہ کسی طرح دین اسلام قبول نہیں کرتے تو اُن کے قتل کا حکم صادر کیا - یہ سُن کر اسی روز گورو جی نے بھائی گوردتا کو پانچ پیسے اُور ایک ناریل دے کر اپنے لخت جگر گورو گوبند سنگھ صاحب کے پاس آنند پور روانہ کر دیا اُور خود مگھر سُدی پنچمی سمت ۱۷۳۲ بکرمی کو حسب معمول اشنان کر کے ایک بڑ کے درخت کے نیچے سمادھی میں استھت ہو گئے اُدھر جلال الدین جلاد نے اپنی خون ریز تلوار سے ان کا سر جُدا تن سے کر دیا - نتیجہ اس بلی دان کا یہ ہُوا کہ مغلیہ خاندان کی سلطنت کی جڑ اُسی روز سے کٹ گئی - اُور تواریخ سے بھی ثابت ہے کہ اس روز سے بعد دِن بدن اِسے زوال آنا شروع ہو گیا -

ناظرین! یہ ہیں کارنامے دھیر پُرشوں کے - جنہوں نے حُبِّ رُوحانی کی عالمگیر قلم سے عملی طور پر "مکت مارگ" کی تعریف صفحۂ قدرت پر لکھی - مظلموں کے درد کو اپنا درد جان کر اپنا سربنس قربان کر کے انہیں آزاد کیا جاننا چاہیئے نہ صرف کہ گورو تیغ جی نے اپنا سیس بلی دان دیا بلکہ ان کے صاحبزادے گورو گوبند سنگھ جی اُور ان کے چار بیٹے بھی اسی طرح قربان ہو گئے اُور ان کے ساتھ ان کا تمام مال ومتاع بھی برھم کنڈ میں بطور آہوتی کے ڈال دیا گیا - گورو گوبند سنگھ جی کی ماتا - پانچ پیارے اُور لاتعداد بے شمار سکھ بھی بطور ہون سامگری کے شہید ہو کر پروانہ وار جل گئے -

اِس برھم وِیتا کی ہتیا کے اگنی پاپ سے تمام عالم میں اندھیرا چھا گیا - کہرام مچ گیا - زمین و آسمان سے چیخوں کی آواز نکلتی تھی - در و دیوار کانپ اُٹھے - زمین خون اُگلنے لگی - بادل آنسو بہانے لگے - لوگ سر پیٹ پیٹ کر روتے تھے - کوئی ایسا بشر نہ تھا جس نے غم نہ کیا اُور پھُوٹ پھُوٹ کر نہ رویا - برھم وِیتا (نردوش نربان پُرش) کے قتل پر لکھتے قلم تھرّاتی ہے - سُن کر کلیجہ پھٹتا ہے - رونگٹے کھڑے ہو جاتے - پتھر پگھل جاتے ہیں - گورو صاحب کی لاش بر سر بازار ڈالی گئی - شاہی پہرہ لگایا گیا - سیر المتاخرین کا مصنف لکھتا ہے - "کہ اس واقعہ کے بعد یکایک دہلی میں یکبارگی اندھیرا چھا گیا - اختر نمودار ہوئے اُور ٹوٹنے لگے - زمین بھونچال سے لرزاں تھی - سلطنت میں عالمگیر رنج پیدا ہو گیا - اسی سناٹے کے عالم میں جیون جاروب کش جھاڑو دینے کے بہانے گورو مہاراج کے سر کو اٹھا کر دوڑتا ہُوا آنند پور گورو گوبند سنگھ جی کی خدمت میں پہنچا - وہاں سر کا سنسکار کیا گیا - جیون پر پرسن ہو کر اُسے " رنگریٹے گورو کے بیٹے" کا خطاب دیا گیا - اُدھر جب دھڑ کو کچھ دیر چاندنی چوک میں پڑے ہو گئی تو ایک لکھی نام لبانہ سکھ شام کے وقت اندھیرے میں اپنے بیلوں کے نول کو چونہ وغیرہ ڈال کر واپس لاتے ہوئے اُسے اُٹھا کر اپنے مکان میں لے گیا اُور وہاں چتا بنا کر معہ اپنے مکان کے جلا دیا - آج کل وہاں ایک عالی شان گوردوارہ رکاب گنج موجود ہے اُور جہاں سر کاٹا گیا تھا اُس جگہ پر ایک مندر سیس گنج کے نام سے پکارا جاتا ہے - ہم اس مرحلہ پر اس درد انگیز آکھیان کو ختم کرتے ہُوئے جیون مکتی کے متعلق ایک اشٹک ناظرین کے پیش کرتے ہیں -

مکتی سے مُراد امر ہونے کے ہے - جس گیان امرت کو پان کر کے یوگی امر ہو جاتا ہے اُور اسی زندگی میں لفظ نجات کا ثمر کھا کر آنند سے وچرتا ہے - وہ اُمرت کہاں سے ملتا ہے اُور کس طرح ملتا ہے؟ اُس امرت کا سروپ کیا ہے اس کا ذائقہ کیسا ہے اور اُس کا پھل کیا ہے؟ یہ سب باتیں اس اشٹک میں گورو کی بانی دوارا کھول کھول کر بتائیں گے - امید کہ آپ صاحبان اس مختصر عبارت

سے اپنی خوب فہمی کی وساطت سے اشارہ پاکر اس "امرت" کی طرف ایکاگر چت ہوکر رجوع کریں گے اور اپنی زبان (بُدھی) اور ہاتھوں (اندریوں) کو شُدھ کرکے اس گوربانی کے امرت کُنڈ سے خوب پان کر کے ترشنا کو دور کریں گے!

۹ : زبان اشٹک

۱- اُمرت وَرسے سہج سُبھائے - گورمکھ وِرلا کو ئی جَن پائے - امرت پی سدا ترپتاسے کرکرپا ترسنان بُجھاونڑیاں
ہوں واری جیوواری - گورمکھ امرت پیاونڑیاں

ترجمہ :- یہ امرت ترپیا اوستھا میں برسنا ہے - کوئی ورلا سادھو جو کامل گورو ملے ہیں - اسے پاتا ہے - گورو کرپا سے اس امرت کو پان کر کے تمام واسنا کا کھئے ہوتا ہے اور اپنی آتما میں سنتشٹ ہوکر یوگی پھرتا ہے - بلہار اُن پر جنہوں نے اس امرت کو گورمکھ ہوکر پیا ہے -

۲:- رسنا رس چاکھ سدا رہے رنگ راتی سہجے ہرگن گاونڑیاں
گورپرسادی سہج کو پائے - دُبدھا مار اِک سیوں لائے - ندر کرے تاں ہرگن گاوے - ندری پریم سماونڑیاں

ترجمہ :- جس رسنا نے اس رس کو پیا - وہ پرم آنند کو پراپت ہوئی اور شانت اوستھا میں پرماتم دیو کی مہماں کو گائن کیا گورو کرپا سے یہ سہج اوستھا پراپت کسی کو ہی ہوا کرتی ہے - اسمیں دوئی کو مار کر ایکتا میں لو لگتی ہے - جبپر فضل ہوا وہی آتم دیو کے گیت گاتا ہوا استیہ سروپ میں تدروپ ہوتا ہے اور پھر وہ مایا کے بھرم جال میں پھنس کر موہت نہیں ہوتا -

۳- سبھناں اوپر ندر پربھ تیری - کسے تھوڑی کسے ہے گھنیری - تجھ تے باہر کچھو نہ ہووے گورمکھ سوجھی پاونڑیاں

ترجمہ :- سے دیو! پراتی ماتر پر تیرا فضل یکساں برس رہا ہے - لیکن پھل اس کا ہر دے کی شردھا کے مطابق کم و بیش ہو رہا ہے - یہ سب کچھ آپ کی لیلا کے اندر ہو رہا ہے - البتہ خبر اس کی کسی گورمکھ کو ہوئی ہے جس کو مرشد کامل کی ہدائیت ہوئی ہے

۴ :- گورمکھ تت ہے بیچارا - امرت بھرے تیرے بھنڈارا - بن ستگورسیوے کوئی نہ پاوے گرکرپا تے پاونڑیاں -

ترجمہ :- گورمکھوں نے تت کا سنشودھن کیا اور تجھ امرت سندھو سے امرت پان کیا - بغیر گورو کی سیوا کے یہ امرت کسی کو نہیں ملتا - گورو کرپا سے اس کی پراپتی ہوتی ہے -

۵ - ستگور سیوے سو جَن سوہنے - امرت نام انتر من موہے
اُمرت من تن بانڑی رتا - امرت سہج سُنڑاونڑیاں

ترجمہ :- گوروسیوا سے شوبھا ملتی ہے - نام امرت پی کر انتر آتمے مستی آتی ہے - تن من میں امرت کی خماری چڑھ جاتی ہے تریا کی بین سے دھونی نکلتی ہے - جس کو سُن کر نرد کلپ سمادھی لگ جاتی ہے -

۶ :- من مکھ بھولا دوجے بھائے کھوائے - نام نہ لیوے مرے بکھ کھائے
اُن دِن سدا وشٹا میں واسا - بن سیوا جنم گنواونڑیاں

ترجمہ :- من ہتی لوگ دُوئی کے بھرم میں پھنس کر خستہ حال ہوتے ہیں - گورو سبد سے مکھ مایا ناگن کی زہر سے ہلاک ہو جاتے ہیں - رات دن وشٹا کے کیڑوں کی طرح لپٹے لپٹ ہوکر جنم امولک کو برتھا برباد کرتے ہیں -

۷ :- اُمرت پیوے جسنوں آپ پیائے - گورپرسادی سہج لو لائے
پورن پور رہیا پربھ آپے گورمکھ ندری آونڑیاں -

ترجمہ :- جس پُرش کی لِو سہج آوستھا میں لگ گئی۔ یہ امرت اِسی کو ملا ہے یعنی جس پر خود کرپال ہو کر پربھو نے آپ ہی پلایا ہے۔ اسی نے اس کا رس لیا ہے۔ اِس کی خماری کے طفیل اُس نے دیکھا کہ ہر سُو ایک پرماتم دیو ہی پُور رہے ہیں۔ سوائے اُن کے دوئی کا نشان نہیں ہے۔ لیکن یہ نظر گورکرپا سے حاصل ہُوئی۔

۸ :- آپے آپ نِرنجن سوئی۔ جن سِرجی تن آپے گوئی۔
نانک نام سمال سدا توں سہجے پنچ سماوڑیاں

ترجمہ :- اُوپر نیچے۔ آد۔ مدھ انت میں صرف ایک مایا سے پرے پرماتم دیو ہی بیاپک ہے۔ اِسی کے سنکلپ سے یہ سرشٹی پیدا ہو کر اسی کے اندر لین ہو جاتی ہے۔ گورو نانک فرماتے ہیں۔ اس پربھو کے نام کا سمرن کرنے سے یہ مَن تُریا میں پہنچکر سچدانند رُوپ ہو جاتا ہے۔

جیون مُکت گیانی کے لکھشن

(انا برھم لین شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج)

شبد آدی وِشیوں وِکھے چاہ نہ راکھے جو
اِک آتم سب جان کر جیسے ہرکھ نہیں شوک
نِج سروپ آنند سے جو آنندی ہوئے
مَیں میرا جانے نہیں اَور دویش نہیں راگ
سکھ دُکھ کچھ بھاسے نہیں بھٹکے ناہیں چت ماہ
خالی اندر باہر سے دیکھے اِک ادویت
آوے کچھ جاوے کچھ اِک رس رہتا جو
کرتا ہوا اکرتے ہے نہیں بھوگ ابھیمان
ست است کا بھید نہ ایک دو نہیں بھاس
ولیشٹ سمشٹ شریر سے جُدا جانتا آپ
مَیں چیتن آنند گھن ادوے آتم رُوپ
پر مانند سروپ میں مگن رہے نت جو

ایک برھم انوبھو کرے مُکت پُرش ہے سو
اُسے بندھ مت جانیو جانو اُس کو موکھ
اچھا بھی سب شانت ہوں مُکت پُرش ہے سوئے
اِک آتم ہی جانتا مُکت کسی کے بھاگ
سرب آتم ہی دیکھتا مُکت جان لو تا نہہ !
سوئی جیون مُکت ہے ناہیں جس میں دویت
ہان لابھ جانے نہیں مُکت پُرش ہے سو
نِشچت سدا اسنگ جو مُکت پُرش سو جان
کیول آتم دیکھتا مُکت جانو تاس !
بن آتم مِتھیا لکھے سوئی مُکت تھاپ
ایسا نِسچہ جسے ہے سو ہے مُکت سروپ
اِک آتم انوبھو کرے پُورن مُکتا اوہ

بندھ مُکت کا بھرم نہ نہیں تیاگ نہیں گرہن
ایکا ایکی دیکھتا مُکت تسے ہی کہن !

لے آکاش

گدا الا عرف پجاری

کشتہ ہنا جہاں شریکان بی آر منیج پٹیالہ

سورج غروب ہوچکا تھا۔ شام کے دُھندلکے میں ایک آٹھ۔ نوسالہ لڑکا دھانوں کے سرسبز کھیتوں کے درمیان ایک کھیت کی منڈیر پر کھڑا ہُوا قدرتی نظاروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وُہ سرشام ہی ٹہلنے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ نہائیت دلکش شام تھی۔ دھان کے کھیتوں پر جوبن آیا ہُوا تھا۔ وُہ وقت اُور جگہ کو بھُول کر محویت کے عالم میں بستی سے بہت دُور نکل آیا تھا۔ کہ یکایک اُس نے "مغرب کی طرف سے سیاہ بادل کو اُٹھتے دیکھا جس نے جلد ہی چاروں طرف پھیل کر وہاں کی تمام لطافتوں و رنگینیوں پر پردہ ڈال دیا۔ مگر اس تاریکی میں بھی ایک شے خاص طور پر قابل کشش تھی۔ وہ تھی بگلوں کے پروں کی سفیدی جو اس تاریکی میں بھی نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ یہ نظارہ ننھے سے دِل پر عجب طور پر اثرانداز ہوئی۔ جس نے اُس کے دماغ میں خیالات کا طوفان برپا کر دیا۔ اُس کے گنگاجل سے پوتر دِل میں ایک زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ دماغ اس کی رہنمائی کے لئے تیار ہوگیا۔ اُس کے تمام جسم میں مسرت کی ایک خاص لہر دوڑ گئی۔ وُہ بیہوش ہوکر کھیت کی منڈیر پر گر پڑا چاروں طرف اندھیرا پھیل چکا تھا۔ شب کی خنکی نے اُسے بیہوشی سے ہوشیار کر دیا۔ اُس نے آنکھیں کھولیں اُور آہستگی سے کپڑے درست کرتا ہُوا اُٹھ بیٹھا ——— اس وقت اُس کی آنکھوں سے ایک خاص نور جھلکتا دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اُور چہرے پر مستقل ارادہ کے آثار موجود تھے ——— دُور کوئی گا رہا تھا

وادئ دِل میں تجلّی سی تڑپ جاتی ہے — محوِ حیرت ہُوں کہ اس رہ سے گذر کس کا ہے (ناتھ پربھاکر)

وہ خود بخود بڑبڑایا۔ "گدا الا۔ تمہیں اس پاک جذبہ کا احترام کرنا ہی ہوگا...... تمہیں دلیش پر پھیلی ہوئی ناستکتا کی چادر کو تار تار کر کے علم روحانی کا پرچم لہرانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگانی ہوگی۔

———(۲)———

صُوبہ بنگال کے ضلع ہگلی میں جگن ناتھ جی کو جانیوالی سڑک کے کنارے بردوان کے نزدیک ایک گاؤں ہے کمارپور جسکو آموں کے گھنے درختوں نے اپنے سایہ میں لے رکھا ہے۔ اسی گاؤں سے باہر آموں کے باغ میں دوپہر کے وقت ایک کمسن لڑکا آم کے درخت کے نیچے بھگوان کرشن کی مورتی کو دھانوں کی نالیوں سے بنے ہوئے آسن پر استھاپت کئے ان کے آگے ہاتھ باندھے بیٹھا ہے۔ اُور دنیا و مافیہا سے غافل ہوکر ایشور استتی میں مگن ہو رہا ہے۔ وُہ پرسوز ترنم سے گا رہا ہے۔ پربھو بھکتی کا گیت ہے

گووند تمہیں گوپال تمہیں گھنشیام لشیو دھانندن ہو

اے ناتھ کہیں لوگیشور ہو، اے ناتھ کہیں مدھوسودن ہو

آواز جو ابتدا میں دھیمی تھی آہستہ آہستہ بلند ہوتی گئی۔ دوپہر کا پُرسکون وقت۔ تنہائی کا عالم۔ اُس کے پُرسوز اور ھکتی رس میں ڈوبے ہوئے نغمہ نے باغ کی فضا کو مترنم کر دیا۔ جس کے کانوں تک صدا پہنچی کھنچا چلا آیا۔ اُس کے گرد جمگھٹا لگ گیا۔ مگر ہر شخص گم تھا............ وہ گا رہا تھا اور جھوم رہا تھا............ جھوم رہا تھا اور گا رہا تھا۔

گیت کے آخری مصرع کی ادائیگی کے ساتھ ہی اس کا سر جھک گیا۔ ع

"مِل جائے تمہاری جیوتی میں جب انت شریر کا جیون ہو"

یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے اور وہ یکایک خاموش ہو گیا——— اس پر سمادھی کی حالت طاری ہو چکی تھی۔

حاضرین نے ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کئے سب ایک ایک دو دو ہو کر وہاں سے کھسکنے لگے۔

ایک درخت کے نیچے دو عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ "کتنا پیارا ہے یہ لڑکا۔ اس عمر میں یہ بھکتی بھاؤ۔ جانو! خود بھگوان ہے۔ میں تو اگر دن میں ایک دو بار اسے نہیں دیکھ لیتی۔ دل بے چین رہتا ہے۔"

دو "گدالا تو اوتار ہے بہن۔ ساکشات بھگوان کا اوتار۔ تم ہی کیا۔ گاؤں کی سب عورتوں کی یہی حالت ہے کہ جب تک گدالا کے درشن نہ کر لیں۔ کسی کام دھندے میں جی ہی نہیں لگتا۔"

اسی باغ میں بنی ہوئی جھونپڑی کے دروازہ پر بیٹھے رام دھن اور کالی چرن بھی اسی موضوع پر بات چیت کر رہے تھے۔

رام دھن نے پتی چباتے ہوئے کالی چرن سے کہا۔ "دیکھا دادا! کیا رس ہے گدالا کی بانی میں۔"

کالی چرن نے دُور سمادھی لین گدالا کی طرف پُرمحبت نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "دھن ہیں اِن کے ماتا پتا جنکو ایسا پُتر مِلا۔ میں تو کہتا ہوں۔ پرتھوی پر سے ناستکتا کا اندھیارا دُور کرنے کے لئے آپ بھگوان نے اوتار لیا ہے۔"

پرندوں کا جھنڈ آم کے درختوں پر آ بیٹھا تھا۔ رام دھن اُن کو اُڑانے کے لئے پتھر پھینکتے ہوئے بولا۔ "دادا! یاد ہے نہ شیو کمار کے شرادھ والے دن۔ تمام پنڈت حیران رہ گئے تھے۔ جب بھری سبھا میں گدالا نے ان کے درمیان پیدا شدہ بحث کو دو تین باتوں میں ہی نپٹا دیا تھا۔"

"یہ تو گنتوں کی کان ہیں" کالی چرن نے جانے کے لئے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "مورتی بنانے میں ان سا گنی کون ہے۔ گاؤں میں نیا ؤ تو؟"

(۳)

گدالا کا جنم براہمن خاندان میں ہوا تھا۔ اُن کے پتا پنڈت خودی رام نہ صرف سچے براہمن ہی تھے بلکہ وہ سچے رام بھگت بھی تھے پنڈت جی کو اُن کے جنم سے پہلے خواب میں بشارت ملی تھی کہ تمہارے گھر میں مَیں خود جنم لوں گا۔ اسی وجہ سے وشنو بھگوان کی طرف سے اُن کا نام گدادھر (جو وشنو بھگوان کا ہی ایک نام ہے) رکھا گیا۔ محبت میں سب انہیں گدالا کہا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت کا رجحان بچپن ہی سے ایشور پوجا۔ سادھو سیوا و ست سنگ کی طرف تھا۔ رامائن و بھاگوت وغیرہ دھارمک گرنتھوں کی کتھائیں سُننا۔ رام لیلا و کرشن لیلا میں شامل ہونا ان کے دلپسند مشغلے تھے۔

پنڈت جی نے ان کو اس زمانہ کی تعلیم دلانی چاہی تاکہ آپ سنِ بلوغ کو پہنچ کر اپنا کاروبار سنبھالنے کے قابل ہو جائیں مگر آپ نے صاف کہہ دیا۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔

ایک دن آپ کے بڑے بھائی رام کمار کچھ روز کے لئے گاؤں آئے۔ اُنھوں نے جب تمام حالات سُنے تو جاتے ہوئے انہیں اپنے ہمراہ دکشنیشور لے گئے۔ وہاں وہ گنگا کے کنارے بنے ہوئے کالی کے عالی شان پجاری تھے۔

رام کمار زیادہ تر بیمار رہا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں اُن کو ہی کالی ماتا کی پُوجا کا فرض سر انجام دینا پڑتا تھا۔ ابتک گدادھر جی وِشنو کے اُپاسک تھے۔ انہوں نے پرم پتا پرماتما کو پتا رُوپ میں دیکھا تھا۔ مگر اب انہیں معلوم ہُوا کہ ہم ماتا رُوپ میں بھی اُن کی اُپاسنا اُسی نشچہ سے کر سکتے ہیں۔

کچھ دِنوں کے بعد رام کمار جی کا انتقال ہو گیا اُن کی جگہ وُہ ہی پجاری ہوئے اُور وُہ تن من سے ماتا کی سیوا میں لگ گئے.... اب اُن کے من میں صرف ایک خواہش تھی۔ وہ تھی ماتا کے ساکشات درشنوں کی.... "ماں!.... درشن نہیں دو گی کیا؟"

مندر میں خاموشی کا راجیہ تھا۔ چاروں طرف سے کواڑ بند تھے۔ دھیمی دھیمی پھولوں کی خوشبو تمام کمرہ میں پھیل رہی تھی۔ کمرہ کے عین درمیان اُونچے چبوترے پر بھگوتی کی مُورتی سنگھاسن پر براجمان تھی۔ گلے میں رُنڈ منڈوں کی مالا۔ ایک ہاتھ میں کھڈگ دوسرے میں کٹا ہُوا انسانی سر۔ اُن کے چرنوں سے مناسب فاصلہ پر دھوپ پر چراغ روشن تھے۔ چراغوں کی ہلکی روشنی نے کمرہ کو روشن کرنے کی بجائے اُور بھی ڈراؤنا بنا دیا تھا۔ دھوپ کا بل کھاتا ہُوا دھُواں ماتا کی ناک کے پاس پہنچ کر تاریکی میں گم ہو رہا تھا۔ منظر از حد بھیانک و دلدوز تھا

گدادھر جی دُنیا و مافیہا سے غافل ہو کر محویت کے عالم میں ماتا کے منہ کی طرف ایک ٹک دیکھ رہے تھے۔ وہ یک لخت تڑپ اُٹھے اُور چلائے ماں! ماں!!........ اب صبر کی حد ہو چکی۔"

یکایک اُن کی نگاہ ماتا کی مُورتی سے ہٹ کر کمرہ میں چاروں طرف گھوم گئی۔ سامنے دیوار کے ساتھ کھونٹی کے سہارے تلوار لٹک رہی تھی۔ وہ اُس کی طرف جھپٹے۔ ایک لمحہ میں ہی اُسے کھونٹی سے اتار کر میان سے باہر کر لیا۔

وہ شمشیر بکف ہو کر ماتا کے چرنوں کے پاس پہنچے اُور گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ "ماں! درشن نہیں دیتیں..... خیر۔ نہ سہی.... لیکن بغیر درشن زندہ رہ کر ہی کیا کروں گا۔ انہوں نے تلوار تولی اُور چاہتے تھے کہ ایک ہی وار میں سر ماتا کے چرنوں میں ہو کہ تمام کمرہ نُور سے بھر گیا۔ ماتا ساکشات پرگٹ ہوئیں۔ گدادھر جی کے ہاتھ سے تلوار چھُوٹ گئی اُور آپ ماتا کے چرنوں سے لپٹ کر وفورِ خوشی سے بیہوش ہو گئے۔

(۵)

ماتھر جی نے جو دکھشنیشور والے مندر کے مہتمم تھے۔ کلرک کا خط پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا۔

"پجاری پاگل ہو گئے ہیں۔ وہ شاستر انوسار و بدھی پوروک ماتا کی پُوجا بھی نہیں کرتے۔ ماتا کے سامنے بھوگ کے لئے کھانا رکھتے ہیں تو خود کھانے لگتے ہیں۔ اکثر پہروں مندر کے کواڑ بند کئے نہ معلوم کیا کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے بہُت حکیموں ڈاکٹروں سے علاج کروا دیکھا ہے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہُوا۔ ہردے آپ کا بھتیجا بھی انہیں بہت دفعہ ڈرا اُور سمجھا چکا ہے مگر اُن پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بہتر ہو کہ نئے پجاری کا بندوبست کر لیا جاوے۔"

ماتھر جی نہایت سمجھدار اُور دانشمند انسان تھے انہوں نے لکھ بھیجا۔ "کہ جب تک میں خود اُن کے حالات بچشم خود نہ دیکھ لوں کوئی کاروائی عمل میں نہ لائی جائے"

ایک روز ماتھر جی اچانک بغیر کسی کو اطلاع کئے دکشنیشور پہنچے اُور آرتی کے وقت چھُپ کر گدادھر جی کی حرکات و سکنات اُور پوجا ودھی کا نرکشن کرنے لگے۔

گدادھر نے تمام کپڑے حتےٰ کہ زنّار تک اُتار کر ایک طرف رکھا ہُوا تھا۔ اُن کی زبان سے جو الفاظ نکل رہے تھے وہ پریم اُور بھکتی رس میں ڈوبے ہوئے تھے کبھی وہ محویت کے عالم میں پتھر کے بُت کی طرح کھڑے ماتا کے مُنہ کی طرف تکتے رہتے۔ کبھی وُہ زار زار روتے

ہوئے زمین پر لوٹنے لگتے۔ غرض ان کی ہر حرکت دل پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہتی تھی۔ ماتھر بابو نے سانس روک کر اُن کی بڑبڑاہٹ سمجھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے سُنا کہ گداد ھر جی ماں سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں۔ "ماں میں تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر تیرے چرنوں میں آیا ہوں۔ سوائے درشنوں کے کوئی ابھلاشا نہیں۔ .... مجھے اپنے چرنوں میں جگہ دے ماں ..... "

ماتھر بابو نے اُن کے جذبات کا اندازہ لگایا۔ وہ انکا ماتا کے چرنوں میں اگادھ پریم اور بھکتی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہاں سے وہ چپ چاپ بغیر کسی شخص کو ملے واپس کلکتہ چلے آئے۔ اور مندر کے کلرک کے نام حکم بھیجدیا کہ جسطرح اور جیسے گداد ھر جی چاہیں ماتا کی پوجا کر سکتے ہیں کوئی اس میں دخل انداز نہ ہو۔"

(۶)

رات کا وقت۔ ہُو کا عالم۔ چاروں طرف سناٹا چھا رہا تھا کہ مندر کا کلرک و نوکر ایک عورت کو لئے ہوئے پجاری کی کوٹھڑی کے پاس پہونچے۔ انہوں نے عورت کو کچھ اشارہ کیا اور خود ایک طرف چھپ کر کھڑے ہو گئے۔ آج انہوں نے پجاری کا امتحان لینے کے لئے جال پھیلایا تھا۔ ..... وہ دُنیادار تھے۔ حرص و ہوا کے بندے خواہشات کے غلام۔ انہیں یقین ہی نہیں آتا تھا کہ بھری جوانی میں کوئی نوجوان اس طرح دُنیوی خواہشات و جذبات سے الگ رہ کر اسقدر ایشور بھگتی میں رنگا جا سکتا ہے وہ یہ باور کرنے کے لئے ہی تیار نہ تھے۔ کہ کوئی انسان استری جاتی کے لئے اسطرح ماتری بھاؤ پیدا کر سکتا ہے۔ وہ پجاری سے بدظن تھے۔

عورت نے دروازہ پر دستک دی۔ گداد ھر جی نے کچھ توقف کے بعد کواڑ کھولے اور شب کی تنہائی میں اپنے روبرو ایک نہائت حسین و جمیل خوبصورت لباس و زیورات سے آراستہ عورت کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ حسینہ نے ایک نگاہ غلط انداز اُن کے چہرہ پر ڈالی۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ اُن کے مُنہ سے نکلا "ماں ...... ماتا" دوسرے ہی لمحہ میں پجاری حسینہ کے پاؤں پر سر رکھے اپنے پاک و پوتر اشکوں سے انہیں دھو رہے تھے۔

امتحان لینے والے یہ کیفیت دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اب وہ گداد ھر جی کے روبرو ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور کشما مانگ رہے تھے۔ انہوں نے پُر اشک آنکھوں سے اُن کی طرف دیکھا اور بولے۔ "ماتا کی جے" سب زور سے چلائے۔ "ماتا کی جے" "ماتا اور اُس کے پجاری کی جے۔"

شب کی خاموشی میں اُن کی آواز گنگا کی پوتر لہروں سے ٹکرا کر واپس مندر میں جا گونجی۔

"ماتا کی جے، ماتا اور اُس کے پجاری کی جے"

زندگی

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے (غالب)

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا چکبست

سمپورن سکھ کا اپاؤ

از شری یمان برہم لین شری سوامی گوبند انند جی مہاراج

جب لگ میں میری بھرماوے
تب لگ پرش مکت نہیں پاوے
جب لگ نام روپ درشاتا
تب لگ پورن سکھ نہیں پاتا
جب لگ راگ دویش نہیں ٹوٹے
تب لگ جنم مرن نہیں چھوٹے
جب لگ ستّا جگت نہ ناسے
تب لگ راگ دویش بھی بھاسے
ہو ویراگ اور وچار
ستّا جگت نہ بھاسے یار!
بن ست سنگ نہیں یہ پائیے
بھاویں سب تیرتھ پھر آئیے
شردھا پریم پاس ہو جب ہی
ست سنگت بھی پائیے تب ہی
آہار وہار آچار درست
شردھا پریم ہوئے تب چیت
نتا پرتی ہو برہم ابھیاس
کہیں واشنا من ہو ناش!

تب ہی سکھ پورن ہے ہووے
دکھ سرب بھی تب ہی کھووے

ابتدائی زندگی ہی سے کفایت شعاری کی عادت ڈالئے
اور اپنے بچے کیلئے سرمایہ حاصل کیجئے
اورینٹل
سے جو کہ مضبوط ترین اور ہندوستان کی سب سے مشہور بیمہ زندگی
کی کمپنی ہے۔ بچوں کے مخصوص بیمے کی پالیسی حاصل کریں"
"بچوں کا مخصوص بیمہ" اس لئے تجویز کیا گیا ہے۔ کہ والدین بہت ادنیٰ شرح پر اپنے
بچے کے لئے محدود اقساط پر تمام عمر کی پالیسی۔ یا اگرامی بیمہ کی پالیسی حاصل کر
سکیں ان پالیسیوں کے ماتحت کمپنی کی ذمہ واری کسی منتخبہ عمر سے شروع ہو گی
جو بچے کی ۲۲ سال کی عمر سے پہلے نہیں ہو گی۔
مزید معلومات کیلئے
لالہ گوپال داس سونی ایف سی آئی (ایڈنبرگ)۔ ایف۔ آر۔ ای۔ ایس (لنڈن)
برانچ سیکرٹری
اورینٹل گورنمنٹ سیکیورٹی لائف انشورنس کمپنی لمیٹڈ
۴۷ سی دی مال لاہور
سے خط و کتابت کریں
صدر دفتر: بمبئی

۱۰۰۰۰ دس ہزار روپیہ کا سونا مفت
3/1/- دہلی میں سونا تین روپیہ تولہ
چند اشتہار بازوں نے ہمارے اشتہار کی نقل پر نقلی گولڈ کیساتھ بچوں کی ایک پیسہ والی گھڑی مفت دینے کا اعلان کیا۔ منروا گولڈ کی شہرت کو نقصان پہنچانے کے لئے نقالوں اور تجارتی بے اصولوں نے ۲ دو روپیہ -/-/۲ اور ڈیڑھ روپیہ -/۸/۱ تولہ مختلف قسم کے نام پر انعامی لالچ دیئے۔ ناظرین! سستا سونا جو اصل میں پیتل ہے خرید کر اپنے پیسے ضائع نہ کریں۔ ہماری اس غیر فانی ایجاد پر شمالی ہندوستان کے اخبارات نے مبارکباد دی۔ اور ہمارے سونے کو دیکھکر اپنی بہترین رائے کا اظہار کیا۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ منروا گولڈ ہے۔ یہ سائنس کا منہ بولتا جادو بالکل اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جا سکتا ہے۔ ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کیمطابق بن سکتے ہیں۔ کسوٹی پر اصلی سونے کا رنگ دیتا ہے۔ ہوشیار سے ہوشیار صراف و جوہری بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے۔ ہمارے اصلی منروا گولڈ کی مقبولیت کا بہترین ثبوت یہ ہے۔ کہ جس جگہ یہ سونا ایکبار گیا۔ وہاں سے بیسیوں تولہ کی فرمایش آئی۔ دنیا کو حیرت ہو رہی ہے۔ یہ گولڈ کس طرح تیار ہوا۔ ہمنے برسوں کی محنت اور ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کے بعد منروا گولڈ تیار کیا۔ اس کا رنگ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم آپ کو اپنے مال کی آزمایش کے لئے فخریہ دعوت دیتے ہیں قیمتیں مشہوری کیلئے ایک تولہ صرف ۳ تین روپیہ -/-/۳ تین تولہ آٹھ روپیہ -/-/۸ چھ تولہ پندرہ روپیہ -/-/۱۵ چالیس تولہ پچانوے روپیہ -/-/۹۵۔
منروا گولڈ کے بنے ہوئے زیورات
منروا گولڈ سے بنی ہوئی چوڑیاں فی جوڑا ۲ دو روپیہ -/-/۲۔ کانوں کے بندے (کانٹے) فی جوڑا تین روپیہ -/-/۳۔ انگوٹھی نگ دار فی عدد تین روپیہ -/-/۳۔ سادہ انگوٹھی بمبئی فیشن ۲ دو روپیہ -/-/۲ چوڑیاں جالیدار فی جوڑا پانچ روپیہ -/-/۵ نکلیس، ہار، بارہ روپے -/-/۱۲۔ لاکٹ چھ روپیہ -/-/۶ دست بند فی جوڑا چودہ روپیہ -/-/۱۴ مال ناپسند ہونیپر واپسی کی شرط۔ محصولڈاک پارسل پر صرف (۸) آٹھ آنہ لگیگا۔ ایجنٹوں کی ہر جگہ ضرورت ہے۔ ہر طرح کی سہولیت دیجائیگی۔ منروا گولڈ کی قیمت بڑھنے والی ہے لہذا مفت برابر سمجھ کر جلدی آرڈر دیں۔
(اصلی منروا گولڈ منگوانیکا پتہ)
مینیجر امریکن کمرشل ہاؤس پوسٹ بکس 62 (ادوم) نئی دہلی
ہندوستان کے چند معززین کی رائے
سید احمد حسین ایچ آزیری مجسٹریٹ الموڑہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا منروا گولڈ اچھی چیز ہے پچاس روپیہ کا چیک ارسال ہے اس کے زیورات ارسال کریں۔
مسٹر کرم چند مہاجن بی۔ اے جموں سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے منروا گولڈ کے زیورات مبلغ ۱۴ روپیہ آٹھ آنہ کے وصول ہوئے دیکھنے پر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ نے واقعی دنیا کی بھاری ضروریات کو پورا کیا۔
مسٹر ایچ۔ این سنہا کارڈن ہاؤس سورا جپور سے مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء کو تحریر فرماتی ہیں کہ آپکا ارسال کیا ہوا منروا گولڈ ملا آپکے منروا گولڈ اور دوسرے سونے میں کوئی فرق نہیں گیارہ تولہ منروا گولڈ اور بذریعہ وی پی ارسال کریں
جناب بالو کرشن گوپال حنابی۔ اے ایل ایل بی کلکتہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپکا منروا گولڈ میں نے اپنے ایک دوست کے پاس دیکھا اور بہت تعریف سنی مہربانی فرماکر مجھے تین تولہ سونا بذریعہ وی پی ارسال فرماکر مشکور فرمائیں۔

شریدھر

از شری جگن ناتھ شرما پربھاکر

(۱)

پو پھوٹنے جا رہی تھی جب وُہ بُوڑھا برہمن شریدھر حسبِ معمُول کیلے کا ایک پرانا پیڑ کندھے پر اُٹھائے گنگا کنارے آپہنچا - آنکھوں آنکھوں میں اُس نے پیڑ کو چھیل کاٹ ڈالا اُور چھلکوں پتوں کے دُونے بنانا شروع کر دیئے بھگوت پریم کی نوٗا اُترنے والی مستی میں جھُوم جھُوم کر - دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں دُونے پتّے تیار کر لیٔے اُور اُن کا پسار لگا کر بیٹھ گیا - اِدھر گنگا اسنان کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا - پوجا کے لیٔے ہاتھوں ہاتھ دُونے بکنے لگے - کوڑیوں کے بھاؤ -

اِتنے میں ایک نہائت خوبصورت نوجوان، شریدھر کے پاس آیا اُور کچھ دونے پتے خرید کیٔے - شریدھر نے اُس سے اس کے چھ دام مانگے -

نوجوان بولا ــــ "تین دام نہیں لے گا کیا"؟

"تین دام تو بہت تھوڑے ہیں، بابا!"

"تھوڑے ہیں تو تھوڑے ہی لے لے"

"کیسے لے لوُں بابا! بہت ہی کمزور اُور کنگال براہمن ہُوں - پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا - گنگا مائی کی بھینٹ پوجا کر لئے بھی تو کچھ چاہیئے ہی - پوُرے دام دیدیا کرو - تمہارا بھلا ہو گا"

"تمہیں بھلا کیوں نہ کرو! میں بھی تو براہمن ہُوں ــــ دیا کا پاتر -"

"تم پنڈت ہو، بابا! دھنی ہو، مان عزت والے ہو اُور ہو جوان بھی - میں غریب ہُوں، بُوڑھا ہُوں - دین ہوں ــــ دیا کے یوگیہ - مجھ پہ دیا کرو -"

"تو غریب نہیں ہے - چھپا چھپا کے دھن رکھتا ہے ــــ سات پردوں میں - باہر سے کنگال - اندر سے مالا مال - لوگ نہیں جانتے - لیکن میں جانتا ہُوں اچھی طرح!"

"مذاق اُڑاتے ہو بابا! غریب کا -"

"مذاق کیوں، سولہ آنے سچ کہتا ہُوں"

"تم سے بحث نہیں بابا، میرے دُونے پتے چھوڑ دو - تمہارے پاؤں پڑتا ہُوں" اِتنا کہہ کر شریدھر نے اپنے ہاتھ نوجوان کے ہاتھوں میں لئے ہوئے دُونے پتوں پر ڈال دیئے -

نوجوان کڑک کر بولا ــــ "ہیں، اتنی جرأت! یہ ابھیمان!! میرے ہاتھ سے چھینتا ہے - ہڈی پسلی نہ توڑ کے رکھدوں؟"

"جھگڑا نہ کرو" شریدھر نے ذرا سہم کر منت کی — "بابا تم یونہی لے جاؤ۔ مَیں کچھ نہیں لیتا"
"یونہی کیوں لے جاؤں؟ مجھے بھکھ منگا سمجھ رکھا ہے کیا؟" نوجوان نے سُرخ آنکھیں دِکھا کر کہا۔
"بھکھ منگا کس نے کہا بابا؟ تم تو سردار ہو گاؤں کے۔ کِس بات کی کمی تمہارے ہاں!" شریدھر نے پھر منت کھینچی۔
"یہ سب خوشامد وامد مَیں نہیں جانتا" نوجوان نے دبدبہ بھرے لہجہ میں کہا — "دیکھ، تو ہر روز گنگا کی پوجا کرتا ہے نا۔ مَیں تیری گنگا کا باپ ہوں سمجھا۔ مجھے دونے پتے کم قیمت پر دے دے۔ سُنا!"
یہ الفاظ سُنتے ہی شریدھر نے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں اور عجیب حالت میں پکار اُٹھا — رام، رام، رام، انرتھ مہاانرتھ، تم تو پنڈت ہو بابا! پنڈت۔ دیوی دیوتاؤں کا اسقدر اپمان نہ کرو۔ دیوتاؤں کی کوپ درشٹی کا تمہیں بھے نہیں ذرا بھی کیا؟ ہرے، ہرے۔"
شریدھر کا دونے پتے چھوڑ کر کانوں میں اُنگلیاں ڈالنا ہی تھا کہ نوجوان نے موقعہ غنیمت سمجھا اور دونے پتے لیکر چمپت ہُوا شریدھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نوجوان کے لئے یہ تھا روز روز کی دِل لگی کا بہترین سامان اور شریدھر کے لئے سخت مصیبت!
اس نوجوان کا نام تھا۔ نمائی پنڈت۔

(۲)

نمائی پنڈت گوڑ دیش (بنگال) میں گنگا کنارے مشہور پراچین نگر نودویپ میں رہا کرتا تھا۔ کھاتے پیتے براہمن گھرانے کا چشم و چراغ تھا۔ رنگ کا نہایت گورا تھا لوگ اُسے گورا رنگ بھی کہتے تھے۔ لیکن ماتا نے نام رکھا تھا وشومبھر۔ وہ نوجوان تھا۔ بلا کا خوبصورت، آفت کا پرکالہ۔ طبیعت میں قیامت کی شوخی۔ چہرے پر رعب داب کا یہ عالم کہ نگر بھر کے پنڈت اُس کے سامنے دم نہیں مارا کرتے تھے۔ لیکن تھا وہ عجیب قسم کا زندہ دِل شخص۔ جہاں بیٹھتا محفل جم جاتی۔ جدھر سے گذرتا رونق کا عالم بپا ہو جاتا۔ وِدیارتھیوں کا جمگھٹا ہمیشہ اُس کے ساتھ رہتا۔ وِدیارتھی فطرتاً نٹ کھٹ تھے ہی لیکن نمائی پنڈت سے ادھیاپک کی شوخ مزاجی ان کی طبیعت کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام کر گئی تھی۔ غرضیکہ نمائی پنڈت اور اُس کے وِدیارتھی پہلے نگر بھر کی زندگی کے محور تھے۔ لیکن —
شریدھر بیچارا نِردھن بُوڑھا براہمن تھا۔ گنگا کے کنارے روز پتے دونے بیچا کرتا۔ چار چھ پیسے کی بکری ہو جاتی۔ جو کچھ بچتا اُس میں سے آدھے پیسوں کے پھل پھول وغیرہ لے کر بھگوان کے نام پر گنگا کی بھینٹ کر دیتا باقی پیسوں سے چنا چبینا خرید کر اس سے پیٹ بھر لیتا۔ وہ اتنا غریب تھا کہ گھر بھات راندھنے کے لئے پھوٹی ہنڈیا تک میسر نہ تھی۔ گھر بھی کہاں تھا؟ دو گز زمین پر گھاس پھوس کی جھونپڑی کھڑی کر رکھی تھی جو ذرا سی تیز ہوا کے جھونکے سے کانپ جایا کرتی تھی۔ دونے پتے بیچ آنے کے بعد رات بسر کرنے کے واسطے یہ محض نام ہی کو اس کا گھر تھا۔ ورنہ وہاں اُس نے رکھا ہی کیا تھا؟ — پھٹی پرانی گودڑی، میلی کچیلی دھوتی لنگوٹی، کیلے کے پتے کاٹنے کی درانتی چھری، لوہے کا ٹوٹا پھوٹا ایک لوٹا، ایک جوڑا کرتالوں کا اور بس۔
اُس کی یہ جھونپڑی اسی نودویپ کے ایک کونے میں تھی — امیر طبقہ کے خوبصورت اُونچے اُونچے مکانوں سے بالکل الگ تھلگ لیکن اُسے اسی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں جو آنند مِلا کرتا یقیناً اُس کا عشر عشیر بھی عظیم الشان محلوں میں رہنے والوں کو حاصل نہیں تھا۔ رات جب چاروں طرف سناٹا چھا جاتا۔ لوگ سوپن سنسار میں کھوئے ہوتے اور آسمان پر تارے جھلمل جھلمل کیا کرتے وہ ہاتھ میں کرتالیں لے لیتا، اُونچی اُونچی آواز سے ہری نام کے گیت گاتا بجاتا۔ ناچ اُٹھتا۔ آنکھوں سے پریم کا چشمہ بہہ نکلتا اور مستی میں آکر وہ دھُوم مچاتا کہ پڑوسی تنگ آجایا کرتے۔ وہ لوگ اکثر کہا کرتے —
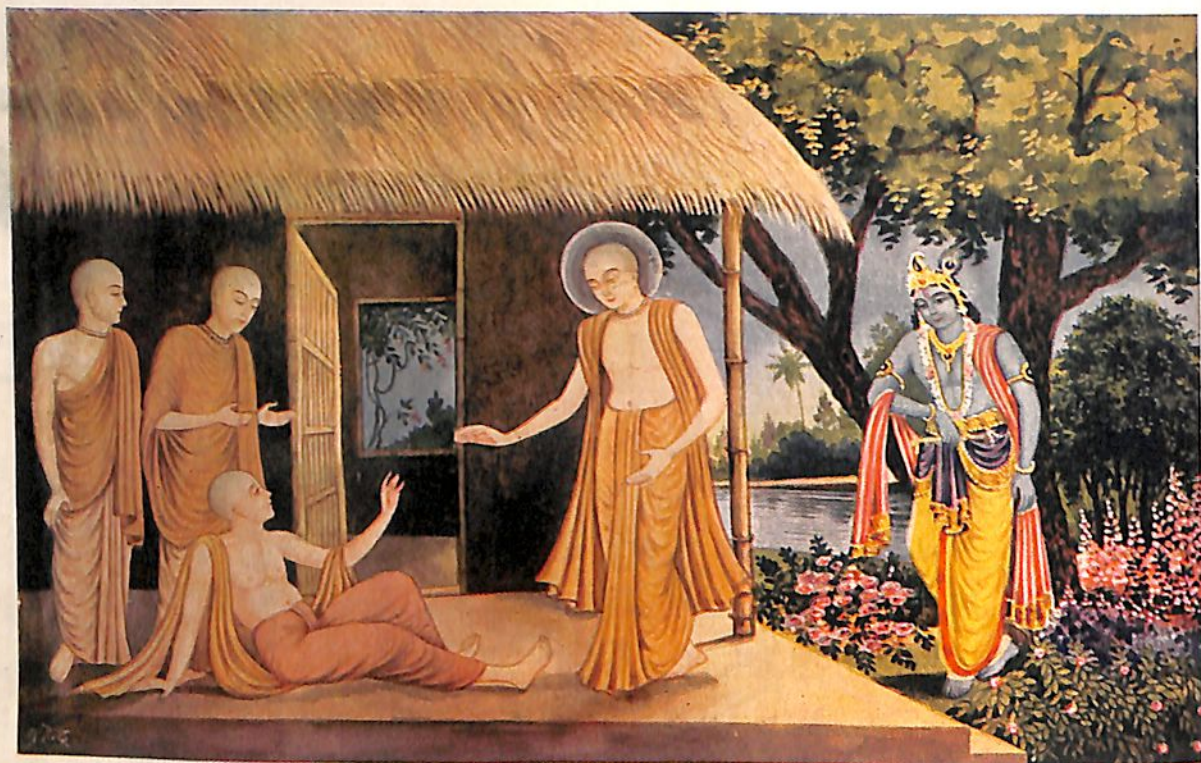
भक्त श्रीधरको भगवद्दर्शन

भक्त लोकनाथ गोस्वामी

THE GITA PRESS, GORAKHPUR.
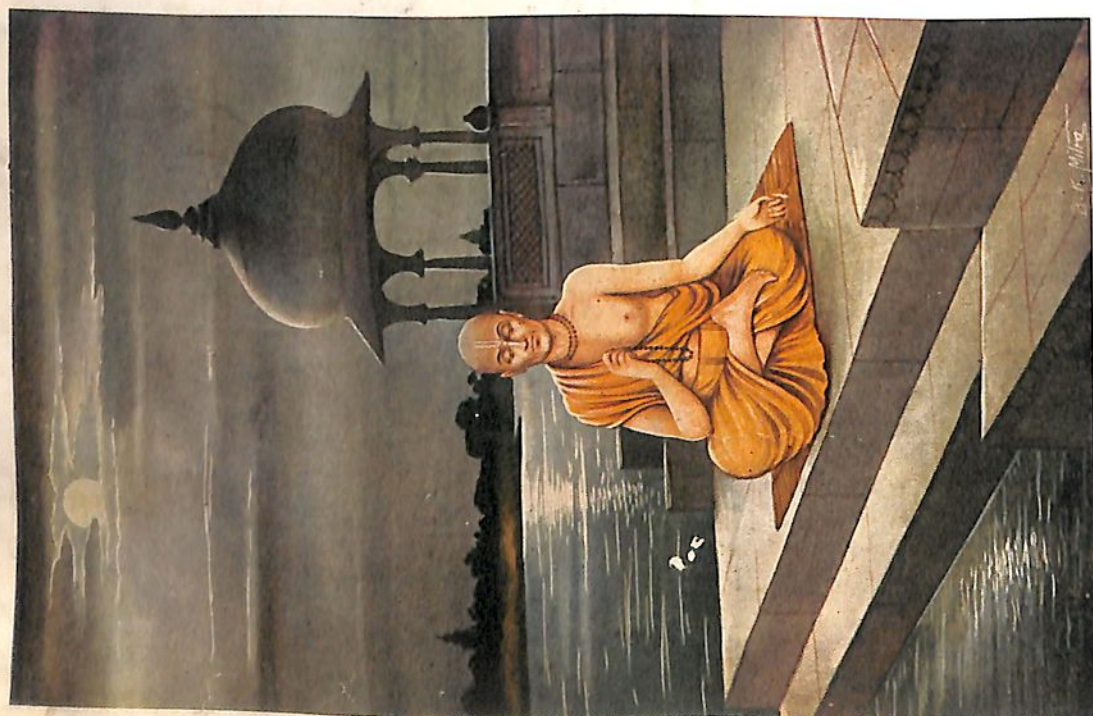
"کمبخت کو پیٹ بھر کھانے کو ملتا نہیں۔ نیند کیونکر آئے۔ پیٹ کی آگ بھڑک بھڑک کر تڑپائے دیتی ہے۔ اِسلئے رات بھر چیختا چلّاتا ہے اُور لوگوں کی نیند حرام کرتا ہے۔"

کوئی کہتا ـــــ "گلا گھونٹ دو بدمعاش کا" ـــــ "آگ لگا دو اس کی جھونپڑی کو" دُوسرا بولتا ـــــ "ارے! آگ لگائیے سے تو اپنے گھر بھی ساتھ ہی بھسم ہو جائیں گے۔ اس جھونپڑی کو اکھاڑ کر گنگا میں کیوں نہیں بہا دیتے۔ سانپ مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" الغرض بھانت بھانت کے لوگ بھانت بھانت کی گالیاں دیتے۔ ستاتے اُور تنگ کرتے اِس بیچارے کو۔ لیکن وہ تھا مست ملنگ۔

کچھ پرواہ نہیں۔ پانی چاہے سر سے گذر جائے لیکن کیا مجال کہ ہری کیرتن کے میٹھے پرواہ میں ذرا بھی رکاوٹ آنے پائے۔ اِس کے باوجود بھی شریدھر نمائی پنڈت سے بہت گھبرایا کرتا تھا۔ اس لئے کہ نمائی کا شریدھر کے ہاں سے کچھ نہ کچھ چھینا جھپٹی کر کے لے جانے کا نیم تھا اُور اس نقصان سے شریدھر کو بارہا بھگوان کی پوجا سامگری میسر آنے میں مشکل پیش آتی تھی۔ اس سے شریدھر کو بہت دُکھ ہوتا تھا لیکن عموماً اس کے لئے اس دُکھ میں بھی آنند کی راہ نکل آیا کرتی تھی۔ نمائی کی اس چھینا جھپٹی سے اس کے ذہن میں مرلی منوہر نٹ کھٹ کرشن کے گوپیوں کی مٹکیاں توڑ پھوڑ کر ماکھن چھین لے جانے اُور گوالوں کے ساتھ مل کر کسی طرح سے اُودھم مچانے کی بال لیلا کا منظر کھنچ جایا کرتا تھا جس میں اسے دیر تک محو ہو جانے کا لطف مل جاتا تھا۔

(۳)

نمائی پنڈت گیا جی کیا چلے گئے نو دویپ سے زندگی کی رُوح پرواز کر گئی۔ چاروں طرف بے رونقی کا عالم طاری ہو گیا۔ نگر کے سب لوگ اُوداس اُوداس نظر آنے لگے۔ جسے دیکھو، دِن گنتا ہے کہ کب نمائی پنڈت لوٹیں گے۔ جہاں تک کہ شریدھر بھی اپنے آپ کو کھویا کھویا سا محسُوس کر رہا تھا۔ کئی دِنوں سے دو نے دیکھا اُس سے کسی نے جھگڑا نہیں کیا۔ وُہ چھبتی ہوئی دِل لگی کسی نے نہیں کی۔

آخر ایک دِن نمائی پنڈت آ ہی گئے۔ آئے تو سہی لیکن وہ پہلے نمائی پنڈت نہیں تھے۔ اب کچھ عجیب انقلاب آگیا تھا اُن میں ـــ جس کا خواب و خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی وہ شوخی، وہ شرارت اُور وہ ستم ظریفی جانے کہاں چلی گئی! وہ پنڈتائی کا گھمنڈ جانے کیا ہُوا! اب تو وہ سوز و ساز کی ایک جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ آنکھوں میں ساون کی گھٹائیں اُمنڈے رہتی تھیں۔ چھما چھم نیر برستا رہتا تھا ہر دم۔ جو بھی سامنے آتا اُسی کے گلے لپٹ جاتے اُور درد بھرے لہجہ میں رو رو کر پوچھتے ـــــ "کہاں ہیں وُہ میرے جیون آدھار؟ ـــــ وہ سلونے کالے کانہا مرلیا والے جو بانس کی اُس ننھی سی پوری میں اپنی ہردیہ جوالا کو پھونک کر دِل دِل میں پریم کی اگنی لگا دیا کرتے ہیں۔ کہیں دیکھے ہیں تم نے بھائی! وہ برندابن بہاری۔ بتاؤ کہاں ملیں گے وہ چت چور ـــــ وہ میٹھی میٹھی مُسکان سے بجلیاں گرا کر من، بدھی، اہنکار سب کچھ چھین لے جانے والے چھلیا؟ کس جا چھپے بیٹھے ہیں۔ وہ چھُپ چھُپ کر ترچھے نینوں کے بانوں سے گھائل کرنے والے؟ میرے پران اُڑے جا رہے ہیں۔ اُن کے بغیر میرا جینا ویرتھ ہے۔ بے فائدہ ہے، بے مزہ ہے۔ آہ! اُوہ جیون جی نہیں ملیں گے کیا؟" اتنا کہہ کر نمائی بے سُدھ ہو کر زمین پر گر پڑتے۔ دھُول میں لوٹنے لگتے۔ سونے کی مانند دمکتا ہُوا وہ خوبصورت نازک جسم گرد آلود ہو جاتا۔ آنکھوں سے لگاتار بہتی ہوئی پریم کی گنگا سے کپڑے تک بھیگ جایا کرتے۔ بے ہوش پڑے تو پڑے رہے پہروں ہی۔ جسم کا ہوش نہیں، کھانے کی سُدھ نہیں۔ دِن رات کا گیان نہیں۔ فقط ہر ہر سانس سے ایک ہلکی سی سوز لہری فضا میں گونج جاتی ـــــ آہ! کرشن، کرشن۔"

نمائی پنڈت کی اس سرگشتگی، پریم کی دیوانگی، اُور بیخودی کا چرچا گلی گلی، گھر گھر چھڑ گیا۔ نمائی پنڈت دیوانے کیا ہو گئے غضب

ہو گیا۔ گاؤں کا گاؤں نیم پاگل نظر آنے لگا۔ بڑے بوڑھوں سے لے کر بچوں تک جسے بھی دیکھو، اُسی کی زبان پر ہر وقت نمائی پنڈت کا تذکرہ۔ نمائی کی باتیں اور نمائی ہی کا قصہ! اور سب کام گویا بھول سے گئے اُن کو! دل لگی بازوں اور کھلنڈرے لڑکوں کو ایک عجیب مشغلہ ہاتھ آ گیا۔ کہیں سے بھی نمائی جو گذرے اِن لوگوں نے جھٹ سے با آواز بلند کہہ دیا ــــ "ہری بول" "ہری بول"۔ پھر کیا تھا۔ نمائی کے دل پر جادو سا چل گیا۔ ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ آن واحد میں بیہوش ہو کر خاک میں لوٹ گئے۔ دھول سے لت پت ہو گئے۔ آنکھوں نے دریا بہا دیا۔ ذرا دیر بعد کچھ لوگوں نے پھر پاس آکر جگا دیا ــــ "ہری بول، ہری بول" نمائی کی بیہوشی کا عالم ٹوٹ جاتا اور وہ اُٹھ کر پھر کہیں دوسری طرف چل دیتے۔ جہاں کہیں بھی جاتے اسی مشغلہ کا اعادہ ہوتا۔ سارا سارا دن اسی طرح ان کا بغیر کچھ کھائے پیئے گذر جاتا۔

نہایت خوبصورت گورے رنگ کے ہونے کی وجہ سے نمائی اپنے گاؤں میں 'گورا رنگ' نام سے تو مشہور تھے ہی پہلے سے، لیکن اب 'ہری' نام سے اُن کی ہستی کو ایک عجیب و غریب نسبت ہونے کے سبب انہیں لوگ 'گورا رنگ ہری' کہنے لگ گئے۔ 'گورا رنگ ہری' کی سادھنا دِن بدن کمال حاصل کر گئی اور لوگ اُن میں ساکشات 'ہری' کے درشن کرنے لگے۔ یہاں تک کہ سب پُرانے اور نئے بھگت 'گورا رنگ ہری' کے انگ سنگ رہنے میں سوبھاگیہ سمجھنے لگے۔ اُن کے ادبھُت چرتر دیکھ کر وہ بھگت لوگ انہیں بھگوان ہی کا اوتار جاننے لگے اور انہیں لے کر ہر روز اور اکثر ہر وقت ہی ہری کیرتن ہونے لگا۔ بھگتی رس سے بھرے نئے جیون کا ایک بے پناہ پرواہ بہہ نکلا۔ بھگت شری دھر کے کانوں میں بھی یہ بھنک پڑ گئی۔ اس کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ "نمائی بڑے سُندر ہیں، اُن کے درشن سے دل مسرور ہوتا ہے۔ طبیعت کو آنند ملتا ہے ــــ آنکھیں نہال ہوتی ہیں ــــ پران نچھاور ہونے لگتے ہیں"۔ دل ہی دل میں یہ سوچ کر شری دھر چاہتا کہ 'گورا رنگ ہری' کے درشن کروں، پوجن کروں اور لوٹ جاؤں چرنوں میں۔ لیکن اچانک ہی اُن کی پچھلی شرارتوں ــــ دونے وغیرہ چھین جھپٹ کر لے بھاگنے کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم جاتا اور وہ ان کی اس شوخ مزاجی سے ڈر کر پاس جانے کی ہمت نہ کر سکتا، لہٰذا اُس کے من کی من ہی میں رہ جاتی۔

(۴)

شری واس پنڈت بھی پربھو کے پرم بھگت پرسدھ مہاپُرش تھے۔ یہیں نودویپ ہی میں رہتے تھے۔ گورا رنگ ہری کی ان پر بڑی کرپا ہوئی۔ اُنہیں کے ہاں وسیع انگن میں ہی ہری کیرتن کرتے کرتے 'گورا رنگ ہری' ایشور پرکاش کرنے لگے۔ نرناری اُن کے درشن کی خاطر ٹوٹ پڑتے۔ کہیں تِل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی تھی۔ یہ خبر بھی شری دھر نے سُنی اور پریم میں بیکل ہو اُٹھا۔ اُس کا دل پکار اُٹھا۔ "آہا! کلیگ میں، پرتھوی پر اِسی دیش اور اسی نگر میں انسان کے رُوپ میں بھگوان ناٹک کرتے ہیں! ــــ"

"کتنے سوبھاگیہ کی بات ہے! ہم انہیں دیکھ سکتے ہیں، چھو سکتے ہیں اور کر سکتے ہیں باتیں بھی! کیوں نہ جا کر دِویہ درشن سے آنکھیں ترپت کروں۔ چھو نہ سکوں گا، پرواہ نہیں! بول نہ پاؤں گا، نہ سہی۔ لیکن ــــ لیکن دُور سے دیکھ بھی نہ سکوں گا کیا؟" مگر پھر سوچ میں پڑ جاتا۔ "جہاں ادوتیاچاریہ اور شری داس پنڈت سے مہاپُرشوں اور مکھیا لوگوں کا جمگھٹا ہو وہاں مجھ ایسے نِردھن، کنگال اور دین ہین پُرش کا گذر کہاں۔ درشن کرنے گیا۔ دھکے ہی کھا کر نہ رہ جاؤں۔"

اس قسم کی اندرُونی کشمکش سے شری دھر بے بس ہو کر رہ جاتا۔

ایک دن 'گورا رنگ ہری' شری واس کے انگن میں کیرتن کرتے کرتے بیخود ہو گئے اور انسانی حالتوں، حرکات و سکنات کی حدود سے گذر گئے۔ اُن کے مُکھ منڈل میں ہزارہا بجلیوں کا تیج کھیلنے لگا۔ وہ ٹھاکر جی کے سنگھاسن پر جا براجمان ہوئے۔

چاروں طرف وہ نظارہ "سوز نور پھیل گیا کہ ناظرین کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں۔ مستی بٹ رہی تھی۔ کیف برس رہا تھا۔ پریم کی ترنگیں محیط ہو رہی تھیں۔ ایک امر سنگیت —— ایک اناہت شبد کی دھونی گونج رہی تھی۔ سب کے سب بے بیان آنند میں کھوگئے کچھ پتہ نہیں رہا اپنے آپ کا۔ دین دُنی کا۔ دن ہے یا رات؟ زمین ہے یا آسمان؟ بھولوک ہے یا بیکنٹھ؟ ہم کون ہیں؟ کہاں ہیں؟ ہم ہیں بھی یا نہیں؟ کسی کو کچھ گیان نہیں، ہر ایک بھکت اپنے آپا سیہ دیو —— محبوب حقیقی کے جلوہ میں مِٹے سے جا رہے تھے۔ اچانک بھگوان پکار اُٹھے —— "شریدھر! شریدھر! کہاں ہو پیارے شریدھر! شیگھر آؤ" —— بہت شیگھر!"

شریدھر بیچارہ وہاں کہاں۔ چند ایک بھکت شریدھر کے ہاں بھاگ کر گئے۔ اُسے ساتھ لانے کے لیئے۔

شریدھر بیٹھا بھگوان ہی کا کیرتن کر رہا تھا کہ ان آدمیوں نے اُسے جا کر کہا کہ اُسے بھگوان بلا رہے ہیں۔ یہ سُن کر شریدھر مارے خوشی کے پاگل سا ہو گیا —— "مجھے بلایا ہے بھگوان نے؟ سچ کہتے ہو۔ بھگوان، مجھے جانتے ہیں؟ آہا! بھگوان بلاتے ہیں —— مجھے! جیو کروڑوں برس ٹھوکریں کھاتا ہے چوراسی لاکھ جونیوں میں، ہزاروں برس جب تپ یگیہ یوگ وغیرہ کر کے بڑی مشکل سے بھی جن کے درشن بھکت نہیں کر پاتے وہ بھگوان خود مجھے بلاتے ہیں۔ آہاہا —— !!!" شریدھر ناچنے لگ گیا —— "جیو کو بھگوان بلاتے ہیں؟ ایسا بھی ہونا ہے کیا؟ —— اخاہ مجھے بلاتے ہیں۔ مجھ دین، نردھن، کنگال ملین پر اُن کی یہ کرپا درشٹی! اُن کی یہ اپار دیا! —— میرے بھگوان مجھے سچ مچ جانتے ہیں! ارے جانتے ہی نہیں —— بلاتے ہیں —— اپنے پاس ——" شریدھر ان جذبات میں کھویا گیا —— اتنا کھویا گیا کہ بے سکت ہو گیا۔ بیرونی اندریاں مشتعل —— جسمانی اعضاء بے حس و حرکت —— اس کے تمام ہوش و حواس گم ہو گئے —— اب کون چلے؟

وُہ آدمی شریدھر کو اسی بیہوشی کی حالت ہی میں بازوؤں اور ٹانگوں سے اُٹھا کر لے چلے۔ نیز اُسے لا کر شری واس کے آنگن میں ڈال دیا۔ سب بھکت شریدھر کے چاروں طرف گھر گئے۔ بھگوان نے پھر بڑے گمبھیر شبدوں سے کہا —— "آگئے، شریدھر، پیارے۔ بڑا انتظار کرایا ہے تم نے۔"

یہ الفاظ بجلی کا اثر کر گئے شریدھر پر۔ اُس کی رگ رگ میں امرت رس کا سنچار ہو گیا۔ اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے دِوّیہ درشن کی جھانکی کھلی تھی —— "میٹھی میٹھی روانی سے جمنا بھگوتی بہہ رہی تھی۔ صاف شفاف نیلگوں پانی کی لہریں مست ہو کر ساحل سے ہم آغوشیاں کر رہی ہیں۔ آس پاس پھولوں سے لدے ہوئے درخت وجد میں آ کر جھوم رہے ہیں۔ اُن پر میٹھی میٹھی۔ رس بھری بولیاں بول رہے ہیں طرح طرح کے پکشی اور گونج رہی ہیں بھنوروں کی ٹولیاں۔ اس من لبھاؤ منظر کے درمیان کدمب برکش کے نیچے کھڑے ہیں وُہ بانکے بہاری کا ہنا مرلیا والے شیام سُندر۔ برکشوں کے جھومنے سے اُن پر پُھپوں کی بارش ہو رہی ہے۔ وُہ مور مکٹ پہنے، گلے وجینتی مالا ڈالے، پیتامبر اور جانے کیا کیا ہیرے مکتا منی سے سج دھج کر بانسری بجا رہے ہیں۔ جس کی پیاری لے پر پتہ پتہ۔ ذرہ ذرہ، آکاش پاتال، ترِبھون سارا برہمانڈ ناچ رہا ہے۔"

شریدھر اس جلوۂ بے بیاں کے پیش نظر سوچ ہی رہا تھا کہ وہ کیسے اور کہاں آگیا ہے۔ کہ پھر اس کے کانوں میں دل تک اُتر جانے والی آواز آئی —— "شریدھر! میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ نہ پیارے! میں نے تیرے دُونے پتوں میں انیک بار بھوجن کیا۔ تُو نے مجھے اَن گنت دُونے دیئے ہیں اور پھول پتے بھی!" شریدھر پھر غور کرنے لگا —— "کیسے دُونے پتے؟ کیسے دیئے؟ یہ کیا لیلا ہے؟" پربھو نے مُسکرا کر کہا —— "نہیں، نہیں، تُو نے نہیں دیئے میں خود تجھ سے چھین لیا کرتا تھا —— گنگا کے تٹ پر تو جب ان چیزوں کا پسارا لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔ تو سمجھتا تھا میں تجھ

سے اپنائے کرتا ہُوں، مگر پیارے میں بھکت کا دھن اپنا دھن سمجھتا ہُوں ۔ مجھے بھکتوں سے چھینا جھپٹی میں بڑا آنند آتا ہے تو کیا جانے مجھے تیرے ساتھ اٹھکیلیاں اور دل لگی کرنے میں کیا لطف حاصل ہوتا تھا؟

اب شریدھر کو سب قصہ یاد آ گیا ۔ نائی پنڈت کے اس سے دودھ وغیرہ چھین کر بار ہا بھاگ جایا کرنے کا نظارہ نگاہوں میں گھوم گیا ۔ وہ بہت پچھتایا اور اندر اندر اپنے آپ کو کوسنے لگا "میں مُورکھ تھا کہ بھگوان سے مجھ دودھ پیتوں کے لئے جھگڑا کرتا تھا ۔ اُف! میں نے بہت انرتھ کیا ۔" وہ ان خیالات سے بیکل ہُوا جاتا تھا کہ بھگوان نے پھر کرپا کی اور آواز دی ——— "شریدھر! اِدھر آ ۔ پیارے سوچ کاہے کی کرتا ہے ۔ اٹھ آ میرے پاس تو آ ذرا ۔"

شریدھر ڈگمگاتا ہُوا چلا ۔ بھگوان کے چرنوں میں لوٹ گیا ۔ بھگوان نے بڑا پیار کیا ۔ اپنے کومل انگوں سے چھوا ۔ اور کہا ——— "شریدھر! مانگ لے ۔ جو جی میں آئے ۔ برہمانڈ کے سب خزانے تیرے لئے کھلے ہیں"

شریدھر پریم آنند میں پھر بیہوش تھا ۔ جانے کس عالم میں کھویا ہُوا تھا ۔ ظاہری اور معنوی حواس، من بدھی ۔ اہنکار سب فنا ہو گئے تھے پرم آنند میں ——— سرورِ مطلق میں جہاں کوئی کمی نہیں کوتاہی نہیں ، کوئی اچھا نہیں ، طلب نہیں ، زبان نہیں ، کلام نہیں ، احساس نہیں ، اندریہ نہیں ۔ اب کون بولتا ؟ کیسے بولتا ؟ کیا مانگتا ؟ کیا کلام کرتا ؟ فقط ایک گھمبیر سناٹا چھا رہا تھا ۔ جس پر برہمانڈ کی گویائی کی شیرینی نثار ہو رہی تھی ۔ (ادم شم)

جیون مکت مہاپرش کے درشن!

(از پرم سنت شری شہنشاہ جی مہاراج)

حق کے بندے کو رہا دُنیا سے کچھ کام نہیں
قید سے چھوٹ گیا ۔ دانہ نہیں دام نہیں

خواہشیں ساری ہٹیں رنگ بے رنگ چڑھا
بے پئے مست ہُوا ۔ ساقی نہیں جام نہیں

ننگ اور نام کی پرواہ نہیں اُس کو رہی
وہ بلا ذات میں اب ذات نہیں نام نہیں

اس محل پہ ہے چڑھا جس کا نہیں کچھ بھی نشاں
در نہیں کھڑکی نہیں زینہ نہیں بام نہیں

ہے سمہ ایک سا سب ایسے بشر کو یارو
جلدی اور دیر نہیں صبح نہیں شام نہیں

رام دُنیا کا نہیں اس کی نظر میں یارو
رام اب رام ہُوا وہ تو رہا رام نہیں

سب میں رہ کر بھی فقط ملتا ہے وہ ایک سے ہی
سب میں رہتا ہے ۔ مگر خاص نہیں عام نہیں

جسم تو رکھتا ہے پر فکر نہیں اس کا اُسے
دِل تو رکھتا ہے مگر دال نہیں لام نہیں

سر پہ اُس کے ہے ہمیشہ ہی ہُما کا سایہ
ہے شہنشاہ وہ مگر ملک نہیں دام نہیں

لوکناتھ گوسوامی

شری کرشنا کانت پربھاکر

(۱)

لوکناتھ گوسوامی کی ابھی عمر ہی کیا تھی ——— مشکل سے کم سنی کی حدیں طے کر پائے تھے کہ دِل گھائل ہو گیا ایک تیر کھا کر۔ تیر کیا تھا دِل کو چیر کر جگر تک اُتر گیا اور ایک نہ ٹوٹنے والا میٹھا میٹھا درد بن کر خون کے ساتھ رگ رگ میں دوڑنے لگا۔

یہ تیر تھا عشقِ الٰہی کا تیر ——— بھگوت پریم کا بان جس کے لگتے ہی اِنسان کی آتما تڑپ جاتی ہے اور تڑپتی رہتی ہے جیون بھر ——— جیون بھر ہی کیا، اس کے بعد بھی جب وُہ کسی دوسرے جسم میں جا آباد ہوتی ہے، تڑپا کرتی ہے اور اُس وقت تک چین نہیں پاتی جب تک کہ وُہ تمام سنساری یا مایا دی بندھنوں سے مُکت ہو کر اپنے پریم آدھار آنند گھن آرادھیہ دیو میں فنا نہیں ہو جاتی ——— سمندر میں ندی کے ایک ایک قطرہ کی مانند! یہی حالت تھی لوکناتھ گوسوامی کی بھی۔ وہ عشقِ حقیقی کا تیر کھا چکے تھے، وہ بے تاب رہتے تھے، تڑپا کرتے تھے۔ اُن کا دِل بھاڑ میں پڑے ہوئے دانے کی مانند تڑ تڑا یا کرتا تھا ——— ہر وقت، ہر گھڑی ہر پل اور چھن چھن۔ اندر ہی اندر گھلتے رہنا، چھپ چھپ کے رویا کرنا، رہ رہ کر کراہنا، چپکے چپکے نالہ کرنا، آہیں بھرنا، طبیعت اُچاٹ، کھانے کی فکر نہ پینے کی چنتا، عجیب کیفیت تھی اُن کی لیکن حیرت تھی کہ اس عمر میں ہی اُن کو یہ روگ کیوں کر لگ گیا تھا؟ جو کیفیت و محویت بھکتی مارگ کے بڑے بڑے سادھنوں اور بھگوت پریمیوں کو عمر بھر کی ریاضت کے بعد بھی مُیسّر نہیں آتی وُہ اُنہیں اپنے آپ چھوٹی ہی عمر میں کیسے مِل گئی تھی؟

لوک ناتھ ماں باپ کے اکلوتے بیٹے تھے، وہی اُن کی خوشیوں کے واحد مرکز تھے، وہی گھر بھر کی رونق تھے اور وہی ماں باپ کے سرو سو ——— دھن، مال، آشا، نرشا اور جیون بھی۔ لوکناتھ کے پروان چڑھنے سے پہلے ہی اس عجیب سی دیوانگی بیقراری، دُنیا سے بے رُخی اور جیون سے بیزاری سی کی حالت میں دیکھ کر ماں باپ کے دِل پر جو گذر رہی تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ اُنہوں نے لوکناتھ کو بہت سمجھایا مگر لوکناتھ کے اندر جو آگ لو کے لگ رہی تھی جو اگنی بھبھک رہی تھی۔ وہ کسی کے بس کی نہ تھی۔ آخر اُن کے والدین نے ایک تجویز سوچی۔ سوچی تو سہی لیکن کتنی غلط تھی وُہ تجویز؟ ہستی میں پاگل ہاتھی کو کچے دھاگے سے باندھنے کا خواب! ہیرے کے خریدار جواہری کو کنکر سے بھرمانے کی طفلانہ حرکت! لوک ناتھ کی عشقِ حقیقی میں سرگشتہ آتما کو گرہست کے جھوٹے سُکھ میں پھانسنے کی بے معنی و فضول کوشش! ——— چھی چھی!

لوکناتھ کے کانوں میں اُن کے بیاہ کی تجویز کی بھنک پڑ گئی، وُہ اس سازش کے مقصد کی تہ تک اُتر گئے، اُنہیں اندر سے ایک زبردست دھچکا لگا، کواڑ کھُل گئے اور وُہ چل نکلے ماں، باپ اور گھر بار کی موہ مایا کا جال توڑ کر۔

سردی کا موسم، اگھن کا مہینہ، رات کا وقت، آسمان صاف، پورنماشی کا چاند نہایت آب و تاب سے جلوہ گر تھا، چاند کی ملائم ملائم کرنیں چاروں طرف پھیلی ہوئی تھیں اور امرت رس برسا برسا کر کسی کا کسی تک سندیش پہنچا رہی تھیں لوکناتھ کو

محسُوس ہُو رہا تھا جیسے اُس کے ہردیہ کو گد گدا کر کوئی کہہ رہا تھا ——

"چلو ، وہ کب سے —— زمانہ ابدی سے تمہارا انتظار کر رہا ہے ، چلو ، اس دِلرُبا درخت کے تلے ' وہ ' کھڑا جُھرمٹ میں چھُپا تمہاری راہ تاک رہا ہے ۔ کب سے کِتنے جنموں سے تُم بھٹک رہے ہو ! اس کے دِل میں تمہارے لیئے کِتنی کشش ہے ! تُم سے ملنے کے لیئے کِتنی بیقراری ہے ! کاش ! تُم سمجھتے ! تُم جانتے ! کب تک بھٹکتے رہو گے اَے اگیانی پرانی ! آنکھیں کھول کر دیکھو ، یَہ ' اُسی ' کا امرت سندیش تمہیں سُنا رہا ہُوں —— مُجھ میں چھَن چھَن کر اسی کا امرت رس برس رہا ہے ۔"

لوکناتھ نے آسمان کی جانب دیکھا اور پھر دیکھا اس امرت میں ڈوبی ہُوئی چاروں طرفوں کو ! چاند جو کچھ کہہ رہا تھا کوئی کوئی نکشترا بھی اُسی کی حامی بھر رہے تھے ۔ دُور ، بہت دُور کوئی آہستہ آہستہ بنسی بجا رہا تھا اور اس کی دھیمی دھیمی میٹھی میٹھی رس بھری تانیں لوکناتھ کے کانوں میں سے اُتر کر دِل کو بھگو رہی تھیں —— اس میں جذب ہوئی جاتی تھیں ۔ "اچھا میں آتا ہوں" کہہ کر لوکناتھ اُٹھا اور پیارے کے پریم مارگ میں چل پڑا ۔

(۲)

شری چیتنیہ مہاپربھو کی دھوم تھی اُن دِنوں بنگال میں ۔ آپ کے رُوپ میں بھگوان ہی کا اوتار ہُوا تھا ، یہ بات سب بھکتوں کے دِل کی گہرائیوں تک اُتر چکی تھی ۔ اس لیئے آپ کے پاس بھکتوں کا جمگھٹا سا لگا رہتا تھا ۔ بھجن اور کیرتن کا رنگ جما رہتا تھا ۔ اُن دِنوں آپ نودویپ میں جلوہ گر تھے ۔ نودویپ لوکناتھ کے گھر سے دو دِن کا راستہ تھا لوکناتھ مہاپربھو کے درشنوں کی بے پناہ اُمنگ لے کر چلے جا رہے تھے ساتھ ہی ان کے دِل میں کئی طرح کے خیالات اُٹھتے تھے —— "جانے مہاپربھو مُجھ پر نگاہِ کرم کریں یا نہ کریں ، مُجھے اپنے چرن کملوں کی دُھول بھی ماتھے پر لگانے کے قابل سمجھیں یا نہ سمجھیں ۔ ممکن ہے مَیں آپ کے درشن بھی نہ کر سکوں ، مُجھے شاید آپ تک کوئی پہنچنے بھی نہ دے ۔ بیشمار اور ایک سے ایک بڑھ کر ہیں آپ کے بھگت ، لیکن نہیں آپ بڑے ہی مہان ، وشال ہردیہ ہیں ، غریب نواز ہیں ، مُجھے اُٹھا کر اپنی گود میں چھپا لیں گے ! میں پریم کے آنسو بہا بہا کر آپ کی گود منّور کر دُوں گا ! دِل کی باتیں آپ کے دِل سے کہوں گا —— بہت کُچھ کہوں گا ۔ نہ ختم ہونے والی پریم کی کتھا آپ سے سُنوں گا اور سناؤنگا ، انہیں خیالات کی لاانتہا ہی ادھیڑ بُن میں لگے لوکناتھ جا رہے تھے ۔ رات بھر چلتے رہے ۔ اگلی صُبح بھی چلتے رہے ۔ کہیں آرام نہیں کیا ۔ ذرا سُستانے کا نام نہیں لیا ، نہ کُچھ کھایا ، نہ پیا ، اس پر بھی تکان نہیں ، بھُوک نہیں ، پیاس نہیں ، چلے جا رہے ہیں مست اپنی ہی دُھن میں ۔ آخر شام کے وقت نودویپ کی گلیوں میں چکر کاٹ رہے تھے ۔ چلتے چلتے انہیں محسوس ہُوا جیسے کسی نے اشارہ کیا کہ مہاپربھو اسی گھر میں ہیں ۔ لوکناتھ اسی گھر میں داخل ہو گئے ۔ دِل پریم ، بھگتی اور مسرّت کی بے حد فراوانی میں بے سکت سا ہُوا جانے لگا ۔ چلنے کی تاب نہ رہی ۔ سمجھنے سوچنے کی طاقت جیسے سلب سی ہوئی جا رہی تھی لیکن پھر بھی دیدار کی ایک تمنّا ہی انہیں کسی نہ کسی طرح آگے گھسیٹے لیئے جا رہی تھی کہ انہیں اپنا جسم ایک بھاری بوجھ محسوس ہو رہا تھا —— یہ تھا محبُوب کا قرب حاصل ہونے کی اُمّید کا اثر ۔

لوکناتھ جی پہنچ ہی گئے آخر اس گھر کے آنگن میں ، وہاں انہوں نے دیکھا کہ مہاپربھو ایک اونچے سنگھاسن پر براجمان ہیں ۔ شری واس ، مُکند اور مُراری وغیرہ بھکتوں کی منڈلی آپ کو گھیرے ہُوئے ہے ۔ نگاہیں گڑی سی رہ گئیں ۔ بے جھپک آنکھوں سے لوکناتھ مہاپربھو کے درشن کا امرت پی رہا ہے ۔ زبان بند تھی ، راستے بھر کی وہ سوچی ہوئی سب

باتیں ــــ "مہا پربھو سے مِلوں گا تو یہ کہوں گا، وہ کہوں گا، چرنوں کو چھاتی سے لگا کر آنسوؤں میں نہالاؤں گا - قدموں میں لوٹ جاؤں گا - نوننیکہ نثار ہو جاؤں گا! بھول گئیں اور وہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ پتھر کی مورت سے آنگن میں بُت سنگین کی مانند کھڑے اس نوخیز لڑکے پر مہا پربھو کی نظر پڑی - وہ دوڑے ــــ آسن چھوڑ کر اچانک دوڑے، بازو پھیلا کر - لوگ حیران تھے، مہا پربھو نے سب کے دیکھتے دیکھتے لوکناتھ کو بغلگیر کر لیا ــــ "لوکناتھ! تُم اتنے دن مجھے بِسار کر کہاں بیٹھ رہے تھے پیارے!" مہا پربھو نے پریم میں ڈوب کر کہا - مہا پربھو سے آنند بھری بغلگیری حاصل کر کے لوکناتھ عقل و اِدراک اور ہوش و حواس سب کچھ کھو بیٹھے - وہ پربھو کے پہلو میں بیہوش ہو گئے - یہ تھی بھگت کے پریم مِلن کی اوستھا -

پانچ دِن اِس پاگل پن میں اس عجیب والہانہ میں گویا پلک مارتے ہی گذر گئے، کمال بیخودی تھی وُہ - چھٹے دِن مہا پربھو نے لوکناتھ کو بُلا کر بڑے پیار سے کہا :-

"پیارے لوکناتھ! اب تُم جاؤ ــــ مرلیا والے کے دیس میں جاؤ ــــ برندابن میں - جہاں کنہیا گوپیوں اور گوالوں سے راس لیلا رچایا کرتے تھے - اس پنیہ پریم بھومی میں برکشوں کے نیچے جہاں جگہ ملے پڑے رہو - آس پاس کے گاؤں سے بھکشا کر کے کھاؤ - بے روک ٹوک شری جمناجی کا نرمل پانی پیٹ بھر کر پیو - پہننے کے لئے چیتھڑوں کی گدڑی بنا لو - مان اور عزت کو سخت زہر سمجھو - نیچوں کے ذریعے بیعزتی کو امرت جانو - شری رادھا مادھو کا بھجن کرو - لیکن پیارے! برندابن کبھی نہ چھوڑنا - بس یہی میری آگیا ہے"۔

لوکناتھ پر بجلی ٹوٹ پڑی - اس کا کلیجہ دھک سے بیٹھ گیا، اس لِئے نہیں کہ وُہ برندابن جانے سے گھبراتے تھے یا مسافت کی سختیوں سے بھے کھاتے تھے بلکہ اِس لِئے کہ اُن کے لِئے شری مہا پربھو کے چرنوں سے ایک لمحہ بھی جُدا ہونا دوبھر تھا -

مہا پربھو نے لوکناتھ کی یہ حالت دیکھ کر اُن کے دِل کی جان لی اور اُن کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہُوئے کہا :-

"تُم اتنے دُکھی کیوں ہوتے ہو لوکناتھ! مَیں تمہیں دِل سے جُدا نہیں کر رہا بلکہ یہ جُدائی تو چند ہی دِنوں کے لِئے ہے ویسے بھی ہم تم جُدا ہو ہی کیسے سکتے ہیں؟ مَیں جلد ہی تمہارے پیچھے آ رہا ہُوں - ماگھ کے شروع ہوتے ہی سنیاس لے کر گھومتا پھرتا اُدھر ہی آ نکلوں گا تُم برندابن کے لِئے ہماری پیشقدمی کرو - برندابن میں ان تمام ستھانوں کو کھوج نکالو جہاں جہاں بھگوان نے لیلا کی تھی - تمہارے پیچھے اور بھی ویشنو برندابن جائیں گے"۔ اِس طرح مہا پربھو نے لوکناتھ کو تسلّی و تشفی دی - وُہ تیار ہو گئے -

دُوسرے دِن صبح ہی لوکناتھ مہا پربھو سے وِداع کی اجازت لینے آئے - پربھو کے چرنوں پر سر رکھ کر پھُوٹ پھُوٹ کر روئے - گدادھر پنڈت اور اُن کے شِشیہ بھوگربھ وہیں تھے - گدادھر کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے - یہ پریم بھرا نظارہ دیکھ کر بھوگربھ بھی ضبط نہ کر سکے - نتیجہ یہ ہُوا کہ بھوگربھ بھی برندابن جانے کے لِئے تیار ہو گئے اور گورو سے اجازت مانگی - بھوگربھ کو بھی اجازت مِل گئی اور لوکناتھ و بھوگربھ برندابن کی طرف روانہ ہو گئے -

آج سے چار سو سال پہلے بنگال سے برندابن جانے میں کتنی مُشکلات تھیں اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے کیونکہ اب نقشہ ہی کچھ اور ہے - ریلوں اور سڑکوں کے جال بچھ گئے ہیں - ذرائع آمدورفت نہایت اچھے ہو گئے ہیں - بہر حال لوکناتھ

اور بھوگر بھاگ بھگ دو ماہ سے زیادہ دیر کی مسافت کے بعد برندابن پہنچ ہی گئے۔ پاؤں سوج گئے تھے، چھالے پڑ گئے تھے۔ خون بہتا تھا۔ بھوک پیاس کی سختیوں سے جسم سوکھ کر کانٹا ہوگیا تھا۔ لیکن اُن کا دل ابھی زندہ تھا اور پہلے سے کہیں زیادہ آنند سے سرشار تھا۔ برندابن پہنچتے ہی اُن کی مستی کا عالم کچھ اور ہی ہوگیا۔ دیوانے سے ہوگئے۔ کبھی روتے کبھی ہنستے۔ کئی کئی دن مستی میں بے کھائے پیئے ہی پڑے رہتے۔ بھگوان کے کئی لیلا استھانوں کے درشن کئے۔ آخر چیر گھاٹ پر ڈیرے ڈالدیئے اور آخری دم تک وہیں بھگوان کی بھگتی میں گذار دیئے۔ اُن کا جیون ایک آدرش پریمی، ایک آدرش ورہی کا جیون تھا۔ جس میں اکھنڈ اور بے روک میٹھی میٹھی یاد کا رس تھا۔ وہ جیون جس میں بھگوان کے لئے درد، سوز و ساز اور بے پایاں محبت تھی۔

'ادم شم'

جذباتِ سالک

از قلم پنڈت رام لال جی سالک شاگردِ رشید سوامی رامانند جی پرمہنس

(خاص "مکتی انک" کیلئے)

جلوہ ہر سُو ہے ضوفشاں اُس کا
ہر مکیں وہ ہے، ہر مکاں اُس کا

پتّے پتّے میں ہے جھلک اُس کی
ڈالی ڈالی پہ آشیاں اُس کا

اک نگاہِ کرم سے رہبر نے
رازِ مخفی کیا عیاں اُس کا

کون کہتا ہے اُس کو ہر جائی
کیا نہیں لامکاں، مکاں اُس کا

ذرّے ذرّے میں ہے نمود اُس کی
پتّہ پتّہ ہے راز داں اُس کا

خاکِ دشت و جبل یونہی چھانی
اپنے دل میں ملا نشاں اُس کا

عشق میں غیریت نہیں ممکن
وہ جہاں کا ہے، یہ جہاں اُس کا

واقفِ رازِ حق ہوئے جب سے
ہونے پایا نہ پھر بیاں اُس کا

ہے یہ سب کچھ اک اُس کا راز مگر
راز خود بھی ہے راز داں اُس کا

ذاتِ واحد ہے یہ چمن سارا
گُل وہ، بلبل وہ، گلستاں اُس کا

خود شناسی جبھی ہوئی سالک
خود پہ ہونے لگا گماں اُس کا

نوٹ:- گریہ صاحب نے اپنا تخلص گریہ کی بجائے سالک اختیار کرلیا ہے۔ (ایڈیٹر)

بھارت
انشورنس کمپنی لمیٹڈ
(نے)
سال ۱۹۴۰ء میں
مبلغ ۱،۵۰،۶۷،۸۷۱ روپیہ
کا نیا ٹھوس کاروبار مکمل کیا ہے
کمپنی کی یہ بے نظیر کامیابی
پبلک اعتماد کا نمایاں ثبوت ہے
۱۸۹۶ء سے
ہماری مستحکم مالی پوزیشن بے مثال رہی ہے!
برانچیں
چیئرمین: سیٹھ رام کشن ڈالمیہ
ڈائریکٹر انچارج۔ راجندر کمار جین
اجمیر
امرتسر
انبالہ
الہ آباد
احمد آباد
آگرہ
بمبئی
بنگلور
باریسال
کلکتہ
کولمبو
دہلی
ڈھاکہ
دھنباد
ارناکلم
گوہاٹی
اندور
جلپائی گری
کراچی
کرور
لاہور
لکھنؤ
مدراس
مدورا
ملتان
ناگپور
نجیب آباد
نیروبی
پٹنہ
پشاور
پونہ
رنگون
راجہ منڈری
راولپنڈی
سکندر آباد
سکھر
سورت
آرگنائزیشن آفیسز
جموں
مظفرپور
ہیڈ آفس: لاہور

"سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مریض جس سے آجتک فائدہ اُٹھا چکے ہیں"
بواسیر کا آخری اور شرطیہ علاج
پائیلوز
رجسٹرڈ
جس کے تین روزہ استعمال سے بواسیر کا خون خواہ کسی مقدار میں کیوں نہ خارج ہوتا ہو فوراً بند ہو جاتا ہے
ایک ہفتہ متواتر استعمال کرنیسے جملہ تکالیف رفع ہو کر بیمار اپنے آپکو مکمّل صحتیاب خیال کرتا ہے تین ہفتہ
استعمال کرنیسے بقایا تمام عمر کیلئے اس نامراد بیماری سے چھٹکارا ہو جاتا ہے۔
جو اصحاب آجتک اس بےنظیر دوا سے ناواقف ہیں اُن کے لئے یہ چند حروف بغرضِ تعارف تحریر کئے گئے
ہیں جس کو اعتبار نہ ہو ایک ہفتہ کی دوائی ایکروپیہ میں طلب فرماکر تسلّی فرمالیویں اگر فائدہ بموجب تحریر
نہ ہو تو حلفیہ تحریر کرنے پر آرڈر فیس اپنی گرہ سے لگا کر ایکروپیہ واپس کر دیا جاویگا۔
قیمت:- ایک ہفتہ کے لئے ایکروپیہ تین ہفتہ کے لئے ۲؎ روپے (ڈھائی روپے)
سرٹیفکیٹ:- مجھے عرصہ سے بواسیر کی شکایت تھی سینکڑوں علاج کئے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر حکیم نندلال
صاحب کی دوائی بواسیر یعنی پائیلوز نے جادو کا اثر کیا میرے خیال میں بواسیر خونی کے مریضوں کے لئے اس
سے بہتر اور کوئی دوائی نہیں ہے۔
(دلوان چند سب انسپکٹر پولیس)
ملنے کا پتہ
پوری انڈین میڈیکل ہال قلعہ شیخوپورہ پنجاب

سوامی "اگرداس" جی

(پریمی بھگت)

اگرداس جی سوامی رامانند جی کی تیسری پُشت میں ہوئے ہیں۔ یہ کرشن داس پے اہاری کے چیلے تھے۔

ان کے بزرگ اور صاحب کمال ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مگر جس بات کی تعریف کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہ ہر وقت مالک کی یاد میں محو رہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بات چیت کرتے بھی اپنے خیال کو نہیں بھُولتے تھے۔ آنکھوں سے خاص قسم کا نُور برستا تھا۔ اور سب کو دیکھتے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا۔ گویا اُس کے جسم کی رگ رگ میں اپنے خیال کی بجلی کے دھار کے ذریعہ سما گئے ہیں۔ یہ حالت کسی محنت یا کوشش کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ سوبھاوک تھی۔ جیسے سردی کے دنوں میں جب کوئی شخص آگ کے پاس جا کر بیٹھتا ہے۔ آگ کا اثر اُس کی رگ رگ میں سرایت کر جاتا ہے۔ ویسے ہی جو شخص ان کے پاس گیا نہیں۔ کہ ان کے بھگتی بھاو اور پاکی کا اثر اُس میں آیا نہیں۔ یہ خوبی کمتر فقیروں میں دیکھی جاتی ہے۔ اگرداس جی کا دل پریم اور بھگتی کا سمندر تھا۔ جو ہر وقت لہراتا رہتا تھا۔ اور پاس جانے والوں کو نہ صرف ٹھنڈک ملتی تھی۔ بلکہ آنکھوں کے سامنے ایک خوبصورت اور فرحت بخش نظارہ آجاتا تھا۔

آدمی شکل و صورت والے بھی تھے۔ چہرہ میں رُعب و داب تھا۔ مگر عادات بچوں کی سی تھیں۔ صبح ہوئی۔ آپ اُٹھے۔ اپنے ہاتھ سے جھاڑو بہارو کرنے لگے۔ سیوک بہت سے تھے۔ مگر ٹھاکر دوارہ کی چھوٹی چھوٹی خدمت لبا اوقات اپنے ہاتھوں ہی سے انجام دیتے تھے۔

آپ کی بُود و باش گلتا ضلع انبر میں تھی۔ جو ریاست جے پور میں واقع ہے۔ اُس وقت وہاں کا فرمانروا راجہ مان سنگھ تھا۔ جو اکبر بادشاہ کا معتمد امیر اور سپہ سالار شمار کیا جاتا تھا۔ اس کو سوامی جی کے چرنوں میں خاص قسم کی عقیدت تھی۔ اکثر درشنوں کے لئے آجایا کرتا تھا۔ اس وقت ملک میں خاص قسم کے خیالات کا منڈل تھا۔ مگر سوامی جی باوجود راج ادھیکاریو سے گھر سے رہنے کے کبھی بھگتی بھاو کے سوا دوسری قسم کا کوئی تذکرہ کسی سے نہیں کیا۔ اور نہ سوا بھگوت بھجن کے دوسرے کو اِن سے بات چیت کرنے کی جراُت ہوتی تھی۔ جو آتا تھا۔ اُس پر ان کا اثر پڑتا تھا۔ اور وہ مالک کے پریم میں مگن ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ جب یہ جھاڑو دے رہے تھے۔ مان سنگھ آیا۔ یہ ویسے ہی اپنے کام میں مصروف رہے راجہ نے ساشٹانگ ڈنڈوت کیا۔ یہ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور اُس کو بھی وہاں ہی بیٹھنے کی اجازت دی۔ اور اسی وضع میں اُس

سے ہمکلام ہوئے ۔ راجہ دیر تک بیٹھا رہا ۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا ۔ پھر اُٹھ کر چلا گیا ۔ لوگوں نے پوچھا ۔ آپ نے کٹیا کے اندر جگہ کیوں نہیں دی ۔ اور آپ اِس سے گفتگو کرنے کے لئے بھیتر کیوں نہیں گئے ۔ جواب دیا گیا ۔ راجہ مان سنگھ مجھ سے دیر تک بات چیت کرنے کیلئے آیا تھا ۔ یہ مجھ کو منظور نہیں تھا ۔ کہ وہ زیادہ عرصہ تک یہاں رہے ۔ کیونکہ اس کے رہنے سے بھگتوں کا ہرج ہوتا ہے ۔ بڑے آدمی اور طرح کے ہوتے ہیں ۔ وہ سرب انگ سے مالک کے سیوک نہیں ہوتے ۔ ان کا دھرم ، کرم رسمی اور معمولی ہوتا ہے ۔ اس لئے ان کو فقیروں کے دربار میں صرف تھوڑی ہی دیر کیلئے باریابی کا موقع ہونا چاہیئے ۔ ان کا ادھکار سادھوؤں کے یہاں کم ہوتا ہے ۔ اس دربار کے ادھکاری صرف بھگت جن ہیں ۔ اگر یہاں بھی دولتمند دنیا پرستوں کا ادھکار جم جائے ۔ تو وہ لوگ کہاں جائیں گے ۔ جو دین آدھین ہیں ۔ اور مالک کے سوا جن کا آسرا نہیں ۔

ایک وقت اور کسی نے آپ سے سوال کیا ۔ کہ جب اس کثرت کے ساتھ سیوک اور مالی وغیرہ آپ کے یہاں ہیں ۔ تو پھر آپ خود چھوٹی چھوٹی سیوا کیوں کرتے ہیں ۔ اوروں کو کیوں نہیں سیوا میں شریک ہونے دیتے ۔ وہ بولے ۔ میں اپنے آپ کو سب سیوکوں میں چھوٹا سیوک سمجھتا ہوں ۔ اسلئے چھوٹی سیوا کیا کرتا ہوں ۔

ایک سادھو نے کہا ۔ آپ بہت بڑے مہاتما ہیں ۔ یہ بولے ۔ یوں نہ کہئے ۔ بلکہ مجھ کو بڑا سیوک کہئے ۔ تو مضائقہ نہ تھا ۔ اور بڑا بھی اس لئے نہ کہو ۔ کہ میری عزت زیادہ ہے ۔ بلکہ اس لئے میں بڑا سیوک ہوں ۔ کہ یہ چھوٹی چھوٹی سیوا مل کر بڑی ہو جاتی ہے ۔ اور مجھ کو رات دن اِسی کا خیال رہتا ہے ۔

سوال کیا گیا ۔ سیوا کرنے کا لابھ کیا ہے ؟ فرمایا ۔ جو کچھ لابھ ہے ۔ وہ صرف سیوا میں ہے ۔ اس سے جسم ، من اور زبان پاک ہوتی ہے ۔ کیونکہ جب تک من میں سیوا کا بھاؤ نہ ہو ۔ کرم اور بچن بھی پوتر نہیں ہوتے ۔

سوامی اگرداس سنسکرت کے عالم تھے ۔ مگر اُن کو ہمیشہ دیس بھاشا سے محبت تھی ۔ انکے شاگردوں میں نابھاجی بھگت مال کی مصنف بہت مشہور اور قابل تعظیم شخص تھے ۔ نابھاجی چنڈال کے لڑکے تھے ۔ اندھے تھے ۔ قحط کے دنوں میں ماں باپ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ۔ یہ درخت کے تلے بیٹھے ہوئے تھے ۔ اگرداس جی کا اُدھر سے گزر ہوا ۔ پوچھا ۔ تو کون ہے ؟ نابھاجی نے جواب دیا ۔ سوال کس سے کیا جاتا ہے ؟ اگر جسم کیطرف نظر ہے ۔ تو اُسمیں ناک ، کان ، زبان ضرور ہے ۔ مگر وہ جڑ ہے کیا اپنی اصلیت بتائے ۔ اگر جسم کے اندر رہنے والے آتما سے پوچھا جاتا ہے ۔ تو آتما میں زبان نہیں ہے ۔ فرمائیے میں کیا جواب دُوں ۔ اگرداس خوش ہو گئے ۔ فرمایا ۔ لڑکے مدت سے تیری مجھ کو تلاش تھی ۔ چل میرے ساتھ چل ۔ اور انکو لیکر اپنی کٹیا میں آئے ۔ آنکھوں کے پپوٹوں کو چیرا ۔ اس پر پانی چھڑکا ۔ نابھاجی دیکھنے لگے ۔ اور اگرداس جی نے اُن کو ٹھاکر دوارہ کے جھاڑو لگانے کی خدمت تفویض کی ۔

ایک دن اگرداس جی دھیان میں تھے ۔ خیال میں آیا ۔ کسی سیوک کی کشتی دریا میں ڈوب رہی ہے ۔ نابھاجی سامنے جھاڑو دے رہے تھے ۔ بولے ۔ کرپا ساگر ! آپ مالک کا دھیان کریں ۔ کشتی بچ نکلی ۔ اگرداس متعجب ہوئے ۔ کہنے لگے ۔ بس اب تمہارے ہردیہ کے نیتر کھل گئے ۔ اب صرف مالک کے بھگتوں کے چرتر گانے کا کام تمہارے سپرد کیا جاتا ہے ۔ اور اس حکم کا نتیجہ بھگت مال ہے جسکے مطالعہ سے لاکھوں اور کروڑوں کا اُدھار ہوا ہے ۔ اور ہندوؤں کو بالخصوص اگرداس جی کا مشکور ہونا چاہیئے ۔ کہ انہوں نے ایسی نایاب چیز کا ہندو لٹریچر میں اضافہ کیا ۔ جسکے پڑھنے سے پرانیوں کے پاپ کٹتے ہیں ۔

یہ فقیر اعلیٰ درجہ کا سم درشی ہوا ہے ۔ جسکی نگاہ میں امیر ، غریب ، راجا ، پرجا سب ایک تھے ۔ لوگوں کا خیال ہے ۔ کہ انہیں دبیہ درشٹی تھی ۔ اور یہ خیال صحیح بھی ہے ۔ کیونکہ انکے بھگتی کے سلسلہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے ۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اس طرح بھگتوں کے حالات کو پڑھ کر اپنا جنم سپھل کرتے ہیں ۔ اوم شم !

مفت! بالکل مفت
AMERICAN MADE
STEVENS 6 SHOT
چھ فیر والا
مانند اصلی
امریکن پستول
نیا ماڈل ۱۹۴۱ء
اس پستول کی خوبیاں بیان کرنا سورج کو چراغ
دکھانے کی مانند ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو بتائے دیتا ہوں۔ کہ یہ پستول امریکہ سے حال ہی میں تیار ہو کر آئے ہیں
جسمیں یہ خوبی رکھی گئی ہے۔ کہ اصلی پستول کی مانند اسمیں کارتوس رکھنے کی چرخی بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندر خانہ بنا ہوا ہے۔ اس
خانہ میں چھ شاٹ (کارتوس) آجاتے ہیں گھوڑا دبانے سے چرخی خود بخود گھومتی ہے۔ اور شاٹ (کارتوس) کی اس زور سے چھوٹنے کی آواز
آتی ہے۔ کہ خود چھوڑنے والا بھی حیران ہو جاتا ہے۔ اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے اس پستول سے بہتر اسوقت کوئی ریوالور نہیں ہے۔
اسمیں ۱۲ پانچ شاٹ (کارتوس) چلتے ہیں۔ اس پستول کا وزن قریباً ۱۵ اونس ہے۔ لمبائی قریباً ۷ انچ۔ چور، ڈاکو اور جنگلی جانور مثلاً شیر
چیتا ہرن وغیرہ اس کی آواز سن کر اور شکل ہی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ بوقت ضرورت حفاظت جان و مال کیلئے بہت ہی عمدہ چیز ہے۔ مانند
اصلی پستول ہندوستان میں صرف ہم سے ملیگا۔ قیمت ۲۲ معہ ۲۵ شاٹ (کارتوس) صرف چار روپیہ آٹھ آنہ نمبر ۸۸۸ عمدہ کوالٹی اصلی فولاد
کا بنا ہوا معہ ۵۰ شاٹ (کارتوس) رعایتی قیمت صرف پانچ روپیہ تیرہ آنہ (۵-۱۳) نمبر ۹۹۹ سپیشل درجہ خاص نیو ماڈل معہ ۵۵ شاٹ (کارتوس) قیمت
چھ روپے ۱۲ آنہ (۶-۱۲) فالتو شاٹ (کارتوس) ایکہزار کی رعایتی قیمت تین روپے پستول کیلئے خوبصورت پیٹی۔ خول ایک روپیہ بارہ آنہ پستول کیلئے تیل ۱۲
اس پستول کو مشہور کرنے کیلئے ہر پستول کیساتھ ایک عدد فینسی میوٹ رسٹ واچ اور ایک عدد ڈالی فونٹین پن معہ اکیرٹ رولڈ گولڈ نب کے بالکل مفت
بھیجا جاتا ہے۔ یہ گھڑی اور فونٹین پن نہایت عمدہ اور خوبصورت ہیں مضبوطی اور خوبصورتی کی گارنٹی دس سال ہے۔ گارنٹی کا اقرار نامہ
ہر گھڑی کیساتھ بھیجا جاتا ہے۔ ضروری نوٹ پستول ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دیجاتی ہے۔ دو پستول اکٹھے منگوانیوالے خریدار
کو محصولڈاک بالکل معاف اور دو عدد گھڑیاں اور دو عدد فونٹین پن مفت انعام۔
ملنے کا پتہ
امریکن پستول کمپنی پوسٹ بکس ۲۷/۲۶ (اوم) امرتسر (پنجاب)

پریمی بھگت

دریا صاحب کے بزرگ اُجین کے کشتری تھے۔ جو عرصہ سے زمانہ کے تغیر و تبدل کی وجہ سے بکسر متصل غازی پور کے قریب جگدیش پور میں آئے۔ اور وہاں کے راجہ ہو گئے۔ اس بنس کا آخری راجہ پیرن شاہ تھا۔ جس کے کٹھنی کسی وجہ سے مورد عتاب سلطانی ہوئے تھے۔ اور ان کے نجات دلانے کے لئے اس نے مسلمانی دھرم اختیار کر لیا۔ اور بادشاہ بیگم کے ایک مصاحب لونڈی کے ساتھ جو قوم کی درزن (خیاطہ) تھی شادی کر لی تھی۔ دریا صاحب اسی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

ان کی موت کا سمت ۱۸۳۷ بتایا جاتا ہے۔ اور یہ عام طور پر مشہور ہے۔ کہ وہ ۱۰۶ برس کے ہو کر مرے تھے۔ اس لئے قیاس مقتضی ہے۔ کہ ان کی زندگی سمت ۱۷۳۱ و ۱۸۳۷ کے درمیان تھی۔ اور یہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ جو اپنی سختیوں کے لئے خاص طور پر تواریخ میں بہت مشہور ہے۔

پیرن شاہ یعنی دریا صاحب کے باپ کے حالات شاید کسی نے قلمبند نہیں کئے۔ ان کی بنیاد صرف زبانی روایتوں پر ہے۔ کوئی ان کو ہندو بتاتا ہے۔ کوئی ان کو مسلمان بتاتا ہے۔ مگر ان کا نام اس طرح کا ہے۔ کہ جس سے مسلمانیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے اگر ان کو مسلمان یقین بھی کر لیا جائے۔ تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ کیونکہ گو دریا صاحب کے تصوف کی تعلیم مسلمانی تصوف سے نرالی ہے۔ مگر ان کی طرز معاشرت اور ان کے شاگردوں کے بیوہار اور بات چیت کی اصطلاحات اس قسم کی ہیں۔ جو بہار کے مسلمانوں ہی میں مستعمل رہتی ہیں۔ ہندوؤں میں ان کا رواج نہیں ہے۔

سکندر لودی کے عہد میں کبیر صاحب کی تعلیم کو فروغ ہوا۔ گو اس کا سلسلہ سالوں سے جاری تھا۔ مگر سکندر کے ظلم نے اس کو چمکا دیا۔ اسی طرح اورنگ زیب کی نسبت بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس کی سختی حد سے زیادہ گزرنے لگی۔ تو دریا صاحب کے شکل میں پھر کبیر صاحب کا دوسرا ظہور ہوا۔ یہ بات خیالی طور پر صحیح بھی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ گو اس میں مریدوں کی عقیدتمندی و راسخ الاعتقادی کا مادہ کثرت کے ساتھ موجود ہے۔ آتما کا کوئی نام نہیں ہے۔ اور نہ روپ۔ نام اور روپ شریر کا ہوتا ہے۔ اس کو جیسا چاہو۔ ویسا کہو۔ تعلیم اور تعلیم کا اصول بے شک کبیر صاحب کا ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں۔ اور روحانی طور پر دریا صاحب کو کبیر صاحب کے سلسلہ میں شمار کرنا غلطی نہیں ہے۔

سب دریا صاحب پیدا ہوئے تھے۔ ایک سادھو نے ان کو دریا کا نام دیا۔ اس کی بابت بھی روایتیں ہیں۔ مگر

یہ شاگردوں کے حسن عقیدت سے زیادہ متعلق ہیں ۔ جب دریا صاحب نو برس کے ہوئے ۔ ان کی شادی ہو گئی ۔ مگر ان کو کبھی اپنی استری کے ساتھ رہنے کا موقعہ نصیب نہیں ہوا ۔ اور وہ مجرد ہی رہے ۔ پندرہ برس کی عمر میں دنیا کے نشیب و فراز اور عجیب و غریب واقعات کے دیکھنے سے ان کو ویراگ پیدا ہوا ۔ دل میں مالک کے پریم اور بھگتی کے ولولے پیدا ہو گئے ۔ اور یہ جذبات نشو و نما پا کر بیس ہی برس کی عمر میں پختگی پر آ گئے ۔ اور دنیا کو معلوم ہونے لگا ۔ کہ کسی روحانی شخصیت نے انسانی جامہ میں اپنا ظہور کیا ہے ۔ دریا صاحب حد درجہ کے آزاد تھے ۔ جو بات کہتے تھے ۔ صاف صاف ۔ چاہے کوئی ناراض ہو یا خوش

ساد ہو ایسا چاہیئے سانچی کہے بنائے ۔ کے ٹوٹے کے جوڑے بن کہے بھرم نہ جائے

یہ وصف کبیر صاحب میں بھی تھا ۔ اور دونو صاحبان میں انسانی ہمدردی عالمگیر پیمانہ کے حساب سے تھی ۔ یہ وجہ ہے ۔ کہ ان کے کھنڈن کو بھی زیادہ تر لوگ شوق سے سنتے تھے ۔

جب دریا صاحب کی عمر تیس برس کی ہوئی ۔ تو انہوں نے کھلم کھلا ست سنگ جاری کیا ۔ اور اپنے ڈھنگ پر اُپدیش دینا شروع کیا ۔ اس مرحلہ کو دریا صاحب کے پنتھ میں " تخت پر بیٹھنا " بولتے ہیں ۔

طریقۂ تعلیم " سُرت شبد یوگ " کا ابھیاس تھا ۔ سوائے نرگن بھگتی کے اور کسی طرح کے کرم کو پسند نہیں کرتے تھے ۔ باتیں سب سیدھی سادی اور عوام الناس کے دلوں کو لبھانے والی تھیں ۔ ست سنگ پر زور دیا جاتا تھا ۔ انتری اور باہری ست سنگ دونو کا شوق دلایا جاتا تھا ۔

شروع شروع میں تو لوگ ان کی پرواہ تک نہیں کرتے تھے ۔ سب جانتے تھے ۔ کہ اس " درزن کے لڑکے " سے کیا ہونا ہے ۔ باولہ ہے ۔ مگر جب دیکھا ۔ کہ ان کے خیالات پھیلنے لگے ۔ اور عقیدتمندوں کی تعداد بڑھنے لگی ۔ تو سب کے کان کھڑے ہوئے ۔ اور پنڈتوں کی طرف سے مخالفت کا جو سامان کھڑا کیا گیا ۔ اس کا بیان مشکل ہے ۔ لوگ جھوٹی غیبت ۔ شکایت اور اتہام لگانے اور ہر طرح سے نندیا کرنے لگے ۔ مگر مالک نے ان کو کسی بڑے کام کے لئے بھیجا تھا ۔ وہ جانتے تھے ۔ کہ کیسے کیسے پہلو سے اس کام کو تقویت ملے گی ۔ اس لئے مخالفت کچھ کام نہ آئی ۔ اور ان کا زور دن بدن بڑھتا گیا ۔ یہاں تک کہ براہمن اور کشتریوں کی بہت بڑی تعداد ان کے شاگردوں کے زمرہ میں شامل ہوئی ۔ اور اب بھی بہت سے رئیس براہمن اور کشتری اس خاندان کے چیلے ہیں ۔

دریا صاحب مقام دھرکندھا میں پیدا ہوئے ۔ جو ریاست ڈمراؤں کے دکن میں سات کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ یہ مقام ضلع آرہ میں ہے ۔ یہ زیادہ دنوں تک اسی جگہ رہے ۔

ہندوؤں میں ایک عام کہاوت ہے ۔ گھر کا جوگی جوگڑا آن گاؤں کا سدھ ۔ یوں بھی نبی اور پیغمبر اپنے ملک میں عزت نہیں پاتے ۔ دریا صاحب نے اور سنتوں کی طرح اس کہاوت کو غلط ثابت کر دکھایا ۔ اپنے گاؤں ہی میں بہت دنوں تک رہے ۔ اور جب تک وہاں ست سنگ کا سلسلہ مضبوطی کے ساتھ قائم نہیں ہو گیا ۔ تب تک وہاں سے نہ ہلے ۔ جب اچھی طرح لوگ دہرم و اُپدیش کو سمجھنے لگے ۔ تب آپ اپدیش کی غرض سے دورہ پر نکلے ۔ اور کاشی ۔ مگہر ۔ بائیسی ۔ ہردی ۔ لہٹانا وغیرہ مقامات پر گھوم کر پرچار کیا ۔ یہ مقام بنارس ، بستی ۔ غازیپور و آرہ کے اضلاع میں ہیں ان کے سوا دہ اور جگہ بھی گئے ۔ مگر کمی کے ساتھ ۔ تاہم ان کی تعلیم کا سلسلہ دُور دُور تک جا پہنچا ۔

دریا پنتھ کی خاص گدی دھرکندھا میں ہے ۔ اس کی چار شاخیں ٹلپا ۔ دلنی ۔ مرزا پور (چھپرا) منوا چہ کی (مظفر پور) میں ہیں ۞

پہلے ان کے ۴۲ شاگرد ہوئے تھے۔ بعد کو ہزاروں تک تعداد پہنچ گئی۔ جن میں گرہست اور ورکت دونو شامل تھے ان کے گورمکھ چیلے دل داس جی تھے۔ جنہوں نے گورو کا پیغام دُور دُور پہنچایا۔

دریا صاحب کی بانی بڑی انھوی ہے۔ اور سنتے ہی دل میں اس طرح بیٹھ جاتی ہے۔ جیسے نشانہ پر تیر بیٹھتا ہے۔

دریا صاحب ہندی زبان کے زبردست مصنف گزرے ہیں۔ اور ان کی ساری کتابیں نظم ہی میں ہیں۔ اِن میں سے سوا ایک آدھ کے کسی کو چھپنے کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم محقق اور متلاشیوں کے لئے ان کے گرنتھوں کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

گیان رتن۔ گیان مول۔ گیان سرودے۔ برہمے گیان۔ کال چرتر۔ مورت اکھاڑ۔ گربھ چتاون۔ دریانامہ۔ گنیش گوشٹی۔ رمیسر گوشٹی۔ اگر گیان۔ وویک ساگر۔ برہمہ گیان۔ بھگتی ہیت۔ امرسار۔ پریم مُولا۔ بیجک۔ ست ستیا۔ دریا ساگر وغیرہ وغیرہ۔

یہ کتابیں قلمی ان کے مٹھوں سے دستیاب ہوسکتی ہیں۔ اور صرف ان کے شاگردوں کے ہاتھ آئی ہیں۔ جوگورکھپور۔ بلیا۔ وہار۔ دربھنگا۔ کٹک۔ چُنار۔ مرزاپور وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے شاگرد اور بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں ملتے ہیں۔ مگر اور جگہ ان کی تعداد خال خال ہے :: ادم شم!

مکتی پانے کا گُر!

شعر سیان لالہ دولت رام جی پوری بی اے بی ٹی گوجرانوالہ

مکتی پانے کی ہو گر خواہش تو کام آ غیر کے
خاک اس جینے پہ جو جینا ہو بس اپنے لئے

مقصد ہستی بنا اعلیٰ سے اعلیٰ تر بشر
جب تلک نہ پہنچ لے تو منزل مقصود پر

بے غرض خدمت سے اے بندے ہمیشہ کام لے
گر حصول کامیابی کا جہاں میں ہے یہی

نیکی کر کے تو ہمیشہ ڈالتا دریا میں جا
ایشور نے جو دیا سب سمجھ لے تو غیر کا

بول کڑوا بول کر نہ دل کو دکھیوں کے دکھا
مست ہو ہر حال میں اور شانتی سے کر بسر

مکتی گر پانے کی ہے خواہش وطیرہ یہ بنا

جی کے مرنا ہے بُرا تو مر کے جینا سیکھ لے
جینا اچھا ہے مگر خلقِ خدا کے واسطے

جس کے حاصل کرنے کی خاطر رہے سینہ سپر
تب تلک آگے بڑھے چل باندھ کر اپنی کمر

خدمتِ انسان کلیدِ کامیابی سمجھ لے
کر عمل اس قاعدے پر مہرباں تو ہر گھڑی

مطلقاً پھل کا نہ دل میں خیال تک اپنے تو لا
کرتا جا اپنی کمائی سے غریبوں کا بھلا

مہر و اُلفت کی تو مرہم اُن کے زخموں پہ لگا
جینا ہے تو جی مگر غیروں کی خاطر عمر بھر

خدمتِ نشکام کرنے کا تو بیڑا لے اٹھا

مکتی پا جائے گا مُضطر امر ہو جائے گا تو!
اچھے کرموں کا ثمر اک روز پا جائے گا تو!!

امرت دھارا فارمیسی کے
چالیسویں سالانہ جلسہ
کی خوشی میں
مارچ
کی آخری رعائت یعنی
امرت دھارا اور اُسکے ۲۲ مرکبات و امرت کایا کلپ ۳/۴ قیمت پر اور
باقی تمام ادویات و طبی کتب نصف قیمت پر دیجاوینگی
جو اصحاب اس رعایت سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں بہت جلد ایک کارڈ لکھکر
رعایتی فہرست
منگوالیں۔ اس میں سب باتیں مفصل لکھدی ہیں۔ ابھی کارڈ لکھدیں۔ ایسی رعایت پھر کبھی نہ ہوگی۔ مبادا بھول جائے۔
پتہ :- امرت دھارا ۱۷ لاہور
المشتہر
مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ۔ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاک خانہ۔ لاہور

R 10000
دس ہزار روپیہ کی گھڑیاں مفت
ہماری کمپنی نے اپنی دو چمتکاری فائدہ دوائیوں کی مشہوری
کیلئے ہر شیشی کے خریدار کو ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ مفت دینے کا فیصلہ کیا ہے، جلدی کریں
اور فائدہ حاصل کریں
بال کالا تیل
اس بال کالا تیل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لئے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر تمام عمر کالے ہی پیدا ہوتے ہیں بینظیر سنیاسی تحفہ ہے۔ فائدہ نہ ہونے پر قیمت واپس ہوگی۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ پندرہ آنہ محصول ڈاک علاوہ تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپے اس دوائی کو مشہور کرنے کیلئے ہر شیشی کے ہمراہ ایک فینسی میوٹ رسٹ واچ مفت بھیجی جاتی ہے یہ گھڑی نہایت خوبصورت ہے مضبوطی اور خوبصورتی کی گارنٹی دس سال ہے گارنٹی کا اقرار نامہ ہمراہ بھیجا جاتا ہے۔ ضروری نوٹ۔ مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جائیگی۔ تین شیشی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین عدد گھڑیاں بالکل مفت انعام۔
کالے گورے ہو گئے
اگر آپ اپنے چہرہ یا جسم کا رنگ کالے سے گورا کرنا چاہتے ہیں یا اپنے مرجھائے ہوئے چہرے پر بدنما داغ کیل، پھنسیاں، چیچک کے داغ اور چھائیاں دور کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو ہمارا سائینس سے تیار کردہ لندن بیوٹی لوشن (رجسٹرڈ) استعمال کریں جس سے آپ کے جسم یا چہرہ کا رنگ شرطیہ طور پر کالے سے گورا ہو جائیگا۔ قیمت فی شیشی صرف ایک روپیہ پندرہ آنہ محصول ڈاک علاوہ تین شیشی کی رعایتی قیمت صرف پانچ روپے اس دوائی کو مشہور کرنے کے لئے ہر ایک شیشی کے ہمراہ ایک عدد فینسی رسٹ واچ مفت بھیجی جاتی ہے۔ یہ گھڑی نہایت خوبصورت اور مضبوط ہے۔ مضبوطی اور خوبصورتی کی گارنٹی دس سال ہے۔ گارنٹی کا اقرار نامہ ہر گھڑی کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے "ضروری نوٹ۔ مال ناپسند ہونے پر قیمت فوراً واپس کر دی جائے گی۔ تین شیشی دوائی کے خریدار کو محصول ڈاک معاف اور تین عدد گھڑیاں بالکل مفت انعام!
ملنے کا اصلی پتہ:- اصلی سنیاسی دواخانہ پوسٹ بکس ۱۲ (اوم) امرتسر (پنجاب)

مہابیر ہنومان کی مہما کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آج رام لیلا کا اُتسو ہوتا ہے تو رام چندر جی سے پہلے ہنومان ہی کے درشن ہوتے ہیں۔ آج بھی ہندوستھاؤں میں سیوکوں اور رکشکوں کی جب ضرورت پڑتی ہے تو مہابیر دل قائم کئے جاتے ہیں۔ آسمان مہابیر کی جے کے نعروں سے گونج اُٹھتا ہے۔ جاتی کے جوانوں میں نئی زندگی اور جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ آج بھی محض اُن کے نام ہی میں اتنی تاثیر ہے کہ جب بھی کسی کی زبان پر آتا ہے اُس کے اندر ایک عجیب شجاعت، دلیری اور ساتھ ہی ساتھ بھگتی بھاؤ کی لہریں دوڑ جاتی ہیں۔

رامائن کا زمانہ گزرے ہزارہا سال گزر گئے ہیں۔ اس دوران میں زمین وہ زمین نہیں رہی۔ آسمان وہ آسمان نہیں رہا۔ زمانہ یکسر منقلب ہو گیا ہے۔ یگوں کے یُگ پلٹے گئے ہیں۔ مگر آج بھی یہ زبان زدِ خلائق ہے۔ کہ مہابیر آج بھی زندہ ہیں۔ آج بھی اس سنسار میں وچرتے ہیں۔ جہاں بھی کہیں رام نام کی کتھا بارتا اور کیرتن ہوتا ہے۔ وہ وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور اکثر کتھا کرنے والوں میں جانے کب سے پرم پرا انوسار یہ بھاؤ چلا آتا ہے کہ وہ کتھا سماپت کرنے پر یہ دوہا پڑھ دیا کرتے ہیں۔ سہ

کتھا سماپت ہوت ہے بدا ہوت ہنومان
رام لکشمن جانکی سدا کریں کلیان

المختصر مطلب فقط یہ ہے۔ شری ہنومان جی سے لوگوں کو اتنی شردھا ہے اتنی بھگتی ہے کہ وہ بھگوان کو بھول جائیں تو بھول جائیں مگر شری ہنومان جی کو نہیں بھول سکتے۔ انہیں اپنے پاس سمجھتے ہیں۔ اُن کے برت رکھتے ہیں۔ اُن کے نام پر سینا اور دل بناتے ہیں۔ اُن کے مندر بنواتے ہیں۔ اور اُن کے چرتر سے اپنا روحانی، اخلاقی اور جسمانی سُدھار کرتے ہیں۔ یہ سب کس لئے؟ اس لئے کہ شری ہنومان جی بھگوان کے پرم بھگت تھے۔ اتنے درڑھ بھگت تھے کہ ہم اُن کی بھگتی کی انتہا کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ہماری بُدھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ جس اُونچائی پر اُن کی بھگتی کا بھاؤ تھا۔

درحقیقت ہنومان جی کوئی سادھارن پُرش نہیں تھے۔ بھگوان کی خاص شکتی کا ستھول رُوپ میں ظہور ہوا تھا۔ اُن کے جنم کے متعلق آرش گرنتھوں میں عجیب و غریب کتھا آتی ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک بار بھگوان شنکر بھگوتی ستی کے ساتھ کیلاش پربت کی ایک اُتنگ چوٹی پر براجمان تھے۔ برگد کے گھنے سایہ میں آپ کے کافور کی مانند سفید جسم پر بھورے بھورے رنگ کی جٹائیں بکھری ہوئی تھیں۔ ہاتھ میں اُدراکش کی مالا گلے میں سانپ اور سامنے نندی بیل بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے سر پر چندرما اور گنگا کی امرت مئی دھارا رہنے کی وجہ سے تیسری آنکھ کی کام کو بھسم کرنے والی بھیانک اگنی شانت تھی۔

اچانک "رام رام" کہتے ہوئے شری شنکر نے اپنی سمادھی بھنگ کی۔ ستی نے دیکھا بھگوان ایک بے بیان بھاؤ سے اُن کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ وہ سامنے کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ جوڑ کر بولیں ــــــ "سوامن! اس وقت میں آپ کی کیا سیوا کروں؟ کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ آپ کے چہرے سے تو اسی طرح کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ بھگوان شنکر نے بڑے ملائم لہجہ میں کہا۔ "پریہ! اس وقت میرے دل میں نہایت شُبھ سنکلپ اُٹھ رہا ہے۔ اور مجھے اس سے بہت ہی پرسنتا ہو رہی ہے۔ کہ وہ

پار برہم پر ماتما- وہ میرے پرم آرادھیہ دیو- وہ جن کے کیرتن اور بھجن سے مَیں بیخود ہوجاتا ہوں- اکثر ناچ اُٹھتا ہوں- اور سمادھیت ہوجایا کرتا ہوں- وہ پربھو سنسار کے کلیان اور دھرم مریادا کے ستھاپن کے لئے منش شریر سے اوتار دھارن کر رہے ہیں- دوسرے تمام دیوتا اور شکتیاں اُن کے کاریہ پورتی کے لئے پرگٹ ہو رہے ہیں- میرا بھی جی چاہتا ہے کہ بھولوک میں اُن کے ادنےٰ سے سیوک کے رُوپ میں پرگٹ ہوکر اُن کے انگ سنگ رہوں- اور ساکار پوجا و سیوا کا وہ آنند لوٹوں-جس کی پراپتی اس اوستھا میں نہیں ہو سکتی"۔

ستی نے بظاہر تو خوشی ہی کا اظہار کیا- مگر اندر ہی اندر اس کا ہردیہ مسوس اُٹھا- کہ اگر بھگوان شنکر سچ مچ بھولوک میں چلے گئے تو اُس کو سوامی کی جدائی میں ایک لحہ بھی دوبھر ہوجائے گا- وہ کیسے آپ کے بنا جیوت رہے گی- اس قسم کے حسرت افزا جذبات کو شنکر بھگوان جھٹ سے بھانپ گئے اور آپ نے ستی کو بڑے پیار سے سمجھایا" دیکھو پریہ! تم بہت بھولی ہو- ویوگ کا امکان ہی کیا ہے-مَیں تم سے جدا ایک لمحہ بھی نہیں ہوں گا- اِسی رُوپ سے تمہارے پاس رہوں گا- اور دُوسرے رُوپ سے بھگوان کی سیوا کروں گا"۔ ستی پرسن ہوگئی۔

ادھر دیوراج اندر کی امراوتی میں پُنجک ستھلا نامی اپسرا کو کسی اپرادھ کی وجہ سے بھُوک لوک میں آنا پڑا تھا- شاپ تو اُسے بانری کے رُوپ میں رہنے کا ہُوا تھا- مگر شاپ دینے والے رشی کی بڑی منت سماجت کرنے کے بعد اُسے ور مل گیا تھا- کہ جب وہ چاہے گی- انسانی صُورت بھی اختیار کر لیا کرے گی- اُس نے کیسٹری نامی ایک بانر[1] راج سے بیاہ کر لیا- اور سُکھ سے رہنے لگے- وہ انجنا نام سے مشہور تھی- اس انجنا کے بطن سے قدرت کاملہ سے بغیر کسی سنسرگ مہادیو شری شنکر بھگوان ہنومان کے رُوپ سے پیدا ہُوئے-

ہنومان بچپن ہی میں ایودھیا چلے آئے تھے- اُنہیں بھگوان رام کے انگ سنگ رہنے کا موقعہ مل گیا تھا- ملتا کیوں نہ بھگوان نے اوتار دھارن کر کے جو جو کام کرنے تھے-ان میں ہنومان نے بھی بڑا بھاری پارٹ ادا کرنا تھا- اِس لئے قدرت نے شری رام اور ہنومان جی کو اکٹھا رکھا- بھگوان رام ابھی جوانی میں قدم بھی نہ رکھنے پائے تھے-کہ آپ کے اوتار دھارن کرنیکے مقصد کو عملی طور پر حل کرنیکا وقت آگیا-آپ کو معہ لکشمن یگیہ کی رکشا کیلئے مہرشی وشوامتر جی لینے کیلئے مہاراج دشرتھ کے دربار میں آئے- دراصل رام اور لکشمن کو یگیہ کی رکشا کے لئے وشوامتر کے لے جانے میں ایک نہایت گہرا راز تھا-جو اس زمانے میں بھی صرف وشوامتر جانتے تھے یا مہرشی وششٹ جی- ورنہ مہاراج دشرتھ تک بھی اس راز سے ناواقف تھے- اس زمانہ میں جب رام اور لکشمن تاڑکا وغیرہ کا سنگھار کرنے کے لئے وشوامتر کے ساتھ چلے- تو بھگوان رام نے ہنومان جی کو الگ بُلا کر کہا تھا:-

"پیارے متر ہنومان جی! اب عملی زندگی کا دَور شروع ہوگیا ہے-ہم ادھر جاتے ہیں اور تم اُدھر پنچ وٹی و کسکندھا پوری کی جانب جاؤ- اور اپنا میدان پیدا کرو- کیونکہ مجھے اس کے بعد راون کو مارنے کے لئے اُدھر ہی آنا ہوگا- تو بانروں کی سینا کی ضرورت پڑے گی-تم ابھی سے وہاں گئے ہوگے تو اس وقت خوب سینا تیار کرنے کے قابل ہوجاؤ گے- تم وہاں شوری سے ملکر سب بات کہہ دینا- اور رشیہ مُوک پربت پر جا کر سگریو سے دوستی گانٹھ لینا- پہلے ہم ماریچ، سُباہو اور تاڑکو جو یہاں نزدیک ہیں اور جن کا اس علاقہ میں جال پھیلا ہُوا ہے نحس کر ڈالیں- پھر لنکا پر چڑھائی ہو سکے گی-جس کے لئے تم بہت کچھ میدان ہمارے آنے سے پہلے صاف کر رکھو گے"۔

یہ آدیش لیکر ہنومان جی دکشن بھارت کی طرف چل دیے اور شری رام معہ لکشمن وشوامتر کے ساتھ چلے گئے- اس سے ظاہر

---

[1] بانر سے مطلب جو صاحب اس زمانے کی انسانی نسل کی ایک جماعت جو بانر کے لقب سے مشہور تھی لیتے ہیں وہ یہاں بھی ایسا ہی سمجھیں۔

ہوتا ہے کہ ہنومان جی در حقیقت بھگوان کے کتنے نزدیک تھے۔ اور آپکی لیلاؤں میں اُن کا کتنا بڑا ہاتھ تھا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بھگوان رام کے جیون چرتر میں ہنومان کی قُربانی کا جابجا رنگ نظر آتا ہے۔

سیتا کی تلاش اور راون کے یُدھ میں ہنومان نے جو زبردست پارٹ ادا کیا۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بڑے بڑے زبردست راکشسوں کو مارا اور پچھاڑا۔ کئی حیرت انگیز معرکہ سر کئے۔ جہاں تک کہ شری رام چندر جی کے بنباس سے لوٹ کر راج گدی پر بیٹھنے کے بعد اشومیدھ یگیہ کے سلسلے میں بھی جو جنگیں ہُوئیں۔ اُن میں بھی اُنہوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ غرضیکہ بھگوان رام کی زندگی میں اُنہوں نے بڑی بڑی جنگی معرکہ آرائیوں میں غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا۔ وہ غیر مفتوح جنگجو اور جری ثابت ہوئے لیکن اس کے باوجود بھی ان کے اندر بڑا کومل ہردیہ تھا۔ ہردیہ کیا تھا۔ پربھو پریم کے شہد کا چھتا تھا۔ جس سے ہر وقت بھگتی کی مٹھاس جھرتی رہتی تھی۔ یہ واقعی حیرت انگیز بات تھی کہ اس قدر جنگجو اور خونریز جنگ وجدل میں صفیں کی صفیں اُلٹ دینے اور انسانی سروں کو گاجر مُولی کی طرح اُڑا دینے والے شخص کا ہردیہ اس قدر کومل تھا۔ اس میں ایک راز تھا۔ کہ ہنومان جی نے جتنی بھی بڑی لڑائیاں لڑیں معرکے سر کئے۔ بڑے بڑے فرعون مزاجوں کے سر توڑے وہ اپنی خاطر نہیں۔ نہ ہی اپنی عزت، منصب یا دیگر قسم کی بڑھائی کے لئے۔ بلکہ اُنہوں نے ذاتی غرض سے بالاتر رہ کر بھگوان کے نمت سب کام کئے۔ پربھو کو خوش کرنے کیلئے۔ بھگوان کے اہم پروگرام کی تکمیل کیلئے ہی اُنہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی اور ہزارہا پاپیوں کو سزائے موت دی۔ اس میں اُن کا اپنا ذاتی فائدہ یا غرض کی رمق بھی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے سخت سے سخت کام بھی کئے۔ لیکن بھگوان کی بھگتی میں سرشار ہو کر اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ ظُلم نہیں تھا۔ پاپ نہ تھا۔ لہذا سخت سے سخت خونریزی کرنے پر بھی اُن کا دِل کومل ہی تھا۔

اس امر واقعی کا ثبوت ہنومان جی نے اس وقت واضح طور پر دے دیا تھا۔ جب کہ رام چندر جی بنباس سے لوٹ کر راج سنگھاسن پر بیٹھے تو سیتا جی نے ہنومان کو اپنا سب سے بڑا قیمت ہار اُن کی خدمت کے اعتراف کے طور پر دیا تھا۔ مگر ہنومان جی نے اس ہار کے قیمتی موتیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا تھا کنکر اور کوڑیوں کی طرح۔ جب اس کا سبب پُوچھا گیا تو ہنومان جی نے کہا۔ کہ وہ دیکھتے ہیں ہار کے اِن موتیوں میں۔ کہیں رام نام بھی ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں تو اُن کے یہ کس کام ؟ اس پر کسی نے ہنومان جی پر آوازہ کسا۔ "کیا تمہارے جسم کے اندر رام نام ہے ؟" یہ سُنتے ہی ہنومان جی نے اپنا سینہ چیر ڈالا اور دُنیا کو دکھا دیا کہ ان کے روم روم میں رام نام رما ہُوا ہے۔ اس سے زیادہ نشکام بھگتی کا اُونچا آدرش آج تک کون پیش کر سکا ہے ؟ کہنا ہو گا کہ کوئی نہیں ؟ یعنی بھگوت بھگتی میں ہنومان اپنی مثال آپ ہی تھے۔

جب تک رام چندر جی شریر کے ساتھ اس سنسار میں رہے۔ تب تک ہنومان جی آپ کے چرنوں سے جُدا نہیں ہوئے۔ جب آپ انتردھیان ہو گئے۔ ہنومان جی نے کرتالیں ہاتھ میں لیں۔ اور کیرتن بھجن میں مگن ہو گئے۔ جہاں کہیں بھی بھگوان کا چرچا ہوتا۔ وہ پہلے ہی سے پہنچ جاتے۔ اور گا گا کر ناچ ناچ کر خود تو بیخود ہو ہی جاتے لیکن رہتے دُوسروں کو ہوش میں نہ دیتے۔ یہ مستی تھی۔ ان کے کیرتن میں۔ ان کی اس اٹل بھگتی کا صلہ ہے۔ کہ ان کو امر پد مِل گیا۔ اور رامائن کے زمانہ میں جہاں اُن کا ذکر ملتا ہے۔ وہاں مہابھارت اور کرشن کے زمانہ میں بھی اُن کے ورتمان ہونے کا تذکرہ ملتا ہے۔

کرشن جی کا اوتار ہُوا۔ بھگوان اور کرشن فرق تو تھا ہی نہیں۔ پھر کرشن کے رُوپ میں آئے ہُوئے رام ہنومان کے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ بھگوان کرشن نے ہنومان جی کو بُلانے کا سنکلپ کیا۔ اُنہی دِنوں بھگوان نے ستیہ بھاما کے لئے پارجات ہرن کیا تھا۔ ستیہ بھاما کو عزور ہو گیا تھا۔ کہ بھگوان کا مجھ سے ہی سب سے زیادہ پریم ہے۔ وہ دِل میں سمجھنے لگیں۔ کہ سیتا مجھ سے کیا خوبصورت ہو گی۔ جن کے لئے رام اوتار میں مارے مارے جنگلوں میں پھرا کئے ؟ اسی طرح گرڑ اور چکر بھی اپنی اپنی جگہ سمجھتے تھے۔ کہ ہم نے بھگوان کرشن کی

بہت امداد کی ہے۔ لیکن بھگوان کسی کا بھی ابھیمان نہیں رہنے دیتے۔

بھگوان نے گرڑ کو بُلا کر کہا۔ "گرڑ بھئی! دوارکا کے اُپبن میں ایک بانر آیا ہُوا ہے۔ اُسے تو پکڑ لاؤ۔ اکیلے جرأت نہ پڑے تو ساتھ سینا بھی لے جاؤ۔" گرڑ نے کہا۔ "سینا کی کیا ضرورت ہے۔ بندر ہی تو ہے نہ"۔ گرڑ چلا۔ بن میں پہنچا۔ ہنومان جی بیٹھ کر کے خوب رام نام کا کیرتن کر رہے تھے۔ بڑے مست تھے۔ گرڑ نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ بھلا رام کا دیوانہ کسی کے بلائے کہیں کیوں جانے لگا تھا۔ اُنہیں تو بھگوان کے کیرتن سے یہ فرصت نہ تھی۔ گرڑ کو یہ بات ناگوار گزری۔ اس نے زبردستی لے جانا چاہا۔ ہنومان نے خوب گت بنائی۔ گرڑ ناکام واپس لوٹا۔ اس کا غرور ٹوٹ چکا تھا۔ بھگوان کرشن کو ساری بات کہہ سُنائی۔ بھگوان نے دوبارہ بھیجا کہ جاؤ۔ اُنہیں کہنا بھگوان رام بلاتے ہیں۔ گرڑ نے ایسا ہی کیا۔ ہنومان جی جھٹ چل پڑے۔ اِدھر چکر کی ڈیوٹی بھگوان نے لگا رکھی تھی۔ کہ کسی کو دوارکا میں گھسنے نہ دینا۔ گرڑ ہنومان سے پہلے پہنچنے کے لئے اُن سے الگ ہو گیا تھا۔ ہنومان جی جب دوارکا میں گھسنے لگے۔ تو چکر نے روکا۔ لیکن ہنومان نے اُسے بھی پچھاڑا۔ غرضیکہ ہنومان جی بھگوان کرشن کے پاس پہنچ گئے۔ کرشن نے بھگوان رام کا روپ دھارن کر رکھا تھا۔ ہنومان جی درشن کر کے نہال ہو گئے۔ لیکن ستیہ بھاما کو دیکھ کر بھگوان کہنے لگے۔ "بھگوان! سیتا ماتا کہاں ہیں؟ آپ نے یہ کس داسی کو اتنا بڑا درجہ دیا۔ ہنومان کی زبان سے یہ شبد سُن کر ستیہ بھاما کا غرور بھی ٹوٹا۔ اور دل میں بہت ہی پشیمان ہوئی۔ خیر۔ بھگت کو کچھ دیر بعد بھگوان سا کار رُوپ میں مل گئے تھے منورتھ پُورا ہوا۔ اِدھر بھگوان کو بھی بہت پرسنتا ہوئی۔ اب ہنومان جی کو دوارکا کی حفاظت کا کام سونپا گیا۔ بھگوان کرشن بھی اپنے اوتار لینے کے مقصد کو پُورا کر کے چلے گئے مگر آپ کے پرم بھگت ہنومان جی کے متعلق مشہور ہے" وہ آج بھی زندہ ہیں"۔ صرف ہم شردھا سے ہین ہونے کے کارن انہیں نہیں دیکھ سکتے۔" بولو بھگوان کے بھگت ہنومان کی جے"!

مُکتی پانے کا راز!

شریمان لالہ دولت رام جی پوری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ گوجرانوالہ

واقفِ اسرارِ ہستی اے بشر ہو جائے گر
دام ہے تزویر کا دُنیا اگر تو مان لے

زندگی آلائشوں سے پاک رہ کے کر بسر
ایشور کا رُوپ سمجھے تو اگر ہر جاندار

مقصدِ ہستی کو اپنے پائے گا اک روز تو
مکت ہو جانے کی چابی خدمتِ نشکام ہے

لوبھ کو اہنکار کو بندے اگر تو چھوڑ دے
تو رہے قربِ الٰہی میں سدا شام و سحر

نیک و بد اپنے کو اے بندے اگر پہچان لے
نیکیوں کے بے شبہ ہوتے ہیں میٹھے ہی ثمر

خدمتِ مخلوق میں گر تو لگے لیل و نہار
ہر گھڑی ہے آرزو جس کی تجھیں ہے جستجو

خدمتِ خلقِ خدا کا نیک تر انجام ہے
جھوٹی مایا سے اگر رشتے سراسر توڑ دے

خدمتِ نشکام کا گر راز مضطرؔ جان لے
ہو تجھے مکتی پراپت بات سچی مان لے

भक्त लोचनदास

कीर्तनावेश हनुमान्

THE GITA PRESS, GORAKHPUR.

(۱)

بنگال کے بردوان ضلع میں کوگرام نامی ایک گاؤں میں بھگت ترلوچن داس جی کا جنم ہوا تھا۔ اُن کے پتا کا نام 'کملاکر'، اور ماتا کا نام سے۔ وانندی دیوی تھا۔ اچھا کھاتا پیتا گھر تھا۔ لوچن داس اپنے والدین کا واحد چشم و چراغ تھا۔ ان کا ننھال بھی اُسی گاؤں میں تھا۔ اس لئے اُن کی بوڑھی نانی بھی جی جان سے پیار کرتی تھی۔ اس لاڈ پیار کی زیادتی نے لوچن داس کو بچپن میں من مانے آزادانہ کھیل کود کے سوا کسی اور کام کے لئے فرصت نہ دی۔ لہٰذا وہ کچھ خوبی سے پڑھ لکھ نہیں سکے تھے۔

لیکن بڑی خوبی پائی گئی تھی لوچن داس میں، کہ باوجودیکہ اُن کے ماتا پتا خوشحال تھے ننھال بھی اُن پر جان نچھاور کرتے تھے، بڑی آزادی تھی، لاڈ پیار کی فراوانی تھی۔ اُن میں گذشتہ نیک سنسکاروں کی بدولت کوئی بُری عادت، بھوگ ولاس کا چسکا نہیں پڑا البتہ اُن کا قدرتی رجحان ایشور پراتنا ہی کی جانب تھا۔ چھوٹی ہی عمر میں اُن کے دماغ میں فلسفانہ خیالات پیدا ہوتے تھے۔ وہ بچپن میں کھیلا کرتے اور مٹی کے گھروندے بنا بنا کر توڑ پھوڑ ڈالتے تو کہا کرتے —
"یہی تو سب لیلا ہے۔ ایسے ہی تو یہ سنسار بھی کشن بھنگر ہے۔ پل پل بنتا بگڑتا رہتا ہے۔ آج ہے تو کل نہیں۔"
عموماً ماتا پتا بچوں کے اس قسم کے کھیلوں کو دیکھ کر ہنس دیا کرتے ہیں۔ اُن کے گھروندے وغیرہ خود ہی بنانے اور پھوڑ ڈالنے کے کاروبار کو ان کی نادانی پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت اُن کے اس بچپن کے کھیل میں کتنا گہرا راز ہے۔ ماں باپ اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ واقعی اس سنسار کے سب پدارتھ مٹی ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور آخر اس مٹی ہی میں مل جاتے ہیں۔ کسی شے کو بھی قرار نہیں اس جہان فانی میں۔ پھر کسی کے لئے کیوں غم کھایا جائے۔ جس طرح بچہ کھیل کود میں اپنی چیزوں کے بننے بگڑنے پر یکساں خوش رہتا ہے۔ کھلونے بنا کر بھی خوش اور بگاڑ کر بھی خوش۔ اسی طرح انسان کو اپنے حالات و اشیاء کے بننے بگڑنے میں ہرش شوک نہیں بلکہ اس کو ہرش ہی منانا چاہیئے۔ گویا کتنا بڑا گمبھیر رہسیہ ہے بچوں کے کھیل کود میں جسے ہم بچوں کی نادانی سمجھ کر ہنس دیا کرتے ہیں۔ لیکن لوچن داس بچپن ہی سے اس گوڑھ رہسیہ کو جانتے تھے۔

لوچن داس جی ذرا بڑے ہوئے۔ ماتا پتا کو پوتے کا مُنہ دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ اُنہوں نے گیارہ سال کی عمر میں ہی لوچن داس کا بیاہ کرنا چاہا۔ لوچن داس نے انکار کیا۔ لیکن ماتا پتا نے بے حد اصرار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوچن داس کو ماں باپ کی آگیا کے سامنے سر جھکانا ہی بن پڑا۔ بیاہ ہو گیا۔ لکشمی کے سمان بہو دیکھ کر لوچن داس کے ماتا پتا کھل گئے اور خوب دھوم دھام کی۔ لیکن لوچن داس کی طبیعت پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔ اُن کی ورتی لگی رہی اُسی طرف جس طرف پہلے تھی بچپن ہی میں۔

(۲)

شری کھنڈ نامی ایک پوتر ستھان پر شری چیتنیہ مہا پربھو کے پرم بھگت پنڈت نرہری جی رہتے تھے وہ جیسے پریمی تھے ویسے ہی شاستروں کے بھی بڑے عالم تھے۔ اُن دنوں وہ شری کھنڈ میں راس لیلا کیا کرتے تھے۔ دُور دُور سے بھگت آ کر اس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ راس کا اُتسو سب مِل کر منایا کرتے تھے۔ بھگت لوچن داس کو بھی شردھا کھینچ لے گئی۔ اور وہ بھگت نرہری جی کے ست سنگ سے لابھ اُٹھانے لگے۔ آخر نرہری کی دِکشا لے کر اُن کے شِشیہ بن گئے۔ اس سے لوچن داس کی رہی سہی آسکتی اور سنساری رغبت قطعاً ختم ہو گئی۔ اُن کا ویراگیہ شری کرشن جی کے پریم میں بدل گیا اور وہ اُس میں کچھ ایسے بھیگ گئے کہ بس میں کے ہو رہے۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ سادھن کے مارگ پر گامزن ہو گئے۔ ماتا پتا اور اپنی نوجوان دھرم پتنی، گھر گاؤں، دوست رشتہ دار سب کو بھول کر بھگوان کے پریم میں مگن ہو گئے۔ سدگرو نرہری جی بھی ادھیکاری شِشیہ کی آتمک اُنتی کے لئے خاص طور پر متوجہ ہو گئے۔

نرہری جی بڑے پرکانڈ پنڈت، نیک مزاج اور ایشور بھگت تھے۔ لوچن داس کے اُن کے شِشیہ ہو جانے کی خبر پا کر 'کملاکر' اور 'سرو انندی' کو بڑی مسرت ہوئی۔ مگر وہ لوچن داس کو گھر لانا چاہتے تھے۔ کیونکہ بہو اب پورے جوبن پر تھی۔ سولہ سال سے زیادہ عمر ہو چلی جاتی تھی۔ آٹھ سال پہلے شادی کے موقعہ پر ہی اُس نے اپنے پتی کے درشن کئے تھے اِس کے بعد وہ میکے چلی گئی تھی۔ دوبارہ نہیں آئی تھی۔ اب وہ گرہست کے قابل ہو گئی تھی۔ پتی کے درشنوں کے لئے بھی لالسا دن بدن اُسے بیقرار کئے دیتی تھی۔ اکثر اُداس اور پتی ویوگ میں آنسو برسایا کرتی تھی۔ یہ خبر سُن کر لوچن داس کے ماتا پتا کو بہت چنتا ہوئی۔ سرو انندی نے اپنے پتی کو بیٹے لوچن کے نرہری جی سے لانے کے لئے کہا۔ 'کملاکر' نرہری جی کے پاس گئے اور سارے حالات کھول کر سُنائے۔ نرہری جی کا دل بھر آیا اور انہوں نے لوچن داس کو کملاکر کے ساتھ بھیج دیا۔

(۳)

لوچن داس جی بہت دیر کے بعد سسرال جا رہے تھے۔ انہیں یاد نہیں تھا کہ اُس کا سسرال گھر کونسا تھا اور بیوی کیسی تھی۔ وہ اپنے سسرال گاؤں میں گھسے۔ اُنہیں ایک خوبصورت یووتی مِلی۔ انہوں نے بڑی حلیمی سے پوچھا۔۔۔

"ماتا جی! فلاں شخص (اپنے سسر کا نام لے کر) کا گھر کہاں ہے؟ کون سے راستے جاؤں کہ اُن کے یہاں پہنچ جاؤں۔"

یووتی نے ایک بار اُن کی طرف دیکھا۔ اور اُنگل کے اشارہ سے اُنہیں ایک تنگ گلی کا راستہ دِکھا کر سر نیچے کئے اپنے راستے چلی گئی۔ لوچن داس سسرال پہنچ گئے۔

بہت دنوں بعد ویراگی داماد کو آیا دیکھ کر لوچن کے ساس سسر بہت خوش ہوئے۔ سواگت ستکار، دریافت خیر و عافیت کے بعد اسنان و بھوجن ہوا۔ رات تو ہو ہی گئی تھی۔ لوچن داس ساس کی آگیا سے آرام کے لئے ایک کوٹھڑی میں گھسے گھستے ہی لوچن داس نے دیکھا کہ سامنے وہی نوجوان لڑکی کھڑی ہے۔ جس سے اُنہوں نے 'ماتا جی' کہہ کر راستہ پوچھا تھا۔ نوجوان لڑکی نے بھی جب سمجھا تھا کہ کوئی راہی ہوگا۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ یہی اُس کا پتی اور ارادھیہ دیوتا۔ پتی کے مُنہ سے نکلا ہوا 'ماتا جی' کا شبد یاد آتے ہی دھرم پرائن یووتی کانپ گئی۔ اُس کا مُنہ مُرجھا سا گیا۔ دِل پر حسرت کی گھٹا چھا گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہردیہ کا وہ دُکھ اُس کی آنکھوں سے موتی سے چمکتے ہوئے بیشمار آنسوؤں کی صورت میں جھرنے لگا۔ یووتی ساڑھی کے آنچل سے آنکھیں پونچھ کر دور ہٹ گئی۔ لوچن داس کا جگر پاش پاش ہو گیا۔ اُن کے مُنہ سے ایک لفظ نکلنا بھی دُوبھر ہو گیا۔

وقت کی پرواز نہ کبھی رُکی ہے اور نہ رُکے گی ہی۔ رات تقریباً گذر گئی لیکن ابھی تک پتی پتنی دونوں چُپ ہیں اور دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ رہی ہے۔ چاند کو مغرب کی جانب چھپتے دیکھ کر سورج دیو کا سواگت کرنے کے لئے سُرخی

مائل لباس پہن کر لگار صبح جلوہ گر ہُؤا - اب لوچن داس نے زبان کھولی - دھرماتما لوچن داس نے بھگوان کی قدرت کے اٹل قانون کا گیان دے کر پتنی کو سمجھایا - پتنی نے بڑی شردھا سے بھرے ہوئے گلے سے کہا - "سوامی! میرے تو آپ ہی آرادھیہ دیو ہیں - آپ کو چھوڑ کر میں دوسرے کسی ایشور کو نہیں جانتی - میں سوتے جاگتے آپ ہی کو یاد کرتی ہوں - میں نہیں چاہتی کہ آپ نے جس کو "ماں" کہہ دیا - اُس کے ساتھ پتنی کا سا سلوک کر کے دھرم کے مارگ سے ہٹ جائیں - میری تو بس یہی ایک پرارتھنا ہے - کہ مجھے آپ سدا اپنے ساتھ رکھیں - آپ کو چھونا میرا دھرم نہیں - لیکن سیوا کرنے کا حق تو ہے ہی - آپ بیفکر رہیں اور یقین رکھیں میں کام (نفس امارہ) کی داسی نہیں ہوں - میں تو پریم کی بھوکی ہوں - ایشور آپ کے اور میرے پوتر دھرم کو نبھائیں گے - آپ کوئی اندیشہ نہ رکھیں -" اس طرح سوامی کے قدموں میں بیٹھی ہوئی ستی جانے کتنی باتیں کہہ گئی - لیکن اُس کی باتوں میں کہیں بھی نہ حرص وہوا، نہ نفسانی بیقراری، نہ کام واسنا، نہ دُکھ، نہ حسرت، نہ ادھیرتا، نہ بے صبری اور نہ ہی بھوگ واسنا تھی - تھی صرف ایک ساتھ رہنے کی خواہش ـــــ پرارتھنا، جس کو لوچن داس نے سویکار کر لیا - پوتر کٹھن برت کو دھارن کر کے دونوں پتی پتنی پرماتما کے مارگ پر چلنے کے لئے سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی وہاں سے چل پڑے -

(۴)

آہ! کتنا اونچا جذبہ ہے - ایک بار بھول سے جسکو 'ماں' کہہ دیا - اپنی بیاہتا دھرم پتنی ہونے پر دل پر پتھر رکھ کہ اُس کے ساتھ پتنی کا سا سلوک نہ کیا اور اس بات کو خوشی سے منظور کر لیا کہ وہ اُس کے ساتھ رہے - برہمچاریوں کی طرح - یہ ہے جیون مکت ایشور بھگتوں کی بلند بھاونا اور مستقل مزاجی!

ماں باپ کی مرتیو کے بعد لوچن داس نے اپنی پونجی - دولت غریبوں کو بانٹ کر گاؤں سے باہر پھوس کی کُٹیا بنا لی اور دونو پتی پتنی وہیں رہ کر بھگوان کا بھجن کرنے لگے - دونوں ہی جوان عمر تھے اور دونوں ہی رات دن ساتھ ساتھ رہتے تھے مگر اُن کا دھرم سدا ہی اٹل رہا - وہ کبھی خود فراموش نہیں ہوئے - ہمیشہ آتم ساکشات کار سے کامیاب رہے - وہ دھرم مارگ سے کبھی ایک انچ بھی ادھر اُدھر نہیں ہوئے - بھگوت پریم میں دونوں ہی مست رہتے تھے - لوچن داس کا شری چیتنیہ مہاپربھو کے چرنوں میں گہرا پریم تھا - اسی لئے اُنھوں نے شری چیتنیہ لیلا کو بیان کرنے کی خواہش سے 'چیتنیہ منگل' نامی کتاب بنگالی زبان میں لکھی - یہ بنگالی شاعری کی سب سے بڑی پستک ہے - مہاکاویہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے -

لوچن داس جی کُٹیا میں بیٹھے بیٹھے ایکانت میں چیتنیہ منگل کا گان کرتے اور ستی پتنی پاس بیٹھی ہوئی ایکاگر من سے مسرت کے آنسو بہاتی ہوئی سُنتی - کبھی کبھی وہ بھی جذبات کی فراوانی میں ساتھ گانے لگتی - اس طرح نوجوان بیوی لوچن داس کی سادھنا سنگنی بن گئی - اُن کا ازدواجی پریم سری کرشن پریم کے رُوپ میں بدل گیا اور اُس پریم کی پوتر دھارا سے سارا جہان پوتر ہونے لگا - لوچن داس کا چت آنند سے بھر گیا - اُن کا گرنتھ 'چیتنیہ منگل' وشنوؤں کی بڑی پیاری اور بیش قیمت پونجی بن گیا - اس میں شری شری چیتنیہ دیو کی نفر بیگا تمام لیلاؤں کا نہایت میٹھی زبان میں تذکرہ کیا گیا ہے - لوگ پڑھتے ہیں اور آج بھی مست ہو جاتے ہیں - اس کے علاوہ لوچن داس نے دُرلبھ سار، وستو تتوسار، آنند کلتا، پرارتھنا شری چیتنیہ پریم ولاس، دیہہ نروپن اور راگ لہری - نامی سات بیش قیمت کتابیں تصنیف کیں - یہ ساتوں گرنتھ ہی وشنو سمپردائے میں - بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتے ہیں - لوچن داس کا سارا جیون کتابوں کی تصنیف ہی میں گذرا - آخر چھیاسٹھ برس کی عمر میں سمت ۱۶۴۵ بکرمی ماہ پوہ میں بھگوان کا نام جپتے جپتے سمادھی میں لین ہو گئے - لوچن داس کی پتنی کا جیون بھی بھگوان کے بھجن میں گذرا ؛

اوم شم

آکاش بانی

از شریمان بابا شری سنت بوڑ سنگھ صاحب بیر

"اِک جوت، سرب ویاپک، نراکار، اجنم مورت، جگت کرتا۔ تر دوکھ رہت۔ اننت لکھشن، سرب گن پورن، امر قدرت۔ بے اننت رازق، ست کام، پرنھم بست۔ انتوست، ہر حال ست، بیر ست ست"

(۲)

آد جگادی سچا رام
ست نام تانکے ست کام
تانکے حکم سہتھر دن شام
تس بن پوج اور کی خام
ست نام ہے امرت جام
جسنے چاکھیو بھیو مدام
جانکے ہی اُرے گوبند نام
تن گھٹ ست کرے بسرام
جانکے چیت نہ آوے شیام
تانکا جینا بیر حرام

(۳)

تس کو سیون سب نرنار
تس کو سیون شیام مرار
تس کو سیون سب اوتار
تس کو سیون غوث سلار
تس کو سیون بیر اپار
تس کو سیون وڈ بلکار
تس کو سیون عہدیدار
اند، چند، سورج، سردار
تس کے سیون باجھ نہ کوئے
بیر اراکھیو چیت پروئے

(۴)

تانکا بھید نہ پاوے کوئے
تانکا مرم نہ حاصل ہوئے
تانکی رمز پچھانے سوئے
مُر دھرتی جو جیوت موئے
دو دو حقیقت اِک نہ چھوئے
خلقت سُنجی بیر بلوئے
ہر کوئی وقت اجایاں کھوئے
حق کا نہ متلاشی ہوئے

اُس کی جوت عجیب نیاری
ڈھونڈ بیر سب دُنیا ہاری

(۵)

ہر جا داتا وڈ داتار
ہر جا تسکا ہے پاسار
تسکے باجھ نہیں کوئی کار
رمیا سارے اپر اپار
دُنیا کا جو کار وہار
تس کے حکم اندر سب یار
سب کو رزق پہنچاون ہار
آپے سب کی لیتا سار
تس کے حکم اندر سب بات
بیر حکم بن ہلے نہ پات

(۶)

جو جو ہر کا نام دھیائے
جگت بیچ وہ سوبھا پائے
ہر بھی تس کا مان ودھائے
تس کی باندھی نہیں چھڑائے
بھگتن کا ہنکار کہلائے
بھیج بھگت کی آپ کھائے
ہر کی گت مت کہی نہ جائے
سارے تھاکے زور لگائے
ہر جی کا ہر جاہے واس
بیر بھیا ہے ہر کا داس

(۷)

پَون۔ پانی۔ اگنی۔ آکاش
چند، سورج جو بھئے پرکاش
دھرتی دھول سبھا کے خاص
ہر اک ہیں ہر جی کا داس
راس منڈل ہیں تسکی راس
تس بن اور سبھی من ناس
ہر جیو سمرو سانس گراس
کبھی نہ جاپے جم کا تراس
ہری نام ہے ایک وسیل
جھوٹن کی ہے بیر سبیل

باقی پھر

سکھ سنچارک کمپنی لمیٹڈ متھرا
ہر قسم کی پیٹنٹ اور آیورویدک ادویات بنانیکا سب سے بڑا اور پرانا کارخانہ جو نوایجاد مشینوں سے شاستری اور شدھ طریقہ پر بڑے پیمانے پر ادویات تیار کرتا ہے۔
سکھ سنچارک جیون پراش
جس میں مشکل سے دستیاب ہونیوالا اشٹ برگ شامل ہے۔ بہر دی کھانسی کام اور امراض سینہ کی مشہور دوا۔ بوڑھوں کو جوان بنانیوالا شاستری ٹانک قیمت ۱۰ تولہ (عہ)
سکھ سنچارک دراکشاسو
قوت ہمت بھوک چستی جون گوشت بڑھانیوالا خوش ذائقہ انگوری منقاؤں سے تیار کیا ہوا۔ سب اخبارات نے تعریف کی ہے قیمت چھوٹی بوتل ایک روپیہ (عہ) بڑی بوتل دو روپیہ
سدھا سندھو
کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ دمہ۔ درد شکم۔ سنگرہنی۔ پیچش۔ قے۔ دست۔ وغیرہ ایسے امراض کی بغیر انوپان کی گھریلو دوا قیمت فی شیشی آٹھ آنے (۸)
یوون شکتی
طاقت کی عجیب و غریب دوا جو ہر طرح کی جسمانی کمزوری کو دور کرکے طاقت اور زندگی کا لطف بخشتی ہے۔ قیمت ۲۵ گولی دو روپیہ (عہ)
بال سدھا
دبلے اور کمزور بچوں کو موٹا تازہ اور طاقت ور بنانے کی میٹھی اور خوش ذائقہ دوا۔ قیمت فی شیشی بارہ آنے۔ (۱۲)
کوئی دوا نہ خریدیئے جب تک "سکھ سنچارک کمپنی لمیٹڈ متھرا" کا نام نہ ہو
قواعد ایجنسی اور فہرست مفت طلب فرمائیے

مکتی انک کا ضمیمہ حصہ سوم

مکتی کی شاہراہ

گیتا اور گورو گرنتھ صاحب کی تعلیم

شریمان سردار پربھ سنگھ صاحب گورنمنٹ کنٹریکٹر اوڑی کشمیر

اُدہ دھن ونت کلونت پت ونت ۔ جیون مُکت جس رِدے بھگونت (سُکھ منی صاحب)

گو تمام مذہبی ریفارمروں نے اپنے زمانے میں نجات یعنی مکتی کے الگ الگ معنی بتلائے ہیں۔ اور انکے حاصل کرنے کیلئے بھی الگ الگ ذریعے بتائے ہیں۔ جیسا کہ بُدھ مذہب کے مطابق مکتی کا مطلب کیول نربان ہے۔ اور عیسائی مذہب والے امید دلاتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے دس حکموں کو ماننا اور رحم کیلئے پرارتھنا کرنا ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ ہمارے سناتن دھرم اور سکھ مذہب میں مکتی کی پراپتی کے طریق بالکل ہی یکساں ہیں۔ اور مکتی کا مطلب

"جنم مرن کے بندھن سے آزاد ہونا"

بتایا گیا ہے۔ اور دونو میں تناسخ یعنی آواگون کے مسئلہ کو مانا گیا ہے۔ اور نشکام کرم کو ہی زندگی اور موت کے چکر سے آزاد ہونیکا راستہ مانتے ہیں۔ اب میں صرف کرم یوگ، کرم فلاسفی یا نشکام کرم کے اصول ہی کو مدلل اور ٹھیک بتاکر اور شری کرشن بھگوان اور شری گورو نانک صاحب کی پوتر سِکھشا کو دکھاتا ہوں۔ بھگوان کرشن اور گورو نانک صاحب کی تعلیم میں بالکل فرق نہیں ہے۔ آجکل جو دنیاوی انسانوں میں اختلاف نظر آتا ہے۔ انکے وہ خود ذمہ وار ہیں۔ نہ کہ انکا خدا۔ کیونکہ خدا نے تو اپنی مرضی سے کسی کو خوبصورت تندرست اور کسی کو لنگڑا اپاہج یا چور ڈاکو نہیں بنا دیا۔ پرماتما تو سب ہی پر کرپا درشٹی رکھتے ہیں۔ اسلئے ہم خود ہی اپنی اپنی کمزوریوں اور آنیوالی مصیبتوں کیلئے خود ذمہ وار ہیں۔ ایسی صورت میں ہماری زندگی سے پہلے کوئی نہ کوئی اور زندگی بھی ہونی لازمی ہے۔ اسطرح تناسخ کا معاملہ یعنی کرم فلاسفی ہی ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ بھگوان گیتا میں فرماتے ہیں۔ (گیتا ادھیائے ۲ منتر ۲۲)

"جس طرح آدمی اپنے پرانے کپڑے اتار کر نئے پہن لیتا ہے۔ اسطرح سے آتما پرانے جسم کو تیاگ کر نئے جسم میں داخل ہوتی ہے"

پھر ۲۷ ویں منتر میں ورنن ہے۔
"کہ اے ارجن! جو پیدا ہوا ہے۔ اسکی موت لازمی ہے اور جو مرتا ہے اسکے کیلئے جنم دھارن کرنا لازمی ہے۔ اسلئے اس بات میں تمکو کوئی فکر نہ کرنا چاہئے"
اب سری گورو نانک صاحب کا اپدیش سنیئے۔ "کرمی آوے کپڑا ندری موکھ دوار" (سری گرنتھ صاحب) یعنی اپنے کرموں کے انوسار ہی انسان کو جنم دھارن کرنا پڑتا ہے۔ پھر لکھا ہے۔ کہ

آپے بیج آپ ہی کھائے۔ نانک حکمی آوے جائے

یعنی جو کچھ انسان کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ خود ہی حاصل کرتا ہے۔ جو کرم انوسار کمایا جاتا ہے۔ وہ ضروری بھوگنا پڑتا ہے۔ پھر لکھا ہے۔ کہ

من مورکھ کاہے بالائیے۔ پورب لکھے کا لکھیا پائیے (سکھمنی صاحب)

ارتھات۔ اے من مورکھ تم کیوں آہ وگریہ زاری کرتا ہے۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ پہلے لکھے ہوئے کرم کا کرم انسار پھل ہے۔ بس یہ صاف ثابت ہے۔ کہ موجودہ زندگی بھی ان بلیشمار زندگیوں میں سے ایک ہے۔ جن میں کہ ہماری آتما یعنی روح پہلے گزر کر آئی ہے۔ جبتک بھی ہم کرم کرتے ہیں۔ تب تک ہم کو ان کے پھل پراپت کرنے کیلئے نئے نئے جنم دھارنے پڑینگے۔ یہانتک کہ جو نیک کرم بھی ہم کرینگے۔ تو انکے نیک کرم پھل بھوگنے کیلئے نیک زندگی اختیار کرنی پڑیگی۔ شبھ کرم ہی تو ہم کو اچھے جنم دیتے ہیں۔ لیکن جنم مرن سے آزاد نہیں کرا سکتے۔ اس لئے صرف نیک کرم ہی موکھش یعنی نجات کا سادھن نہیں ہیں۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جو نیک کرم بھی ہم کو مکتی نہیں دلا سکتے۔ تو کیا کرموں کا بالکل ہی تیاگ کر دینا یوگیہ ہے۔ اور بالکل ہی سن من دھارن کر لینی چاہیئے۔ مشکل بات تو یہ ہے۔ کہ ہم کرنے کے بغیر کبھی بھی نہیں رہ سکتے۔ کرم کرنا کائنات کا پہلا اصول ہے اور انسان کائنات کا ایک جزو ہونیکے باعث کرم کرنے سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا۔ جسطرح کہ کوئی مشین جب تک چل رہی ہے اسکا کوئی ایک پرزہ اکیلا ہی بند نہیں ہو سکتا۔ شری کرشن بھگوان بھی گیتا میں کرموں کی تیاگ کرنے کی کوشش کو فضول بتاتے ہیں۔ کہ نہ تو انسان کرموں کا تیاگ کرنے سے ہی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی کرموں کے تیاگ سے مکمل ہی ہو سکتا ہے۔ (گیتا ادھیائے ۳۔ شلوک ۴) صاف اپدیش ہے۔ کہ

کام کرودھ کا ناش کر جو چاہے کلیان۔ یہ شتر و بلوان ہیں بہت کرہیں ہان
جو اچھیا ہو مکت کی چاہو پد نربان۔ دونو کو کر لو دمن حاصل ہو گا گیان

اسی طرح شری گورو گرنتھ صاحب میں حکم ہے۔ کہ

نانک ایہہ جیو کرم بندھ ہوئے

یعنی جیو کا وجود ہی کرم بندھ ہونے سے ہے۔ اس لئے کرموں کا تیاگ کرنا ناممکن ہے۔ جو آدمی زندہ ہے۔ اس کو خوراک اور سانس لینا شریر کو حرکت دینا اشد ضروری ہے۔ اور ان کرموں سے فارغ ہونے کا نام ہی موت ہے۔
شری کرشن بھگوان اور شری گورو نانک صاحب نے نجات کا سیدھا راستہ ایک ہی لفظ نشکام کرم کرنے میں ہی بتایا ہے لیکن انسان کو شبھ کرم کرتے ہوئے بھی نتیجہ کی کوئی آرزو نہ رکھنا چاہیئے۔ جو کہ انسان کو بندھن سے نکال کر مکت یعنی موکھش کی طرف لے جاتا ہے۔ جس طرح کہ شری کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔ کہ کرموں کے کرنے کا تم کو حق ہے۔ لیکن ان کے نتیجہ پر نظر نہ رکھو اور کرموں کو اپنا منورتھ نہ بنا۔ پھر کہا ہے۔
کہ دریا جس طرح بے حس و حرکت اور ساکن بھرے ہوئے سمندر میں غائب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے سب خواہشیں جس انسان کے دل میں غائب ہو جاتی ہیں۔ اسی کو شانتی ہوتی ہے۔ اور دنیاوی وشیوں کی طرف خواہشات کو

رکھنے سے شانتی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ جو انسان کرم کرتے ہوئے بھی کرموں کا تیاگ ہونا سا دیکھتا ہے۔ وہ اصلی گیان وان اور مکت ہے۔

جو منش امیدوں سے رہائی حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے نفس، دل و دماغ کو تابع کرتا ہے۔ وہ سب پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ صرف شریر کے ساتھ ہی کرم کرتا ہے۔ اس کا سو کھشم شریر اور آتما پاپوں کے ساتھ لپت نہیں ہو سکتا۔ اور جو انسان بغیر خواہش کے ملی ہوئی چیز پر ہی صبر کرتا ہے۔ برے خیالات کو دل میں جگہ نہیں دیتا۔ ہٹھ دھرمی کے ساتھ بھی سمبندھ نہیں کرتا۔ وہ انسان کرم کرتا ہوا بھی بندھن میں نہیں پھنستا۔ (شریمد بھگوت گیتا ادھیائے ۴)

اسی طرح شری گورو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔ کہ

سیوا کرت ہوئے نہکامی۔ تِس کو ہوت پراپت سوامی !

اتھوا

کرم کرت ہوئے نہہ کرم۔ تِس بیشنو کا نرمل دھرم

یعنی خواہشات کے تیاگ پر زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ جہاں خواہشات ہوں۔ وہاں شانتی، سنتوکھ کا دخل نہیں ہوتا۔ اور ایک خواہش کے پورا ہونے ہی دوسری دل میں آ موجود ہوتی ہے اس طرح سے آتما دنیا کے بندھنوں میں ہمیشہ پھنسا رہتا ہے۔ اور کبھی بھی مکتی پراپت نہیں کر سکتا۔ اس لئے انسان کو دکھ اور سکھ کا خیال ترک کر دینا چاہیئے۔

گناہوں سے بچنے کا صرف یہی ایک واحد طریقہ ہے۔

سکھ دکھ جن سم درشٹیتا۔ نانک پاپ پن نہیں لیپا (گورو گرنتھ صاحب)

مطلب۔ جو انسان سکھ اور دکھ کو یکساں جانتا ہے۔ اس کو پاپ اور پن کرم سے لیپ نہیں۔ پھر لکھا ہے کہ

آسا منسا سگل تیاگے جگ تے رہے نراسا ۔ کام کرودھ جیہہ پر سے ناہین تیہہ گھٹ برہم نواسا

یعنی آسا اور منسا کو تیاگ کر دنیا سے نراس رہے۔ اور کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کے اثر میں نہ پڑے۔ تو ایسے انسان کے اندر برہم کا نواس ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو انسان بھی مکتی چاہتا ہے۔ اس کے لئے لازمی امر ہے۔ کہ تمام خواہشات اور احساس کے جذبوں سے بری رہے۔ اور اپنے تمام کاموں کو پرماتما پر چھوڑ کر ان کے نتیجہ کی خواہش بالکل نہ رکھے۔ بالکل بے پرواہ اور آزاد ہو جائے۔ اور اس کی شکر میں رہ کر مایا۔ موہ۔ اہنکار کو دور کر کے ایشوری رضا میں سچے دل سے خوش رہے۔ اب چونکہ دکھوں کے کارن سب دور ہو جائیں گے۔ اس لئے دل میں شانتی کا نواس ہوگا۔ کیونکہ مایوسی۔ غم۔ غصہ۔ ایرکھا۔ امید۔ خوف و نفرت وغیرہ سب کی حدود سے وہ باہر ہو جائیگا۔ اور وہی انسان زندہ مکت ہوگا۔ اور غریبی۔ امیری۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ سورن۔ مٹی۔ اچھا برا غرض سب کچھ اس کے لئے یکساں ہی معلوم ہوں گے۔ جیسا کہ مہان واک ہے۔

تیسا سورن تیسی اُس ماٹی، تیسا امرت تیسی بکھ کھاٹی !

تیسا مان تیسا ابھمان، تیسا رنک تیسا راجان

جو ورتائے سائی جگت، نانک اوہ پورکھ کہیئے جیون مکت

امید ہے۔ کہ بھگت جن پریم سے پڑھ کر اس پر عمل کر کے اپنے پربھو میں لین ہو جائینگے۔ اور پربھو سمرن کر کے آنند کو پراپت ہونگے

اوہ دھنونت کلونت پت ونت۔ جیون مکت جس ردے بھگونت

اوم شم !

رسالہ "اوم" لاہور کا گیتا انک
۲۸۶
بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۴۱ء
صرف ایک ماہ کیلئے
خاص رعایت
رسالہ "اوم" لاہور کا
کرم یوگی انک
قیمت دو روپیہ
جس کی
قیمت دو روپیہ ہے۔ صرف ایک روپیہ چار آنے میں دیا جاویگا۔ یہ ۳۲۰ صفحات کی ضخیم پستک منش کے اندر اتساہ دلیری، بشاشت اور آنند کی تازہ روح پھونکنے والی ہے۔ اس میں بھگوت گیتا کے مطابق کرم یوگ شاستر کی نہایت خوبصورت تشریح کے علاوہ بڑے بڑے مہاتماؤں اور کرم یوگی مہاپرشوں کی ابھارنے والی زندگیوں کے حالات اور فوٹو کافی تعداد میں دیئے گئے ہیں۔
مہارانا پرتاپ۔ چھترپتی سیواجی مرہٹہ۔ مہارانی درگاوتی۔ گورو گوبند سنگھ صاحب۔ بندہ بیراگی۔ بھگوان رام۔ راجہ جنک۔ بھیشم پتاما۔ بھگوان کرشن۔ سوامی شنکر آچاریہ۔ سوامی دیانند سرسوتی۔ سوامی رام۔ سوامی وویکانند۔ لوکمانیہ تلک۔ مہاتما گاندھی۔ پنڈت مدن موہن مالویہ۔ غرضیکہ تمام چیدہ چیدہ مہاپرشوں کے حالات زندگی درج ہیں۔ قیمت فی کاپی بلا جلد دو روپے رعایتی قیمت ایک روپیہ چار (علاوہ محصولڈاک ۵)
مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ
ملنے کا پتہ
مینیجر رسالہ اوم مندر لالہ نہال چند لوہاری منڈی لاہور

دنیا میں تہلکہ مچا دینے والی ایک عجیب و غریب کتاب

آسامی بنگالی طلسمی راز!

آسام۔ بنگال

نیپال۔ بھوٹان

خزانۂ کرامات

آسام بنگال کیوں مشہور ہے۔ اپنے حیرت انگیز عجائبات کیوجہ سے وہ عجائبات کیا ہیں! آپ اس حیرت انگیز عجائبات سے لبریز کتاب کو منگا کر دیکھیں۔ سب حالات شیشے کی طرح سے روشن ہو جائیں گے۔ یہ وہی عجیب و غریب کتاب ہے جسکی ناگری میں ہزاروں جلدیں (کئی ایڈیشن) باوجود پانچ روپے قیمت ہوتے ہوئے بھی ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گئیں۔ اب اپنے ہزاروں اردو خوانده مہربانوں کے اصرار پر ناگری سے اردو میں بھی شائع کرائی گئی ہے یہ کوئی معمولی کتاب نہیں بلکہ ہمیں بنگال۔ آسام۔ نیپال۔ بھوٹان وغیرہ ملکوں کے خوفناک جنگلوں، پہاڑوں میں سادھو مہاتماؤں سے حاصل کردہ ایسے ایسے مجربات ہیں جن سے ایک بار تو مردہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب میں اس کاپی کی بجنسہٖ نقل دیگئی ہے جسکو ایک ملّ مہاتما ضلع مونگیر کے جنگلی علاقہ میں بھول سے چھوڑ گئے تھے اور جسکی پیچیدہ تحریر کو حل کرنے کے لئے غیر ملکی عالموں کے علاوہ کلکتہ یونیورسٹی کے روح رواں دسوں زبانوں کے عالم فاضل قابل تعظیم بزرگ سر آتوش مکرجی کو بھی دماغ لڑانا پڑا تھا۔ علاوہ ازیں ملک مروپ (آسام) بنگال اور نیپال کی ترائی میں جادو وحشی کرن (حب و تسخیر) کے حیرت انگیز واقعات جو خاص مصنف کے ہمراہ گذرے بالکل کھول کر رکھدیئے ہیں جن سے آپکو تعجب ہی نہیں بلکہ حیرت میں پڑ جانا ہوگا۔ اور اس علم کی سچائی آپکو شیشے کیطرح سے روشن ہو جائیگی۔ ہزاروں آدمیوں کا یہ کہنا ہے کہ کتاب نہیں بلکہ نامردوں کو مرد، بے اولادوں کو با اولاد اور بیماروں کو تندرست اور ہزاروں انسانوں حیوانوں کو موت کے پنجہ سے بچانیوالی بھارت کے قابل تعظیم مایہ ناز مہاتماؤں کی طاقت کا ایک خزانہ ہے۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ایسی کتاب آپنے آجتک نہ دیکھی ہوگی۔ اسپر بھی ہماری گارنٹی ہے۔ اگر کسی طرح آپکو ناپسند ہو تو تین روز دیکھکر آپ واپس کر سکتے ہیں ہم فوراً قیمت واپس کر دیں گے۔ ہر ایک کتاب کے ہمراہ ہمارا چھپا ہوا گارنٹی فارم رہتا ہے۔ اگر ہماری گارنٹی میں کسی طرح کا فرق دیکھیں تو اسی اخبار میں شکایت چھپوا سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا سچائی ہوگی۔ قیمت ناگری بھاشا پانچ روپے۔ اردو کی چار روپے۔ خوبصورت مجلد کے بارہ آنے زائد محصولڈاک ۱۰/ علیحدہ ہے۔ تقریباً ۵۷۵ صفحات ہیں۔ ہر ایک صفحہ سچے عیش و عشرت کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آج ہی آرڈر بھیجکر ایک جلد حاصل کرلیں ورنہ یہ ایڈیشن ختم ہو جانیسے دوسرے ایڈیشن کیلئے مہینوں انتظار کرنا پڑیگا۔ اردو کی تھوڑی جلدیں باقی ہیں۔ **رعایتی اعلان:** حسب ہدایت مصنف اس حیرت انگیز کتاب کو ہر گھر میں پہنچانے کیلئے اس ماہ کے اخیر تک قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت ہوگی اور جو صاحب رعایتی قیمت پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں گے اُن کو محصولڈاک ۱۰/ معاف ہوگا۔ کتاب رجسٹری سے بھیج دی جائیگی۔ آرڈر میں رعایت اور اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ رعایت نہ ہوگی۔ کتاب ہٰذا کی مانگ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم نے جگادھری پنجاب میں بھی اپنا آفس کھول دیا ہے۔ خریداران نوٹ کر لیں۔

پتہ:۔ رائے صاحب کے۔ ایل شرما اینڈ سنز رئیس اینڈ بینکرز ۶ شیلانگ (آسام) پنجاب آفس جگادھری

یعنی
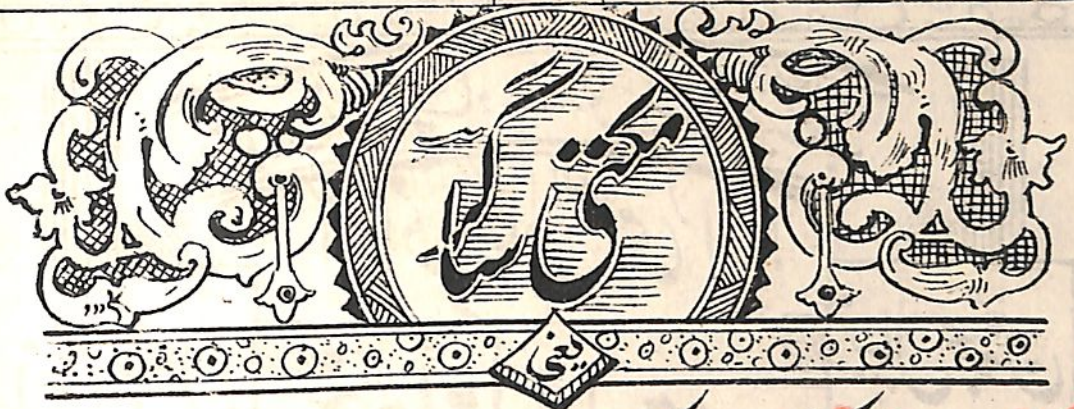
خود آگاہی یا آتم ساکشات کار

خاص رسالہ اوم کے "مکتی انک" کے لئے

از قلم شریمان حکیم رمل داس صاحب مضطر

قلم جگدیش کا لے نام پہلے ✣ یہی زیبا ہے تم کو کام پہلے

صبح کا سہانا وقت ہے۔ شاہِ انجم اپنا دورِ حکومت ختم کر چکا ہے۔ شاہِ مشرق کے جلال کی تاب نہ لا کر ستارے سپاہی یکے بعد دیگرے دنیا کو ٹمٹماتی نظر سے دیکھتے ہوئے دنیا کی نظر سے اوجھل ہو رہے ہیں۔ بادِ نسیم کے خوشگوار جھونکے دنیا داروں کو مدہوش بنا رہے ہیں۔ اور بھگت لوگ اپنے بھگوان کی بھگتی میں مگن ہو کر آنند منا رہے ہیں۔ دنیا کا ذرہ ذرہ نور سے منور ہو رہا ہے۔ طیور خوش الحان اپنے مالک کی حمد و ثنا میں چہچہا رہے ہیں۔ ہر ایک پھول بادِ نسیم کے خوشگوار جھونکوں سے سر جھکا کر قدرت کو نمسکار کر رہا ہے۔ بلبل گل پہ نثار ہو رہی ہے۔ تو کوئل آم کے گھنے درختوں پر بلہار ہو رہی ہے۔ ایسے خوشگوار پُر بہار وقت میں شاہی باغ کا دروازہ کھلا۔ راجکمار بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے ہمجولیوں کے ہمراہ باغ میں داخل ہوا۔ رنگا رنگ کے پھول ہنسنے لگے۔ ٹہنیوں نے سر جھکا دیا کیوں؟ ۔۔۔۔ اس لئے کہ قدرت کا ذرہ ذرہ انسان کی خوشنودی اور خدمت کا دم بھرتا ہے ۔۔۔ یہ حضرت انسان ہی ہے۔ جو کسی کی خدمت اور دلجوئی کرنا اپنی کسرِ شان سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا۔ کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ ہر کہ خود را دید او محروم شد

قانون قدرت پورا کرنے کیلئے چھوٹا سا بیج جذبہ خدمت پہلو میں دبائے مٹی میں مل جاتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہی بیج زمین سے انکر کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ سورج دیوتا اُسے طاقت بخشتا ہے۔ پون دیوتا نئی زندگی دیتا ہے۔ پانی اس میں رس ڈالتا ہے غرضیکہ تمام قدرت اُسکی ممد و معاون بن جاتی ہے۔ اور ایک دن ایسا آتا ہے۔ کہ وہی چھوٹا سا بیج پھل پھول سے بھرپور ایک شاندار درخت بن جاتا ہے۔ انسان اور حیوان اس کے سایہ میں آرام پاتے ہیں۔ پرندے اس کے میٹھے پھلوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ غرضیکہ ہزاروں جاندار اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹے سے بیج کو یہ رتبہ کیوں ملا؟ صرف خدمت کے صلہ میں۔

راجکمار آگے بڑھا۔ قدرت کے نظارے دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور زبانِ حال سے پرماتما کی استتی گانے لگا۔

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے ۔ کہ شے میں جلوہ تیرا ہو بہو ہے
میں سنتا ہوں ہر وقت تیری کہانی ۔ کہ تیرا ذکر ہو رہا کو بکو ہے
چمن میں سرو پہ یہ گاتی ہے قمری ۔ تو ہی تو تو ہی تو تو ہی ایک تو ہے

راجکمار ابھی بھگوان کی مہما گا ہی رہا تھا۔ کہ اتنے میں آندھی شروع ہو گئی۔ بادل گھر آئے۔ بجلی کڑکنے لگی۔ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ تمام اطراف میں اندھیرا چھانے لگا۔ نظام قدرت میں زبردست انقلاب آ گیا۔ گویا پرلے کا سماں بندھ گیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر راجکمار سہم گیا۔ اُسے ڈر معلوم ہونے لگا جلدی جلدی اپنے ہمنشینوں کے ساتھ واپس گھر کو روانہ ہوا۔

رانی گیان وتی۔ درحقیقت گیان وتی ہی تھی۔ اُسکو اپنے پہلے جنم کے شبھ کرموں یا موجودہ ست سنگ اور بھگوت بھگتی سے آتم گیان پراپت ہو چکا تھا۔ وہ ہر وقت آتم سروپ میں مگن رہتی تھی۔ وشے واسناؤں کی اگنی اسکے ہردے سے بالکل نکل چکی تھی۔ ہر وقت شانت چت رہنے کی وجہ سے اُس کے چہرہ کا تیج بھی انوکھا تھا۔ جو منش اُس کا درشن کرتا۔ اُسے بھی شانتی پراپت ہو جاتی تھی۔ بقول شری کبیر صاحب

کبیر اسنگت سنت کی جیوں گندھی کے باس
جو کچھ گندھی دے نہیں آوے باس سباس

مطلب ۔ فرماتے ہیں۔ کہ سنت (گیانی) پرشوں کی سنگت ایسی ہے جیسی عطار کی (یعنی عطار کی دوکان پر جائیں) اگر وہ ہم کو عطر نہیں دے گا۔ لیکن خوشبو کو تو نہیں روک سکتا۔ (جو ہمیں مفت مل رہی ہے)

اس طرح جو پرش اُس رانی گیان وتی کے درشن کرتا ہے۔ اگر وہ آتم گیانی نہیں بن جاتا تھا۔ لیکن اُس کا من تو ضرور ہی شانت ہو جاتا تھا۔ رانی گیان وتی جو امرت آپ پی رہی تھی۔۔۔ جس امرت سروور میں ڈبکیاں لگا رہی تھی۔۔۔ وہ چاہتی تھی۔ کہ یہی امرت میں اپنے لخت جگر راجکمار کو بھی پلاؤں۔ اس آتم گیان کے سروور میں اشنان کرا کر آنند دھام کو پہونچاؤں۔ وہ کئی بار راجکمار کو ست سنگ بار ہا سنا چکی تھی۔ اور اُسے سمجھا چکی تھی۔ کہ بیٹا! تو آنند سروپ ہے۔ نرلیپ ہے۔ نر بھے ہے۔ یعنی

(۱) تو آنند ہے دکھ نہیں تجھ میں ہمدم ۔ سدا مکت ہو بندھ کا کچھ نہ کر غم
ہو پورن۔ کہاں تجھ میں ہے بیش اور کم ۔ تو ہے سچدانند تو ہے سچدانند

(۲) تجھے جسم فانی سے کیا واسطہ ہے ۔ ہو مالک مکاں تم مکاں یہ ترا ہے
مکاں اے پیارے کہیں کب ہوا ہے ۔ پیارے۔ تو ست چت آنند بر ملا ہے

(۳) نہیں تینوں اجسام تم اے پیارے ۔ ستھول اور سوکھشم و کارن سے نیارے
یہ شمس و قمر سیارے ستارے ۔ میری جاں یہ سب ہیں تیرے شرارے

(۴) تو بیداری و خواب کو جانتا ہے ۔ تو ہی نیند گہری کو پہچانتا ہے
تو ہی من کے سکھ دکھ کو بھی مانتا ہے ۔ یہ قدرت تیری ہی تو جلوہ نما ہے

دیگر

زمین۔ چاند اور یہ ستارے تمام ۔ اگن آفتاب اور جل صبح شام
تیرے حکم سے گھومتے ہیں مدام ۔ تیری آگیا کے ہیں سارے غلام

رانی ہر روز راجکمار کو ایسے ایسے منوہر اُپدیش سنایا کرتی۔ مگر راجکمار پہ اس منوہر اُپدیش کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ایک راجہ کا لڑکا ہی تصوّر کئے رہا۔ خوشی میں خوش۔ دُکھ میں دُکھی ہوتا تھا۔ رانی کو اُس کی یہ حالت دیکھ کر دچار رہتا تھا۔ کہ کوئی ایسا موقع بنے۔ جس سے راجکمار کو آتم ساکھشات کار کی سچی لگن پیدا ہو۔

راجکمار ـــــ دیہہ ابھمانی راجکمار ـــــ آسمانی طاقتوں سے لرزاں و ترساں ہانپتا کانپتا محل میں داخل ہُوا۔ اور ایک سجے ہُوئے پلنگ پہ جا کر لیٹ گیا۔ رانی گیان وتی نے یہ حالت دیکھی۔ پاس آئی اور نہایت شانت چت سے پُوچھا ـــــ "کیوں بٹیا! کیا ہے؟ کیا ہُوا؟ تمام جسم پسینہ سے تر ہو رہا ہے۔ کچھ اپنی حالت تو سناؤ"۔ راجکمار نے کہا۔ "ماتا جی۔ آج سویرے مَیں باغ کی سیر کو گیا۔ وہاں سیر کرتے وقت اچانک آندھی اور بارش کا سماں بندھ گیا۔ بجلی زور سے کڑکنے لگی جس سے مجھے اُس وقت تو اس قدر ڈر پیدا ہُوا ـــــ کہ میرا تمام جسم ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ لیکن ماتا جی۔ اب مَیں تندرست ہوں۔ اور من میں کسی قسم کا ڈر نہیں ہے۔ آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں"۔

ماتا گیان وتی موقعہ کی تلاش میں تھی۔ کہ کوئی موقعہ ایسا بنے۔ جس سے راجکمار کو آتم ساکشات کار ہو۔ پس رانی نے اِس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور نہایت پیار سے راجکمار کو کہا۔ بٹیا! مَیں تم کو کئی بار سمجھا چکی ہُوں۔ کہ تو دیہہ ابھمان تیاگ دے۔ یوگ وشسٹ میں لکھا ہے۔ کہ "دیہہ ابھمانی پُرش ایسے اشانت رہتا ہے۔ جیسے بگولے میں تنکا"۔ اس طرح اگر تم اپنے آپ کو شریر سمجھے رہو گے تو تم کو کبھی بھی حقیقی خوشی پراپت نہ ہو سکیگی۔ حقیقی خوشی۔ اصلی سکھ پرم آنند تو آتم انوبھو (خود آگاہی) میں ہے جب تک تمہارے اندر "مَیں شریر ہوں"۔ ایسا وچار رہے گا۔ جب تک تم کو قدرت کے سکھ دائیک پدارتھوں سے بھی دُکھ ہوگا۔ اور جب تم اپنے آپ کو اس شریر کا مالک تصوّر کرو گے۔ اپنے آپ کو سچدانند درشٹا مانو گے تب ہر طرف ذرہ ذرہ میں آنند ہی آنند انوبھو کرو گے ہے بٹیا۔ مَیں تم کو اب مثال دے کر سمجھاتی ہوں۔ کہ تم شریر نہیں۔ بلکہ شریر کے مالک ہو۔ اور شریر سے ہونے والے ہر ایک فعل کے درشٹا یعنی ناظر ہو۔

دیکھو بٹیا۔ تم کہتے ہو کہ یہ کرسی میری ہے اور مَیں اِس کرسی کا مالک ہُوں۔ اب اگر مَیں اس کرسی کو ہلانے لگوں۔ تو تم کہو گے کہ میری کُرسی ہل رہی ہے۔ گویا تم اپنے آپ کو کرسی کا مالک اور کرسی سے الگ تصور کرتے ہو۔ اور ہے بھی ایسا۔ اور ابھی تم نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ کہ باغ میں آسمانی طاقتوں کے ڈر سے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ تو اِس سے یہی ثابت ہُوا کہ تم جسم سے الگ ہو۔ جو کرسی کی طرح جسم کو بھی کانپتا دیکھ سکتے ہو۔ اور دیکھ رہے تھے۔ جب یہ بات ہے کہ تم کرسی کی طرح جسم کے بھی مالک ہو۔ تو یقیناً جسم سے الگ ہو۔ اب سوچکر مجھے یہ بتاؤ۔ کہ تم کون ہو؟

راجکمار سوچ میں پڑ گیا۔ سوچنے لگا۔ مَیں کون ہُوں۔ واقعی مَیں جسم کا مالک ہوں۔ جب میں جسم کے کانپنے کو جانتا ہوں۔ تو پھر جاننے والا اور جانی ہوئی چیز ایک نہیں ہو سکتی۔ پھر مَیں کون ہوں؟ سوچتے سوچتے قریب تھا۔ کہ اگیان کا پردہ پھٹ کر آتم ساکشاتکار ہو جائے۔ مگر راجکمار پھر اگیا نتا (اہنکار) کے بس ہو کر کہنے لگا۔ ماتا جی۔ میرے دل سے تو اب ہر قسم کا خوف نکل چکا ہے۔ مَیں جس ڈر کی وجہ سے کانپ رہا تھا۔ اب وہ ڈر بالکل ہے ہی نہیں۔ گویا اب مجھے بالکل سکون و آرام ہے۔ مگر مجھے آپ کی حالت اچھی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ جب مَیں آپ کا بٹیا آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ تو بھی آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ کہ تم کون ہو؟ اِس سے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آج آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جو اپنے بیٹے کو بھی نہیں پہچان سکتی۔

رانی گیان وتی راجکمار کی یہ بات سُنکر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بیسم بھری بانی سے کہا۔ بٹیا جس طرح تیری طبیعت درست ہے

اس طرح میری طبیعت بھی بالکل درست ہے۔ مجھے کوئی بھی تکلیف نہیں یہ تیری نادانی ہے۔ اور تیرے من پر اگیان کا پردہ پڑا ہوا ہے
کہ تو میرے اس سہج گیان کو بھی نہیں سمجھ سکتا جب تو گہرے وچار سے میرے سوال پر غور کرے گا۔ تو تجھے معلوم ہو جائیگا۔ کہ میرا سوال
بجا اور درست ہے۔ اور یہ تیری اپنی سمجھ کا قصور ہے ـــــ اچھا بیٹا! اگر اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کہ تو کون ہے؟ تو مجھے یہ بتا۔
کہ تو جو اپنے آپ کو میرا بیٹا اور راجکمار سمجھتا ہے۔ کہاں ہے؟

راجکمار یہ سنکر ماتا جی کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اور سوچنے لگا کہ آج ماتا جی کو کیا ہو گیا۔ جو ایسی ایسی باتیں کر رہی ہے جب
میں اُس کے سامنے بیٹھا ہوں۔ تو بھی وہ مجھ سے پوچھتی ہے۔ کہ راجکمار کہاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج ماتا جی کسی دماغی
تکلیف میں مبتلا ہیں۔ راجکمار یہی سوچ رہا تھا۔ کہ رانی نے پھر کہا۔ بیٹا اب مجھے بتاتا کیوں نہیں۔ کہ راجکمار کہاں ہے؟ میں سچ
کہتی ہوں۔ کہ اِس وقت بھی مجھے کہیں بھی راجکمار نظر نہیں آرہا ـــــ راجکمار جوں جوں ماتا کی باتیں سُنتا گیا۔ حیرت بڑھتی گئی سوچنے
لگا۔ میری ماتا جی نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور اس وقت کیا کہہ رہی ہیں؟ کہ مجھے کہیں بھی راجکمار نظر نہیں آتا۔ جب یہ سچ ہے۔
تو کیا ایک ہی لحظہ میں ماتا جی کی بینائی جاتی رہی ہوگی۔ جو آج میں اُسے بالکل نظر نہیں آرہا۔ مگر نہیں۔ ماتا جی کی آنکھیں تو بالکل درست
نظر آرہی ہیں۔ اِن میں تو کوئی تکلیف ہے ہی نہیں۔ پھر کیا کارن ہے کہ آج میں ماتا جی کو نظر نہیں آتا۔ راجکمار اسی خیال کے سمندر
میں غوطہ زن تھا۔ کہ رانی نے پھر کہا۔ بیٹا! تو کہاں ہے۔ . . . . . اب راجکمار سے نہ رہا گیا۔ اُٹھ کر ماتا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔
اور اپنی ماتا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھ کر بولا۔ ماتا جی یہ آپ کا بیٹا کھڑا ہے۔ . . . . ماتا جی ہنسی۔ بولی۔ بیٹا! ماتا کے سامنے جھوٹ
بولتے ہو۔ دیکھو جہاں تُم نے میرا ہاتھ رکھا ہے۔ یہ تو سر ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ میرا بیٹا راجکمار کہاں ہے۔ راجکمار فکر میں پڑ
گیا۔ سوچنے لگا۔ آج ماتا جی کی خیر نہیں ہے۔ جو اسطرح بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں۔ اور پھر اپنی چھاتی ٹھونک کر بولا۔ ماتا جی یہ کھڑا ہوں۔
آپ کا بیٹا ـــــ ماتا جی نے کہا۔ بیٹا یہ تو سینہ ہے۔ راجکمار نے ماتا کا ہاتھ پکڑ کر زور سے اپنے شانے پر رکھتے ہوئے کہا۔
ـــــ یہ دیکھو میں آپ کا بیٹا ہوں یا نہیں؟ ـــــ ماتا جی نہایت شانت ہردے سے بولیں۔ بیٹا یہ تو شانہ ہے۔ راجکمار نے
اپنا ہاتھ پیٹ پر رکھا ہی تھا۔ کہ ماتا جی بول اُٹھیں یہ تو پیٹ ہے۔ اِس طرح راجکمار اپنے منہ، آنکھیں، ناک، کان، گردن،
ٹانگوں وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر ماتا جی کو بتاتا گیا کہ یہ راجکمار ہے۔ آپ کا بیٹا ہے۔ اور ماتا جی جواب دیتی گئیں۔ کہ یہ آنکھ ہے۔ ناک ہے۔
کان ہے۔ وغیرہ۔ آخر راجکمار تھک گیا۔ اُس کا دماغ چکرانے لگا اور لیٹ گیا۔ وہ سوچنے لگا۔ کہ واقعی یہ تو تمام اعضاء ہیں۔
ماتا جی سچ پوچھتی ہیں۔ کہ راجکمار کہاں ہے۔ اِس وچار سے راجکمار کے اگیانتا کے پردے باریک ہونے لگے۔ اور اب خود راجکمار
راجکمار کی تلاش کرنے لگا۔ اور اس تلاش کی فکر میں ایسا غوطہ مارا کہ نیند آگئی۔ کچھ دیر بعد جب آنکھ کھلی۔ تو ماتا جی موجود نہ
تھیں۔ بلکہ وہ اکیلا سو رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی اُسکے دماغ میں یکے بعد دیگرے وہ تمام باتیں گردش کرنے لگیں۔ جو ماتا جی کیساتھ
ہوئی تھیں۔ چونکہ اب وہ اکیلا تھا۔ اسلئے جب اپنے ایک ایک اعضاء کو بغور دیکھنے لگا۔ تو تمام اعضاء کو مانس، ہڈی، لہو وغیرہ
کا مرکب پایا اور اُسے کہیں بھی راجکمار نظر نہ آیا۔ تو وہ کچھ پریشان سا ہونے لگا۔ بھوک اُڑ گئی۔ نیند غائب ہو گئی۔ بس فکر تھی۔
تو راجکمار کی۔ تلاش تھی راجکمار۔ آرزو تھی۔ تو راجکمار کی ـــــ اس وچار میں بیٹھے بیٹھے جب راجکمار کو بہت وقت
گذر گیا۔ تو ماتا گیانوتی پھر آگئی۔ اور راجکمار کو وچار میں بیٹھا دیکھ کر پوچھنے لگی۔ کیوں بیٹا۔ کس سوچ میں ہو ـــــ راجکمار چونک
پڑا۔ اُٹھ کر ماتا جی کے چرنوں میں نمسکار کیا اور کہا۔ ماتا جی! آپ کی باتوں نے تو مجھے سخت حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اب مجھے
احساس ہو رہا ہے۔ کہ آپ کی بات سچ تھی۔ اور میں اپنی اگیانتا کے باعث آپ کی باتوں کو نہ سمجھ سکتا تھا۔ ماتا جی آپ کیساتھ
باتیں کرنیکے بعد جب میں نے اپنے شریر کے ایک ایک حصہ کو بغور دیکھا۔ تو اپنے اس شریر کو سوائے مجموعہ اعضاء کے کچھ نہ پایا۔

اپنے تمام اعضاء سر۔ آنکھ، ناک، کان، بازو، ٹانگیں وغیرہ میں میں نے نہایت غور سے دیکھے۔ لیکن مجھے سخت تعجب ہوا۔ کہ ان میں کہیں بھی راجکمار نظر نہیں آیا۔ ماتا جی۔ آج تو مجھے بہت حیرانی ہو رہی ہے۔ اور سچ پوچھو۔ تو اب میری وہی حالت ہے۔ جو آپ کی تھی۔ یعنی میں اپنی ماتا کے سامنے بیٹھا ہوا اور باتیں کرتا ہوا بھی اپنی ماتا جی کو نہیں دیکھ رہا ——— یعنی اسوقت مجھے کہیں بھی ماتا جی نظر نہیں آتی۔ آپ کا جو یہ سُندر شریر ہی وقت میرے سامنے براجمان ہے۔ اس کا درشن کرتے ہوئے بھی مجھے یہ یقین نہیں ہوتا۔ کہ میں کس کو ماتا کہہ ——— رہا ہوں۔ ماتا جی اب آپ کرپا کر کے مجھے اس دریائے حیرت سے نکالئے۔ اور سمجھائیے۔ کہ راجکمار کہاں ہے۔ اور اسکی ماتا کہاں ہے؟ میں کون ہوں اور آپ کون ہیں؟

رانی گیان وتی نے جب یہ سُنا۔ تو من ہی پرسن ہوئی۔ سمجھی۔ کہ اب بیٹے کو آتم انوبھو (خود آگاہی) کی لگن لگ گئی ہے۔ اور نہایت پیار سے بولیں۔ "بیٹا! ابھی تم میری بات کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو۔ اگر تم میں وچار ہوتا۔ تو میں نے آجتک تم کو جتنے اپدیش کئے ہیں۔ اُن پر وچار کر کے تم کو آتم ساکشات کار ہو گیا ہوتا۔ یہ گیان کی باتیں بہت گُوڑھ ہیں۔ میں نے جو کچھ آجتک تم کو سمجھایا۔ اس سے مجھے یہ ثابت ہوا۔ کہ جب تک تم کچھ عرصہ آتم گیانی گورو کی سیوا میں رہ کر اپنی آتما کا وچار نہ کرو گے۔ تب تک تم کو آتم انوبھو ہونا ذرہ مشکل ہے۔ پس اب تم کل سے گورو جی کے پاس جایا کرنا۔ اور اس سوال کا جواب اُن سے پوچھنا۔ کہ میں کون ہوں۔"

اتنا کہکر ماتا جی اُٹھکر دوسری طرف چلی گئیں اور راجکمار اپنے وچار میں مست رہا۔

پراتہ کال کا سماں ہے۔ آفتاب جہانتاب اپنی سُنہری کرنوں سے دُنیا میں نُور کی ضیا پاشی کر رہا ہے۔ قدرت کی رنگینیاں دُنیا پر چھا رہی ہیں۔ شہر سے دُور ایک ایسے مقام پر جہاں قدرت کے سینکڑوں نظارے ملکر انسانی نگاہوں میں نور اور دل میں سرور پیدا کر رہی ہیں۔ درختوں کے گھنے جھنڈ میں ایک کُٹیا نظر آ رہی ہے۔ سبز سبز درختوں پر مرگ چرم اور بھگوے کپڑے لٹکتے ہوئے ایک عجیب من بھاونی شوبھا پیدا کر رہے ہیں۔ پاس ہی نہایت میٹھے اور ٹھنڈے پانی کے چشمے بہہ رہے ہیں۔ ہرن چوکڑیاں بھرتے کھیلتے پھرتے ہیں۔ انیک پرکار کے پرندے درختوں پر بیٹھے پرماتما کی قدرت کے گیت گا رہے ہیں۔ ایسے سُندر استھان پر ایک آتم گیانی مہاتما سے

سب خلق خدا سے بیگانہ اور مست قلندر دیوانہ ؎ بیٹھا ہے جوگی مستانہ آنکھوں میں مستی چھائی ہے

ہے راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر ؎ ہے ایک لنگوٹی زیب کمر جو گھٹنوں تک لٹکائی ہے

آتم سروپ میں مگن بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دُور شِشیہ اپنے اپنے کام میں مگن ہیں۔ کہ اتنے میں راجکمار نے آکر چرنوں میں نمسکار کیا۔ اور ایک طرف آسن پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اوم اوم کے اُچارن سے مہاتما جی دھیان اوستھا سے فارغ ہوئے۔ راجکمار نے پھر اُٹھکر چرنوں میں نمسکار کیا۔ اور مہاتما جی کی آشیرباد لیکر اپنا مطلب ظاہر کیا۔

گورو جی نے کہا۔ بیٹا! تیرے دھنیہ بھاگ ہیں۔ اور تیرے پچھلے جنم کے نیک کرموں کا پھل ہے۔ کہ تجھے اب سچے سکھ (آتم گیان) کی جگیاسا ہوئی ہے۔ مگر بیٹا! یہ آتم گیان ایسی وستو نہیں۔ جو تجھے ایک دن میں پراپت ہو جاوے۔ اس کے سمجھنے کے لئے بہت وقت کی ضرورت ہے۔ تم جانتے ہو کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے۔ اُس کے رکھنے کیلئے بھی ویسا قیمتی برتن ہونا چاہئیے۔ جس طرح شیرنی کا دودھ سوائے سونے کے برتن کے اور سب دھاتوں کے برتن میں خراب ہو جاتا ہے۔ اس طرح آتم گیان روپی امرت کے لئے بھی نہایت شدھ من روپی برتن کی ضرورت ہے۔ تم کچھ عرصہ یہاں رہ کر ست سنگ کرو۔ وقت آنے پر تم میں آتم گیان کا ادھکار دیکھ کر آتم گیان کا اُپدیش دیا جاوے گا۔

چونکہ راجکمار کو آتم گیان کی سچی ابھلاشا پیدا ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ ہر روز بلا ناغہ آکر ست سنگ میں شامل ہوتا۔

گورودیو کے اُپدیش کو نہایت غور سے سُنتا۔ اور گھر آکر اُس پر منن کرتا۔ ہر روز کے ست سنگ سے اُسکے من کی اگیانتا کے پردے پھٹ کر آتم گیان کی جھلکیں پڑنے لگیں۔ اور وہ من ہی من میں آنند محسوس کرنے لگا۔ بقول مہاتما کبیر صاحب ؎

کبیرا سنگت سادھ کی نِت پرتی کیجئے جائے
دُورمتی دور بہاوسی دیسی سومت بتائے

مطلب:۔ فرماتے ہیں کہ ہر روز ست سنگ کیجئے۔ کیونکہ ست سنگ کرنے سے دُرمتی (اگیانتا) دُور ہو کر سومتی (گیان) کی پراپتی ہو گی۔

کچھ عرصے کے بعد ایک دن گورودیو نے راجکمار اور شِشوں کو پاس بٹھا کر کہا۔ کہ اے بیٹو! مَیں جانتا ہوں۔ کہ نت کے ست سنگ سے تمہارا من نرمل ہو گیا ہے۔ تمہارے من سے اب دنیاوی خواہشات نکل چکی ہیں۔ اور اب تمہارا من آتم گیان کا امرت رکھنے کے لائق شُدھ ہو گیا ہے۔ اس لئے اے شِشو جو کچھ مَیں کہتا ہوں۔ اِسے غور سے سُنکر ــــ اور اُس پر وچار کر کے عمل میں لانے کی کوشش کرو۔

گورودیو کا اُپدیش

"اے شِشو۔ یہ منش شریر وشے بھوگ بھوگنے کے لئے نہیں ملا۔ وشے بھوگ تو ادنےٰ جونیوں والوں کو بھی پراپت ہیں۔ منش جنم تو صرف ایشور پراپتی (آتم گیان) کیلئے ہی مِلا ہے۔ جس نے منش جنم پا کر بھی آتم گیان پراپت نہیں کیا۔ اس کا جنم لینا بے فائدہ ہے۔ منش جنم ہی ایک ایسا دروازہ ہے کہ جس کے راستہ سے جیو چوراسی کے محل سے نکل سکتا ہے۔ گویا باقی سب جونیاں چوراسی کے بند دروازے ہیں۔ اگر جیو آتم پد پراپت کر سکتا ہے۔ تو صرف منش شریر سے۔"

"بیٹو! ہمیشہ شانت چت رہنا۔ سنت مہاتماؤں کی سنگت کرنا۔ اور اُس کے اُپدیش پر وچار کر کے عمل کرنا۔ پرانی ماتر پر دیا دِرشٹی رکھنا۔ یہ سب مہاتماؤں کے لکشن ہیں جس منش میں ایسے ایسے شُبھ وچار اور شُبھ کرم پیدا ہوتے ہیں۔ اُسے آتم گیان جلدی پراپت ہو جاتا ہے۔ بیٹو! اپنے آپ کو نرلیپ (آرزو مطلق) مانتے ہوئے بھی شُبھ کرموں کو تیاگ ہرگز نہ کرنا چاہیئے۔ یہی نہیں بلکہ آتم گیان ہونے پر بھی شُبھ کرموں کا تیاگ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ شُبھ کرموں کا تیاگ کرنے سے جیو پھر آتم پد سے گر جاتا ہے۔

بیٹو! یہ بھی یاد رکھنا۔ کہ نہ ہی کرم کانڈ کے چکر میں پھنسنا چاہیئے۔ کیونکہ شُبھ کرم تو صرف آتم گیان تک پہونچنے کا زینہ ہے۔ منزل مقصود تو کیول آتم گیان ہے۔ پس جو منش زینے (شُبھ کرم) پر ہی بیٹھ رہتا ہے۔ اٹک جاتا ہے وہ چھت (آتم پد) پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اسلئے تم پراربدھ الوسار شُبھ کرم کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو اکرتا سمجھے رہو۔ اے شِشو۔ تم اُٹھتے ــــ بیٹھتے .... چلتے پھرتے۔ سوتے جاگتے۔ یہ وچار کیا کرو۔ کہ مَیں اپنے ہر ایک فعل (کرم) کا دیکھنے والا ہوں۔ جو کام بھی ہو رہا ہے۔ یا ہو گا۔ وہ سب اس پنچ بھوتک شریر سے ہی ہو رہا ہے۔ اور ہو گا۔ مَیں اسکے پھل سے بالکل آزاد مطلق ہوں ــــ اگر میرے من میں کوئی دُکھ یا خوشی ہوتی ہے۔ تو وہ میرے من کا سوبھاؤ ہے۔ مَیں اس رنج اور خوشی کے دیکھنے والے من کا بھی مالک ہوں۔ من کی خوشی سے رنج سے میرا کوئی بھی تعلق نہیں۔ اے شِشو۔ تم تو ایک عظیم سمندر ہو جسطرح سمندر میں ہوا کی مدد سے بیشمار لہریں اُٹھتی ہیں۔ اور پھر سمندر میں ہی غائب ہو جاتی ہیں لیکن اس سے سمندر کی گھمبیرتا میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اِس طرح آتما میں پرارَبدھ رُوپی ہَوا سے انیک پرکار کے دُکھ سُکھ رُوپی لہریں اُٹھا کرتی ہیں۔ اور لین بھی ہوتی رہتی ہیں لیکن اِس سے آتما میں کوئی بھی نقص نہیں آتا۔ اور وہ اپنے آپ ہیں جیوں کی تیوں گمبھیر آنند سروپ قائم رہتی ہے۔ دُکھ یا سُکھ کی لہروں کا اُس پر کوئی بھی اثر نہیں ہوتا۔ ہے راجکمار۔ تُو نے جو پہلے روز سوال کیا تھا۔ کہ مَیں کون ہُوں؟ اور کیا ہُوں؟

تیرے اِس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ شُدھ چیت آنند سروپ ہے۔ اور ہر جگہ پری پورن ہے۔ سوائے آتما کے کچھ ہے ہی نہیں۔ اور جو اُپدیش تجھے تیری ماتا نے دیا ہے وہی آتم ساکشات کار کرانے والا ہے۔ تُو ہمیشہ اُس اُپدیش پر وِچار کیا کر۔ ایسا وِچار کرنے سے تیرے ہردے کی اَگیانتا دور ہو کر تجھے خود آگاہی ہو گی اور تو آتم پد کو پراپت ہو گا۔ اِتنا اُپدیش دیکر گورو دیو چُپ ہو گئے۔ اور راجکمار پرنام کرکے ایک ایکانت استھان پر جا کر آتم وِچار کرنے لگا۔

اِس طرح بہت عرصہ گذر گیا۔ اور راجکمار کو ہر روز کے ابھیاس سے آتم گیان کا انوبھو ہونے لگا۔

ایک دِن پھر گورو دیو نے راجکمار کو اپنے پاس بُلا کر پُوچھا۔ کیوں بیٹا! اب کچھ اپنے من کی اوستھا بیان کرو۔ اگر کوئی سنشیہ ہو۔ تو بلا جھجک ظاہر کرو۔

راجکمار نے کہا۔ گورو دیو آپ کی کرپا سے اب میرا من بہت شانت رہتا ہے۔ لیکن ابھی تک پُورے طور پر شانتی پراپت نہیں ہُوئی ہے۔ جیسی شُدھ پوتر حالت آپ کی اور ماتا جی کی مجھے نظر آتی ہے۔ ویسی حالت ابھی مجھے پراپت نہیں ہوئی۔ آپ کرپا کر کے مجھے پُورن آتم گیان کے درجہ تک پہونچا دیجئے۔ گورو دیو نے یہ سُنا من میں بہت پرسن ہُوئے۔ اور راجکمار کو کہا۔ بیٹا مَیں آج تم کو ضرور آتم ساکشاتکار کراتا ہوں ـــــ دیکھو۔ مَیں جو بتلاتا جاؤں۔ تم اِس طرح کرتے چلے جاؤ۔ پھر تم کو ابھی آتم ساکشات کار ہو جائے گا...... بیٹا۔ اِدھر آؤ ـــــ اِس کُشا آسن پر سیدھے بیٹھ جاؤ۔ اپنے راج کو بھُول جاؤ۔ ماتا پِتا۔ بھائی بہن۔ دوست آشنا۔ سب کا خیال تُرک کر دو۔ مجھ اپنے گورو دیو کا خیال بھی چھوڑ دو...... اچھا...... اب اپنے آپ کو بھی بھُول جاؤ۔ جو جو خیال تیرے من میں آ رہے ہیں۔ ان کو باہر نکال دو۔ اور پھر اندر مت آنے دو۔ تمام خیالات سے آزاد ہو کر بے خیالی کے سمندر میں ڈُبکی (غوطہ) لگاؤ...... جس طرح درجہ درجہ گورو دیو حکم دیتے گئے۔ اِس طرح راجکمار خیالات سے آزاد ہو کر آتم ساگر میں لین ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ بے سدھ ہو کر سمادھی اوستھا پراپت ہو گیا۔ اور آتم درشن ہو کر راجکمار کے مُکھ سے عالم بے خیالی میں یہ شبد نکلنے لگے۔ ؎

مَیں آنند ہوں دُکھ نہیں مجھ میں ہمدم ❊ سدا مُکت ہوں بندھ کا کچھ نہیں غم
مَیں پورن ہوں مجھ میں کہاں بیش اور کم ❊ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم

مجھے جسم خاکی سے کیا واسطہ ہے ❊ مکیں ہوں مَیں خود اور مکاں یہ میرا ہے
مکاں اے عزیزو مکیں کب ہُوا ہے ❊ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم

پران اور کرم اور گیان اندریاں بھی ❊ اور انتہ کرن سوکشم بھُوت سب ہی
نہیں میں میرا جسم یہ بھی ہے فانی ❊ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم۔ شوو ہم

نہ کارن ہے نہ کارج ہے نہ باطن ہے نہ ظاہر ہے   شوہم شوہم شوہم شوہم (؟)

نہ غافل نہ کچھ محو ہیں نہ ہیں بیدار ہیں ہوں   نہ کارن ہر بہ آہ اے یار ہیں ہوں

نہیں مجھ میں غفلت کہ ہشیار میں ہوں   شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم

نہیں تینوں اجسام یہ کچھ بھی حاشا   دکھاتے مجھے ناچ ہیں بے تحاشا

تماشائی میں خود ہوں یہ ہے تماشہ   شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم

یہ بیداری و خواب اور خواب غفلت   یہ عالم سہ گونا اور اس میں یہ کثرت

تماشے ہیں اور ان کا ناظر میں حضرت   شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم

میں ہوں بحر اور مجھ میں بیحد ہیں قطرے   میں ہوں مہر اور مجھ سے روشن ہیں ذرے

آہا ۔ ہا عجب دیکھتا ہوں تماشے   شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم ۔ شو وہم

(حضرت مہر دہلوی)

گورو دیو نے یہ شبد سنے ۔ تو ششیہ کے آتم ساکشات کار ہو جانے پر بہت خوش ہوئے ۔ تھوڑی دیر بعد جب گورو دیو نے راجکمار کو دھیان سے جگایا ۔ تو راجکمار نے جاگتے ہی گورو دیو کے چرنوں میں گر کر نمسکار کیا ۔ اور من ہی من میں دھنیواد کرنے لگا ۔ پریم کے آنسو بہنے لگے ۔ اور راجکمار اپنے آپ کو کرت کرت (شاد کام) سمجھنے لگا ۔

اب ہر روز مقررہ وقت پر راجکمار ابھیاس میں بیٹھتا ۔ اور آتم سرور میں ڈبکیاں لگاتا ..... اس طرح کچھ عرصہ گذر گیا ۔

ایک دن راجکمار نے آکر پھر گورو دیو سے کہا ۔ کہ گورو دیو ۔ آپ کی کرپا درشٹی سے گواب میں ہر روز امرت رس پیتا ہوں ۔ لیکن مجھے ایک وچار پیدا ہوا ہے ۔ اور وہ یہ ہے ۔ کہ جب تک میں سمادھی میں رہتا ہوں ۔ تب تک تو امرت رس پیتا ہی رہتا ہوں ۔ مگر سمادھی کے بعد پھر وہ آنند نہیں رہتا ـــــ پھر تو میں ـــــ میں اور میری کے چکر پھنس جاتا ہوں ۔ میں راجکمار ہوں ۔ میں ششیہ ہوں ۔ آپ گورو دیو ہیں ۔ یہ گورو بھائی ہیں ۔ یہ نوکر ہے ۔ یہ گھوڑا ہے ۔ یہ گاڑی ہے ۔ یہ میرا ہے ۔ یہ اس کا ہے ۔ یہ دوست ہے ۔ یہ دشمن ہے ۔ غرضیکہ ہر ایک چیز علیحدہ علیحدہ جدا جدا نظر آتی ہے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ۔ کہ آپ نے ست سنگ میں بتایا تھا ۔ کہ سب جگہ ۔ سب میں ۔ ایک ادویت واحد لاشریک آتما ہی ہے ۔ اور اس آتما کے سوا کچھ ہے ہی نہیں ۔ لیکن مجھے تو ایسا معلوم نہیں ہوتا ۔ مجھے تو ہر ایک چیز اپنے اپنے نام اور سروپ سے جدا جدا نظر آتی ہے ۔ اگر سب جگہ ایک آتما ہے ۔ تو پھر یہ جانور اور انسان ۔ درخت اور پرندے ۔ گلستان اور ریگستان میں کیسا فرق نظر آتا ہے ؟ ایک شکل دوسری شکل سے نہیں ملتی ۔ کوئی خوبصورت ہے ۔ تو کوئی بدصورت ۔ کوئی نیک ہے ۔ کوئی بد ۔ کہیں پھول ہے کہیں کانٹا ۔ غرضیکہ پرکرتی کے ذرہ ذرہ میں فرق نظر آتا ہے جب یہ حالت ہے ۔ اور اس قدر اختلاف ہے تو پھر سب جگہ ایک آتما کیسے ہو سکتی ہے ؟ اگر سب جگہ ایک آتما ہے ۔ تو سب چیزیں ایک ہی رنگ کی اور ایک ہی شکل کی ہوتیں ۔ اور ان میں یہ فرق نہ ہوتا ۔

گورو دیو یہ باتیں سنکر مسکرائے اور بولے ۔ بیٹا ! ہم تم کو اس بھید سے بھی آگاہ کر دیتے ۔ مگر چونکہ ابھی تم کمسن ہو ۔ اس لئے ہم تمہیں مثال سے سمجھانے کی کوشش کرینگے ۔ اتنا کہہ کر گورو دیو کٹیا میں گئے ۔ اور کپڑے میں ایک انار لپیٹ کر باہر آئے اور راجکمار سے پوچھا ۔ کہ کیا تم بتا سکتے ہو ۔ کہ یہ کپڑے میں کیا رکھا ہے ؟

راجکمار بولا ۔ گورو دیو مجھے معلوم نہیں ۔ کہ یہ کیا ہے

گورو دیو نے انار کپڑے سے باہر نکالکر باہر رکھدیا۔ اور پوچھا۔ اب بتاؤ۔ یہ کیا ہے؟ ــــ راجکمار بولا۔ یہ انار ہے ــــ گورو دیو نے پوچھا۔ تم نے کیسے جانا یہ انار ہے؟ ــــ شش٘یہ بولا۔ سروپ (شکل) دیکھکر ــــ گورو دیو بولے۔ ٹھیک۔ اب سوچو جب تک تم نے اسکی شکل نہیں دیکھی تھی۔ تب تک کہتے تھے۔ کہ مجھے معلوم نہیں یہ کیا ہے۔ اب اسکی شکل دیکھکر کہتے ہو۔ کہ انار ہے۔ گویا اسکے روپ سے ہی تم نے اس کا نام بتایا۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ۔ کہ تم اسکے چھلکے کو دانوں کو یا گٹھلیوں کو یا کس حصّہ کو انار کہتے ہیں۔ راجکمار بولا۔ اس سب مجموعہ کو ہی انار کہتا ہوں۔ گورو دیو نے انار پھر کپڑے میں لپیٹ لیا۔ اور کہا۔ دیکھو تم نے اسی کی شکل دیکھکر انار بتایا۔ اب جب کہ میں نے اس کو کپڑے میں چھپالیا۔ تو گویا اسکی شکل غائب ہوگئی۔ گو اسکی شکل تو غائب ہوگئی۔ مگر اس کا نام انار باقی رہا۔ جسکو تم اسکے چھلکے دانے اور گٹھلیوں کے مجموعہ کا نام بتاتے ہو ــــ تو گویا انار نام فرضی ہے۔ جو صرف کام چلانے کی خاطر رکھا گیا۔ واتسو میں کسی چیز کا نام انار نہیں ہے۔ اب جو چیز فرضی ہے۔ اُسکو چھوڑ دو۔ اس طرح کرنے سے نام کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ باقی رہا سروپ (شکل) سو وہ بھی فرضی ہے۔ کیونکہ جس کو تم اس وقت انار کہتے ہو۔ کسی وقت یہ تھا ہی نہیں۔ پھر پہلے پہلے قدرت کے نظام کے تابع یہ پھول بنا۔ پھر کچا انار۔ اب پکا انار ہے۔ اسے کھالو۔ تو اس کا یہ سروپ بھی نہیں رہیگا۔ گویا کوئی شکل ایک حالت میں قائم نہیں رہتی ہے اور وقت پر بدلتی ہی رہتی ہے۔ جب یہ بات ہے۔ کہ کوئی بھی سروپ اپنی سابقہ حالت پر نہیں رہتا اور بدلتا رہتا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہُوا کہ سروپ بھی فرضی ہے۔ جو صرف کام چلانے کی غرض سے تصوّر کیا جاتا ہے ــــ اور اس (سروپ) کا تصور بھی تیاگ دینا چاہیئے۔ تم کو جو یہ مثال انار کی دی گئی ہے۔ اور جس طرح تم کو انار کا نام روپ تیاگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس طرح تمام سنساری چیزوں کو سمجھو۔ گھوڑا، گاڑی، نوکر، چاکر، محل، ماڑی، ماتا، پتا، گورو، چیلا وغیرہ یہ سب اور سب کچھ نام اور روپ کا بندھن ہے۔ نام اور روپ چھوڑ دو۔ باقی ایک آتما سچدانند (ست۔ چت۔ آنند) ہی انوبھو ہوگا۔ ــــ راجکمار بولا۔ گورو دیو! یہ بھی سمجھا دیجئے کہ کس طرح باقی (ست۔ چت آنند) رہتا ہے۔ گورو دیو نے کہا۔ ہے شش٘یہ میں تم کو یہ بھی سمجھا دیتا ہوں۔ کہ نام اور روپ چھوڑنے سے کس طرح باقی سچدانند رہتا ہے۔ دیکھو جب تم نے اس انار کے نام اور روپ کو دیا۔ تو پھر اس کا ہونا (ست) استی یا ہستی۔ اس کا جاننا (چت) بھاتی یا علم۔ اور اسکے ہونے اور جاننے کا ماننا (آنند) پریہ یا سرور ہے۔ ہے شش٘یہ سارے سنسار کی چیزوں میں یا جو دیکھو۔ جو سنو۔ جو کرو۔ جو بھوگو سب میں یہی وچار رکھو۔ اور سب کا نام اور روپ چھوڑ دو۔ باقی سچدانند ہی سچدانند (ست چت آنند) ــــ اے شش٘یہ ــــ جب تم نے اپنا۔ میرا۔ ماتا کا۔ پتا کا۔ بھائی بندھ کا۔ اپنے تمام راج کا۔ راج کی ہر ایک چیز کا یہاں تک ہر تمام سرشٹی کی اشیاء کا نام اور روپ تیاگ دیا۔ تو پھر ہر جگہ ایک آتما ہے یا نہ؟ ــــ

نام روپ پر پیچ لوں جان چھوٹا ؛ استی ، بھاتی ، پریہ شو روپ ترا

آن جان تیرا نیری کلپنا ہے ؛ مائی باپ ناہیں کوئی بھوپ تیرا

نہیں ورن آشرم کل ذات تیری ؛ حال کھول کے کیا نروپ تیرا

ہری برہم گیانی پورے گورو ؛ کولوں ظاہر ہونیگا بھلیا روپ تیرا

اے بیٹا! اس کے علاوہ ایک اور بات بھی تم کو بتا دیتا ہوں۔ تاکہ تمہارے ہردے میں کوئی بھی بھرم نہ رہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جس طرح میں نے تم کو نام اور روپ کے تیاگ کرنیکا اُپدیش کیا ہے۔ اس طرح نام اور روپ کے گرہن کرنیکا بھی راز بتا دیتا ہوں۔ اور وہ راز یہ ہے۔ کہ جو نام بھی سنو یا بولو۔ اُسکو اپنی آتما کا نام سمجھو اور جو سروپ تصور کرو۔ اُسکو بھی اپنی آتما کا سروپ تصور کرو۔

یہ برہم گیانی مہا پرشوں کے ہر دہ کا راز ہے۔ اِس پر عمل کرو۔ اِس پر عمل کرنے سے تم کو ہر جگہ اور ہر حالت میں اور ہر نام میں ایک ادویت واحد لاشریک ذات (آتما) ہی انوبھو ہوگی۔ سنو۔ گیانی پرش فرماتے ہیں۔ ؎

خالقِ خلقت نام علیحدہ اصلی ایک ہے معنیٰ
دانے ڈھیری فرق نہ کوئی۔ وہی شہر گل خانہ

دیگر ؎

خدائی خدا میں جدائی نہیں ہے ؛ سوا اسکے اسکی خدائی نہیں ہے
خدا نام ہے اور معنی خدائی ؛ خدائی خدا میں دوتائی نہیں ہے
خدائی کا معنی ہے خود آئی۔ ہو جو ؛ کسی اور کی یہ بنائی نہیں ہے
ڈالا ذات مطلق پہ پردہ خدائی ؛ اسواسطے دے دکھائی نہیں ہے
اُٹھے جب یہ دستِ حقیقت سے پردہ ؛ تو پھر ذات چھپتی چھپائی نہیں ہے
نہیں جس نے کثرت میں وحدت کو دیکھا ؛ کسی کام اُس کی کمائی نہیں ہے
سب مذہبوں سے ہے یہ ذات نیاری ؛ مسلمان ہندو عیسائی نہیں ہے
وہی قید مذہب میں رہتے ہیں قیدی ؛ کہ جنکی یہاں تک رسائی نہیں ہے
ملے جب تلک نہ دھرم داس عارف ؛ کبھی وہم سے ہو رہائی نہیں ہے (سنت دھرم داس جی)

راجکمار۔ گورو دیو کے مکھ سے یہ برہم گیان کا اُپدیش سُنکر اُس پر وچار کرنے لگا، اُٹھتے بیٹھتے، چلتے۔ پھرتے، سوتے۔ جاگتے ہر وقت ایک سچدا نند آتما کا ابھیاس کرنے لگا۔ اِس طرح کچھ عرصہ ابھیاس کرتے کرتے راجکمار پورا گیانی بن گیا۔ اور آتم آنند میں مگن۔ ایک دن گورو دیو کے پاس آکر اس طرح کہنے لگا ؎

عجب من شمس تبریزم کہ عاشق گشتہ ام برخود
چوں خود در خود نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

دیگر ؎

حق سے ناحق میں جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا ؛ شکلِ ہر شے میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
مطلعِ دل پہ یہ چھائی تھی زنگارِ خودی ؛ چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا

دیگر

؎ مُلکِ خدا میں بار و آباد ہیں تو ہم ہیں ؛ تعمیرِ دو جہاں کی بنیاد ہیں تو ہم ہیں

دیگر

؎ کہاں جاؤں ؟ کسے چھوڑوں ؟ کسے لے لوں کروں کیا میں ؟
میں اک طوفان قیامت ہوں - ہوں پُر حیرت تماشہ میں
میں باطن میں عیاں زیر و زبر چپ راست پیش و پس
جہاں میں ہر مکاں میں ہر زماں ہوں گا سدا تھا میں (اسرارِ حق)

؎ یعنی یہ خدائی (کائنات) خدا سے جدا نہیں ہے۔ بلکہ خود خدا ہی بصورت خدائی (کائنات) جلوہ گر ہے۔ ؎ خدا

گورو دیو نے یہ شبد سنے ۔ اُٹھ کر راجکمار کو گلے لگا لیا۔ اور کہا۔ بیٹا! اب مجھ میں اور تجھ میں کوئی بھید نہیں رہا۔

من تن شدم تو جاں شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگو ید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

تیرا مقصد حل ہو گیا۔ اب تو جا۔ اور راج کا کام کرتا ہوا بھی نرلیپتا کی زندگی بسر کر۔

راجکمار آنند میں مگن ۔ مست چال چلتا ہوا اپنی ماتا کے پاس آیا۔ چرنوں میں سر جھکا کر آشیرباد لی۔ اور ماتا جی نے پوچھا۔ کہو بیٹا۔ گورو جی سے کیا اُپدیش حاصل کر آئے ہو؟ کچھ تو مجھے بھی سناؤ۔

راجکمار کو پچھلی باتوں کی یاد آگئی۔ اور وہ ہنس کر ماتا جی سے کہنے لگا ؎

نہ غم دنیا کا ہے مجھ کو نہ دنیا سے کنارہ ہے
نہ لینا ہے نہ دینا ہے نہ حیلہ ہے نہ چارہ ہے
نہ اپنے سے محبت ہے نہ نفرت غیر سے مجھ کو
سبھوں کو ذات حق دیکھوں یہی میرا نظارہ ہے
نہ شاہی میں میں شاداں ہوں گدائی میں نہ غم مجھ کو
جو مل جاوے سو ہی اچھا یہی میرا گزارہ ہے   (اسرار حق)

دیگر

ہر آن ہنسی ہر آن خوشی ہر وقت امیری ہے مانا
جب عاشق مست فقیر ہوئے پھر کیا دلگیری ہے مانا

دیگر

میں نہ بندہ نہ خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا ؛ دونو علت سے جدا تھا مجھے معلوم نہ تھا
دیکھتا تھا میں سبھے ہو کے ندیدہ ہر سو ؛ میری آنکھوں میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
آپ ہی آپ ہوں یاں طالب و مطلوب ہے کون ؛ میں جو عاشق ہوں تو کیا تھا مجھے معلوم نہ تھا
وجہ معلوم ہوئی تجھ سے نہ ملنے کی صنم ؛ میں ہی خود پردہ بنا تھا مجھے معلوم نہ تھا

ماتا گیان وتی نے جب یہ سنا۔ تو بہت خوش ہوئی اور ہنس کر راجکمار سے کہا۔ کیوں بیٹا اب بھی بتاؤں۔ کہ میں کون ہوں اور تم کون ؟

دس ہزار روپیہ کی اصلی گھڑیاں مفت انعام

امرتسری سونا دو روپیہ تولہ

ناظرین! آج کل جنگ عظیم کی وجہ سے ہر ایک چیز بہت گراں ہو رہی ہے اور سونا بھی بہت مہنگا ہو گیا ہے لیکن ہمارا نقلی سونا جو شکل و شباہت میں اصلی سونے کے برابر ہے سائنس کے طریقہ پر تیار کردہ کیمیکل گولڈ ہے جو اصلی سونے کی طرح کوٹا اور پگھلایا جا سکتا ہے کسوٹی پر گِنّی گولڈ کا رنگ دیتا ہے۔ اور بالکل اصلی سونے کے برابر ہے ہوشیار صراف اور جوہری بھی مشکل سے پہچان کر سکتا ہے اس سے ہر قسم کے زیورات آجکل کے فیشن کے مطابق تیار ہو سکتے ہیں۔

قیمت:- فی تولہ دو روپیہ۔ تین تولہ پانچ روپیہ آٹھ آنہ چھ تولہ دس روپے۔ پندرہ تولہ اکیس روپے۔ چالیس تولہ پچاس روپیہ

ہماری گارنٹی:- ناپسند ہونے پر دو روز کے اندر بھیجکر قیمت واپس منگوالیں اس سونے سے تیار کردہ چوڑیاں۔ انگوٹھیاں اور کانوں کے کانٹے ہمارے ہاں تیار ملسکتے ہیں۔ قیمت انگوٹھی ڈیڑھ روپیہ۔ چوڑیاں فی جوڑی تین روپے۔ کانٹے فی جوڑی تین روپے۔ اگر اور کسی قسم کا زیور بنوانا چاہیں۔ تو بنوائی کی اجرت ۱۲/ روپے فی تولہ کے حساب سے آرڈر کے ہمراہ ارسال فرماویں۔ ایکتولہ سے کم ارسال نہیں کیا جاتا۔ زیورات دو چار سال بعد یا جب بھی آپ فروخت کرنا چاہیں تو ۸/۱ روپیہ فی تولہ کے حساب سے فروخت کر سکتے ہیں۔

مفت انعام:- ہر دس روپیہ کے آرڈر کے ہمراہ ایک نہایت عمدہ اور ٹھیک وقت دینے والی اصلی گھڑی گارنٹی دس سال بالکل مفت ارسال ہوگی۔ ہم نے اپنے سونے کو مشہور کرنے کے لئے یہ رعایت صرف ایک ماہ کے لئے رکھی ہے۔ جلدی خرید کریں۔ تاکہ بعد میں مایوس نہ ہونا پڑے۔

ملنے کا پتہ: **پیرس گولڈ سپلائی کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۸ (O.L) امرتسر پنجاب**

ہدایت نامۂ غذا

Right Diet Right Health

یہ ایک تسلیم شدہ بات ہے کہ صحت کا بننا یا بگڑنا بہت حد تک دُرست یا غلط خوراک پر منحصر ہے نوجوانوں کے لئے ایک قسم کی خوراک کی ضرورت ہے۔ بوڑھوں کے لئے دوسری قسم کی۔ لیکن آپ ہیں کہ بلا سوچے سمجھے ہر بلا کھائے پئے جاتے ہیں۔ اِس طرح بہتوں کو اپنی صحت کے متعلق کچھ نہ کچھ شکایت رہتی ہے۔ یقین مانئے کہ غذا کے معاملہ میں ہدایت نامۂ غذا آپ کی بہت اچھی رہنمائی کریگا۔ ۳۲۰ صفحات۔ قیمت کل ۱۲/۔ سب کتب فروش اور ریلوے بک سٹال بیچتے ہیں

کویراج ہرنام داس بی۔اے۔ لوہاری اڈّہ۔ لاہور
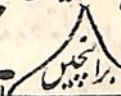
خالص گھی کھانیکی تکلیف حل ہوگئی:

آج کل لوگوں کو ملاوٹی یا خالص بناسپتی گھی دیکر خالص گھی کے دام وصول کئے جاتے ہیں بھولے بھالے لوگ اسکو کھاکر بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان اٹھاتے ہیں۔ اُس تکلیف کو دیکھ کر ہم نے کوہ ہمالیہ (جہاں کے لوگ بناسپتی گھی کا آمیزش کرنا تو درکنار بلکہ یہ نام بھی نہیں جانتے) کی سرزمین میں پرورش پانیوالی گائے اور بھینس کا خالص گھی پیدا آپ تک پہنچانے کا انتظام کیا ہے۔ زیادہ تعریف فضول ہے۔ ایکدفعہ کا تجربہ آپ کو ہمیشہ کا گاہک بنادیگا۔ قیمت میں نہایت سستا ہے ڈاک محصول آنیز نمونہ مفت (نوٹ) کسی قسم کی آمیزش ثابت کرنیوالے کو مبلغ پچاس روپیہ نقد انعام ملیگا (ہمارے یہاں سے دیگر موسمی پہاڑی پیداوار۔ آلو۔ ادرک۔ ناسپاتی انار دانہ۔ کاکڑاسنگی چرائیتہ۔ بنفشہ۔ گل دھاوا۔ جمپاوتی۔ ممیری۔ کیسٹے۔ اخروٹ خالص پہاڑی شہد بارعایت مل سکتا ہے۔ یہ اشتہار بار بار شائع نہ ہوگا۔

پتہ آج ہی نوٹ کرلیویں

گرگ اینڈ کمپنی مقام نہنہ ٹھیکر (شملہ ہلز)

شریمان سردار ہری سنگھ جی لائلپور

دوہرا

انوبھو اپنی مکت ہے انوبھو بندھن روپ

جانکی انوبھو نرملی نرمل برہم سروپ

جیو حقیقت میں شدھ گیان روپ ہے۔ اور اُسے یہی انوبھو ہونا چاہئے۔ کہ مَیں ذات غیر محدود ہوں۔ آنند کا سمندر ہوں۔ شانت ہوں۔ شدھ ہوں۔ یہی انوبھو سمادھی کی اعلےٰ حالت میں عارف کو ہوتا ہے۔ اور ہر ملک ہر زمانے اور ہر مذہب کے گیانی لوگ اسکی شہادت وقت وقت پر دیتے چلے آئے ہیں۔ بس اسی صاف اور سیدھے انوبھو کو موکش نام دیا جاتا ہے۔

مگر اسکی بجائے ہر جیو کو اُلٹا انوبھو یہ ہو رہا ہے کہ مَیں محدود ہوں۔ دُکھی ہوں۔ اشانت ہوں۔ ناپاک ہوں۔ کرم کرتا ہوں اور اُن کے پھل بھوگتا ہوں۔ الپگیہ اور الپ شکتی ہوں۔ اور مجھے پرشارتھ کر کے موکش پانا چاہیئے۔ تاکہ مَیں دُکھ اور تکلیف سے چھوٹوں اور آنند سروپ موکھش پد کو پہنچوں۔ بس ان سب باطل توہمات کو بندھ کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ بندھ اور موکھش اس طرح ہیں۔ جس طرح راجہ خواب میں اپنے آپ کو مفلس اور محتاج دیکھتا ہے اور کسی طرح کی راحت اور آرام نہیں پاتا۔ مگر بعد کھلنے نیند کے اپنے آپ کو جوں کا توں پہلے کی طرح پاتا حیران ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ تمام دُکھ کا باعث محض نیند کا نقص تھا۔ عین اسی طرح وقت بیداری میں دُکھ کا باعث انادی اودیا کا سمبندھ ہے۔ جس طرح مثال بالا میں بیدار ہونا خواب کے تمام دکھوں سے رہائی پاتا ہے اسی طرح انادی اودیا کی نیند سے جاگتا اور اپنا سروپ پہچانتا واقع میں مکھش پد کو پراپت کرتا ہے۔

اُپنشدوں نے انسان میں دو چیتن کا پرویش بتلایا ہے۔ مگر عام فہم ایک ہی روح اپنے بدن میں پاتا ہے اس لئے آزاد نہیں ہوتا اور تا حیات عبادت اور پرستش میں رہتا ہے ان دونوں کے اندر ایک روح تو "کرنے کی روح" ہے اور دوسری "دیکھنے کی روح" ہے وہ جو کرتی ہے دیکھتی نہیں اور وہ جو دیکھتی ہے کرتی نہیں۔ لیکن کرنے کی روح دیکھنے کی روح میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور دیکھنے کی روح کرنے کی روح میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسطرح باہمی اظہار کے سبب وہ دونو ایک ہو کر دکھائی دیتی ہیں۔ اور اس کا کرنا اور اس کا دیکھنا ایک دوسرے میں تعلق باہمی پاتا ہے۔ اور کرتا بھوگتا سنسار ہو رہا ہے۔ اسی کو سنسکرت زبان میں ادھیاس بولتے ہیں۔ اور یہی دراصل میں بندھ ہے مگر جب وویک سے ان دونوں روحوں کو الگ الگ کر کے چھانٹ لیا جاتا ہے اور دیکھنے کی روح کو کرنے کی روح سے علیحدہ اور جدا جان لیا جاتا ہے جو عین اپنی ذات اور آتما ہے تو پھر اکرتا ابھوگتا اسنگ اور تمام صفات سے پاک اسنساری ہوتا ہے اور یہ ہی حقیقتاً موکھش کا سروپ ہے۔

چونکہ وہ کرنے کی روح بھی اصل میں بجز اس دیکھنے کی روح کے کچھ جداگانہ وجود نہیں رکھتی۔ بلکہ اسی کا سایہ یا ادھیاس ہے۔ اس لئے وہ خود جو دیکھنے کی روح ہے خود اپنے سائے میں ملا ہوا بدھ یا مقید کہلاتا ہے۔ اور وہی جب اپنے سائے سے

علیحدہ ہوتا ہے تو اُسے مکت یا مطلق کہتے ہیں۔ اس سے اصل میں وہ دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے تو بھی کرتا بھوگتا مَنو دی اُس کے سایہ میں ہے اور اُسکی ذات میں یعنی فرض ہوتے ہیں۔ در حقیقت نہ وہ کچھ کرتا ہے نہ بھوگتا ہے جُوں کا تُوں تماشائی ہے۔ اسمیں مثال ہم سائے کی دیتے ہیں۔ دیکھو انسان اور انسان کا سایہ دو نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی انسان ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی انسان کو پاتا ہے۔ تو یہی تصدیق کرتا ہے کہ ہم نے اکیلا انسان پایا۔ اگرچہ اُس نے سایہ کو بھی اُس کے ساتھ پایا ہے مگر سایہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لئے اُس کے ساتھ اُسے شمار نہیں کیا جاتا۔ عین اسی طرح یہ کرنے کی رُوح بھی اُس کا سایہ یا تجلّی ہے۔ بجز اُس کے کچھ حقیقت نہیں رکھتی تو بھی تحقیق کے وقت کہا جا سکتا ہے۔ کہ سایہ انسان کا انسان سے الگ ہے۔ یُوں عارف بھی اُسکو الگ تحقیق کرتے ہیں چنانچہ موکھش بھی اسی دریافت پر موقوف ہے۔

اب یوں سمجھو۔ کہ جس طرح انسان کا سایہ انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور انسان ہی اُس کا اُس کا مظہر ہے۔ اسی طرح یہ کرنے کی رُوح بھی دیکھنے کی رُوح میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہی دیکھنے کی رُوح اُس کا مظہر ہے۔ مگر کرنے کی رُوح مثل آئینہ کے صاف اور شفاف ہے۔ اس سے پھر دیکھنے کی رُوح اُس میں اُس طرح ظاہر ہوئی ہے۔ جس طرح آئینہ میں چہرہ ظاہر ہوتا ہے اس طرح باہمی اظہار کے سبب وہ آپس میں اور یہ اُس میں ظاہر ہو کر ایک ہو گئے ہیں۔ اسلئے اُسکے دھرم اِسمیں اور اِسکے دھرم اُسمیں نمودار ہوتے ہیں۔ اور اسکے اندر بھی بعض جگہ تو فقط صفت یعنی دھرم کا عکس یا خیال ہوتا ہے۔ اور بعض جگہ فقط موصوف یعنی دھرمی کا۔ لیکن بعض جگہ تو اُن کا اُس میں اور اُس کا اس میں عکس یا خیال ہوتا ہے۔ اس باہمی اظہار میں ہم ذیل کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اسکی پُوری پُوری تصدیق ہوگی۔

(۱) فرض کرو ایک بلور کا شفاف گلاس ہے۔ مگر سُرخ شربت سے بھرا ہوا ہے۔ تو اسے دیکھ کر انجان کو فی الفور تصدیق ہوگی۔ کہ گلاس سُرخ ہے۔ یہاں فقط دھرم یعنی صفت کا دھرمی یعنی موصوف میں اظہار یعنی عکس ہے۔

(۲) فرض کرو کہ پانی میں نیلا پن دکھائی دیتا ہے تو پانی مظہر ہے اور نیلا پن اُس میں ظاہر ہے۔ کیونکہ جب ہم اُس میں سے کچھ پانی ہاتھ پر اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ سفید ہے نیلا پن نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا۔ کہ حوض کے پانی میں جو نیلاہٹ نظر آتی تھی وہ ہر گا نہ حوض کے رنگ کی تھی پانی کی نہ تھی۔ یہاں بھی فقط صفت کا ہی موصوف میں وہم یعنی ادھیاس رہے۔

(۳) سراب گاہ میں کبھی کبھی ریگ پانی دکھائی دیتا ہے اور جنگل کی ریگ میں یُوں تصدیق ہوتا ہے کہ یہ پانی ہے۔ لیکن پانی کا وصف جو بھگونا اور سرد کرنا وغیرہ وہاں نہیں ہیں۔ تو یہاں ریگ میں پانی کا اظہار فقط موصوف کا ہے۔ صفت کا نہیں۔

(۴) کبھی کبھی آدمی اسی میں سانپ یا سیپی میں نقرہ دیکھ لیتا ہے چنانچہ جب ایسا ہوتا ہے تو رسی تمام کی تمام سانپ اور صدف چاندی نظر آتی ہے اور در اصل ایسا ہونا محال ہے۔ کیونکہ رسی کبھی سانپ یا صدف کبھی نقرہ نہیں ہو سکتے۔ مگر بوقت وہم ہم ایسا صاف پاتے ہیں تو یہاں بھی فقط موصوف کا اظہار ہے صفت کا نہیں۔

اس قسم کی بے شمار مثالیں اس دُنیا کے اندر موجود ہیں۔ جہاں اسکے دھرم اُسمیں اور اُسکے دھرم اِسمیں نمودار ہوتے دیکھے جاتے ہیں۔ اور فی الواقع ایسا ہی وہم کرنے کی رُوح اور دیکھنے کی رُوح میں ہو رہا ہے اور یہ بوجہ جہل یا اناد اودیا ہے چنانچہ جس وقت آدمی پر ان ہر دو رُوحوں کا امتیاز روشن ہوتا ہے۔ تو وہ مُکت یا عارف کہلاتا ہے۔ در حقیقت تو یہ دو نوں رُوحیں ایک دُوسرے سے بالکل الگ اور جُدا جُدا ہیں کیونکہ اُن کا باہمی تعلق بطور درشٹا یعنی دیکھنہار اور درش یعنی دِسنہار کا ہے تو بھی انجان اُن کے اندر امتیاز اور فرق نہیں پاتا۔ اسی وجہ سے کرتا بھوگتا سُکھی دُکھی اور سنساری ہوتا ہے اگر نگاہ غور سے دیکھا جاوے۔ تو آدمی جب سو جاتا ہے تو کرنے کی رُوح مکمل سلب ہوتی ہے۔ کیونکہ تب آنکھ دیکھتی نہیں۔ کان سُنتے نہیں۔ زبان بولتی نہیں۔ من سوچتا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ تب پران جو عین کرنے کی رُوح کے اندر داخل ہے۔ پہلے کی طرح ہی اندر باہر آتا جاتا ہے۔ مگر بحق اُس کے جو سویا ہُوا ہے وہ پران بھی وہاں موجود نہیں۔ لیکن کیا تماشے کی بات ہے۔ کہ وہ جو دیکھنے کی رُوح ہے تب

بھی اپنے پُورے جاہ و جلال اور حُسن کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ کیونکہ جب آدمی نیند سے اُٹھتا ہے۔ تو تمام کے سلب ہونیکی شہادت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تب سُکھ سے سویا تھا۔ اور میں نے کچھ نہ جانا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ گمان کر بھی لیا جائے۔ کہ تب دیکھنے کی رُوح بھی کیونکر موجود تھی۔ تو ہم بتلاتے ہیں کہ اگر اُسکی بھی نفی تب مانو گے تو کرنے کی رُوح کے سلب ہونے کی تصدیق ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حقیقتاً یہ دیکھنے کی رُوح جو عین درشٹا آتما ہے۔ ہر سہ حالت میں یعنی وقتِ بیداری خواب اور گہری نیند کے اندر اسنگ اور الگ ہے۔ مگر بوجہ نہ ہونے وویک بدھی کے وہ ان تینوں ہی حالتوں کے اندر کرنے کی رُوح کے ساتھ جو مجموعہ کرم اندریہ گیان اندریہ انتہہ کرن اور پران کا ـــــ متصف اور متعلق ہو رہا ہے۔ اور آدمی پر اُن کا جُدا جُدا سُروپ اور فرق ظاہر نہیں ہوتا۔ بس یہی بندھ اور یہی جہل ہے۔ اور اِس انادی اودیا کی نیند سے جاگنا اور اپنا سُروپ پہچاننا موکھش نام پاتا ہے۔

مگر پھر سوال پیدا ہوتا ہے بالآخر اِس نیند سے جاگیں کیونکر یعنی یہ وویک گیان ہو تو کیونکر ہو۔ اِس لئے آؤ ہم تمہیں اِس کے جواب سے آگاہ کریں اور اِس کے متعلقہ کچھ سادھن بھی بتلائیں جو سادھن عین موکھش کے ہی سادھن ہیں۔

دھرم ارتھ کام اور موکھش اِن چاروں پُرشارتھوں کے اندر موکھش "پرم پُرشارتھ" مانا گیا ہے۔ جس کے لئے وویک ویراگ۔ کھٹ سمپتی اور ممکھشتا یہ چار سادھن کہے گئے ہیں۔ اور انہیں ہی "سادھن چتشٹے" کے نام سے ویدانت کے اندر پکارا گیا ہے۔ ہم ذیل میں اِن سے بالترتیب واضح کرتے ہیں۔

(۱) وویک:۔ دیکھو اگر کسی معمولی بازاری آدمی کو پکڑ کر تم آتم گیان کا اُپدیش کرنا چاہو۔ تو وہ تمہاری بات کبھی نہ سُنے گا۔ اِس سے "پرم پرشارتھ" کی تعلیم کے لئے سب سے پہلا اور لازمی امر یہ ہے کہ آدمی محض بازاری اور معمولی نہ ہو بلکہ باتمیز ہو اور اُس کے اندر اتنی عقل ہو کہ آتما اور اناتما چیتن جڑ اور ست اسَت کی تمیز کر سکے۔ اِس تمیز کو ہی سنسکرت زبان میں "وویک" کہتے ہیں۔ جو پہلا سادھن ہے۔

(۲) ویراگ۔ دوسرے اگر آدمی دُنیا کی رنگ رلیوں میں پھنس رہا ہو اور محض گرہست کے ہی دھندوں میں صُبح و شام مشغول ہو اور اسی کے ہی بوجھ ڈھونے میں مصروف ہو نیز اِس کے علاوہ اور خیال ہی اُسکی طبیعت میں اُٹھنے نہ پاتا ہو۔ تو ایسا آدمی بھی گیان کے اُپدیش کیلئے ہرگز ہرگز ادھیکاری نہیں ہو سکتا۔ اِس واسطے دوسری بات آدمی میں "ویراگ" کا ہونا ہے اِس کے یہ معنے ہیں۔ کہ دُنیا کے تماشے چونکہ تمام ناپائیدار ہیں۔ اور ان میں پھنسکر انجام میں دُکھ ہی دُکھ ہوتا ہے۔ اِس لئے دلبستگی کے لائق نہیں ہیں۔ اِن سے چھٹکارا پا کر دوامی سُکھ حاصل کرنا چاہیئے۔ جب تک ویراگ کا خیال طبیعت میں نہ جمے۔ آدمی گیان کی تعلیم لینے کا ہرگز مستحق نہیں ہے۔ اور اُسے اگر دی بھی جائے گی تو وہ بھی نہیں لیگا۔

(۳) کھٹ سمپتی۔ کھٹ سمپتی کے معنی چھ کے مجموعے کے ہیں۔ یعنی یہ چھ ملکر ایک سادھن کہلاتا ہے اور وہ چھ یہ ہیں۔ (ا) شم (ب) دم (ج) اُپرتی (د) تتکھشا (س) شردھا اور (ص) سمادھان۔

(ا) جب آدمی نے وویک یا تمیز سے آتما اور اناتما کا فرق سوچا اور اناتما کو ناپائیدار دیکھ کہ اُس سے کنارہ یعنی ویراگ کیا۔ تو اُس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اُس کا من دُنیاوی خواہشات سے شانت ہونے لگیگا۔ اور اِسے ہی "شم" کہتے ہیں۔

(ب) جب من میں سنکلپ اُٹھنے کم ہوئے تو اندریاں خود بخود وشیوں کی طرف پہلے کی طرح دوڑ کر نہیں جائیں گی۔ یہ "دم" ہے۔

(ج) یوں جب وشیوں کی طرف سے سیری یعنی نرپتی پیدا ہوگی۔ تو اسے "اُپرتی" کہتے ہیں۔

(د) اُپرتی کی وجہ سے گرم سرد اور سکھ دُکھ سہنے کی عادت پڑے گی۔ یہ "تتنکھشا" ہے۔

(س) جب یہ اُوپر کے چاروں وصف پیدا ہو گئے تو قلب کے مُصفا ہو جانے کے سبب آدمی میں گورو اور شاستر کے بچنوں میں اعتقاد پیدا ہوگا۔ یہ "شردھا" ہے۔

(ص) اور اس شردھا سے وُہ گورو سے شاستر پڑھیگا اور اُن کے اُپدیش پر خوب غور اور خوض کریگا۔ اور گیان کی باز پر اُس کا دھیان جمیگا۔ تو اسے "سمادھان" کہتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ گیان کے کُوچے میں جو آدمی داخل ہونا چاہتا ہے اُس کے واسطے لازمی ہے کہ وہ ان اُوپر لکھے ہوئے چھیٹوں وصفوں کو اپنی ذات میں پیدا کرے۔ بس اِن چھ سادھنوں کے مجموعے کو ہی "کھٹ سمپتی" کہتے ہیں۔

(۴) وویک ویراگ اور شم آدی کھٹ سمپتی سے سمپن ہو کر بھی انسان کو ایک مرحلہ اور طے کرنا باقی ہے۔ جب تک وہ نہ ہوگا۔ آدمی پرم پد شاربھتہ جو کہ موکھش ہے اُس کے بام پر چڑھنے کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اسے "ممکھشتا" کا نام دیا جاتا ہے یعنی اس کے دل میں یہ پُر زور خواہش ہونی چاہیئے کہ مَیں کس طرح دُنیا سے چھُوٹوں اور نجات پاؤں جب تک یہ آگ بھی دل میں نہیں اُٹھتی تب تک گیان میں بھی ترقی دُشوار رہے۔

جو سادھن اُوپر بیان ہُوئے ہیں۔ اُن کو اصطلاح یعنی پرکریا کے اندر "سادھن چتشٹے" کہتے ہیں۔ گیان کے کُوچے میں داخل ہونے کے واسطے لازمی امر ہے کہ آدمی کو ان چاروں سادھنوں میں دخل ہو۔ اگرچہ ادھیکاری بننے کے لئے ان کا کمال درکار نہیں تاہم ہر ایک میں تھوڑی بہت دسترس نہایت ضروری ہے ورنہ کامیابی ناممکن ہوگی۔ اگر ناظرین یہ سوال کریں۔ کہ کیوں بغیر ان کے آدمی گیان میں ادھیکار نہیں تو اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آدمی چونکہ لا انتہا زمانے سے آواگون یعنی سنسار چکر میں گرفتار ہے۔ اس کے چت کو دُنیاوی واسناؤں نے گھیرا ہُوا ہے۔ کدورت سے اس کا قلب پراگندہ ہو چکا ہے۔ تاوقتیکہ اسے مندرجہ بالا سادھن چتشٹے کے ابھیاس سے پاک اور صاف نہ کیا جائے یہ گیان کا ادھیکاری بنکر موکھش پد پر پہنچنے کے لائق نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے اس کدورت کے بھی تین حصے کر دیئے ہیں۔ (الف) "مل" یعنی چت کا میل (ب) "وکھیشپ" یعنی چت کی چنچلتا اور (ج) "آورن" یعنی پردہ جہل۔

(الف) مَل۔ یہ کرم واسنا سے پیدا ہوتا ہے۔ جنم جنمانتروں سے ہم کرم کرتے چلے آئے ہیں اور خود غرضی کے سبب دل میں ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے کہ ان کے نتائج یا پھل ہمیں ملیں۔ یہاں تک ہم کرم کے غلام ہو گئے ہیں۔ کہ اس کے دائرے سے باہر بھی نکل نہیں سکتے۔ چنانچہ اس دوش کا علاج یہ ہے کہ ہم نشکام ہو کر کرم کرنا سیکھیں۔ فرض کو فرض سمجھ کر بجا لائیں۔ کرم کریں مگر اُس میں پھل کی ترشنا نہ رکھیں۔ ہمارے کرم محض اوروں پر اُپکار کیواسطے ہوں یا بھگوت ارپن بُدھی سے ہوں۔ اس طرح کام کرنے سے چت کا میل دُور ہوگا اور آئینہ قلب صاف ہو کر آتما کے نُور کے گرہن کرنے کے لائق ہوگا۔

(ب) وکھشیپ۔ یہ چت کی چنچلتا اور گھبراہٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ من کا قاعدہ ہے۔ کہ جنم جنمانتروں کے بے روک ٹوک ابھیاس سے بندر کی طرح جدھر چاہے۔ اُدھر اُچھلتا کُودتا پھرتا ہے۔ کچھ سوچنے بیٹھیں یا دھیان جمانے کی کوشش کیجیئے تو دیکھیئے کہ کس طرح اُچھلا یہ گیا وہ گیا۔ پنڈت جی کی مندر میں کتھا ہوتی ہے۔ مگر من ہے کہ کابل میں گھوڑے خرید رہا ہے۔ چنانچہ اس من کی روک تھام کیلئے طریقہ علیٰ انہوں نے "اُپاسنا" بتلایا ہے۔ اُپاسنا میں من کو سب

چیزوں سے ہٹا کر ایک چیز پہ دھیان جمانا ہوتا ہے۔ اُس کے لئے خواہ گُورو کی مُورتی ہو یا کوئی ہی اِشٹ دیو کی پرتیک ہو۔ کچھ ہی ہو۔ غرض یہ ہے کہ وہ من کو باندھنے کیلئے کھونٹے کا کام دیوے۔

(ج) آورن۔ جب مل اور وکھشیپ میں کمی کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ تو تیسرے دوش "آورن" یا جسے اگیان بھی بولتے ہیں۔ کا علاج ہاتھ میں لینا چاہیئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گُورو سے شاستر پڑھ کر گیان کو حاصل کرنا۔ ابتدائی حالت میں اگرچہ مُرشد کامل کی ضرورت ہے مگر بعد میں آدمی خود بچارنے کے لائق ہوجاتا ہے۔ اِس سے اگیان دُور ہوکر گیان کا پرکاش ہوتا ہے۔ اور آدمی پہچاننے لگتا ہے۔ کہ میرا سُروپ کیا ہے۔ چنانچہ جس بات کو ہم نے اس مضمون کے بالکل شروع میں بتلایا تھا۔ کہ جیو کا حقیقی سُروپ شدھ برہم آنند کا سمندر اور شانتی کا بھنڈار ہے۔ یہ اُسے وویک بُدھی سے صفائی قلب ہوجانے کے باعث صاف انوبھو ہونے لگتا ہے۔ اور پھر بار بار شرون منن اور ندھیاسن سے اُسے اور بھی پختہ اور درڑھ کرتا ہے۔ چونکہ موکھش اِسی دریافت پر موقوف اور مبنی ہے۔ لہذا جب تک اِس عیبولا جسم کو اُٹھائے پھرتا ہے۔ جیون مُکتی کا ولکھشن سُکھ بھوگتا ہے۔ اور بعد گرنے اِس جسم کے ودیہہ کیولیہ کو پاتا ہے اور یہی تھا مطلوب۔ آمین ؞

"اوم تت ست"

کچھ خاص ادویات
۳۱ مارچ ۱۹۴۱ء تک مندرجہ قیمتوں سے نصف قیمت پر منگواویں
سلفری قرص یہ دوائی قبض کشا ہے۔ مصفیٔ خون ہے۔ پھوڑا پھنسی جلدی امراض کو دور کرتی ہے۔ ضعف جگر ضعف معدہ کو نافع ہے۔ بدہضمی کو مٹاتی ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ دمہ کیواسطے بھی نافع ہے۔ پرانا دمہ اس کی مداومت سے یقینی دور ہوتا ہے۔ قیمت ۲۰۸ گولی ۱۲
امرت چورن یہ چورن روزانہ منجن و سرمہ کا کام دیتا ہے اور ساتھ ہی نئے بخار درد بدہضمی پیٹ درد۔ اجیرن۔ اسہال۔ پیچش۔ ضعف جگر۔ نزلہ۔ زکام۔ سر درد وغیرہ کو بھی مفید ہے۔ خوراک ۲ رتی۔ قیمت ۱۰ تولہ صرف ۸
دنت شفاوٹی یہ گولیاں درد سر نئی و پرانی کو مفید ہیں۔ اور کھانسی بلغمی دمہ کو نافع ہیں۔ پرانے بخاروں میں بھی مفید پڑتی ہیں۔ قیمت ۲۲ گولی ایک روپیہ نمونہ ۸ گولی ۴
اکسیر دم خون حیض یا خون بواسیر بند نہ ہوتا ہو۔ خون کی قے ہو یا کسی راستہ خون بہتا ہو۔ ہتھیار کا چاقو چھری۔ پتھر وغیرہ کے زخم سے خون بہ رہا ہو۔ اس دوائی کے کھلانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۸
شمکارک گرمی کی کوئی بیماری ہو۔ اس دوائی کو دینے سے آرام ہوگا۔ گرمی سے ناک۔ منہ مقعد یا براستہ پیشاب خون آتا ہو۔ پیشاب میں جلن ہو۔ ہاتھ پاؤں کی تلیاں جلتی ہوں۔ آنکھ دکھتی ہو۔ گرمی سے سر دکھتا ہو۔ یا کوئی بھی گرمی کی تکلیف ہو۔ فوراً تسکین ہوگی۔ قیمت ۵ تولہ ایک روپیہ چار آنے (عہ)
دیو حلوا ولایت سے بیشمار قسم کی خوراکیں بن کر آتی ہیں۔ کوئی صرف گندم بھونے ہوئے کوئی جو کوٹے ہوئے کوئی مکی کے آٹے اور کوئی چاول۔ ارا روٹ وغیرہ خوبصورت ڈبوں میں بند آتی ہیں۔ اور کہ وڑہا روپیہ کی بکتی ہیں۔ کیونکہ ولایت کی ہر چیز کے ہم یونہی قائل ہو جاتے ہیں۔ تمام قوے اس سے مضبوط ہوتے ہیں۔ گوشت پوست۔ ہڈی سب کو مضبوط کرنے والے اس میں اجزا ہیں۔ مرد و عورت استعمال کریں تو طاقت بڑھے اور حمل قرار پا دے۔ اور خوراک صرف ایک دو تولہ ہے۔ قیمت فی پاؤ ایک روپیہ چار آنہ
سدھا بلیٹس یہ ایک عجیب دوائی ہے۔ جو قیمت میں کوڑیوں کے برابر اور فوائد میں موتیوں کے برابر ہے۔ اور ہر گھر میں اس کا رکھنا ضروری سمجھیں گے۔ عورتوں کے پرور (کثرت حیض) جریان الرحم۔ جریان المنی۔ بخار۔ ملیریا۔ انفلوانزا۔ نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ دمہ۔ نمونیہ۔ ذات الجنب۔ اسہال سنگرہنی۔ ٹائیفائڈ بخار۔ میعادی بخار۔ پرانا بخار ہر قسم۔ گنٹھیا۔ گل گنڈ۔ درد کمر۔ کمی ہاضمہ۔ آتشک۔ قرحہ۔ بچوں کی تمام امراض جیسے بخار۔ کھانسی۔ پتلے دست۔ کمی ہاضمہ وغیرہ کو مفید ہے۔ اس کے علاوہ خون کو صاف کرتی ہے۔ اور دودھ ہضم کرنے کی طاقت بڑھا کر جسم کو مضبوط کرتی ہے۔ قیمت ۱۰۰ ٹکیہ ایک روپیہ
اشوکری رجسٹرڈ ذیابیطس جس میں شکر بہت آتی ہو۔ اس کیواسطے بے نظیر ہے۔ ساتھ قوت باہ۔ سرعت و جریان کی اکسیری دوائی ہے۔ ہاضمہ کو تیز کر کے کھانے کو فوراً ہضم کرتی ہے۔ قیمت ۳۲ گولی چار روپے نمونہ ۸ گولی ایک روپیہ (عہ)
گٹھ چک تمام امراض بادی و بلغم کیواسطے ایک دوا۔ گنٹھیا۔ ادھرنگ۔ درد کمر۔ رنگھن باد وغیرہ امراض باد و بلغم اور پٹھوں کی خرابیاں کھانسی۔ دمہ۔ نزلہ زکام۔ نامردی ضعف باہ۔ کثرت حیض یا کمی حیض۔ بڑھاپے کی کمزوریاں۔ پرانا بخار۔ ذات الجنب۔ نمونیہ۔ ہیضہ۔ درد گردہ۔ پتھری۔ قرحہ۔ چوٹ زیادتی سردی وغیرہ وغیرہ امراض کے لئے مفید و نافع ہے۔ قیمت ۴۸ گولی ایک روپیہ
جیسٹ اس ہر قسم کی دردوں کو جیسے سر درد۔ دانت درد۔ جوڑ درد۔ کمر درد وغیرہ کو بہت جلد دور کرتی ہے اور کمزوری ذرا نہیں کرتی۔ بلکہ پھرتی لاتی ہے اور دل کام کاج اور کھیل کود میں لگتا ہے۔ قیمت ۴۸ گولی ایک روپیہ۔
امرت گولی رجسٹرڈ دمہ۔ کھانسی۔ پیٹ درد۔ تپ لرزہ۔ پانڈو روگ۔ درد چشم۔ ناخونہ۔ زہر ہر قسم۔ بخار۔ ہڈی کی بادی۔ سنپات و نداں۔ قبض شکم۔ بواسیر۔ بانجھ پن۔ سانپ کا ڈنگ۔ بچھو۔ ڈھلکہ۔ گردہ اور کرم شکم۔ تنگی بول بدہضمی۔ کمزوری معدہ۔ سنگرہنی۔ سوزاک۔ گنٹھیا۔ آتشک۔ پرمیھ۔ ذیابیطس۔ بدبوئے دہن۔ درد سر۔ یرقان۔ جلودھر۔ داغ سفید۔ ضعف باہ۔ مرگی۔ ناسور۔ گنج۔ اسہال پیچش۔ درد گوش۔ درد دنداں۔ شبکوری۔ بندش حیض۔ بھڑ وغیرہ کا ڈنگ۔ سستی وجود۔ درد مقعد۔ زکام۔ سردی کم۔ درد ناف۔ تنگی تنفس۔ سنگ مثانہ۔ چھیپ۔ پیشاب کا بار بار آنا۔ ڈبہ اطفال۔ شدت پیاس وغیرہ امراض دور ہوتی ہیں اور پانچ گولیاں اکٹھی دینے سے نہایت اعلےٰ جلاب کا کام دیتی ہے۔ قیمت ۶۰ گولی ایک روپیہ ۳۰ گولی آٹھ آنے (۸)
حیات افزا رجسٹرڈ اختلاج القلب۔ دھڑکن کیواسطے بے نظیر دوائی ہے۔ ۲۸ دن میں آرام آتا ہے۔ قیمت خوراک ۲۸ دن دو روپے نمونہ ۶ کشتہ چاندی کشتہ سنگ یشب بھی دل کی طاقت کے واسطے بڑے مفید ہیں۔ دیکھو صفحات آئندہ کی فہرست میں بیان کشتہ جات۔
دنت نسوار رجسٹرڈ (لاثانی و بے نظیر نسوار) یہ نسوار ایک اکسیر چیز ہے جو ہمیشہ پاس رکھنے کے قابل ہے۔ اس نسوار کے لیتے ہی درد شقیقہ۔ درد داڑھ۔ درد کان۔ سوزش منہ۔ درد آنکھ نزلہ و زکام وغیرہ دور ہوتے ہیں۔ مرگی و سرسام تک کو نافع ہے۔ قیمت ایک روپیہ نمونہ ۴ اس سے چھینکیں کبھی آتی ہیں کبھی نہیں آتیں۔
کرن جوانی اسکے کھاتے ہی دل۔ دماغ۔ معدہ۔ جگر۔ گردہ۔ مثانہ۔ طحال۔ آنت اور باہ پر اچھا اثر ہونے لگتا ہے۔ جگر صاف ہو کر رنگ خوب صورت و سرخ ہونے لگتا ہے۔ زکام۔ نزلہ۔ کھانسی دور ہوتی ہے۔ بھوک بڑھتی ہے۔ جریان احتلام۔ رکت وغیرہ دور ہو کر باہ بڑھنے لگتی ہے۔ پیشاب کے کل نقائص دور ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں جوانی کی امنگیں اٹھنے لگتی ہیں۔ جوانوں کو اصل جوانی حاصل ہوتی ہے نئی جوانی حاصل کرنے یا جوانی کے قائم رکھنے کے لئے بے نظیر ثابت ہوئی ہے۔ جوانی میں بال سفید ہوں تو سیاہ ہو جاتے ہیں۔ خوراک ۲ گولی صبح ۲ گولی شام ہے۔ قیمت ۴۲ گولی ایک روپیہ ۱۰۰ گولی چار روپے۔ مدرجہ خاص ۴۲ گولی تین روپے ۱۰۰ گولی بارہ روپے۔
خط و کتابت و تار کا پتہ: امرت دھارا لاہور
مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

ویدانت اور اس کی تعلیم

از قلم لالہ سورج نارائن صاحب مہر دہلوی

ویدانت دنیا کے نظام ہائے فلسفہ کا سرتاج اور ہندوستان کا سرمایۂ ناز شاستر ہے۔ ویدانت لٹریچر اتنا وسیع ہے کہ کتب خانے بھرے جا سکتے ہیں۔ اس ویدانت پر موجودہ ہندو دھرم مبنی ہے۔ چونکہ اس کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ اس لئے یہ عمارت نہایت مستحکم ہے۔ ہزاروں برس سے اس پر باہر کے مت متانتر کے بھی حملے ہوتے رہے ہیں۔ اور اندرونی طوفان بھی اٹھتے رہے ہیں۔ مگر اس کو کوئی ہلا نہ سکا۔ آجکل نئے مت متانتر کا اور بھی زور ہے۔ بھلا وجہ کیا ہے؟ یہ کہ ہم نے اپنا پراچین شاستر بچارنا چھوڑ دیا ہے۔ زبان سنسکرت کی تحصیل مشکل ہے۔ اور سنسکرت پڑھ بھی لی تو شاستر سمجھنا مشکل ہے۔ یہ خیال آج کا نہیں۔ صدیوں سے اٹھ رہا ہے۔ سَو سال کے قریب گذرتے ہیں۔ کہ گو ہندی میں ویدانت کی کتابیں لکھی جانی شروع ہو گئی تھیں۔ مگر سوامی نشچل داس نے اپنی بچار ساگر عام فہم ویدانت اور برتی پربھاکر دلیل کے شاستر ہی نثر میں لکھی۔ اور ان کے سمپر دائی بھائی سندر داس نے اپنی سندر بلاس نظم میں یہ تینوں کتابیں بہت پڑھی جاتی ہیں۔ اور سنسکرت سے ناواقف شائقین کو ان سے بہت فیض پہنچا ہے۔ اس طرح کی ہر دلعزیز کتاب ہندی آتم پوران اور گیتا سوامی چدگھنانند کی ہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ان کتابوں میں طرز استدلال۔ طرز فکر اور طرز تحریر وہی سنسکرت کا ہے۔ معمولی ہندی خواں گورمکھ سے پڑھے بغیر ان کتابوں کو سمجھ نہیں سکتا۔

ہماری یونیورسٹیوں میں جو نوجوان فلسفہ پڑھتے ہیں۔ انہیں یہ شوق ہوتا ہے۔ کہ اپنے گھر کا شاستر اور خاصکر ویدانت بھی تحصیل کریں مگر سنسکرت یا ہندی کی واقفیت کے باوجود بھی وہ اس شوق کو پورا نہیں کر سکتے۔ وجہ یہ ہے۔ کہ دونوں زبانوں میں کتابوں کا طرز تحریر ان کے لئے بالکل نیا اور انوکھا ہوتا ہے۔ جو ان کی سمجھ سے بالکل باہر ہے۔ اس لئے اکثر مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور الٹا سمجھنے یہ لگتے ہیں۔ کہ پرانے توہمات ہیں۔ اس دقت کے رفع کرنے میں سوامی وویکانند نے بڑا بھاری کام کیا ہے۔ آپ نے چونکہ یورپ اور امریکہ میں انگریزی بولنے والے ایسے سامعین کے مجمعوں میں ویدانت پر لیکچر دیئے ہیں۔ جو ہندو فلسفے سے محض نا آشنا تھے اس لئے کلام نہایت صاف ہے۔ اور اس کو پڑھ کر آدمی ویدانت شاستر کے اصول کو سمجھنے کی قابلیت بہم پہنچا سکتا ہے۔ یہی حال سوامی رام تیرتھ جی کی تحریرات کا ہے۔ سوامی وویکانند کے لیکچروں نے مغربی فلسفے پر گہرا اثر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج کل یورپ اور امریکہ سے جو فلسفے کی کتابیں نکلتی ہیں۔ وہ ویدانت کے رنگ سے رنگیں ہیں۔ حال میں پروفیسر رادھا کرشن و پروفیسر داس نے کلکتے سے اور اور عالموں نے جو کتابیں بمبئی و مدراس وغیرہ سے نکالی ہیں۔ ان میں یہ خوبی اور بھی مزید ہے۔ کہ ان کو غور و فکر کے ساتھ جو آدمی پڑھ لے وہ اگر سنسکرت یا ہندی سے واقف ہے۔ تو ان زبانوں میں لکھی ہوئی پرانی شاستر کی کتابیں بھی بلا مدد غیرے خود پڑھ کر سمجھ سکیگا۔ غرض انگریزی میں ہندوؤں نے ہمارے پرانے شاستر کی تحصیل کے لئے قابل قدر مصالحہ مہیا کر دیا ہے۔

اردو میں عرصہ دراز سے سنسکرت اور ہندی ویدانت کی کتابوں کے ترجمے اور تصانیف جاری ہیں۔ آتم پوران یوگ

واسشٹ گیتا اور بچار ساگر وغیرہ کے ترجمے عرصہ دراز ہوا۔ کہ شائع ہو چکے اور باوانگینہ سنگھ آنجہانی کی قابل قدر تصانیف بہت پڑھی جاتی ہیں۔ بیس سال سے فقیر دہر کے ترجمے اور تصانیف بھی شائقین ویدانت کی نذر ہو رہے ہیں۔ نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ آج کل بہت سے لائق و فائق آدمی اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان میں پنڈت نرمل چندر صاحب ایڈیٹر رسالہ گیان امرت ماہ الامتیازانہ پایہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ویدانت کے مسائل کو دلچسپ اور عام فہم پیرائے میں پیش کرنے کا کام نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ اور دے رہے ہیں۔ جس کے لئے اردو خوانوں کو آپ کا ممنون و مرہون منت ہونا چاہیئے

اس وقت آپ کی کتاب پورن دہرم کا پہلا حصہ یعنی گیان یوگ میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب میں فلسفہ ویدانت کی توضیح نہایت مدلل مسلسل اور دلکش پیرائے میں کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب دہرم کے متعلق ہے۔ اس لئے اول دہرم کا نقشہ کھولا ہے۔ اور اس کے انگ یا حصے بتائے ہیں۔ پہلا انگ گیان ہے۔ اور یہ اس پہچان سے شروع ہوتا ہے۔ کہ آتما کیا ہے۔ یعنی میں کون ہوں۔ آتما کا بلا مدد غیرے سوتر سدھ ہونا اس پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ یہ امور کہ آتما سچ آنند۔ اننت۔ پورن۔ مکت۔ نراکار۔ نربکار۔ نرگن ہے۔ یوں تو سنسکرت اور ہندی کی ویدانت کی ہر کتاب میں دیئے ہوتے ہیں۔ مگر لائق مصنف نے ہر امر کو اپنی اچھوتی توضیح اور تمثیل سے اپنا بنا لیا ہے۔ میں نے مزے لے کر ہر مضمون کو پڑھا ہے اور بڑی لذت حاصل کی ہے۔ جگت کا متھیا ہونا بھی ویدانت کی ہر کتاب میں ثابت کیا جاتا ہے۔ مگر اس دقیق مضمون کو پنڈت جی نے نہایت موثر اور عام فہم پیرائے میں لکھا ہے اور تمثیلات سے وہ روشنی ڈالی ہے۔ کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ اسی ضمن میں جرمن فلسفی کانٹ اور شوپن ہادر کے دلائل گے جو ترجمے محسوس نہیں ہوتے بلکہ خود مصنف کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ جو کمال سخن طرازی ہے۔ یہ مسئلہ کہ سب کچھ آتما ہے۔ بڑی لیاقت سے تحریر میں آیا ہے۔ میں اس کتاب کے تمام مضامین سے اس مختصر مضمون میں بحث نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ کہ آخر کا حصہ جو سادھن اور سمادھی کے متعلق ہے۔ وہ نہایت صاف اور سہل طور پر لکھا گیا ہے۔ اور یہ ناظر کتاب اس پر عبور کر کے نہایت محظوظ ہو گا۔

یہ کتاب فلسفے کی ہے۔ اور فلسفہ ٹیڑھی چیز ہے۔ خاصکر فلسفہ ویدانت۔ مگر اول مضامین کو اس کتاب میں اس پیرائے میں ادا کیا گیا ہے کہ دقت و اشکال آسانی و سہولت میں متبدل ہو گئی ہے۔ زبان نہایت صاف اور سریع الفہم استعمال کی گئی ہے۔ اور توضیحات و تمثیلات ایسی دلچسپ ہیں۔ کہ بعض جگہ نثر میں نظم کا لطف آتا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ جو شخص ویدانت سے ناواقف ہے۔ وہ اس کو پڑھ کر مسئلے سے دوئی سے واقفیت بہم پہنچائیگا۔ اور جو واقف ہے۔ اس کا علم زیادہ صاف اور بے شک و شبہ ہو جائے گا۔ یہ کتاب ہر طالب حق کے لئے ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اور ہر طرح قابل قدر ہے ؞

آخر میں میری لائق مصنف سے استدعا ہے۔ کہ ایک اور کتاب اسی طرز تحریر میں ایسی لکھیں۔ کہ سنسکرت اور ہندی کی ویدانت کی کتابوں میں جو ٹکنیکل مضامین جگہ جگہ آئے ہیں۔ ان کی بھی آسانی سے توضیح ہو جائے۔ مثلاً آتما کے متعلق مختلف مسائل اور ان کی تردید۔ سرشٹی کے مسائل اور سب میں ویدانت کی فوقیت۔ بیرونی اشیاء کے علم کا مسئلہ۔ مختلف کھیاتیوں کی بحث، خود ویدانت کے مختلف واد اور دیگر متعلقہ مضامین جن کی تصریح یہاں ضروری نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ پنڈت جی کے قلم سے نکلے ہوئے یہ مضامین طالب حق کا راستہ اور بھی صاف کر دیں گے۔ اور ان دونوں کتابوں کو پڑھ کر وہ اس لائق ہو جائے گا۔ کہ اپنے پرانے شاستر کی ہر کتاب سمجھ سکے۔ اور اس کا لطف لے سکے ؞

(خاکسار سورج نرائن مرحوم)

نوٹ:۔ پنڈت نرمل چندر جی کا تمام لٹریچر دفتر رسالہ اُدم لوہاری منڈی لاہور سے مل سکتا ہے۔ فہرست مکتی انک کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرماویں۔ (مینجر)

رباعیات

از شہر ملیان دیوان پنڈ یاس جی قیشمر مصنف۔ دورِ قمر، ہر کرشن گنگا، گورو نانک درشن

(۱)

ایک ہی تصویر ہے جس کے کروڑوں نام ہیں،
چشمِ حق بیں کیلئے وہ ہر جگہ گلفام ہیں
نورِ حق سو رنگ میں ہے، جابجا جلوہ نما
رام میں شری کرشن ہیں اور کرشن میں شری رام ہیں

(۲)

جلوہ ہائے دید اس دل پر کے خاص و عام ہیں
آنکھ والوں کیلئے پیشِ نظر گھنشیام ہیں
تھا کبھی نورِ اجودھیا اب ہے گوکل کی ضیا
رام میں شری کرشن ہیں اور کرشن میں شری رام ہیں

~~~~~~~~
~~~~~~~~

رسالہ آدم لاہور کا کتی انک
۳۱۲
بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۴۱ء
مشہور عالم
سپاری پاک رجسٹرڈ
لاکھوں زندگیوں کو موت کے منہ سے بچا چکا ہے
یہ صنف نازک کے شباب صحت۔ جوانی اور جوبن کا حقیقی ضامن ہے۔ گئی گذری جوانی کو واپس لاتا ہے۔ نحیف اور لاغروں میں تازہ خون پیدا کرتا ہے
جریان الرحم سیلان الرحم لیکوریا و تمام
زنانہ کمزوریوں کا تیر بہدف اور شرطیہ علاج ہے
گویا اپنی لاانتہا خوبیوں کے باعث مستورات کی پوشیدہ امراض کے لئے فن طب کی بہترین دریافت تسلیم کیا جا چکا ہے
ہر موسم۔ ہر ملک اور ہر عمر میں بلاتکلف استعمال کیا جا سکتا ہے
یاد رکھئے۔ ہمارے سپاری پاک کی بڑھتی ہوئی شہرت نے ہزاروں نقال پیدا کر دیئے ہیں۔ لہذا خریدتے وقت دیکھ لیا کریں۔ کہ یہ سپاری پاک ہماری کمپنی کا تیار کردہ اصلی ہے۔
قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔
ہر شہر میں تمام ڈاکٹروں کیمسٹوں۔ ویدوں حکیموں عطاروں پنساریوں اور جنرل مرچنٹس سے ملسکتا ہے
تندرستی کیلئے خطرہ کا الارم
خون کا بگاڑ ہے
جس سے چہرہ کی رنگت سیاہ ہو کر صحت تباہ ہو جاتی ہے
صرف یہی وہ دن ہیں
جب فساد خون کے خطرناک نتایج سے محفوظ رہنے کیلئے
آیورویدک سارساپریلا رجسٹرڈ
کا استعمال آپکے لئے لازمی ہے
اس کے استعمال سے فساد خون سے پیدا ہونے والی تمام خرابیاں برسوں کے لئے کافور ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ یہ بگڑے خون کو صاف کرنے کے لئے لاثانی اکسیر تسلیم کی جا چکی ہے
اس موسم میں اس کے چند روزہ استعمال سے تمام سال ہر قسم کے امراض سے محفوظ رہنے کے علاوہ آپ کی قوت ہاضمہ میں اضافہ ہوگا۔ اور صحت کو قایم رکھے گا۔
یہ قوت مردمی میں اضافہ کرتا ہے
ہر سال ہزارہا انسان اس کے استعمال سے فیضیاب ہوتے ہیں
قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک
قائم شدہ ۱۹۰۵ء
قائم شدہ ۱۹۰۵ء
پتہ منیجر آیورویدک فارمیسیوٹیکل کمپنی لمیٹڈ گمٹی بازار لاہور
CC-0. Kashmir Research Institute, Srinagar. Digitized by eGangotri
دہرم سالہ ایجنٹ: راج وید بھگت رام ڈوبا بازار دہرم سالہ
پالم پور ایجنٹ: شودان دی ہٹی پالم پور

رسالہ اوم کے دفتر سے شائع شدہ گیان اور بھگتی پر نادر کُتب

(راولپنڈی کے سجّن مفصلہ ذیل پتہ سے بھی حاصل کر سکتے ہیں)

لالہ ابناشی رام جی ترہن اسٹیشن ماسٹر ریٹائرڈ محلہ کرتار پورہ۔ راولپنڈی

بھگتی انک" یہ ایک مکمل بھگت مال ہے۔ اس کے ابتدائی صفحات میں بھگتی درشن (عشق حقیقی) کی وضاحت ہے اور دوسرے حصہ میں پریمی بھگتوں کی شاندار کتھائیں ہیں۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ ڈاکخرچ ۵ر آنے

کرم یوگی انک یہ ایک بینظیر پُستک ہے۔ اسمیں شریمد بھگوت گیتا کے مطابق کرم یوگ شاستر کی نہایت خوبصورت تشریح کے علاوہ بڑے بڑے مہاتماؤں اور کرم یوگی مہاپرشوں کی ابھارنے والی زندگیوں کے حالات اور فوٹو کافی تعداد میں دیئے گئے ہیں۔ جو کہ منش کے اندر اُتساہ، دلیری بشاشت اور آنند کی تازہ رُوح پھونکنے والے ہیں قیمت فی کاپی دو روپیہ رعایتی قیمت صرف (عہ) مجلد ۱عہ/۱ر

شانتی انک" یہ انک نہ صرف مکمل بھگتی درشن ہے۔ بلکہ اسمیں پرابھکتی سُوتروں کی ویاکھیا کے ساتھ اُن پوجنیہ بھکتوں کی سوانح حیات بھی کافی تعداد میں دی گئی ہیں۔ کہ جنہوں نے بھگوان رُوپی شمع پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھا۔ کتھاؤں کے ذریعے زندگی میں شبھ پرورتن لانے کے لئے یہ ایک لاثانی پُستک ہے۔ اس میں شری مہابھارت کا شانتی پرب بھی دیا گیا ہے۔ صفحات ۲۲۸۔ قیمت دو روپیہ رعایتی قیمت (عہ)

پریم انک" یہ رسالہ "اوم" کے سن ۱۹۴۰ء کا سالانہ نمبر ہے اسمیں مانڈوکیہ اُپنشد سار یعنی اونکار اُپاسنا کی مفصل تشریح ہے نیز پریم اور بھگتی کے فلسفہ پر نہایت شاندار مضامین ہیں۔ پراچین دھرم شاستروں میں سے منتخب کتھائیں کافی تعداد میں درج ہیں۔ صفحات ۳۲۰ قیمت دو روپیہ

گیان انک یہ رسالہ اوم کا سب سے پہلا نمبر ہے۔ اسی نے ہی رسالہ ہٰذا کی بنیاد کو پختہ کیا۔ اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپا ہے۔ یہ ایک بلند پایہ خیالات کا مرقع ہے۔ جو رتن اس پُستک میں جمع کئے گئے ہیں۔ وُہ آپ کو کہیں سے بھی اور کسی بھی قیمت پر اس طرح یکجا ملنے ناممکن ہیں۔ اس لئے اس کو منگوا کر ضرور پڑھیئے۔ یہ درحقیقت منش کے دل کی گرہیں کھولنے والا ہے۔ قیمت مضامین کے لحاظ سے بہت ہی کم صرف ڈیڑھ روپیہ۔ (عہ)

گوبند پرکاش (اردو) **گوبند وِلاس** (ہندی) مُصنّفہ شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج شاگرد الرشید شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج یہ ویدانت کی ایک لاجواب پُستک ہے۔ اس میں نظم و نثر میں ہر قسم کے مضامین ویراگ بھگتی اور گیان پر عام فہم زبان میں درج ہیں۔ قیمت اُردو گوبند پرکاش" سالم کپڑے کی سُنہری جلد میں بارہ آنے بلا جلد دس آنے اور ہندی گوبند ولاس" سالم کپڑے کی سُنہری جلد میں صرف چھ آنے بلا جلد چار آنے۔

رنجیت نیشٹا عرف فتحمندانہ نقطہ نگاہ سورگیہ شری مہاتما رنجیت رام جی مہاراج کی لاجواب تصنیف آپ نے اس کتاب میں ایک مہاتما اور متلاشی کی گفتگو کی شکل میں رُوحانیت کی عمیق ترین گہرائیوں کو باتوں ہی باتوں میں کھول کر رکھدیا ہے۔ تھوڑی سی توجہ دینے پر ہی آتم گیان کی جھلکیں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کے مطالعہ سے انسان اپنے آپ کو بحر نور و سُرور میں تیرتا ہُوا پاتا ہے۔ قیمت سُنہری جلد میں ۸ر بلا جلد ۵ر آنے

آنند ساگر شری مہاتما بھاگ مل جی سینی ہریانہ کے آتم انوبھو دوارہ نکلے ہوئے رتن پنجابی نظم میں اِس چھوٹی سی کتاب میں آپنے ویدانت کا سارا جوہر نکال کر قلمبند کر دیا ہے۔ قیمت صرف دو آنے

خمخانۂ خوشتر حیدر آباد دکن کے مشہور شاعر رائے بشن سنگھ صاحب خوشتر کی منظوم تصنیف لطیف روحانیت کے رنگ میں رنگی ہوئی نظموں کو جمع کر کے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے اہلِ ذوق اصحاب کے لئے نہایت آدر کی چیز ہے۔ قیمت دو آنے

رُوحانی اور اعلیٰ زندگی پر اپنے انداز کا نیا اور نرالا لٹریچر!

از شری یت پنڈت نرمل جی مہاراج حیدر

نُورِ زندگی ۔ یہ کتاب سچ مچ ہی زندگی کی روشنی ہے۔ اس میں علم ذات و برہم گیان اور زندگی کے نہایت گہرے رازوں کو اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ اس کے پڑھتے پڑھتے ہی انسان رُوحانی بلندیوں کی سَیر کرنے لگتا ہے یہ نادر تصنیف شخصی اور مجموعی زندگی کے واقعی سوالات کا مکمل حل پیش کر کے نوع انسان کی سچّی رہنمائی کرتی ہے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب۔ ضخامت ۳۰۲ صفحات قیمت مجلد صرف ایک روپیہ چار آنے (عہ)

پُورن دھرم ہندوستانی زبان میں اگر کوئی کتاب گیان یوگ پر ٹیکسٹ بک کہلانے کی مستحق ہے۔ تو یہی ہے۔ فلسفۂ ویدانت پر اس طرز کی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔ اس میں زندگی کے ان چار بنیادی سوالات پر سائنٹفک طریق سے بحث کی گئی ہے۔ "میں کون ہوں" (۲) یہ کیا ہے (۳) یہ کیوں ہے (۴) زندگی کے معنی کیا ہیں؟ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

دھرمِ ہستی یہ ایک روحانی تحفہ ہے۔ اس میں گذشتہ اور آئندہ سے اوپر اٹھ کر زمانہ حال میں ہی سچّی خوشی کو پانے اور زندگی کو سُپھل کرنے کا سیدھا اور قدرتی راستہ دکھلایا گیا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ (عہ)

کشفِ حقیقت گیان اوتار شنکر آچاریہ جی کی ایک لاجواب تصنیف "اپروکش انوبھوتی" طالبانِ معرفت کے لئے اس کا ایک ایک شلوک چشمہ روشنی ہے۔ مصنّف نے اس کی شرح اِس خوبی اور کمالات سے کی ہے۔ کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ کشفِ حقیقت درحقیقت اندرونی آنکھیں کھول کر ہاتھ کی ہتھیلی پر دھرے ہوئے پھل کی مانند برہم ساکشات انوبھو کرانے لگتا ہے۔ قیمت مجلد (عہ)

چترِ پرکاش کیریکٹر کی عمارت کے لئے یہ کتاب بےنظیر روحانی مصالحہ مہیا کرتی ہے۔ اس میں اخلاق کی بنیاد علم ذات، آتم گیان اور نفسیات پر رکھی گئی ہے۔ اور اسی زمین پر ہی جیون مکتی کا آنند لینے اور سوراجیہ قائم کرنے کے لئے بےخطا عقلی اور عملی اصول بتلائے گئے ہیں۔ سنہری جلد قیمت ۱۲؍

ستیہ پرکاش یہ کتاب کیا ہے۔ ایک ندھڑک اور دلیرانہ اعلانِ حقیقت ہے۔ اس میں ایک طرف جہاں لاثانی وضاحت اور سادگی کے ساتھ رموزِ حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں مروجہ تعصّبات اور توہمات کو بھی گویا جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اس کا مطالعہ غلامانہ ذہنیت سے پُوری شفا بخشتا ہوا زندگی کی سچّی آزادی کا لُطف دیتا ہے قیمت مجلد صرف آٹھ آنے (۸؍)

سُوراجیہ گیتا اس میں سُوراجیہ اور روحانیت کا حقیقی اور لازمی تعلق دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ ہم ان دونوں انتہائی غلطیوں سے بچ کر اس نصب العین کی طرف بڑھ سکیں جو کُل نوع انسان کا ہے۔ قیمت صرف چار آنے

دھرم سار مہاکوی ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کے ایک بنگالی مضمون کا ترجمہ ہے جسمیں مہاکوی نے دھرم کا اصلی نچوڑ ہمارے سامنے رکھدیا ہے۔ قیمت صرف تین آنے۔

یوگ سادھن زمانہ حال کے یہ سدھ یوگی شری اربند و گھوش جی پانڈیچری کی مشہور انگریزی تصنیف یوگک سادھن کا اُردو ترجمہ ہے۔ پنڈت جی نے مہا یوگی کے نازک خیالات کو اپنے ترجمہ میں خوب محفوظ کیا ہے۔ قیمت صرف ۵ آنے۔

پُوَن یوگ یہ بھی شری اربند و گھوش ہی کی کتاب اُور اُسکا اُپنشیسم کا ترجمہ ہے۔ قیمت صرف ۴/

یوگ یکتی یہ ایک بنگالی پستک "شورکت یوگ یکتی" کا اردو ترجمہ ہے۔ اسمیں کیلاش کی چوٹی پر شوجی مہاراج نے پاربتی کو آتم گیان اور یوگ کے متعلق جو اُپدیش دیا ہے نہایت خوبصورت الفاظ میں درج ہے۔ یوگ اور گیان کے متعلق یہ ایک مسلمہ رتن ہے۔ اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت صرف ۴/

خود شناسی۔ آتم گیان کے لئے بے نظیر تحفہ ہے۔ قیمت ۸/

شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے انمول ویدانت رتن

کُلّیاتِ رام (حصہ اول) شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کے بزبان اُردو اپنے قلم سے لکھے ہوئے روح افزا اور مہر بخش مضامین پر یہ کتاب مشتمل ہے ۴۶۴ صفحات خوبصورت مجلد قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ (عہ/)

کُلّیاتِ رام (حصہ دوم) سوامی جی کے مکمل حالات زندگی بچپن سے لیکر سنیاس دھارن کرنے تک اس کے علاوہ اس حصہ میں ڈیڑھ صد کے قریب ان کے انوبھو پی کان سے نکلے رتن جمع کئے گئے ہیں۔ اور ان کی آٹھ کے قریب فوٹو بھی اس کتاب کی زینت ہیں حجم پانصد صفحات کے قریب قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے۔

کلیاتِ رام (حصہ سوم) اس میں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کی بارہ تحریر و تقریر درج ہیں۔ ضخامت ۴۰۰ صفحات۔ قیمت (عہ/)

ویدانو وچن آنجہانی شری بابا نگینہ سنگھ جی کی شہرہ آفاق تصنیف اس میں برہم گیان کے دقیق مسایل کو نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو زمانہ حال میں ویدانت کا ایک مسلمہ رتن مانا جاتا ہے۔ ضخامت پانصد صفحات سے اوپر قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ/)

رام برشا۔ جسمیں سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اور دیگر مہاتماؤں کے بھجن اور غزلیات ہیں۔ حجم ۵۰۰ صفحات۔ قیمت صرف ایکروپیہ (عہ)

معیار المکاشفہ بابا نگینہ سنگھ صاحب کی دوسری شاندار تصنیف ہے۔ اس کتاب میں چھاندوگیہ اُپنشد کے چھٹے باب کی مفصل تشریح معہ نہایت دلچسپ حالات زندگی مصنف کتاب درج ہیں۔ حجم قریباً دو سو صفحات قیمت صرف آٹھ آنے

کامیابی کے راز سوامی رام تیرتھ کی مشہور انگریزی کتاب سیکرٹ آف سکسیس کا پُر لطف اُردو ترجمہ ہے۔ قیمت صرف چھ آنے

رسالہ عجائب العلم بابا نگینہ سنگھ جی کی تیسری تصنیف پہلی دو کتابوں سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس مختصر نسخہ میں ذاتِ حق کو ہستی علم۔ سرور ثابت کرکے نہایت ہی مؤثر دلایل و سلسلہ سے چھ لیکچروں میں واضح کیا ہے۔ جو سخن اسے ایکبار ہی بغور پڑھ لیں گے۔ وہ خود ہی تجربہ سے اس کی داد دیں گے۔ قیمت صرف چھ آنے۔

جگجیت پرگیا یعنی مشرح ترجمہ ایشا واسیہ اُپنشد عالی جناب بابا نگینہ سنگھ صاحب۔ قیمت صرف چھ آنے (۶/)

پراچین دھرم گرنتھ جن کا ہر شخص کو زندگی میں پاٹھ کرنا لازمی ہے

شری مد بھاگوت۔ دکھ روپی سنسار سے پار اترنے اور موکش پد کو پراپت کرنے کے لئے شری مد بھاگوت کے پاٹھ سے بہتر اور کوئی سادھن نہیں۔ اردو الفاظ میں نولکشور پریس لکھنؤ کی چھپی ہوئی۔ اور شری رگھبیر دیال جیسے فاضل اجل کے قلم سے ترجمہ شدہ بڑے سائز پر آٹھ صد صفحات پر مشتمل نہایت ہی خوبصورت سالم کپڑے کی مضبوط جلد میں قیمت صرف پانچ روپیہ آٹھ آنہ۔

شری مد بھاگوت کلاں مصنفہ منشی دوارکا پرشاد صاحب افق قیمت دو روپے چار آنے

یوگ واشِشٹ بھگوان رام چندر جی کو ان کے قابل تعظیم گورو واشِشٹ جی مہاراج نے جو گیان آتما اور پرماتما کے سمبندھ میں دیا ہے۔ وہ مکمل طور پر اس کتاب میں درج ہے۔ گیان کے دینے والی کوئی کتاب یوگ واشِشٹ سے بہتر نہیں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ شری سوامی دیال جی نے لفظ بہ لفظ کیا ہے۔ اور مالکان نولکشور پریس نے دو حصص میں بڑے سائز پر چھپایا ہے۔ دونو حصص سالم کپڑے کی ایک جلد میں قیمت صرف سات روپیہ

یوگ واشِشٹ مہرشی بابو شیو برت لال جی ورمن نے اصلی گرنتھ کے تمام قصے کہانیاں اور معنی مطالبات کے انتہائی دلچسپ روحانی قلمہ اختصار سے باوضاحت درج کئے ہیں۔ پونے چار سو صفحات کی ضخیم کتاب لکھائی چھپائی دیدہ زیب ہے قیمت دو روپیہ

تلسی رامائن سٹیک مکمل (کلاں) مریادا پرشوتم بھگوان رام چندر جی کے لاثانی کیرکٹر کو گوسوامی تلسی داس جی نے نہایت حسن و خوبی اور پریم بھگتی سے ہندی کی زوردار نظم میں لکھا ہے۔ اس کتاب کو بابو شیو برت لال جی ورمن نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اس میں گوسوامی تلسی داس جی کی سوانحعمری بھی دی گئی ہے اردو زبان میں اس سے بہتر رامائن سوادھیائے کیلئے دنیا میں موجود نہیں۔ بڑا سائز قیمت خوبصورت جلد میں صرف چھ روپے۔

تلسی رامائن سٹیک مکمل خورد معہ جیون چرتر گوسوامی تلسی داس جی از بابو شیو برت لال جی ورمن سنہری جلد میں صفحات ۱۴۸ قیمت ۳

پنجگرنتھی سٹیک اگر آپ کو روحانیت کے بحر میں مثل پھول تیرنے والے گورو صاحبان کے وچنوں کے رہسیہ کو جاننے کا شوق ہے۔ تو پنجگرنتھی سٹیک منگوا کر پڑھئے۔ کہ جس کا ترجمہ شری ان بھائی دیا رام جی نے کیا ہے۔ اس میں جپ جی صاحب۔ شبد ہزارے۔ رہراس۔ سکھمنی وغیرہ کا روحانی گیان بھی شامل ہے۔ قیمت مجلد ۳

سٹیک جپ جی و شبد ہزارے معہ جیون پرکاش گورو مہاراج مصنفہ ماسٹر ہیرا سنگھ جی صفحات ۱۴۸ قیمت ۲ اس پستک میں ماسٹر جی نے مشکل الفاظ کے معنی اور ہر ایک پوڑی کا ترجمہ کر کے سمجھایا ہے۔ قیمت ۶ آنے

شری سوامی ویکانند جی مہاراج کی بلند پایہ تصانیف

بھگتی اور ویدانت۔ یہ سوامی جی کے ان لیکچروں کا ترجمہ ہے۔ جو انہوں نے مختلف ممالک میں بھگتی اور ویدانت پر دیئے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

بھگتی یوگ۔ اس کتاب کو بابو شیو برت لال جی ورمن ایم اے نے اردو کا جامہ پہنایا ہے اور سوامی جی مہاراج کے مفہوم کو نہایت خوبی سے محفوظ کیا ہے۔ قیمت ۸ انگریزی ۱۲

بھگتی رہسیہ یہ سوامی جی کے ان مشہور عالم لیکچروں کا مجموعہ ہے۔ جو امریکہ میں بھگتی مارگ کی وضاحت میں دیئے۔ اور جن کو سُن کر امریکہ کے ہشیار اہلِ خیال و صاحبِ دماغ حضرات نہ صرف آپ کے مداح و معتقد ہی ہو گئے۔ بلکہ ہندوستان اور ہندوستانیوں سے بھی سچّا پریم کرنے لگے۔ اس میں بھگتی مارگ کی مفصل تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ قیمت صرف ایکروپیہ (عہ)

میرا رہبر یہ شری سوامی وویکانند جی کے لیکچر مائی ماسٹر (MYMASTER) کا اُردو ترجمہ ہے۔ جو کہ اُنہوں نے نیویارک میں دیا۔ قیمت صرف چار آنے

بھگتی شری سوامی جی مہاراج کی بھگتی پر بے نظیر ویاکھیا قیمت صرف بارہ آنے (۱۲ر)

کرم یوگ مترجمہ بابو شو برت لال جی ورمن۔ ایم۔ اے قیمت صرف آٹھ آنے

راج یوگ یہ کتاب یوگ سادھن کے شائق سجنوں کے بڑے کام کی چیز ہے۔ مترجمہ بابو شو برت لال جی ورمن قیمت صرف بارہ آنے

سادھو کی صدا اس کتاب میں مذہب اخلاق طرز تمدن کے متعلق چند مفید اور اخلاق آموز مضامین درج ہیں۔ قیمت صرف ۶ر آنے

رُوحانی اشارے شری سوامی رام کرشن جی پرمہنس کی طرف سے مثالیہ قصّوں اور دلچسپ روائیتوں کے ذریعے حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ قیمت صرف چھ آنے۔

شری سوامی منتر سین جی کی قابل دید تصانیف

نیتی سنگرہ (ہندی) اس میں شنکر نیتی۔ چانکیہ نیتی۔ وِدر نیتی اور راجیہ نیتی۔ بھرتری ہری نیتی۔ منو سمرتی یاگیہ ولکیہ سمرتی وغیرہ کا عطر کھینچ کر اکٹھا کیا گیا ہے۔ قیمت ۶ر

آنند (ہندی) سوامی جی کی یہ پُستک کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں۔ آنند پراپتی کے خواہشمند ضرور ملاحظہ فرماویں۔ قیمت صرف ۴ر آنے۔

تیتریہ اپنشد شنکر بھاشیہ کے آدھار پر یجروید کی تشریح قیمت صرف ۱۲ر آنے۔

چھاندوگیہ اپنشد حصّہ اوّل۔ یگیوں کی وِدھی۔ سرشٹی کی اُتپتی برہم وِدّیا کا سوکھشم وچار پر بالتوضیح صراحت قیمت ۶ر آنے

حصّہ دوم۔ نارد اور سنت کمار کے سمواد روپ کتھا کے ذریعے آتم اُپاسنا اور برہم وِدّیا کا ورنن اور نروپن ہے قیمت ۶ر

سانکھیہ درشنم دنیوی دُکھوں اور بندھنوں سے آزاد کرکے پرم سُکھ اور موکھش کی سِدّھی اس میں سرشٹی کی اُتپتی کے کرم وستار پوروک ورنن کئے گئے ہیں۔ قیمت چھ آنے

شریمد بھاگوت گیارھواں سکندھ پرم بھگت سکھا اودھو کو بھگوان کرشن کا نہایت مؤثر اُپدیش قیمت صرف چھ آنے۔

شریمد بھاگوت گیتا اُردو زبان میں سلیس اُردو بامحاورہ ترجمہ مع شلوک سنسکرت مفصل تشریح ۲۴ سو صفحات کی ضخیم کتاب تین جلدوں میں قیمت ہر سہ جلد صرف دو رُوپے یہ پُستک صرف گیتا پرچار کے لئے اصل لاگت پر فروخت ہو رہی ہے۔ ناظرین اس نادر موقعہ سے ضرور لابھ اُٹھاویں

سُکھمنی صاحب اُردو زبان میں۔ ۲۵۰ صفحات کی نادر تشریح قیمت ایکروپیہ۔

رام گیتا (اُردو) یہ چھوٹی سی پُستک رامائن کا انتخاب ہے۔ شری لچھمن جی سوال پوچھتے ہیں شری رام جی گیان سے اُپدیش دیتے ہیں قیمت صرف دو آنے

کٹھوپ اپنشد (اُردو) صفحات ۲۵۰ قیمت صرف ۵ر

اشٹاوکر گیتا (اُردو) اس کتاب میں برہم وِدّیا کا وہ اُپدیش درج ہے۔ جو کہ